

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
مَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَآلِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بَارَكَ لَهُ فِيهِمْ
وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ
تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا
الْأَنْهَارُ
وَيُحِبُّونَ
الْحَيَاةَ الدُّنْيَا
وَالْآخِرَةَ
وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ
لَهُمْ وَأَنْ لَا يُشْرِكُوا
بِشَيْءٍ مِمَّا
عَلَّمَهُمْ
لَعَلَّهُمْ
يَتَّقُونَ



شرحِ سَلَامِ رَضَا

مصطفیٰ محمد خاں قادری

مرکز تحقیقات اسلامیہ

205 - شادمان لاہور ۵ فون: 7580004

شرح سلا مرفا

مفتی محمد خان قادری

مرکز تحقیقات اسلامیہ
۲۰۵ شادمان لاپور
فون: ۷۵۸۰۰۰۴

۷۱-32-9377

297.6
م 414
141284

شرح سلام رضا	_____	نام کتاب
مفتی محمد خاں قادری	_____	مصنف
جون ۱۹۹۳ء (محرم الحرام ۱۴۱۴ھ)	_____	بار اول
بر ۱۹۹۴ء (جمادی الاول ۱۴۱۵ھ)	_____	بار دوم
۵۷۶	_____	صفحات
۱۱۰۰	_____	تعداد
حافظ ذوالفقار دستگیری	_____	پروف ریڈر
حافظ محمد عثمان قریشی	_____	
سید قمر الحسن ضیغم قادری	_____	کاتب
سہیل لطیف	_____	طابع
الحاج ریاض احمد علوی	_____	ناشر
۱۲۵ روپے	_____	قیمت

انہداء

حبیبِ خدا، وجہِ تخیلیق کون و مکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے حضور

جن کے مراتب و ٹیٹون کا بیان بوجہ عجز فکر اور ضعف بیان انسانی بس کی بات نہیں البتہ ایک سچے عاشق رسول نے اپنے سلامِ نیاز میں اس جامع صفاتِ امتی کے جن چند اوصاف و محاسن کا تذکرہ کیا ہے اور سہدِ عقیدت میں جو خوش رنگ نعتیہ پھول نذر کئے ہیں۔ جیسے

مصطفیٰ، جانِ رحمت، شمعِ بزمِ ہدایت، مہرِ حیرتِ نبوت، گلے باغِ رسالت، شہرِ یارِ ارم، تاجدارِ حرم، نوبہارِ شفاعت، شبِ اسرفِ صبح کے دولہا، نوشہِ بزمِ جنت، عرشِ کعبہِ زیب و زینت، فرشہ کعبہ طیب و نزہت، نورِ عریضہ لطافت، زیب و زینتِ لطافت، سروِ نازِ قدم، مغزِ رازِ حکم، یکہ تازِ فضیلت، نقطہٴ سرِ وحدت، مرکزِ دورِ کثرت، صاحبِ رجبِ شمس، صاحبِ شمسِ القمر، نائبِ دستِ قدرت، اصلِ مہرِ بود و بہبود، تخمِ وجود، قاسمِ کثرِ نعمت، فتحِ بابِ نبوت، ختمِ دورِ رسالت، شرقِ انوارِ قدرت، فتوحِ ازاہِ قربت، بے سہیم و سہیم، بے دلیل و دلیل، جوہرِ فردِ عزت، سرِ غیبِ ہدایت، عطرِ حبیبِ نہایت، ماہِ لاہوتِ خلوت، شاہِ ناسوتِ جلوت، کثرِ تبرکِ بیہ و بے نوا، حرزِ ہر رفتہ طاقت، پرتوِ اسمِ ذاتِ احد، نسخہٴ جامعیت، مطلقِ ہر سعادت، مقطعِ ہر سیادت، مخلوق کے دادرس، سب کے فریادرس

دلفن واری

کہفِ روزِ مصیبت، مجھ سے بکسیر کہ دولت، مجھ سے بے بسیر کہ
 قوت، شمعِ بزمِ دنا ہو میرے گم کو خانا، شرحِ متنضہ ہویت، انتہا دولت
 ابتداءے بکیر، جمعِ تفریق و کثرت، طلعت بعدِ ظلمت، عزت بعدِ ذلت،
 رب العالمین کہ نعمت، حق تعالیٰ کہ منت، ہم غریبوں کے آقا، ہم غریبوں
 کہ ثروت، فرحتِ جائزہ مومنین، غیظِ قلبِ ضلالت، سببِ ہر سبب،
 منتہائے طلب، علتِ جملہ علت، مصدرِ منظریت، منظرِ مصدریت، گل
 پاکِ منبت، قد بے سایہ کے سایہِ مرحمت، طلوعِ ممد و درافت
 — ان کی دید شنید سے اپنی اور سب اہلِ محبت کی آنکھوں کی ٹھنڈک
 اور دل و دماغ کی تنویر کا سامان کر رہا ہوں۔
 شاہانِ چہِ عجب گر بنوا زندگدارا

امیدوارِ شفاعت

محمد خاں قادری

جامعِ رحمانیہ شادمان لاہور

فہرست مضامین

صفحہ	مضامین	شعر نمبر
۳	اہدام	
۳۳	پیش لفظ	
۳۷	تقدیم از استاذ العلماء علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری	
۴۹	سلام رضا پر اجمالی نظر	
۵۱	سلام کے بارے میں اہل علم کی رائے	
۵۶	خصوصیات سلام	
۵۶	ترتیب سلام	
۵۹	لفظ مصطفیٰ کا مفہوم	
۶۰	ذات مصطفیٰ - محبوبیت کیلئے انتخاب	
۶۰	ذات ہوئی انتخاب - نام ہوا مصطفیٰ	
۶۱	جسم مصطفیٰ کے لئے مٹی کا انتخاب	
۶۲	نور مصطفیٰ کے لئے بہتر اصلاب و ارحام کا انتخاب	
۶۳	انتخاب خاندان مصطفوی پر جبریل امین کی گواہی	
۶۴	جان رحمت	
"	عالمین سے مراد تمام مخلوق ہے	
۶۷	جبریل امین کا رحمت سے حصہ	
۶۷	عرش اعظم کا رحمت سے حصہ	

۴۸	کفار کا رحمت سے حصہ
۴۹	شمع بزم ہدایت
۵۰	آپ پر ایمان لانے سے انبیاء کو نبوت ملی
۵۱	شمع بزم ہدایت کے ارشادات
۵۲	۲ مہرِ حریفِ نبوت
۵۳	روحانی و مادی آفتاب
۵۵	روحانی آفتاب کی ضرورت
۵۷	روحانیت انبیاء کا سرچشمہ ذاتِ نبوی
۵۸	گل باغ رسالت
۵۹	۳ جنت رسول اللہ کی
۸۱	جنت کی خدمتِ اقدس میں حاضری
۸۱	خشک تنے کو جنتی درخت بنا دیا
۸۲	حضور کعبہ کے بھی کعبہ ہیں
۸۳	اے حبیب میرا قبلہ تیری ذات ہے
۸۴	نوبہا شفاعت .
۸۴	عرش الہی کی دائیں جانب
۸۵	سننے ہیں کہ محشر میں صرف ان کی وساٹی ہے
۸۷	آیت کا مفہوم
۸۸	خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لیے
۸۹	مقام محمود کہنے کی وجہ

صفحہ	مضامین	شعر نمبر
۸۹	شقاقت کن لوگوں کے لیے ہوگی	
۹۱	کہ ہے رب ستم صدائے محمد	
۹۱	ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے	
۹۲	حضور مہمان، باقی طفیلی	
۹۲	خدا چاہتا ہے رضاٹے محمد	
۹۲	سب سے امید افزاء آیت قرآنی	
۹۲	شبِ اسیرانے کے دولہا	۴
۹۵	دولہا کا غسل	
۹۵	دولہا اور خوشبو	
۹۴	نوشہ بزمِ جنت	
۹۴	عطا جنت کے چند مناظر	
۹۸	حضرت ربیعہ اور سب سے اعلیٰ جنت	
۹۹	عورت نے موسیٰ سے جنت مانگی مگر یہ اعرابی مجھ سے کیا مانگ رہا ہے	
۱۰۱	عرشِ اعظم پر جلوہ افروزی	
۱۰۳	عرش کی زیب و زینت	۵
۱۰۳	عرشِ اعظم اور دامنِ مصطفیٰ	
۱۰۴	یہ آپ کے نام کی برکت ہے نظرِ کرم کا عالم کیا ہوگا؟	
۱۰۴	فرش کی طیب و نزمیت	
۱۰۵	تمام روٹے زمین کا پاک ہونا	
۱۰۵	زمین کا ٹکڑا جنت بن گیا	

صفحہ	مضامین	شعرا
۱۰۵	زمین رشکِ اعرشِ اعظم بن گئی	
۱۰۷	نورِ مصطفوی اور قرآن	۶
۱۰۹	منکرین کے دو دلائل	
۱۰۹	دلائل کا تجزیہ	
۱۱۱	لطافتِ جسمِ نبوی	
۱۱۴	جسمِ اطہر سے بڑھ کر کوئی شے لطیف نہیں	
۱۱۲	پھولوں سے نازک بدن	
۱۱۴	سرو نازِ قدم	۷
۱۱۴	شاہکارِ ربوبیت کا جسمانی تناسب	
۱۱۷	مغزِ رازِ حکم	
۱۱۹	یکہ تازِ فضیلت	
۱۲۱	نقطہ سرِ وحدت	۸
۱۲۲	مرکزِ دورِ کثرت	
۱۲۴	آپ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اعظم ہیں	۹
۱۲۵	تیری مرضی پا گیا سورج پھر اٹھے قدم	
۱۲۷	لوائے حمد میرے ہاتھ میں ہوگا	۱۰
۱۲۹	تمام اولادِ آدم میرے جھنڈے تلے ہوگی	
۱۳۰	ہر شئی حبیبِ خدا کے حکم کے تابع ہے	۱۱
۱۳۱	زمین و آسماں پر حضور کی حکومت	
۱۳۲	خزائنِ زمین کی چابیاں	

صفحہ	مضامین	شمارہ
۱۳۲	جنت کی چابیاں	
۱۳۳	جہنم کی چابیاں	
۱۳۳	سودج و چاند پر حکومت	
۱۳۳	درختوں پر حکومت	
۱۳۴	حجر و شجر کا اپنے آقا پر سلام	
۱۳۴	۱۲ جیبِ خدا، ہر شئی کی اصل	
۱۳۵	ہر شئی کی اصل آپ کا نور	
۱۳۶	قاسم کز نعمت	
۱۳۶	عطا صرف علم کے ساتھ مخصوص نہیں	
"	ہر مہلائی و خیر کا سرچشمہ آپ کی ذات ہے	
۱۳۸	۱۳ سب سے پہلے نبی آپ ہیں	
۱۳۹	سب سے آخری نبی بھی آپ ہیں	
۱۴۱	۱۴ شرقِ انوارِ قدرت	
۱۴۲	وجود و قدرتِ باری پر قطعی دلیل	
۱۴۳	فتق از ہارِ قربت	
۱۴۶	۱۵ وصفِ ختمِ نبوت	
"	تم میری مثل نہیں ہو سکتے	
۱۴۷	قل انما ابشر مثلکم کا صحیح مفہوم	
۱۴۹	۱۶ معرفتِ الہی کا خزانہ	
۱۵۰	وسیلہ ایمان بالغیب	

صفحہ	مضامین	شعرا نمبر
۱۵۲	عطر حبیب نہایت	
۱۵۲	۱۷ ماہِ لاہوتِ خلوت	
۱۵۲	ماہِ لاہوت کی جلوہ افروز کی کب ہوئی؟	
۱۵۵	ماہِ لاہوت کی سجدہ ریزی	
۱۵۵	ماہِ لاہوت کی تسبیح و تقدیس	
"	ماہِ لاہوت سے انوارِ ملائکہ کا فیض یاب ہونا	
۱۵۶	ماہِ لاہوتِ خلوت سے انوارِ انبیاء کا فیض یاب ہونا	
۱۵۷	شاہِ ناسوتِ جلوت	
۱۵۸	۱۸ کتر ہر بے کس و بے نوا	
۱۵۸	جس کا کوئی نہیں اس کا میں ہوں	
۱۵۹	۱۹ آپ کا منظر ذاتِ الہی ہونا	
۱۶۲	پرتو اسم ذاتِ احد	
۱۶۳	اسماء ذات سے متصف ہونے سے کیا مراد ہے؟	
۱۶۵	نسخہ جامعیت	
۱۶۸	۲۰ مطلع ہر سعادت	
۱۶۹	ہر بھلائی و خیر کا سرچشمہ آپ کی ذات ہے	
۱۷۰	مقطع ہر سیادت	
۱۷۰	میں اولین و آخرین کا سردار ہوں	
۱۷۲	۲۱ خلق کے دادرس سب کے فریادرس	
۱۷۳	الوجہل سے رقم لے کر دی	

صفحہ	مضامین	شعر نمبر
۱۷۴	ہرن کی دادرسی	
۱۷۶	اونٹ کی دادرسی	
۱۷۶	کہف روز مصیبت	
۱۷۷	۲۲ مجھ سے بکس کی دولت	
۱۷۸	سب سے بڑی دولت، ذاتِ رسول	
۱۸۰	۲۳ - ۲۴ بندے کا صفاتِ الخیہ کا منظر ہوتا	
۱۸۷	شمع بنیم دنیٰ ہو میں گم کن اتا	
۱۸۷	محبوبِ خدا اور مقامِ فنایت	
۱۸۹	دنیٰ کی گودی میں ان کو لے کر فنا کے لنگراٹھا دیئے	
۱۹۰	آپ کے مقامِ فنایت پر قرآنی شہادتیں	
۱۹۰	یہ اللہ کا ہاتھ ہے	
۱۹۱	یہ کنکریاں اللہ نے پھینکی ہیں	
۱۹۱	زبانِ ودل کی ضمانت	
۱۹۱	اسمِ عبدہ کی مقامِ فنایت پر دلالت	
۱۹۵	شرح متن ہویت	
۱۹۶	انتہائے دوئی	
۱۹۷	اطاعت ایک ہے	
۱۹۷	رضا ایک ہے	
۱۹۸	اتباعِ حبیب سے محبوبِ خدا بننا	
۱۹۸	اودائی کا مقام	

صفحہ	مضامین	شعر نمبر
۱۹۹	ابتدائے پیکی	
۲۰۰	جمع تفریق و کثرت	
۲۰۱	۲۵ غزوہ بدر اور مسلمانوں کی تعداد	
۲۰۱	مسلمانوں کی کثرت اور غلبہ اسلام	
۲۰۲	طلعت بعد طلعت	
۲۰۳	۲۶ ربِ اعلیٰ کی سب سے اعلیٰ نعمت	
۲۰۴	حق تعالیٰ کی منت	
۲۰۴	۲۷ ہم غریبوں کے آقا	
۲۰۶	حضرت موسیٰ اور امتی ہوتے کی دعا	
۲۰۸	حضرت عیسیٰ کی بحیثیت امتی تشریف آوری	
۲۰۸	خلیل و مسیح روز قیامت امتی ہوں گے	
۲۰۹	۲۸ فرحتِ جانِ مومن	
۲۱۰	لذتِ دیدار میں آنکھیں نہ جھپکنا	
۲۱۲	زیارت نہ کروں تو مرجاؤں	
۲۱۲	اب میری نگاہوں میں چچتا نہیں کوئی	
۲۱۳	اب آنکھیں کیا کسنی ہیں	
۲۱۳	غیظِ قلبِ ضلالت	
۲۱۴	۲۹ سببِ ہر سبب	
۲۱۹	سب غائبوں کی غایتِ اولیٰ تمہیں تو ہو	
۲۲۱	۳۰ ظہورِ ربوبیت کا سبب	

صفحہ	مضامین	شعر نمبر
۲۲۲	اکابر کی تصریحات	
۲۲۵	۳۱ جس کے جلوے سے مرجھائی کلیاں کھلیں	
۲۲۶	حسن و جمال نبوی کا دلیل نبوت ہونا	
۲۲۹	۳۲ قد بے سایہ	
۲۳۲	تفسیرِ ظلِ ممدود	
۲۳۵	۳۳ قدرِ انور کی جمالِ آفرینی	
۲۳۷	قدرِ عناک کی موزونیت	
۲۳۸	گلبنِ رحمت کی ڈالی	
۲۳۹	چلتے وقت بلند نظر آتے	
۲۴۰	۳۴ چہرہ مصطفیٰ جمالِ الہی کا آئینہ ہے	
۲۴۲	خدا ساز طلعت	
۲۴۴	۳۵ سرتاجِ رفعت	
۲۴۴	سراقس کا حسن و وقار	
۲۴۷	۳۶۔ ۳۸ وہ کرم کی گھٹا گیسو سے مشک سا	
۲۴۷	حسین زلفیں	
۲۴۷	سیاہ زلفیں	
۲۴۸	زلفوں کی سیاہی آج بھی نگاہوں میں ہے	
۲۴۹	خمیدہ زلفیں	
۲۵۰	دراز زلفیں	
۲۵۲	مرویات میں تطبیق	

صفحہ	مضامین	شعر نمبر
۲۵۴	گوش مبارک کا حسن موزونیت	۳۹
۲۵۵	پر نور ستارے	
۲۵۵	دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان	
۲۵۶	میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے	
۲۵۷	چشمہ مہر	۴۰
۲۵۸	موج نورِ جلال	
۲۵۹	جبین سعادت	۴۱
۲۶۱	سجدے کو محرابِ کعبہ جھکی	۴۲
۲۶۲	بھنوں کی لطافت	
۲۶۲	ابرو نہایت باریک تھے	
۲۶۳	روایات میں تطبیق	
۲۶۳	سہم تا ۴۵ آنکھوں پہ سایہ فگن مژہ	
۲۶۳	اشکباری شکرگان پہ برسے درود	
۲۶۳	سلاک در شفاعت	
۲۶۴	زنگس باغِ قدرت	
۲۶۴	آنکھیں کشادہ اور سیاہ تھیں	
۲۶۷	آنکھیں موزونیت کے ساتھ بڑی تھیں	
۲۶۷	آنکھوں کی تپلی نہایت سیاہ تھی	
۲۶۷	سفید حصے میں سرخ ڈورے تھے	
۲۶۸	آنکھوں کا قدرتی سر مگن ہونا	

صفحہ	مضامین	شعر نمبر
۲۶۸	مازارِ البصر و ما طفی آنکھیں	۴۶
۲۷۰	پڑ گئی ہے تجھ پہ مصطفیٰ کی نظر	
۲۷۲	جب آنکھی ہیں جوشِ رحمت پہ ان کی آنکھیں	
۲۷۴	کمالِ درجہ شرم و حیا کی آئینہ دار آنکھیں	۴۷
۲۷۵	اوپنی بیٹی کی رفعت	
۲۷۷	۴۸ تا ۴۹ طلعتِ رخسار	۴۸ تا ۴۹
۲۷۷	سفیدیِ رخسار	
۲۷۷	سہولتِ خد	
۲۷۸	۵۰ جسمِ اطہر کی رنگت	۵۰
۲۸۰	۵۱ چاند سے منہ پہ تاباں و رخشاں درود	۵۱
۲۸۱	چہرہٴ اقدس کا سراپا	
۲۸۲	چہرہٴ مصطفوی کا چاند سے موازنہ	
۲۸۵	۵۲ عرقِ رخ اور اس کی چمک دیک	۵۲
۲۸۶	پسینہ کے قطرے یا نوری ستارے	
۲۸۶	۵۳ تا ۵۴ ریشِ مبارک	۵۳ تا ۵۴
۲۸۶	ریشِ خوش معتدل	
۲۸۸	ہالہ ماہِ ندرت	
۲۸۸	دلِ آراءِ مہین	
۲۹۰	۵۵ قدس کی پتیاں	۵۵
۲۹۱	لبھائے نرم و نازک	

صفحہ	مضامین	شعر نمبر
۲۹۲	۵۸ تا ۵۴ دہن مبارک	
۲۹۳	ہر بات وحی خدا	
۲۹۴	جس کے پانی سے شاداب جان و جنان	
۲۹۵	حیادار ہونا	
۲۹۶	جس سے کھاری کنویں کشیرہ جان بنے	
۲۹۶	مدینہ میں سب سے بیٹھا کنواں	
۲۹۶	خوشبودار کنواں	
۲۹۷	یمن میں سب سے بیٹھا کنواں	
۲۹۸	۵۹ سب کن کی کنجی	
۲۹۹	اس کی نافذ حکومت	
۳۰۰	۶۰ میری تربیت میرے رب نے فرمائی ہے	
۳۰۱	تیرے آگے یوں ہیں دبے لے	
۳۰۲	مجھے اللہ نے اصل زبان سکھائی ہے	
۳۰۲	جامع کلمات کا عطیہ	
۳۰۳	تمام زبانوں سے آگاہی	
۳۰۴	۶۱ خطبہ مبارک	
۳۰۵	جنت و دوزخ کا مشاہدہ	
۳۰۵	آنسوؤں کی جھڑپاں	
۳۰۶	مجلس میں صبح و پکار	
۳۰۶	منہ چھپا کر رونا	

صفحہ	مضامین	شعر نمبر
۳۰۷	روتے روتے بیہوش ہونا	
۳۰۸	تین اوقات میں جنتی	
۳۱۰	۶۲ محبوب خدا کی دعا	
۳۱۱	وہ دعا جس کا جوین بہار قبول	
۳۱۲	ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی	
۳۱۳	اہم نکتہ	
۳۱۴	منافقین کو معافی نہ ملنا	
۳۱۴	۶۳ دندان مبارک	
۳۱۴	چٹے دند موتی دیاں ہن لڑیاں	
۳۱۷	دانتوں میں کمال حسن ترتیب	
۳۱۷	لچھے جھڑی نور کے	
۳۱۸	۶۴ صحابہ کا مشترکہ غم	
۳۲۱	تسکین سے روتے ہوئے، سنس پڑیں	
۳۲۲	استن حناۃ اور آپ کی تسکین	
۳۲۵	تبسم کی عادت	
۳۲۴	۶۵ آواز مبارک	
۳۲۴	آپ نہایت خوش آواز تھے	
۳۲۷	میں نے آپ کی آواز سے حسین آواز نہیں سنی	
۳۲۷	آپ کا مبارک لہجہ نہایت ہی خوبصورت تھا	
۳۲۸	۶۶ دوش مبارک	

صفحہ	مضامین	شعر نمبر
۲۲۹	شانوں کی شوکت	
۲۳۰	کاندھے یا چاندی کے ڈلے	
۲۳۰	چاند کی طرح سفید	
۲۳۱	مہر نبوت	۴۷
۲۳۳	روایات میں تطبیق	
۲۳۴	مہر نبوت اور خوشبو	
۲۳۵	روئے آئینہ علم پشت حضور	۴۸
۲۳۵	آگے کی طرح پیچھے دیکھنا	
۲۳۶	تاریکی میں دن کی طرح دیکھنا	
۲۳۷	دست اقدس	۴۹
۲۳۷	سب سے سخی ہاتھ	
۲۳۷	واہ کیا جو دو کرم ہے	
۲۳۸	حاجت مند اور قرض	
۲۳۹	سیکرٹری مال کا بیان	
۲۴۰	یہ منصب ان کو کیوں دیا گیا	
۲۴۰	یہاں سے ہاتھ خالی غیر بھی جایا نہیں کرتے	
۲۴۱	۱۰۰۔ اے بازو مقدس	
۲۴۱	بازو لہے تھے	
۲۴۲	بازو نہایت چمکدار تھے	
۲۴۲	بازو کی قوت	

صفحہ	مضامین	شعر نمبر
۳۲۳	کلاٹیاں لمبی تمہیں	
۳۲۳	کلاٹیوں پر بال	
۳۲۴	۷۲ مبارک ہتھیلیاں	
۳۲۴	ہتھیلیاں کشادہ تمہیں	
۳۲۵	۷۳-۷۴ انگشتان مبارک	
۳۲۴	چاندی کی ڈلیاں	
۳۲۴	رحمت کی ندیاں	
۳۲۷	ناخنوں کی بشارت	
۳۲۸	۷۵ رفعتِ ذکرِ نبوی	
۳۲۹	آپ بلند ہی نہیں بلکہ بلندیوں کے مالک ہیں	
۳۵۰	رفعتِ ذکر کی بعض صورتیں	
۳۵۰	اے محبوب تیرے ذکر کے بغیر میرا ذکر ایمان نہیں بنتا	
۳۵۱	اے محبوب تیرے ذکر کو میں اپنا ذکر قرار دیتا ہوں	
۳۵۲	کائنات کے ہر ذرے پر اسم محمد	
۳۵۳	اب تیرا نام بھی آٹے کا تیرے نام کے ساتھ	
۳۵۲	وللاخرة خیرک من الاولى بھی رفعتِ ذکر کا ایک نظارہ ہے	
۳۵۴	۷۶ قلبِ انور	
۳۵۴	اولیں محلِ راز	
۳۵۷	قلبِ انور اور وسعتِ علمی	
۳۵۷	دستِ قدرت کا فیضان	

۳۵۹

قلبِ انور کی آنکھیں اور کان

۳۶۰

اسے جا نہیں ہے بولن دی

۳۶۰

۷۷ کل جہاں ملک

۳۶۲

جو کی روٹی غذا

۳۶۲

شکم کی قناعت

۳۶۲

۷۸ عزمِ شفاعت پر پہنچ کر بندھی

۳۶۴

۷۹ انبیاءِ تہ کریں زانواں کے حضور

۳۶۴

معلم و مربی اول

۳۶۹

۸۰ مبارک پنڈلیاں

۳۶۹

پنڈلیاں باریک متھیں

۳۶۹

کھجور کے تازہ خوشے کی طرح

۳۷۰

پنڈلیوں کی چمک دک

۳۷۱

۸۱ قدیم شریفین

۳۷۱

قدم پر گوشت تھے

۳۷۲

مرقع حسن بے مثال

۳۷۲

قرآن اور خاک پاکی قسم

۳۷۲

۸۲ طیبہ شہر مدینہ کا نام ہے

۳۷۵

طیبہ کہنے کی وجہ

۳۷۷

ولادت کی گھڑی

صفحہ	مضامین	شعر نمبر
۳۷۷	وقت ولادت عجائبات کا ظہور	
۳۷۸	ستاروں سے چراغاں	
۳۷۸	پریم لہرائے گئے	
۳۷۹	دل افروز ساعت	
۳۸۰	۸۳ وقت ولادت سجدہ	
۳۸۱	یادگاری امت	
۳۸۳	۸۴-۸۵ کثرتِ دودھ	
۳۸۴	علاقہ کی شادابی	
۳۸۴	راستوں کا سرسبز و شاداب ہونا	
۳۸۵	بھائیوں کے لیے ترک پستاں کریں	
۳۸۷	۸۶ پنگوڑے کو فرشتے حرکت دیتے	
۳۸۷	ستر ڈھانپنے والا نظر نہ آتا	
۳۸۷	انگلی اٹھاتے مہدی میں	
۳۸۸	۸۷ یاد آتا ہے خدا دیکھ کے صورت تیری	
۳۸۹	یہ تو اللہ کے نبی ہیں	
۳۸۹	۸۸ آپ کی نشوونما	
۳۹۰	کھلتے غنچوں کی نکہت	
۳۹۰	آغوشِ آسمتہ میں سراپا خوشیو	
۳۹۱	حلیمہ کے دس میں خوشیوں کی بارات	
۳۹۲	۸۹-۹۰ فضل پیدائشی	

۳۹۳	بت پرستی سے نفرت
۳۹۴	لغو مجالس سے اجتناب
۳۹۴	کھیل کود سے اجتناب
۳۹۵	۹۱ قرآن اور حفاظت ادائے رسول
۳۹۵	اے کملی اور ٹھننے والے
۳۹۹	۹۲ رہ گئی ساری زمیں عنبر سارا ہو کر
۴۰۰	یہ خوشبو آپ کے جسم کا حصہ تھی
۴۰۱	کیا یہ خوشبو واقعہ معراج کے بعد پیدا ہوئی
۴۰۲	مذکورہ روایت کا مفہوم
۴۰۳	یہ خوشبو بعد از وصال بھی قائم رہی
۴۰۴	تمام مدینہ مہک اٹھا
۴۰۴	۹۳ شہد سے بیٹھی گفتگو
۴۰۵	دشمنوں کی گواہی
۴۰۵	دوران گفتگو ہاتھ سے اشارہ
۴۰۶	۹۴ رفتار مبارک
۴۰۷	رفتار میں معجزاتی کیفیت
۴۰۸	صحابہ کو پیچھے چلنے کی اجازت نہ تھی
۴۰۹	سادی سادی طبیعت
۴۱۰	۹۵ مقام خلوت نشینی
۴۱۱	اس غار کے انتخاب کی حکمتیں

صفحہ	مضامین	شعر نمبر
۴۱۲	چنانگیر بخت	۹۶
۴۱۳	جس کے گھیرے میں ہیں انبیاء و ملک	
۴۱۴	خدا جس کا خالق محمد اس کے رسول	
۴۱۵	اندھے شیٹے جھلا جھل دکھنے لگے	۹۷
۴۱۷	لطف بیداری شب	۹۸
۴۱۸	میری چاہت شب بیداری ہے	
۴۱۸	عالم خواب راحت	
۴۲۱	آپ کا دائم فکر رہنا	۹۹
۴۲۱	فکر مندی کی حکمتیں	
۴۲۲	گریہ ابرہ رحمت	
۴۲۲	آنسوؤں کی برسات	
۴۲۴	خندہ صبح عشرت	
۴۲۵	۱۰۰ - ۱۰۱ طبیعت مبارکہ کی نرمی	
۴۲۵	گردن میں کپڑا ڈالنے والے کے ساتھ نرمی	
۴۲۶	مسجد میں پیشاب کرنے والے کے ساتھ نرمی	
۴۲۶	فطرتی رعب و وقار	
۴۲۸	آپ کو آنکھ بھر کر نہیں دیکھا جاسکتا تھا	
۴۳۰	حضرت حسان کا آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر زیارت کرنا	
۴۳۰	آپ کا سر ایا کب ر صحابہ سے کثرت کے ساتھ کیوں مروی نہیں؟	
۴۳۲	۱۰۲ واقعہ طور	

۴۳۲

واقعہ معراج

۴۳۴

۱۰۶۔ اتا ۱۰۶ اسلام و کفر کا پہلا متحرکہ

۴۳۴

گردمہ دست انجم میں رخشاں ہلال

۴۳۷

رحمت عالم کی سجدہ ریزی اور دعا

۴۳۸

بدر کی تمام رات روتے ہوئے بسر ہوئی

۴۳۹

تواروں کی آواز

۴۳۹

مصطفیٰ تیری صولت پہ لاکھوں سلام

۴۴۰

۱۰۷۔ اسلام لانے کا واقعہ

۴۴۱

اللہ و رسول کا شیر

۴۴۱

سید الشہداء کا لقب

۴۴۱

حمزہ کی جانبازیاں

۴۴۳

۱۰۸۔ ۱۰۹۔ بے مثال ان کا اسم گرامی

۴۴۴

آپ کا نام الہامی ہے

۴۴۴

تمام انسانیت کا وسیلہ، نام محمد

۴۴۵

لوح محفوظ کی پیشانی کا جھومر نام محمد

۴۴۶

پتہ پتہ بوٹا بوٹا نام تمہارا جانے

۴۴۶

جگ ہو یا سو سہنا تیرے ناں ناں سو سہنا

۴۴۸

آپ کی مبارک نسبت

۴۴۸

عذاب البوطالب میں تخفیف

۴۴۸

عذاب البولہب میں تخفیف

صفحہ	مضامین	شمارہ
۴۴۹	محدثین کی تصریحات	
۴۵۰	سب سے بہتر وقت	
۴۵۰	اس حسین وقت کی یادیں	
۴۵۲	آپ کی ہر حالت مبارک ہے	
۴۵۲	آپ کا اخلاق تعلیمات قرآن کا سراپا تھا	
۴۵۲	۱۱۰ درود و سلام کی فضیلت	
۴۵۲	درود و سلام اور قبولیت دعا	
۴۵۵	اصحاب نبی کا مقام	
۴۵۶	۱۱۱ تا ۱۱۳ اہل بیت نبوی کون ہیں؟	
۴۵۸	اہل بیت نبوی کا قرآن و سنت میں مقام	
۴۵۹	۱۱۴ تا ۱۱۶ تذکرہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا	
۴۵۹	حضور کی نظر میں آپ کا مقام	
۴۶۰	بتول جگر پارہ مصطفیٰ	
۴۶۰	سیدۃ النساء العالمین	
۴۶۱	زاہرہ کی وجہ تسمیہ	
۴۶۲	بتول کی وجہ تسمیہ	
۴۶۲	جان احمد کی راحت	
۴۶۳	حضور کی سیرت و صورت کا مکمل نمونہ	
۴۶۴	حضور کی تربیت	
۴۶۵	سیدنا ابو ہریرہ اور ان کی بیٹی کا معاملہ	

- ۲۴۵ چکی پیس پیس کر ماتھوں میں چھپاے
- ۲۴۴ فاطمہ، اصحاب صفہ کا حق پہلے ہے
- ۲۴۷ تسبیحات کی تعلیم
- ۲۴۷ جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہرنے
- ۲۴۸ لگا ہیں جھکاؤ محمد کی بیٹی تشریف لارہی ہے
- ۲۴۹ ۱۱۷ تا ۱۱۹ تذکرہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۲۴۹ ولادت سے پہلے خواب
- ۲۷۰ نانا جان سے مشابہت
- ۲۷۰ آپ کی سخاوت
- ۲۷۱ راکب دوش عزت
- ۲۷۲ شہد خوار لعاب زبان نبی
- ۲۷۳ ۱۲۰ - ۱۲۱ امام حسین کی خدمت میں سلام
- ۲۷۳ مقام حسین
- ۲۷۵ شہادت کی خبر جبریل نے دی
- ۲۷۵ سانحہ کربلا
- ۲۷۶ ۱۲۲ - ۱۲۳ اہبات المؤمنین کی خدمت میں سلام
- ۲۷۷ اہل اسلام کی مادران شفیق
- ۲۷۸ ازواج مطہرات کی دنیا سے نفرت
- ۲۸۱ تمہاری مانند کوئی خاتون نہیں
- ۲۸۲ جلوہ گیاں بیت الشرف

صفحہ	مصابہ	شعر نمبر
۲۸۷	پیردہ گیان عفت	
۲۸۳	۱۲۶ تا ۱۲۷ سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضری	
۲۸۴	پہلی ماں ہونے کا شرف	
۲۸۴	کہف امن دامان	
۲۸۵	عرش سے تسلیم کا نزول	
۲۸۶	۱۲۷ تا ۱۳۰ سیدہ عائشہ صدیقہ کی خدمت میں سلام	
۲۸۷	بنت صدیق	
۲۸۸	آرام جان نبی	
۲۸۹	حضور علیہ السلام سے محبت	
۲۹۰	ہے سورہ نور جن کی گواہ	
۲۹۰	جن میں روح القدس بے اجازت نہ جائیں	
۲۹۱	جبریل سلام کہتے ہیں	
۲۹۲	حجرہ عائشہ اور جنت	
۲۹۲	شمع تابان کا شانہ اجتہاد	
۲۹۳	مفتی چار ملت	
۲۹۴	۱۳۱ اصحاب بدر اور بیعت رضوان	
۲۹۴	غزوة بدر	
۲۹۵	اہل بدر کی فضیلت	
۲۹۵	اہل بدر میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائے گا	
۲۹۶	غزوة احد	

۵۹۸

بیعت رضوان اور رضائے الہی

۵۰۱

۱۳۲ اصحاب عشرہ مبشرہ

۵۰۱

ان کے اسماء گرامی

۵۰۱

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح

۵۰۱

قبول اسلام

۵۰۲

جنت کی بشارت

۵۰۲

اس امت کے امین

۵۰۳

فقر کی زندگی

۵۰۳

حضرت سعد بن ابی وقاص

۵۰۳

قبول اسلام

۵۰۳

ہزار بائیس قربان

۵۰۳

اے سعد تجھ پر میرے والدین قربان

۵۰۳

رجل صالح

۵۰۵

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ

۵۰۵

قبول اسلام

۵۰۵

حضور کی امامت کا شرف

۵۰۶

متبرک کفن میں تدفین

۵۰۶

حضرت طلحہ بن عبید اللہ

۵۰۶

قبول اسلام

۵۰۶

حضور کو اٹھانے کا شرف

صفحہ	مضامین	شعر نمبر
۵۰۷	چلتا پھرتا شہید	
۵۰۷	حضرت زبیر بن العوام	
۵۰۷	قبول اسلام	
۵۰۸	حواری رسول	
۵۰۸	جنت میں حضور کے پڑوسی	
۵۰۹	حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ	
۵۰۹	قبول اسلام	
۵۰۹	۱۳۳ تا ۱۳۴ فضائل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	
۵۱۰	آپ کا سابق الاسلام ہونا	
۵۱۱	ثانی اتینین ہجرت	
۵۱۲	سایہ مصطفیٰ	
۵۱۳	ادخلوا الحبیب الی الحبیب	
۵۱۴	افضل الخلق بعد الرسل	
۵۱۴	اصدق الصادقین	
۵۱۵	سید المتقین	
۵۱۶	چشم و گوش وزارت	
۵۱۷	۱۳۷ تا ۱۳۹ فضائل سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	
۵۱۷	فاروق حق و باطل	
۵۱۸	ہم زبان نبی	
۵۱۹	قرآنی آیات کا نزول	

صفحہ	مضامین	شعبہ نمبر
۵۱۹	شہادتِ فاروقی	
۵۲۰	حیا و غیرتِ فاروقی	
۵۲۱	شانِ عدالت	
۵۲۱	۱۴۲ تا ۱۴۲ فضائلِ سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ	
۵۲۲	جنت میں حضور کی رفاقت	
۵۲۲	زاہد مسجدِ نبوی اور حبشِ عشرہ	
۵۲۳	ذوالنورین جوڑا نور کا	
۵۲۴	صاحبِ قمیصِ ہدی	
۵۲۵	۱۴۳ تا ۱۴۳ فضائلِ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ	
۵۲۴	حضور سے اہم رشتہ داری	
۵۲۴	بچوں میں پہلا مسلمان	
۵۲۴	سب سے بہادر و جرات مند	
۵۲۴	شاہِ خیبر شکن	
۵۲۸	اصل نسلِ صفا	
۵۲۹	وجہِ وصلِ خدا	
۵۲۹	بابِ فضلِ ولایت	
۵۳۰	ماحیِ رض و تفضیل	
۵۳۰	ماحیِ نصب و خروج	
۵۳۱	چاری رکنِ ملت	
۵۳۲	۱۴۸ اہلِ خیر و عدالت	

صفحہ	مضامین	شعر نمبر
۵۳۳	۱۴۹ جس مسلمان نے دیکھا انہیں اک نظر	
۵۳۴	۱۵۰-۱۵۱ جس کے دشمن پر اللہ کی لعنت	
۵۳۵	اللہ ان کی حفاظت کرتا ہے	
۵۳۵	دنیا و آخرت میں خصوصی کرم	
۵۳۶	۱۵۲-۱۵۳ آپ کے صاحبزادوں کی خدمت میں سلام	
۵۳۸	۱۵۴ ائمہ مجتہدین کا تذکرہ	
۵۳۹	۱۵۵ کا ملان طریقت کا تذکرہ	
۵۴۰	۱۵۷ تا ۱۶۰ سیدنا غوث اعظم کے مقامات عالیہ کا تذکرہ	
۵۴۱	امام التقی و النقی	
۵۴۱	کمال استقامت	
۵۴۳	درجہ قطبیت پر فائز ہونا	
۵۴۳	محمی دین و ملت	
۵۴۴	جس کی منبر ہوئی گردن اولیاء	
۵۴۴	۱۶۰ تا ۱۶۵ مشائخ قادریہ رضویہ کا تذکرہ	
۵۴۶	سید شاہ برکت اللہ مارہروی	
۵۴۶	علمی و تصنیفی خدمات	
۵۴۷	عربی اشعار میں سلام	
۵۴۷	ابوالبرکات سید آل محمد مارہروی	
۵۴۸	اشاہ حمزہ مارہروی	
۵۴۸	تصنیفی و علمی خدمات	

صفحہ	مضامین	شعر نمبر
۵۴۸	سید آل احمد اچھے میاں مارہروی	
۵۴۹	تصانیف اور علمی خدمات	
۵۴۹	سید شاہ آل رسول مارہروی	
۵۵۰	سید شاہ ابوالحسین احمد نوری	
۵۵۰	تصنیفی و علمی خدمات	
۵۵۱	۱۴۶ اہل سنت و جماعت ہی ملتِ ناجیہ ہے	
۵۵۳	بے عذاب و حساب و کتاب	
۵۵۴	اللہ تعالیٰ کا ایک چلو ہی کافی ہے	
۵۵۵	ایک عظیم تہمت	
۵۵۵	۱۴۷ بندہ ننگِ خلقت	
۵۵۷	۱۴۸ آپ کے والد گرامی	
۵۵۹	آپ کے بھائی اور مہنیں	
۵۵۹	آپ کی اولاد	
۵۵۹	آپ کے اساتذہ	
۵۵۹	ایک عظیم بہتان	
۵۶۱	۱۴۹ اللہ کی رحمت ہر شئی سے وسیع ہے	
۵۶۱	اللہ کی رحمت کو محدود نہ کرو	
۵۶۲	اویس قرنی اور امت کے لئے دعا	
۵۶۳	۱۷۰-۱۷۱ سر محشر آپ کی تشریف آوری اور خدمت کے قدسی	
۵۶۴	ابتدا اور انتہائے سلام	

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر عنایت کے سبب جب حقیر شاہکارِ ربوبیت "رجم و اعضاءِ مصطفوی کا حسن و جمال صحابہ کی نظر میں" لکھ رہا تھا تو اس موضوع پر مواد کے لئے جہاں دیگر کتبِ اسلاف کا مطالعہ کیا وہاں امامِ اہلِ محبت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری قدس سرہ العزیز کی تصانیف سے بھی استفادہ کیا۔ خصوصاً ان کے سلام کا وہ حصہ (شعر ۳ تا ۸۱) جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپا پر مشتمل ہے۔ دورانِ مطالعہ محسوس ہوا کہ دیگر تمام کتب میں کسی بھی عضوِ مصطفوی کے حسن و جمال اور برکات کے بارے میں جو مواد نثر میں ملتا ہے اعلیٰ حضرت نے اسے بڑے ہی احسن پیرائے میں ایک یاد و اشعار میں بیان کر دیا ہے۔ یہ سلام پہلے بھی پڑھا اور سنا تھا مگر اب اس سلام سے جو الہانہ لگاؤ اور وابستگی ہوئی اس کے بیان کے لئے الفاظ نہیں۔ فی الفور یہ کیا کہ شاہکارِ ربوبیت میں عضوِ مصطفوی پر مختلف مرویات کے بعد آپ کا متعلقہ شعر بھی شامل کر دیا تاکہ قارئین لذت و حلاوت پانے کے ساتھ ساتھ اس سلام کے علمی پہلوؤں سے بھی آگاہ ہوں اور انہیں یہ اندازہ ہو کہ اس سلام کا موجب و خالق علم و عرفان کے کتنے بلند مقام پر فائز ہے۔ اسے اپنے کریم آقا سے کتنی محبت و شفیقتگی ہے۔ اس نے صورت و سیرتِ مصطفوی کا کتنی گہرائی اور گیرائی سے مطالعہ کیا ہے۔

اور ساتھ ہی یہ عزم کر لیا کہ "شاہکارِ ربوبیت" کی تکمیل کے بعد اللہ تعالیٰ کے

توفیق سے اس مبارک سلام کی مکمل شرح لکھوں گا۔ جب اس عزم کا اظہار الاستاذ
المکرم حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری دامت برکاتہم سے کیا تو آپ نے نہایت
شفقت سے نوازا اور فرمایا:

"مجھے شمس بریلوی نے کراچی سے لکھا ہے کہ میری نظر میں آپ کی ذات
شرح سلام لکھنے کے لئے موزوں ہے۔ لہذا آپ سلام کی شرح لکھیں"
لیکن بعض اہم مصروفیات کی وجہ سے اس کام کے لئے وقت نکالنا
مشکل تھا۔ اب آپ نے سلام پر کام شروع کر دیا ہے تو میں بریلوی صاحب
کو لکھ دیتا ہوں کہ اس موضوع پر کام شروع ہو چکا ہے۔

محترم پیرزادہ اقبال احمد فاروقی ناظم اعلیٰ مرکزی مجلس رضا پاکستان سے اس سلسلہ
میں گفتگو ہوئی تو انہوں نے بہت سراہا بلکہ اپنے ماہنامہ "جہانِ رضا" میں اس کی
اطلاع بھی شائع کر دی۔

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی سے اس سلسلہ میں رابطہ ہوا تو انہوں نے
بھرپور تعاون کا یقین دلایا۔ کچھ مواد بھی ارسال کیا۔ ادارے کی طرف سے مولانا وجاہت
رسول قادری نے جو خط لکھا اس کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

"اعلیٰ حضرت کے سلام کی تشریح کا کام ایک بہت اہم ادبی اور دینی خدمت
ہے۔ اس سلسلہ میں ادارہ آپ سے ہر طرح کے تعاون کے لئے تیار
ہے۔ اس سلسلہ میں شمس بریلوی صاحب کی کلام رضا کا تحقیقی اور ادبی
جائزہ مع حدائق کا مطالعہ فرمائیں۔ شاعری کے موضوعات پر ادارے کی
کتب معارف رضا ۱۹۸۸ء اور معارف رضا ۱۹۹۱ء مع دیگر کتابچوں
کے آپ کے مطالعہ کے لئے پیش کر رہا ہوں۔ مزید جس مواد کی ضرورت
ہو ضرور تحریر فرمائیں"

اس ادارے نے بھی مجلہ امام احمد رضا کانسفرنس ۱۹۹۲ء میں خبر نامے کے تحت یہ اعلان شائع کیا:

”اسلام آباد کے بشیر حسین ناظم نے امام احمد رضا کے سلام پر تضمین لکھی ہے اس تضمین پر ماہر ضویات ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے تقدیم رقم فرمائی ہے لاہور کے علامہ مفتی محمد خاں قادری صاحب سلام رضا کی شرح کی جانب متوجہ ہو گئے ہیں“

جب اگست ۱۹۹۲ء میں شاہکار رو بیت پر کام مکمل ہو گیا تو پھر اس شرح کی ابتدا کر دی گئی۔ الحمد للہ ستمبر ۱۹۹۲ء میں شروع کر کے مارچ ۱۹۹۳ء میں پایہ تکمیل کو پہنچائی۔ اس پر میں اللہ رب العزت اور اس کے حبیب علیہ السلام کی بارگاہ میں سر ایا لشکر و امتنان ہوں کہ ان کے فضل و احسان سے عظیم سعادت میرے حصے میں آئی۔

میں اس موقع پر اپنے تمام بزرگوں خصوصاً مخدوم اہل سنت حضرت علامہ مفتی محمد عبید القیوم ہزاروی، محقق اہل سنت استاذ العلماء حضرت علامہ محمد عبید المحکم شرف قادری نقشبندی، کاشکر گزار ہوں جنہوں نے ہر موڑ پر میری رہنمائی کی اور قبلہ شرف صاحب نے نہایت ہی شفقت کرتے ہوئے تقدیم بھی رقم فرمائی۔

اس کتاب کی طباعت کے تمام اخراجات میرے عظیم دوست محترم الحاج ریاض احمد علوی (سینئر ممبر منتظمہ جامعہ رحمانیہ شادمان لاہور) نے برداشت کئے ہیں جو دین دہوم کے لئے بہتر فکر ہی نہیں رکھتے بلکہ ہر مثبت و مفید کام میں عملاً حصہ بھی لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی یہ خدمت قبول فرمائے۔

کتابت پر سید قمر الحسن ضنیف قادری، پروف ریڈنگ پر حافظ ذوالفقار دستگیری اور حافظ محمد عثمان قریشی کاشکر یہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے نہایت محنت اور لگن سے اس کام کو نبھایا۔

آخر میں اپنے عزیز محترم الحاج سہیل اقبال سیکرٹری جنرل رحمانیہ ویلفیئر سوسائٹی
 ناظم مالیات جامعہ اسلامیہ لاہور کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں جو ہر موضوع پر ضروری اور اہم کتب
 کی فراہمی میں دل کھول کر تعاون کرتے ہیں۔

فارسار کی تشریح کردہ سلام رضا کی اس شرح میں جو حسن و خوبی ہے وہ اللہ
 رب العزت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لطف و کرم ہے اور اس میں جو کمی و
 کوتاہی ہے وہ اس حقیر کے ذمے ہے۔

دُعَا جُو
 محمد خاں قادری

تقدیم

مخدوم اہل سنت استاد العلماء مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی

علوم دینیہ میں تبحر اور سخنوری میں کمال کا اجتماع بہت کم حضرات کو میسر ہوا ہے۔
حضرت رومی، جامی، سعدی، بو صیری اور امیر خسرو کے قافلہ عشق و محبت کے
حدی خوان حضرت رضا بریلوی بیک وقت عبقری فقیہ، بمثال محدث، اسرار قرآن کے عارف،
رموز دین کے شناسا، امت مسلمہ کے بہی خواہ منظر اور بارگاہ رسالت کے سحر بیان نعت گو
شاعر تھے۔

ان کے ہاں آند ہے، سوز و گداز ہے، شوکتِ الفاظ اور شکوہ بیان ہے۔ ان کی
خصوصیت یہ ہے کہ تمام اصنافِ سخن میں سے محبوب کبریا علیہ التیمۃ والثناء کی نعت اور
اولیاء کرام کی منقبت کو اپنایا اور اس میدان کی نزاکتوں اور آداب کو اس طرح نبھایا کہ بانی
شاید۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے کلام کو وہ مقبولیت عامہ عطا فرمائی ہے کہ پاک و ہند کے
علاوہ دیگر ممالک میں بھی آپ کا کلام محبت و عقیدت سے پڑھا اور سنا جاتا ہے، بڑے
بڑے شعراء اور ادیب آپ کے کلام کا مطالعہ کر کے بیباختہ داد و تحسین پر مجبور ہو جاتے ہیں۔
ذیل میں چند تاثرات پیش کئے جاتے ہیں:

جناب رئیس امر و ہومی لکھتے ہیں:

ان کی تصانیف نثر اور ان کی شاعری کیف و سرور سے لبریز ہے جس سے عجب طرز
کا الشراح صدر ہوتا ہے۔ روح پر اہتر ازی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، وہ اک صوفی باصفا

اور عالم جلیل تھے۔ ایسی کمیاب شخصیتیں تاریخ ساز بھی ہوتی ہیں، عہد آفرین بھی حافظ لدھیانوی لکھتے ہیں:

ان کی گفتگو کا محور، ان کے کلام کا رنگ، ان کی سوج کا اندازہ، ان کے فکر کا مرکز عشقِ رسول اور صرف عشقِ رسول تھا۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ ان کے پیکر پر عشقِ مصطفیٰ کی قبا اس آئی۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں سابق صدر شعبہ اردو، سندھ یونیورسٹی لکھتے ہیں:

مولانا احمد رضا خاں صاحب غالباً واحد عالم دین ہیں جنہوں نے اردو نظم و نثر دونوں میں اردو کے بیشتر محاورات استعمال کئے ہیں اور اپنی علمیت سے اردو شاعری میں چارچاند لگا دیے ہیں، وہ عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی کو اصل تصوف سمجھتے تھے۔ حضرت نظیر لدھیانوی ان الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں:

مولانا کو شیریں زبانی کے اعتبار سے اہل زبان پر سبقت حاصل ہے اور بیان میں ندرت ہے۔ اس دور میں داغ، امیر، حالی، اکبر اور داغ دامیر کے تلامذہ کی زبان سلاست، سادگی اور محاورہ کے اعتبار سے مسلم تھی۔ مولانا کی زبان شگفتگی اور روانی میں ان اساتذہ کی زبان سے کسی طرح بھی کم نہیں۔

پروفیسر علی عباس جلاپوری لکھتے ہیں:

حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی نے فارسی اور اردو میں بے مثال نعتیں لکھی ہیں، جن کے بغیر درود و سلام کی کوئی محفل گرمانی نہیں جاسکتی۔ ان کا ایک ایک لفظ عشقِ رسول میں بسا ہوا ہے اور انہیں سن کر سائین کے دل، عشقِ رسول سے سرشار ہو جاتے ہیں۔ ادبی لحاظ سے بھی یہ نعتیں حسن بیان کے چھوٹے نمونے ہیں۔ جناب سید شان الحق حقی لکھتے ہیں:

بہترین ادبی تخلیقات وہی ہیں جو زیادہ سے زیادہ لوگوں کے لیے روحانی نرد

اور اخلاقی بصیرت کا ذریعہ ہوں۔ میرے نزدیک مولانا کا نعتیہ کلام ادبی تنقید سے بڑا ہے اس پر کسی ادبی تنقید کی ضرورت نہیں۔ اس کی مقبولیت اور دلپذیری ہی اس کا سب سے بڑا ادبی کمال اور مولانا کے شاعرانہ مرتبہ پر دل ہے۔

حُسنِ تاثیر کو صورت سے نہ معنی سے غرض
شعر وہ ہے کہ لگے جھوم کے گانے کوئی

سلامِ رضا

خصوصاً بارگاہ رسالت میں لکھے گئے سلامِ رضا کو تو وہ آفاقی مقبولیت حاصل ہوئی ہے کہ کسی سلام کو حاصل نہ ہو سکی، شاید ہی کیفِ محبت سے آشنا کوئی شخص ایسا ہوگا جسے اس سلام کے دو چار اشعار یاد نہ ہوں۔

جناب عابد نظامی لکھتے ہیں:

مولانا کا مشہور و مقبول سلام ”مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام“ ہر شخص نے کئی کئی بار سنا ہوگا اور بقول پروفیسر یوسف سلیم چشتی ہندوپاک میں شاید ہی کوئی عاشقِ رسول ایسا ہوگا جس نے اس سلام کے دو چار شعر حفظ نہ کر لیے ہوں۔ بلاشبہ یہ سلام سلاستِ روانی، تسلسل، شاعرانہ حسنِ کاری اور والہانہ بین کی وجہ سے اردو کا سب سے اچھا سلام ہے۔ ماضی قریب میں کئی دفعہ ایسا ہوا کہ ایک کلام یکدم آسمانِ شہرت پر پہنچ گیا لیکن رفتہ رفتہ اس کی مقبولیت ماند پڑنے لگی، جبکہ امام احمد رضا بریلوی کے کلام کی مقبولیت روز افزوں ترقی پر ہے۔ اسے سوائے اس کے کیا کہا جائے کہ یہ سلام و کلامِ خدا و رسول کی بارگاہ میں مقبول ہو چکا ہے۔ جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

سلامِ رضا میں، پیکرِ حسن و جمال، محبوبِ رب ذوالجلال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصافِ جمیلہ، شمائلِ جمیدہ، جو دو عطا اور عظمت و جلالت کو اس حسین پیرائے میں ذکر کیا

کیا ہے کہ ہر مصرع ایمان کو تازگی بخشتا، اور رُوح کو معطر کرتا ہو محسوس ہوتا ہے۔ اس کے بعد اہل بیت کرام اور صحابہ عظام کی بارگاہ میں عقیدت و محبت میں ڈوب کر سلام عرض کیا گیا ہے۔ پھر ائمہ مجتہدین اور اولیائے کاملین، خصوصاً سیدنا غوث اعظم کے دربار میں سلام نیاز کی ڈالیاں پیش کی ہیں اور آخر میں بارگاہِ خداوندی میں دعا کی ہے کہ بارالہا جس طرح ہم دنیا میں تیرے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شوکت کے ڈنکے بجاتے ہیں اسی طرح روزِ قیامت بھی ہمیں نعت اور سلام کے نغمے پیش کرنے کی سعادت عطا فرما آمین

آدابِ سلام

محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہٴ صلوة و سلام پیش کرتے وقت چند امور پیش نظر رہنے چاہئیں۔

۱۔ انتہائی خلوص و محبت اور ادب و احترام سے با وضو سلام عرض کیا جائے۔ عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلوس میں بھی یہی اہتمام ہو۔

۲۔ سلام عرض کرتے وقت آواز حد اعتدال سے زیادہ بلند نہ ہو۔ حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، خدا داد قوت سے خود بھی اہل محبت کا درود و سلام سنتے ہیں اور فرشتے بھی ہم غلاموں کا ہدیہٴ صلوة و سلام بارگاہِ ناز میں پیش کرتے ہیں۔ اس لیے شعوری طور پر کوشش کی جائے کہ آواز چلانے کی حد تک بلند نہ ہو، بعض لوگ سر سے بلند آواز سے صلوة و سلام پیش کرنے کو ہی پسند نہیں کرتے اور بطور دلیل آیت مبارکہ لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ بِمَنْعِهِمْ لَعَلَّكُمْ تُكْفِرُونَ کا معنی یہ ہے کہ تم اپنی آواز نبی کی آواز سے بلند نہ کرو۔ ظاہر ہے کہ یہ حکم ان حضرات کے لیے ہے جن سے آپ گفتگو فرما رہے ہوں۔ یہ نعمتِ عظیمہ ہم خفتہ بختوں کو کہاں میسر ہے؟

۳۔ تلفظ صحیح ہونا چاہیے اور بہتر ہوگا کہ نعت خواں حضرات کسی صاحبِ علم کو سنا کر

اطمینان کر لیا کریں۔

۴۔ اشعار کی ترتیب ملحوظ رکھی جائے۔ پہلے بارگاہِ رسالت میں سلام عرض کیا جائے، پھر اہل بیت، صحابہ اور اولیاء کی بارگاہ میں عرض کیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ اول، آخر اور درمیان جہاں سے کوئی شعر یاد آیا پڑھ دیا۔

۵۔ معراج شریف، میلادِ پاک، اہل بیت اور صحابہ کے ایام ہوں یا گیارہویں شریف کی محفل، دیگر اشعار کے علاوہ موقع کے مناسب اشعار بھی پڑھے جائیں۔

۶۔ عربی میں لفظ صلوات، درود شریف کے معنی میں آیا ہے۔ سلام پڑھتے وقت ایسے اشعار بھی پڑھے جائیں جن میں درود کا ذکر ہے۔ تاکہ صَلَّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا اَکْثَرُ تَعْمِیْلٍ مِّنْ دَرُودٍ اور سلام دونوں پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو جائے۔

مثلاً:

عرش کی زیب و زینت پر عرشِ درود

فرش کی طیب و نزہت پر لاکھوں سلام

۷۔ حدیث شریف میں امام کے لیے ہدایت ہے کہ بیمار اور صاحبِ حاجت کا خیال رکھا جائے اور مقدارِ مسنون سے زیادہ طویل قرأت نہ کی جائے۔ بہتر ہے کہ یہی ہدایت سلام میں بھی ملحوظ رہے اور زیادہ اشعار نہ پڑھے جائیں۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ اہل محبت ذوق و شوق سے شرکت کر سکیں نیز گہرا لگا کر دیگر اشعار پڑھنے سے بھی گریز کیا جائے۔

شرح سلامِ رضا

ایک دفعہ ماہرِ رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ نے تجویزِ پیش کی تھی کہ

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کے مشہور زمانہ سلام کی شرح لکھی جائے۔ اس طرح ایک تو غوام و خواص کو سلام رضا کے سمجھنے میں مدد ملے گی، دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ امام اہل سنت کے بیان کردہ حقائق پر مبنی سیرت طیبہ کی مستند کتاب تیار ہو جائے گی۔

مولانا کوثر نیازی لکھتے ہیں:

میں اگر یہ کہوں کہ یہ سلام اردو زبان کا قصیدہ بردہ ہے تو اس میں ذرہ بھر بھی مبالغہ نہ ہوگا۔ جو زبان و بیان، جو سوز و گداز، جو معارف و حقائق قرآن و حدیث اور سیرت کے جو اسرار و رموز، انداز اسلوب میں جو قدرت و قدرت اس سلام میں ہے وہ کسی زبان کی شاعری کے کسی شہ پار میں نہیں مجھے افسوس ہے کہ اہل قلم نے اس جانب توجہ نہیں دی، ورنہ اس کے ایک ایک شعر کی تشریح میں کئی کئی کتابیں لکھی جاسکتی ہیں۔"

(امام احمد رضا خاں بریلوی - ایک ہمہ جہت شخصیت ص ۱۱)

پروفیسر محمد مسعود احمد مدظلہ کے مشورے کے مطابق چند نوجوان فضلاء نے تنظیم لہار (اہل سنت) پاکستان کے درجہ عالمیہ کے امتحان کے لئے سلام رضا کی شرح لکھ کر مقالہ پیش کیا اور امتحان میں کامیابی حاصل کی، تاہم ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ کوئی وسیع المطالعہ اور منجھا ہوا قلم کار اس موضوع پر قلم اٹھائے اور شرح کا حق ادا کر دے۔ حضرت غلامہ مولانا شمس الحسن شمس بریلوی مدظلہ (کراچی) نے راقم کو حکم دیا کہ تم یہ کام کرو، قرعہ فال تمہارے نام نکلا ہے۔ راقم نے انہیں عرض کیا کہ ایک تو یہ فقیر کئی ضروری کاموں میں مصروف ہے۔ معذرت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ ہمارے جواں سال اور عالی ہمت دوست مولانا مفتی محمد خاں قادری سلام رضا کی شرح لکھنے میں مصروف ہیں، ان کے بعد اس عنوان پر مزید کام کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ الحمد للہ العظیم!

کہ مفتی صاحب نے برق رفتاری کے ساتھ یہ کام مکمل کر لیا ہے اور سلامِ رضا کی شرح قارئین کرام کے ہاتھوں تک پہنچ گئی ہے۔

مفتی محمد خاں قادری، اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رضا و خوشنودی کے بلند ترین مقام تک پہنچائے، اور رب کائنات کے حبیب اکرم، سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں انہیں شرف قبولیت نصیب ہو، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور فاریغ تحصیل جامع مسجد رحمانیہ، شادمان، لاہور کے خطیب، حضرت سلطان باہو ٹرسٹ کے سینئر وائس چیئرمین اور جامعہ اسلامیہ لاہور، سمن آباد، لاہور کے شیخ الجامعہ ہیں۔

مفتی محمد خاں قادری پڑھنے لکھنے کا اعلیٰ ذوق رکھتے ہیں، ان کی متعدد تصانیف زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر مارکیٹ میں آچکی ہیں اور اب علم سے خراج عقیدت حاصل کر چکی ہیں۔

ان کی تصانیف و تالیفات کے نام یہ ہیں:

- ۱۔ شاہکارِ ربوبیت: سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعضاء شریفہ کا حسن و جمال اور لطف و کمال صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نظر میں۔
- ۲۔ درِ رسول کی حاضری: مکہ مکرمہ کے نامور محدث اور فاضل ڈاکٹر سید محمد علوی مالکی کی تصنیف "شفاء الفؤاد بزیارة خیر العباد" کا اردو ترجمہ
- ۳۔ ذخائرِ محمدیہ: نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات کے موضوع پر علامہ سید محمد علوی مالکی کی مسترکہ الآراء تصنیف الذخائر الحمدیہ کا اردو ترجمہ۔

- ۴۔ امتیازاتِ مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصافِ مختصہ کا تذکرہ، علامہ خلیل ابراہیم ملا فاطمی کی تصنیف عظیم قدرہ و رفعتہ مکانتہ عند ربہ کا ترجمہ۔

- ۵۔ ایمان والدین مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)
 - ۶۔ محفل میلاد علماء امت کی نظر میں۔
 - ۷۔ محفل میلاد پراعتراضات کا علمی معاسبہ
 - ۸۔ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بحیثیت تحریکی قائد
 - ۹۔ معارف الاحکام (اصول فقہ)
 - ۱۰۔ منهاج النعم
 - ۱۱۔ منهاج المنطق
 - ۱۲۔ شرح سلام رضا
- مفتی محمد خان قادری کی خوش قسمتی ہے کہ سرکارِ دو عالم، رحمتِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت و عقیدت سے سرشار ہیں، کئی دفعہ حرمین شریفین کی حاضری کا شرف حاصل کر چکے اور ہر دفعہ ان کے اس جذب و جنوں میں اضافہ ہی ہوا ہے، ان کی حالت کسی بزرگ کے ارشاد کے مطابق یہ ہے: ۷

ہمہ شہر پر زخوباں، منم و جمال ماہے
چہ کنم؟ کہ خوش ہیں نکلند بکس لگا ہے

خود انہوں نے اپنی اس کیفیت کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

”صورت و سیرت نبوی پڑھنا، اس موضوع سے متعلقہ کتب و مسودات

کا حصول میری زندگی کا سب سے اہم مشغلہ بن گیا، ہر رات دگر ذمہ داریوں

کے ساتھ ساتھ سونے سے پہلے اس موضوع پر کسی نہ کسی کتاب کا مطالعہ

ضرور کرتا اور اہم حوالہ جات قائل میں محفوظ بھی کر لیتا۔“

(پیش لفظ شاہکار ربوبیت، ۳۰)

اسی ذوق و شوق نے انہیں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا

خاں بریلوی کے سلام کی طرف متوجہ کر دیا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے مختصر عرصہ میں "سلام رضا" کی ساڑھے پانچ سو سے زیادہ صفحات میں شرح لکھ دی، اور صحیح یہ ہے کہ انہوں نے شرح لکھنے کا حق ادا کر دیا ہے۔ بلاشبہ وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام غلاموں اور عقیدت کیشوں کی طرف سے شکر بیے اور مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی سعی جمیل کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور مسلمانوں کے دلوں کو حبِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روشنی سے جگمگانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہم سب کو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات اور سنتوں پر عمل پیرا ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے، کیونکہ دعوائے محبت اسی وقت مقبول اور بار آور ہے جب اتباع اور پیروی کی سعادت بھی حاصل ہو۔

محمد عبدالحکیم شرف
قادری نقشبندی

جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

تاثرات پر فیض ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری

سلام رضا پر بہت سے باکمال شاعروں نے بڑے بلند پایہ
تفنیین میں قلم بند کیا ہے۔ مثلاً صابریہ قادری، اختر الحامدی، عبدالغنی سالک
اور شیر صیغہ ناظم وغیرہ وغیرہ۔ سلام کے تقریباً ۱۷۱ اشعار ہیں۔ یہ تفنیین
مکمل ہیں اور ہر بند ایک سے ایک خوب تر۔ ایک فاضل نے فرمایا تھا کہ
امام احمد رضا کے ہر شعر پر ڈاکٹر میٹ کیا جاسکتا ہے۔ یہ بات مبالغہ معلوم ہوتی ہے
مگر حضرت شارح مفتی محمد خالص صاحب زید لطفہ نے اسے دعوت کو اس حد تک
ثابت کر دیا کہ ایک شعر نہ سہی، ایک ایک نظم پر ضرور ضخیم مقالہ قلم بند کیا جاسکتا ہے۔
یہ شرح ۵۷۶ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔

علم و دانش اور مطالعہ و مشاہدہ جتنا وسیع ہوتا جاتا ہے، دائرہ فکر اتنا ہی
پھیلتا چلا جاتا ہے۔ ایک ہی پھول میں ہر آنکھ مختلف بہاریں دیکھتی ہے۔ اور ایک
ہم ذرے میں مختلف جمال۔ اس شرح سے ایک طرف امام احمد رضا کے وسعت علم و
فضل کا پتا چلتا ہے تو دوسری طرف حضرت شارح کے وسعت علم و دانش کا۔ وہ ایک ممتاز
عالم دین ہے، بے مثال معلم اور ممتاز مصنف ہیں۔ دین و دمسک کے لئے انہوں نے قابلہ قدر خدمات
انجام دی ہیں۔ امام احمد رضا نے سمندر کو کوزے میں سمویا اور حضرت شارح نے اس
سمندر کو کوزے نکالا۔ امام احمد رضا نے ابدار موتیوں کو ڈبیوں میں بند کیا اور حضرت شارح
نے بند ڈبیوں سے ایک ایک موتی نکال کر ہمارے سامنے رکھا اور نگاہوں کو غیرہ کر دیا۔

حضرت شارح محترم المقام مفتی محمد خالص صاحب قادری زید لطفہ ہر
عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طرف سے تحسین و آفرین کے مستحق ہیں۔ فقیر بھی دل مبارکباد
پیش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب کے درجات بلند فرمائے اور ان کے علمی فیوض
سے ایک عالم مستفیض ہو۔ آمین!

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ
عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

○

صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ
وَعَلَى مَنْ تَبِعَهُمْ
بِحَبْلِ كَرَمٍ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ
أَمْرًا مَكْتُومًا

يَا نَبِيَّ سَلَامٍ عَلَيْكَ

يَا رَسُولَ سَلَامٍ عَلَيْكَ

يَا حَبِيبَ سَلَامٍ عَلَيْكَ

صَلَّواتُ اللَّهِ عَلَيْكَ

صَلِّ

سلامِ رضا پر اجمالی نظر

اللہ جل شانہ نے قرآن مجید میں اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ادب، تعظیم و توقیر اور محبت و طاعت کی تعلیم کے ساتھ ساتھ تمام مسلمانوں کو یہ حکم بھی دیا کہ تم میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں درود و سلام عرض کیا کرو۔
ارشاد فرمایا:

بلاشبہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے	إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ
نبی اکرم پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں اسے ایمان	عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
والو تم بھی آپ کی خدمت میں صلوٰۃ	آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا
وسلام عرض کیا کرو۔	تَسْلِيمًا۔ (الاحزاب)

اس مبارک آیت میں جہاں درود و سلام کا حکم ہے وہاں اس عمل کا مقام و مرتبہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ یہ اتنا عظیم و اعلیٰ عمل ہے کہ خود خالق کائنات اور اس کے تمام فرشتے اپنے اپنے شایان شان اس عمل میں تمہارے ساتھ شریک ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا امت مسلمہ پر یہ بھی فضل و احسان ہے کہ اس نے درود و سلام کے لئے الفاظ و کلمات مخصوص نہیں فرمائے بلکہ ہر ایک کو اجازت دے دی کہ وہ اپنی اپنی زبان اور الفاظ میں آپ کی خدمتِ اقدس میں سلام عرض کرے

چونکہ نماز میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد و ثنا کے ساتھ ساتھ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں صلوٰۃ و سلام کو شامل فرمایا ہے۔ آپ نے صحابہ کو تشہد کے جو کلمات سکھائے

ان میں یہ الفاظ بھی شامل ہیں :

السلام عليك ايها النبي
و رحمة الله وبركاته .
اے نبی مکرم آپ پر سلام ہو اور اللہ
کی رحمت و برکات نازل ہوں .

اس پر صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ، اللہ تعالیٰ نے ہمیں دو باتوں کا حکم دیا ہے
ایک صلوٰۃ اور دوسرا سلام ۔ اس تشہد سے ہمیں دوران نماز آپ کی خدمت عالیہ میں
سلام عرض کرنے کا طریقہ تو معلوم ہو گیا ہے مگر صلوٰۃ کا نہیں ہوا ۔ اس پر آپ نے
درود ابراہیمی کی تعلیم دی ۔

یاد رہے ان کلمات کے ساتھ نماز میں درود و سلام عرض کرنا واجب و سنت
ہے تاہم نماز سے باہر جن الفاظ سے بھی صلوٰۃ و سلام عرض کیا جائے جائز ہے ۔ اس
پر اس سے بڑھ کر کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ پوری امت مسلمہ آپ کا نام سن کر عرض کرتی
ہے " صلی اللہ علیہ وسلم " ۔ حالانکہ یہ کلمات آپ کی ذات اقدس سے منقول
نہیں ۔ اسی شرعی اجازت کی بنا پر غلامان رسول نے ہمیشہ ہر دور میں آپ کے حضور
نثر و نظم میں درود و سلام کے ہزار ہا گجرے پیش کیے ۔ ان میں سے دو غلام ایسے
بھی ہیں جن کا لکھا ہوا صلوٰۃ و سلام اس قدر مقبول ہوا کہ اس کی مثال نہیں ملتی ۔ ان
گرامی قدر ذوات کے اسماریہ ہیں :

۱۔ شیخ شرف الدین ابو عبد اللہ محمد بن سعید جنہیں امام بوسیری کے نام سے پکارا
جاتا ہے ۔

۲۔ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی ۔

ان میں سے امام بوسیری کا سلام (قصیدہ بردہ) عربی زبان میں ہے :

مولای صل وسلم دائماً
علی حبیبک خیر الخلق کلہم

جبکہ امام اہل محبت اعلیٰ حضرت کو سلام (قصیدہ سلامیہ) اردو میں ہے۔
 مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
 شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
 پہلے سلام کی تشریح میں متعدد کتب لکھی گئیں ہیں مگر دوسرے سلام کی
 مکمل تشریح تا حال میرے علم میں نہیں ہوئی۔ حالانکہ اردو زبان میں لکھے گئے
 تمام سلاموں میں یہ مقبول ترین سلام ہے جہاں جہاں دنیا میں اہل محبت آباد ہیں
 اور ان کی زبان اردو ہے وہاں یہ سلام ہر محفل کا حصہ ہے۔ خصوصاً جمعہ کی نماز کے
 بعد اور محافل میلاد میں بڑے ذوق و شوق سے پڑھا جاتا ہے۔ گویا یہ سلام امت مسلمہ
 کے دل کی آواز ہے۔

اگر پڑھنے والا اس کے معانی و مفہیم اور اس کے ہر شعر کے پس منظر اور
 اس میں بیان کردہ عظیم واقعہ سے آگاہ نہ ہو تو ذوق اور دوبارہ ہو جائے اسی ضرورت کو
 پورا کرنے کے لئے زیر نظر کوشش کی گئی ہے۔

سلام کے بارے میں اہل علم کی آراء

اس سلام کے علمی حسن و جمال اور اس کی مقبولیت عامہ پر نامور اہل علم کی آراء

ملاحظہ ہوں :

۱۔ عظیم محقق جناب شمس بریلوی "کلامِ رضا کا تحقیقی اور ادبی جائزہ" میں لکھتے ہیں:
 "خامہٴ رضا اور طبعِ رضا قدس سرہ نے ۱۷۰۰ء سلام پیش کئے ہیں۔ ان
 سلاموں میں نبوت کے اوصاف، سرور کو نبی صلی اللہ تعالیٰ وسلم کے
 مراتب عالیہ اور حضور کے سراپائے اقدس کو جس خوبی سے پیش کیا ہے
 اس کی کیا تشریح کروں اور ان اشعار کی کیا خوبیاں بیان کروں۔ ایک دیکھو

معانی ہے جو موجزن ہے اور ایک فکرِ خواہش ہے جو بحرِ نبوت میں لہو
 خلوصِ غوطہ زن ہے۔ اور کمالاتِ نبوت کے گوہرِ آبدار کو زینتِ تاج
 بنا کر اس بحرِ ذخار سے سر نکالتی ہے اور پھر دوسرے درِ آبدار کی تلاش
 میں غوطہ زن ہوتی ہے اور پھر ایک صدفِ معانی کی تلاش میں کامیاب ہو
 کر ہشاش بشاش ابھرتی ہے اور کمالِ نبوت کے در بے مثال کو پیش
 کرتی ہے۔۔۔ یوں تو ان تمام (۱۷۰) اشعار کا مجموعہ تجیہ و سلام کا
 ایک حسین گلدستہ ہے لیکن کمالِ سخن ملاحظہ ہو کہ ہر شعر میں سلام پیش کرتے
 ہیں اور کمالِ نبوت کا ایک نیا رخ پیش فرماتے ہیں۔

دکلام حضرت رضا کا تحقیقی اور ادبی جائزہ (۱۹۰۶)

۲۔ سلامِ رضا پر تضمین لکھنے والے نامور شاعر مولانا سید محمد مرغوب اختر الحامدی سلامت
 زبان و زورِ بیان کے عنوان کے تحت رقم طراز ہیں :

"روزمرہ محاورات کے ساتھ اعلیٰ حضرت کا پورا کلام سلامتِ زبان و زور
 بیان کا مرقع ہے۔ آپ کا مشہور سلام "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام"
 جس کے ایک سو بہتر (۱۷۲) اشعار ہیں اس کا ہر شعر موتیوں میں تولنے
 کے قابل ہے۔ نیز سلامت و روانی اور زورِ بیان میں اپنا جواب نہیں
 رکھتا اس سلام کے ایک ایک شعر میں محبوبِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ادنیٰ
 الفاظ کے موتیوں سے ایسی جڑی ہیں جسے دیکھ کر عقدِ ثریا بھی خجل ہو جائے
 سرکارِ مدینہ کا سراپا اور عہدِ طفولیت سے لے کر عہدِ نبوت تک کا نقشہ
 اس طرح کھینچا ہے جس کی داد دینے کے لیے الفاظ نہیں ملتے۔ حضور
 سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری سیرت سامنے آجاتی ہے۔"

(امام نعت گو یاں، ۶۴)

۳۔ اقبالیات کے مشہور فاضل پروفیسر یوسف سلیم چشتی اس قصیدہ سلامیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے سرکار ابد قرآن زبدہ کائنات، فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جو سلام منظوم پیش کیا تھا اسے یقیناً شرف قبولیت حاصل ہو گیا کیونکہ ہندو پاک میں شاید ہی کوئی عاشق رسول ایسا ہو گا جس نے اس کے دو چار شعر حفظ نہ کر لیے ہوں۔"

(زندگے حق، جون ۱۹۶۰ء، ص ۳)

۴۔ حفیظ جالندھری مرحوم کی نعتیہ شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے مشہور کالم نگار میاں محمد شفیع (م۔ش) اس سلام کے بارے میں رقم طراز ہیں:

"برصغیر کے مسلمانوں میں اسلامی شعور ابھارتے اور مسلمانوں کی نئی نسل کو اسلامی اقدار سے آگاہ کرنے میں حفیظ کی شاعری نے ایسا کردار ادا کیا ہے جو کہ اس صدی کے دوسرے اور تیسرے عشرہ میں امام اہل سنت و جماعت اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی نے نعتیہ کلام اور تحریک رابطہ مسلم عوام کے ذریعہ مسلمانوں کے سینوں میں عشقِ محمد کی آگ روشن کرنے میں ادا کیا تھا۔ جس طرح برصغیر کے دور دراز دیہات میں اعلیٰ حضرت کے سلام کے ایسے فقرے "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" گذشتہ نصف صدی سے گونجتے رہے ہیں اسی طرح حفیظ کے شاہنامہ اسلام کے اشعار مسجدوں اور مکتبوں سے ان کی خاص طرز میں گذشتہ ربع صدی سے زائد ہم سے لوگوں کے دلوں کے دھڑکن کی صدا بن کر بلند ہوتے رہے ہیں۔"

(روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۲۲ نومبر ۱۹۷۳ء، ص ۱۹)

۵۔ ملک شیر محمد اعوان آپ کے سلام کے بارے میں یوں گویا ہوتے ہیں:

"حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے بے شمار شعراء نے سلام لکھ کر ہدیہ عقیدت پیش کیا مگر مولانا احمد رضا خاں کے سلام کو کچھ ایسی مقبولیت نصیب ہوئی کہ آج ہر مسجد اس کو بچ رہی ہے۔"

(مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری، ۲۶)

واقعہً اس سلام کی مقبولیت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کیونکہ دنیا کا گوشہ گوشہ اس کی مقبولیت پر شاہد عادل ہے۔

شیخ طریقت کی نصیحت

۱۹۸۳ء کی بات ہے، مدینہ طیبہ کی حاضری اور عمرہ کے لیے روانگی سے پہلے، کراچی میں ہم اپنے شیخ طریقت قطب وقت سیدنا طاہر علاؤ الدین قادری الگیلانی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور ہم دربار رسالت مآب میں کس طرح سلام عرض کریں۔ آپ نے فرمایا:

"وہ لوگ اگرچہ پسند نہیں کرتے مگر تم پڑھو "مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام"

اشعار کی تعداد

اس مبارک سلام کے اشعار کی تعداد کیا ہے؟ اس بارے میں دو آراء ہیں:

۱۔ جناب شمس بریلوی کے نزدیک ان کی تعداد ایک سو ستر (۱۷۰) ہے۔ موصوف لکھتے ہیں:

"خاتمہ رضا اور طبع رضا قدس سرہ نے ۱۷۰ سلام پیش کئے ہیں۔"

یوں تو ان تمام (۱۷۰) اشعار کا مجموعہ تحیہ و سلام کا ایک حسین گلدستہ ہے۔

(کلام رضا کا تحقیقی جائزہ، ۶۰)

لیکن موصوف کی تحقیق کے ساتھ حدائق بخشش کا جو نسخہ مدینہ پیشنگ کمپنی کراچی نے جولائی ۱۹۷۶ء میں شائع کیا اس میں سلام کے اشعار کی تعداد ۱۶۷ ہے۔
۲۔ سلام رضا پر مشہور تضمین کھنڈے والے نامور شاعر مولانا سید محمد مرغوب اختر الحامدی کے نزدیک اشعار کی تعداد ۱۷۲ ہے۔

"آپ کا مشہور سلام" مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام " جس کے ایک سو بہتر (۱۷۲) اشعار ہیں اس کا ہر شعر موتیوں میں تولنے کے قابل ہے۔"
(امام نعت گویاں ۶۲۱)

انہوں نے تضمین بھی ۱۷۲ اشعار پر لکھی ہے۔ حدائق بخشش کے مذکورہ بالا نسخے میں جو پانچ اشعار نہیں وہ یہ ہیں۔

- ۱۔ مطلع ہر سعادت پہ اسعد درود
 - ۲۔ وصف جس کا ہے آئینہ حق نما
 - ۳۔ اس کی باتوں کی لذت پہ لاکھوں درود
 - ۴۔ اعتلائے جبلت پہ عالی درود
 - ۵۔ الغرض ان کے ہر مو پہ لاکھوں درود
- آخری شعر تھمیں میں دو دفعہ ۹۸ اور ۱۰۸ آیا ہے۔ حالانکہ حدائق بخشش میں صرف ایک دفعہ ہی ہے۔ تضمین میں جہاں یہ شعر پہلی مرتبہ لایا گیا ہے وہاں حدائق بخشش میں اس مقام پر یہ شعر ہے:

لطف بیداری شب پہ بچد درود عالم خواب راحت پہ لاکھوں سلام
اگر تضمین میں تکرار کو حذف کر دیا جائے تو آئین پانچ کے بجائے چار اشعار زائد ہیں تو کل اشعار ۱۷۱ ہوں گے۔ ممکن ہے شمس صاحب نے کسر کو عمداً ترک کر دیا ہو۔

خصوصیاتِ سلامِ رضا

- امام اہلِ محبت کے سلام کی متعدد خصوصیات ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:
- ۱۔ یہ اردو سلاموں میں سے طویل ترین سلام ہے اس کے ایک سو اہتر (۱۷۱) اشعار ہیں۔
 - ۲۔ اس میں حضور علیہ السلام کے سراپا کا بیان بھی ہے۔
 - ۳۔ آپ کی مقدس اداؤں کا نہایت ہی خوبصورت انداز میں تذکرہ ہے۔
 - ۴۔ یہ آپ کی ذات اقدس کے علاوہ آل، اصحاب، اولیاء اور تمام امت پر سلام ہے۔
 - ۵۔ ہر شعر میں قرآن و حدیث کی تعلیمات بڑے ہی احسن انداز میں بیان کر دی گئی ہیں۔
 - ۶۔ یہ سلام آپ کی صورت کے بیان کے ساتھ ساتھ سیرتِ نبوی کا شاہکار ہے۔
 - ۷۔ اس کے اشعار میں تاریخِ اسلام کے عظیم واقعات کو اچھوتے انداز میں ذکر کیا گیا ہے۔
 - ۸۔ اس میں سراپا بیان کرتے وقت اردو کے انہی الفاظ کا انتخاب کیا گیا ہے جو عربی میں استعمال ہوئے تھے۔
 - ۹۔ اتنا مقبول کوئی سلام نہیں۔
 - ۱۰۔ حضور کے عظیم معجزات کا ذکر بھی نہایت ہی احسن انداز میں کیا گیا ہے۔
 - ۱۱۔ اس کے ہر شعر کا معنی کسی نہ کسی آیتِ قرآنی یا حدیث سے ماخوذ ہے۔

ترتیبِ سلام

- ۱۔ پہلے تیس اشعار میں حضور علیہ السلام کے خصائص، کمالات اور معجزات کے

کے ساتھ ساتھ اس بات کو واضح کیا ہے کہ آپ کی ذات اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے اور آپ کا وجود مسعودیے مثل اور برہمنی کے وجود کی علت و سبب ہے۔

۲۔ اکتیسویں شعر سے اکیاسی تک آپ کے سر ایا کا بیان ہے جس میں ہر ہر عضو، اس کی اہم خصوصیت اور اس کے حسن و جمال اور برکات کا تذکرہ ہے۔

۳۔ بیاسی تا نوے میں آپ کی ولادت باسعادت، پچپن، رضاعت، رضاعی والدہ، رضاعی بھائی بہنوں کے ساتھ تعلقات کا بیان ہے۔

۴۔ اکیانوے تا تنانوے کا حصہ خلوت و ذکر و فکر، بعثت مبارکہ، شانِ سطوت اور غلبہٴ دین پر مشتمل ہے۔

۵۔ سو تا ایک سو چار میں آپ کی غزوات میں شرکت اور جرات و بہادری کا ذکر ہے۔

۶۔ ایک سو پانچ سے ایک سو ستتر تک کا حصہ خاندانِ نبوی اور گلشنِ زہرا کی خوشبو سے مہک رہا ہے۔

۷۔ ایک سو اٹھارہ تا ایک سو چھبیس آپ کی ازواجِ مطہرات کے درجات و کمالات پر مبنی ہے۔

۸۔ ایک سو تالیس تا ایک سو تینتالیس صحابہ، خلفاء راشدین اور عشرہ مبشرہ کی خدمت میں سلام ہے۔

۹۔ ایک سو چوالیس تا ایک سو اسی میں تابعین، تبع تابعین اور تمام آلِ رسول پر سلام ہے۔

۱۰۔ ایک سو پچاس اور ایک سو اکیاون، ان دو اشعار میں اربعہ ائمہ امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا مبارک تذکرہ ہے۔

۱۱۔ ایک سو باون تا ایک سو چھپن، سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر می ہے۔

۱۲۔ ایک سو چھپن تا ایک سو اسیٹھ اپنے مشائخ سلسلہ کا تذکرہ ہے۔

۱۳۔ ایک سو باسیٹھ تا ایک سو پینسیٹھ کے حصہ میں تمام امت مسلمہ خصوصاً اہل سنت اپنے والدین، دوست و احباب اور اساتذہ کے لئے دعا ہے۔

۱۴۔ اس سلام کا اختتام اس دعا پر ہو رہا ہے کہ اے خالق و مالک یہ صلوة و سلام کا

عمل مجھے روز قیامت اس طرح نصیب ہو کہ جب رحمة للعالمین آقا محشر میں

تشریف لائیں تو مجھے یوں عرض کرنے کی اجازت ہو۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

آئیے اب سلامِ رضا کے تفصیلی مطالعہ سے لطف اندوز ہوتے ہیں!

۱- مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

مصطفیٰ! منتخب و برگزیدہ، جانِ رحمت، سرِ ایا رحمت، شمعِ چراغ، بزمِ مجلسِ ہدایت، رہنمائی، بزمِ ہدایت سے جماعتِ انبیاء علیہم السلام مراد ہے۔
جیسا کہ مقدمہ میں تفصیلاً آچکا ہے کہ اللہ حضرت نے سلام کے ابتدائی حصہ میں حضور علیہ السلام کے خصائص مبارکہ کا ذکر کیا ہے جو آپ کے علاوہ کسی ذات میں نہیں پائے جاتے۔

اس پہلے شعر میں آپ کے تین خصائص — منتخب ہونا، سرِ ایا رحمت ہونا اور تمام انبیاء کے سردار ہونے کا ذکر ہے۔ داد دیجئے امام اہلِ محبت کو کہ ابتدائی شعر میں ایسے خصائص کا انتخاب کیا جو آپ کے کمالاتِ عالیہ پر دال ہونے کے ساتھ ساتھ اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ حضور کی تخلیق کائنات میں سب سے پہلے ہوئی اور باقی مخلوق آپ کے صدقہ میں معرض وجود میں آئی یعنی آپ باعثِ ایجاد کائنات ہیں۔

لفظِ مصطفیٰ کا مفہوم

مصطفیٰ آپ کا مشہور صفتی نام ہے جس کا معنی منتخب اور اس کا مادہ صفو ہے جس کے معنی خلاصہ کے ہیں۔ یعنی وہ ذات جو تمام کائنات سے برگزیدہ و افضل اور انتخاب و خلاصہ ہے۔

امام جلال الدین سیوطی لفظ مصطفیٰ کے بارے میں لکھتے ہیں :
 ہو من اشهر اسمائه و
 الاصطفاء الاختيار من
 الصفوة وهي الخلاصة
 یہ آپ کا مشہور نام ہے اصطفاء کا
 کا معنی انتخاب کے ہیں اور یہ صفوة
 سے بنا ہے جس کا معنی ہے "خلاصہ"
 (الرياض الايقه ، ۲۴۷)

ذاتِ مصطفیٰ کا — محبوبیت کے لئے انتخاب

نبی اکرم کی ذاتِ اقدس کو جس حوالے سے بھی دیکھا جائے وہ منتخب اور برگزیدہ دکھائی دے گی۔ تخلیق، مادہ، تخلیق، خاندان، شہر، بعثت اور تمام اوصاف و کمالات میں یقیناً آپ اعلیٰ اور افضل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر جہت سے آپ کو بے مثل اور بی مثال بنایا ہے۔ اس سے بڑھ کر کیا انتخاب ہو سکتا ہے کہ محبوب بنانے کے لئے آپ ہی کی ذات کو شرف بخشا بلکہ آپ کی اتباع کرنے والے کے لئے درجہ محبوبیت کی بشارت دی۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ
 فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ
 اے حبیب! نہیں آگاہ کر دیجئے اگر تم
 اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو
 اللہ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا۔
 (آل عمران)

ذاتِ ہوئی انتخاب نام ہوا مصطفیٰ

مسند احمد، بزار اور معجم کبیر للطبرانی میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
 سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی ذاتِ اقدس کو اپنے لئے منتخب
 فرمایا۔

ان اللہ تعالیٰ نظر فی قلوب العباد فوجد قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم خیر قلوب العباد فاصطفاه لنفسه۔
 اللہ رب العزت نے بندوں کے دلوں کی طرف توجہ فرمائی تو حضور کے قلب انور کو سب سے افضل پایا لہذا اپنی ذات کے لئے منتخب فرمایا۔

رسیدنا محمد رسول اللہ، (۱۱۵)

ذات ہوئی انتخاب، وصف ہوئے لاجواب
 نام ہوا مصطفیٰ تم پہ کر وڑوں دردد

جسم مصطفیٰ کے لئے مٹی کا انتخاب

شیخ ابوالریبع، امام ابن جوزی اور علامہ خفاجی بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے جسمِ منور کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو جبریل امین کو حکم دیا میرے پاس سفید اور روشن مٹی لاؤ چنانچہ جبریل امین ملائکہ فردوس کے ساتھ زمین پر آئے اور آپ کے حجرۂ انور والے مقام سے سفید اور نورانی مٹی اٹھا کر بارگاہِ خداوندی میں لے گئے

فعبثت بہاء التسنیم فی معین
 الجنة حتی صارت کالدرة
 البیضا بہا شعاع عظیم ثم
 طافت بہا الملائکة حول العرش
 والکرسی والسموات والارض
 حتی عرفته الملائکة۔
 جسے جنتی صاف پاکیزہ پانیوں اور تسنیر کے ساتھ گوندھا گیا حتیٰ کہ وہ چمکتے موتی کی طرح ہو گئی اور اس کے لئے عظیم شعاعیں تھیں پھر ملائکہ اسے لے کر عرش و کرسی، آسمانوں اور زمین کی سیر کرتے رہے حتیٰ کہ تمام ملائکہ نے آپ کے بارے میں جان لیا۔
 (الوفاء - ۳۳)

نورِ مصطفیٰ کے لئے بہتر اصلاً و ارحام کا انتخاب

حضرت آدم و حوا سلام اللہ علیہما سے لے کر حضرت عبد اللہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہما تک جن جن اشخاص کی پشتوں اور ارحام میں آپ کا نور اطہر جلوہ افروز ہوا وہ تمام مرد اور عورتیں نہایت ہی پاکیزہ اور اعلیٰ تھیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی اور "الفس" کے "فا" پر زبر پڑھتے ہوئے فرمائے

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ	تمہارا پاس ایسے رسول آئے ہیں جو حسب
أَنْفُسِكُمْ نَسَبًا وَصِهْرًا وَحَسْبًا	و نسب میں سب سے اعلیٰ ہیں۔ میرے
لَيْسَ فِي آبَائِي مِمَّنْ لَّدُنْ	آباء۔ حضرت آدم سے لے کر آخر
آدَمَ سَفَاحٌ كَلْنَا نَكَاحَ -	تک تمام نکاح کرنے والے تھے۔

(الشفا ۱۰: ۱۷)

حضرت عبد اللہ بن عباس سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَمْ يَزَلِ اللَّهُ تَعَالَى يَنْقُلُنِي مِنْ	اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے مجھے مبارک
الاصْلاَبِ الْكَرِيمَةِ وَالْاِرْحَامِ	پشتوں اور مقدس ارحام
الطَّاهِرَةِ حَتَّىٰ اخْرَجَهُ مِنْ	میں منتقل کرتا رہا حتیٰ کہ اپنے
بَيْنِ الْبَوِي لَمْ يَلْتَقِيَا عَلِيَّ	والدین کے ہاں پیدا ہوا۔
سَفَاحٌ قَطْ -	

امام محمد بن سائب الكلبي لکھتے ہیں کہ میں نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ صد ماؤں پر تحقیق کی ہے۔ میں نے ان میں سے کوئی ایسی خاتون نہیں پائی جس میں جاہلیت کا کوئی عیب ہو مثلاً زنا۔ وہ تمام کی تمام منکوحہ ہیں۔ (الشفا ۱۰: ۱۷)

حضرت وائلہ بن الاسقع بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :
اللہ تعالیٰ نے اولاد ابراہیم میں سے اسماعیل کو چنا ، اولاد اسماعیل میں سے بنی کنانہ ،
بنی کنانہ سے قریش کو چنا ۔

واصفی من قریش بنی قریش میں سے بنی ہاشم کو چنا اور

ہاشم واصطفانی من بنی ہاشم میں سے میرا انتخاب کیا ۔

بنی ہاشم ۔ (الرتزی، کتاب المناقب)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے آپ کا یہ ارشاد بھی مروی ہے :

انا خیرہم نفا وخیرہم بیتا میں تمام لوگوں سے حسب و نسب

اور اصل میں بہتر ہوں ۔

انتخاب خاندانِ مصطفوی پر جبریل امین کی گواہی

بیہقی ، ابونعیم اور طبرانی نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے
کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ جبریل امین میری خدمت میں آئے اور عرض کیا
یا رسول اللہ !

قلبت مشارق الارض و میں زمین کے ہر گوشے پر گیا ہوں

مغاربھا فلم ارجلا افضل مغاربہا فلم ارجلا افضل

من محمد ولم ارجی اب من محمد ولم ارجی اب

افضل من بنی ہاشم ۔

شرح شفا ، ۱۰ : ۲۶۲

اسی طرح بعثت اور تمام اوصاف و کمالات میں اللہ تعالیٰ نے حضور کو تمام
مخلوق سے ممتاز فرمایا ہے ۔ اس کی تفصیلات کے لئے ہماری کتاب " امتیازاتِ مصطفیٰ "

کا مطالعہ کیجئے۔

جانِ رحمت

حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سرایا رحمت و رافت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کا یہ وصفِ کامل ان الفاظ میں بیان فرمایا:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ
ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
ان اللہ بعثنی رحمتاً
مجھے اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کے لئے
رحمت اور متقین کے لیے سرایا پر آیت
رجمہ البیہار، ۱۰: ۲۸۵ بنا یا ہے۔

یہاں عالمین سے تمام مخلوق خدا مراد ہے ہر وہ شئی جس کا رب اللہ ہے حضور اس کے لئے رحمت ہیں۔ یہ کہنا کہ آپ صرف انسانوں کے لئے یا انسانوں اور جنات کے لئے رحمت ہیں ہرگز درست نہیں۔
علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

والذی اختاره انہ صلی اللہ
علیہ وسلم انما بعث رحمة
لکل فرد من العالمین
ملئکتہم و انسہم و جنہم
ولا فرق بین المؤمن
و الکافر من الانس و

میرے نزدیک مسک مختار یہی ہے
کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عالمین کے
ہر فرد کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے
ہیں خواہ وہ فرشتے ہیں یا جن و انس
اس معاملہ میں جن و انس کے مومن و
کافر کے مابین بھی کوئی فرق نہیں البتہ

الجن فی ذلك والرحمة متفادۃ
روح المعانی، پاجا، ۱۹۷۰

رحمت کی برابری کے حق میں الگ الگ
ذمیت ہوگی۔

اہل معرفت کے حوالے سے رقمطراز ہیں :

ان المراد من العالمین
جمیع المخلوق و هو صلی اللہ علیہ
وسلم رحمة لكل منهم الا
ان المحفوظ متفادۃ و
یشترک الجميع فی انه علیہ
الصلوة والسلام سبب
لوجودهم بل قالوا ان
العالم كله مخلوق من
نورۃ صلی اللہ علیہ وسلم

کہ عالمین سے تمام مخلوق مراد ہے اور
واقعۃً حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالمین میں
سے برابری کے لئے رحمت ہیں لیکن
برابری کا حصہ رحمت مختلف ہے۔
البتہ اس بات میں تمام شریک ہیں کہ
سب کے وجود کا سبب آپ کی ذات
ہے بلکہ صوفیاء نے فرمایا ہے کہ تمام
عالم کا ظہور حضور کے نور سے ہوا
ہے۔

روح المعانی، پاجا، : ۱۰۰

حضرت ملا علی قاری آپ کی رحمت عامہ اور ہر شے کے لئے رحمت ہونے پر گفتگو

کرتے ہوئے کہتے ہیں :

وقد سئم بالبال و اللہ
تعالیٰ اعلم بالجمال انه صلی
اللہ علیہ وسلم و شرف
و کرم و رحمة لجميع خلق
اللہ تعالیٰ فان العالمین
لا شک انه حقيقة فیما

حقیقت حال سے اللہ ہی واقف
ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم و شرف و کرم کا وجود
اقدس تمام مخلوق خدا کے لئے رحمت
ہے کیونکہ حقیقتاً عالمین کا اطلاق
اللہ کی ذات کے سوا ہر شے پر ہوتا

سواہ ولا صارف بالاتفاق ہے اور یہاں بالاتفاق کوئی ایسا
یصرفہ عن دلالة قرنیہ بھی نہیں جو اس کے اطلاق
الاطلاق۔ کے منافی ہو۔

اس پر کتاب و سنت سے دلائل کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں :

وینصرہ القول بانہ مبعوث
الحکام کافة العالمین
من السابقین و
الاحقین فهو بمنزلة قلب
عسکر المجاہدین و
الانبیاء مقدمہ والاولیاء
مؤخرتہ وسائر الخلق من
اصحاب الشمال والیمین
ویدل علیہ قوله تعالیٰ
تبارک الذی نزل الفرقان
علی عبده لیکون للعالمین
نذیراً — ویقویہ قوله صلی
الله علیہ وسلم بعثت الی
الخلق کافة وقد بینت وجه
ارساله الی الموجودات العلیة
والسفلیة فی رسالة
المسماة بالصلاة العلیة

اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ آپ
کو اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات سابقین
اور لاحقین کے لئے نبی بنایا آپ کا
وجود اقدس شکر مجاہدین کے دل
اور مرکز کی مانند ہے۔ انبیاء اس شکر
کا مقدمہ، اولیاء اس کا پچھلا دستہ
اور باقی مخلوق آپ کے دائیں اور
بائیں شکر یوں کی طرح ہے۔ اللہ
تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی بھی ہماری
رہنمائی کرتا ہے کہ آپ تمام کائنات
کے لئے رحمت ہیں، کتنی بابرکت ہے
وہ ذات جس قرآن اپنے برگزیدہ بندے
پر اس لئے نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہانوں
کو ان کے انجام سے باخبر کر دے اور حضور
علیہ السلام کا یہ ارشاد گرامی اسے اور قوت
بخشتا ہے کہ میں تمام مخلوق خدا کی طرف
نبی بنایا گیا ہوں اور میں نے اپنی کتاب

في الصلاة المحمدية" "الصلاة العلية في الصلوات المحمديّة"
 (شرح الشفاء، ۱: ۳۸)
 میں اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے کہ آپ کو موجودہ
 علویہ اور سفلیہ کی طرف مبعوث فرمانے کی حکمت

کیا ہے؟

یعنی آپ کائنات کی ہر شے کے لئے اس کے حسب حال رحمت ہیں۔ کوئی ایسی شے
 نہیں جو آپ کی رحمت سے محروم ہو۔ چند مثالیں حسب ذیل ہیں۔

جبریل امین کا رحمت سے حصہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین سے فرمایا اے جبریل تجھے میری رحمت سے
 کوئی حصہ نصیب ہوا ہے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ یقیناً مجھے حصہ ملا ہے: اور
 وہ اس طرح کہ میں ابلیس کے انجام بد کی وجہ سے

كنت اخشى العاقبة فامنت
 لثناء الله عز وجل على بقوله
 ذي قوة عند ذي العرش
 مكين مطاع ثم امين
 (الشفاء، ۱: ۱۹)

اپنے انجام سے خوف کیا کرتا تھا مگر
 اس وقت سے بے خوف ہو گیا ہوں
 جب آپ پر نازل کردہ کلام میں میرے
 بارے میں یہ فرما دیا ہے کہ وہ صاحب
 قوت عرش کے پاس رہتا ہے تبوع اور

امین ہے۔

عرش اعظم کا رحمت سے حصہ

شب معراج جب آپ عرش پر جلوہ افروز ہوئے تو عرش نے آپ کا دامن رحمت
 پکڑ کر عرض کیا آقا آپ ہی کی وہ مبارک ذات ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے جلال احدیت

اور جمالِ صمدیت کی زیارت سے مشرف فرمایا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی خلق ہوں جب اس نے مجھے پیدا فرمایا تو میں اس کے جلال کی وجہ سے لرزا ٹھا۔ پھر میرے سینے پر لا الہ الا اللہ تحریر فرمایا تو میری حیرت و اضطراب میں اضافہ ہو گیا۔ جب آپ کا نام محمد رسول اللہ لکھا گیا تو میرا اضطراب ختم ہو گیا۔

گشت اسم تو سبب آرام دل من و عبت
 آپ کا نام میرے دل کے آرام و طمینان کا
 طمانیت سر من این بود برکت اسم تو برین
 سبب بنتا ہے جب آپ کے نام کی یہ برکت ہے
 پس چگونہ کہ افتاد برین نظر تو۔
 تو پھر کیا مقام ہوگا اگر آپ مجھ پر ایک نظر کرم فرمادیں

آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے مجھے بھی آپ کی رحمت سے حصہ نصیب ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ میرے بارے میں لوگوں کا غلط عقیدہ تھا کہ میں ذات باری کے لیے محیط ہوں۔ آپ کی آمد سے لوگوں کا عقیدہ میرے بارے میں درست ہو گیا کیونکہ آپ نے تعلیم دی کہ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی محیط نہیں۔

(مدارج النبوة ۱۰: ۱۷۰)

کفار کا رحمت سے حصہ

سابقہ انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں کی تاریخ پر نظر رکھنے والا ہر شخص اس سے آگاہ ہے کہ جب بنی قوم کو سمجھانے میں انتہا کر دیتے اور وہ نہ مانتی تو وہ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرتے، پھر اس قوم پر ایسا عذاب آتا کہ اس کی بڑکھاٹ دی جاتی۔ مگر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود اقدس کی برکت سے آپ کے دشمنوں پر بھی ایسا عذاب اللہ تعالیٰ نے نازل نہیں فرمایا۔ سورۃ اعراف میں ہے کہ کفار نے یہ مطالبہ کیا تھا۔

ان کان هذا هو الحق من عندنا

محمد پر نازل کردہ آیات اگر تیری

عندک فامطر علينا حجارة

ان سے حق میں تو ہم (مخالفین)

مِنَ السَّمَاءِ أَوْ ائْتِنَا بِعَذَابٍ
پر آسمان سے پتھر برسایا ہمیں کسی عذاب
میں مبتلا کر دے۔

اَلَيْمٌ -
اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر تمہاری طرف دیکھوں تو تم واقعہ عذاب کے مستحق
ہو مگر میں اپنے محبوب کی وجہ سے تم پر عذاب نازل نہیں کرتا۔

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ
اللہ تعالیٰ کے یہ شایان شان نہیں
وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ
کہ تیرے ہوتے ہوئے ان پر عذاب
مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَخْفِرُونَ
نازل کرے اور یہ بھی زیب نہیں دیتا
کہ انہیں وہ عذاب دے حالانکہ وہ بخشش مانگ

رہے ہیں

چونکہ قیامت تک حضور اپنی امت میں موجود ہیں لہذا آپ کے وجود اقدس کی
برکت سے ایسا عذاب اس امت پر نہیں آسکتا جو کسی بھی سابقہ امت پر آیا تھا۔
ایک مقام پر اعلیٰ حضرت نے اسی طرف توجہ دلائی کہ جب دشمن آپ کی رحمت کا
صدقہ عذاب سے بچ رہے ہیں تو غلاموں کا کیا مقام ہوگا؟
انت فيهم نے عدو کو بھی لیا دامن میں

عیش جاوید مبارک تجھے شیدائی دوست
جب آپ کی ذات کائنات کی ہر شے کے لیے رحمت ہے تو ماننا پڑے گا کہ
ہر شے کا وجود آپ ہی کے وجود کا مرہون منت ہے جس کی تفصیل آئندہ آ رہی ہے
شمع بزم ہدایت

آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام اور ہر دیان عالم کا سربراہ بنایا
ہے۔ آپ کے نور نبوت و رسالت سے ہر نبی نے فیض پایا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر

رسول اور نبی سے آپ پر ایمان لانے اور آپ کے مشن میں تعاون کا وعدہ لیا۔ اس عہد کو قرآن نے "میثاق انبیاء" کا نام دیا ہے۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کا اجلاس طلب فرمایا۔ اس میں حضور علیہ السلام کے اوصاف و کمالات کا تذکرہ خود خالق نے کیا۔ اور یہ حکم دیا کہ تم سب اس میرے حبیب پر ایمان لاؤ اور ان کے مددگار بن جاؤ۔ اس اجلاس و معاہدہ کی تفصیلات قرآن ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں سے عہد لیا کہ جب تم کو کتاب و حکمت سے سرفراز کروں پھر تمہارے پاس یہ رسول آئے اس کتاب کی تصدیق کر نیوالا جو تم کو دی گئی ہے تو تم اس رسول پر ضرور ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد لازماً کرو گے۔ فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور میرا عہد قبول کیا۔ سب نے کہا ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تم گواہ رہنا اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔ پس جو اس کے بعد اس عہد سے پھر گیا وہ فاسق ہوگا۔

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ
النَّبِيِّينَ لَمَّا آتَيْتُكُمْ مِنْ
كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ
رَسُولٌ مِّمَّنْ مَّصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ
لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ
قَالَ أَأَقْرَضْتُمْ وَ أَخَذْتُمْ
عَلَىٰ ذُلِّكُمْ إِضْرِبِي قَالُوا
أَقْرَضْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَ
أَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ
فَمَنْ تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ
هُمُ الْفَاسِقُونَ - (آل عمران)

آیت ایمان لاکے سے انبیاء کو نبوت ملی

اس آیت کی تفسیر میں امام قسطلانی حافظ ابن کثیر کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نوراقدس کو پیدا فرمایا اور اس کو افاضہ کمالات

اور خلعت نبوت سے مشرف کرنے کے بعد جب دیگر انبیاء کے انوار کو پیدا کیا تو نور مصطفویٰ کو حکم دیا کہ ان کے سامنے تشریف لائے اور ان پر نظر ڈالے۔ جو نبی آپ کا نور ان کے سامنے آیا تو اس نے ان تمام انوار کو اپنی ضیاء نورانیت میں گم کر دیا تو وہ بول اٹھے اے ہمارے پروردگار تبارک و تعالیٰ یہ کون ہیں جن کے نور نے ہمیں ڈھانپ لیا ہے اور ہم پر غالب آ گیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ہذا نور محمد بن عبد اللہ	یہ محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
ان امنتم به جعلتکم انبیاء	نور ہے اگر تم اس پر ایمان لاؤ تو میں
قالوا امنابہ وینبوتہ فقال	تہیں منصب نبوت پر تائز کروں گا۔
اللہ اشہد علیکم قالوا نعم	انہوں نے عرض کیا ہم ایمان لاتے ہیں
فذا لک قولہ تعالیٰ واذ اخذ	اس کا تذکرہ اس آیت میں ہے۔ واذ
اللہ میثاق النبیین۔	اخذ اللہ میثاق النبیین۔

(مواہب مع الزرقانی، ۱: ۴۰)

اس آیت کی تفسیر میں امام تقی الدین اسبکی نے مکمل کتاب "التظیم والمننہ" تحریر کی ہے۔ اس کے بعض اقتباسات اردو ترجمہ کے ساتھ علامہ محمد اشرف سیالوی نے اپنی کتاب "تنویر الابصار بنور النبی المختار" میں بھی نقل کئے ہیں جو نہایت قابل مطالعہ ہیں۔

شمع بزم ہدایت کے ارشاد

آپ نے اپنے اس مقام عالی کا تذکرہ متعدد مواقع پر فرمایا ہے۔ ان میں سے دو کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

۱۔ سنن دارمی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا :

انا قائد المرسلین ولا فخر
 وانا خاتم النبیین ولا فخر
 میں تمام رسولوں کا قائد ہوں مگر فخر
 نہیں میں تمام انبیاء کا خاتم ہوں مگر
 فخر نہیں۔

۲۔ جامع ترمذی میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

اذ کان یوم القیامۃ کنت
 امام النبیین وخطیبہم
 و صاحب شفاعتہم غیر
 فخر (حجۃ اللہ ۳۳)

قیامت کے دن میں تمام انبیاء کا
 امام ، خطیب اور شفیع ہوں گا مگر
 فخر نہیں۔

امام اہل محبت نے آپ کی اس عظیم عظمت کو "شمع یزوم ہدایت" کے ساتھ
 تعبیر کیا ہے۔ اس پر کچھ تفصیلات شعر ۹۶ کے تحت بھی ملاحظہ ہوں۔

مہرِ چرخِ نبوت پر روشن درود
 گلِ باغِ رسالت پر لاکھوں سلام

مہر۔ سورج ، چرخ۔ آسمان ، گل۔ پھول ، رسالت۔ پیغمبری۔
 آپ کی ذاتِ اقدس آسمانِ نبوت کا ایسا چمکتا ہوا آفتاب ہے کہ اس کے
 حسنِ طلوع کے بعد گلستانِ رسالت میں کسی غنچہ کے چٹکنے کی گنجائش نہ رہی۔

مہرِ چرخِ نبوت

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آپ کے اوصاف و کمالات بیان کرتے ہوئے

سراج منیر (چمکتا ہوا آفتاب) کا لقب عطا فرمایا ہے :
 يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ
 شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَ
 دَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِأَذْنِهِ وَسِرَاجًا
 مُنِيرًا۔ (الاحزاب) بھیجا ہے۔
 اسے نبی محترم ہم نے آپ کو شاہد،
 مبشر، نذیر، اللہ کی طرف اس کے حکم
 سے داعی اور چمکتا ہوا آفتاب بنا کر

لفظ سراج اگرچہ دو معانی "چراغ اور سورج" کے لئے آتا ہے مگر یہاں سورج
 کے معنی میں لینا مختار ہے۔ علامہ صاوی حاشیہ جلالین میں لکھتے ہیں :
 قوله تعالى وسراجا يحتمل
 ان المراد بالسراج الشمس و
 هو ظاهر و يحتمل ان المراد
 به المصباح۔
 اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی وسراجاً
 منيراً میں سراج سے مراد آفتاب
 لینا مختار ہے اور چراغ کا احتمال موجود
 ہے۔

حافظ ابن کثیر آیت مذکورہ کے تحت اس تشبیہ پر گفتگو کرتے ہیں :

وامرک ظاہر فیما جئت به
 من الحق كالشمس فی اشراقها
 وارضاء تعالای لا یجحد بها الا
 معاند۔
 حضور علیہ السلام جو حق لے کر آئے
 وہ اپنی چمک دکھ میں سورج کی
 طرح ہے اس کی مخالفت ہٹ دھرم
 کے سوا کوئی نہیں کرے گا۔

اس پر واضح دلیل یہ ہے کہ قرآن حکیم کی اصطلاح میں سراج لقب ہی آفتاب کا
 ہے جیسا کہ قرآنی تعبیر میں چاند کا لقب نور ہے۔ چنانچہ سورہ نوح میں چاند کو نور اور
 سورج کو سراج سے تعبیر کرتے ہوئے فرمایا۔

وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا
 وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا۔
 اور ان میں چاند کو نور اور سورج کو
 سراج بنایا۔

بلکہ قرآن کے عرف میں سورج کا یہ لقب (سراج) اس قدر معروف ہے کہ اگر سورج کا نام لئے بغیر ہی سراج کا ذکر کر دیا جائے تو اس سے سورج کے سوا کوئی اور شی مراد ہی نہیں ہو سکتی۔ سورہ فرقان میں چاند کو منیر فرما کر اس کے مقابل سورج کا صرف یہ لقب (سراج) ہی ذکر کر دیا جانا کافی سمجھا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَجَعَلْنَا فِيهَا سِرَاجًا وَقَمَرًا مُنِيرًا**۔ اس آیت سے واضح ہوا کہ قرآنی عرف میں سراج آفتاب ہی کا لقب ہے اور قرآن کی اصطلاح میں سراج آفتاب ہی کو کہتے ہیں۔ الغرض سورج کا مخصوص لقب سراج ہے اور وہی سراج حضور کا بھی لقب ہے تو قرآنی اصطلاح کے مطابق حضور آفتاب ہیں۔

روحانی اور مادی آفتاب

قرآن حکیم نے مادی اور روحانی آفتاب کے مخصوص القاب ذکر فرما کر ان دونوں کی نوعیتوں کو الگ الگ نمایاں کر دیا ہے تاکہ ہر ایک کا درجہ و مرتبہ مشخص اور واضح ہو جائے اور کسی کو حضور کی نسبت سے سورج کی افضلیت یا مساوات کا دھوکہ نہ ہو۔ چنانچہ اس مادی سورج کی صفت قرآن نے "دہاج" ذکر کی۔

وَبَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا اور ہم ہی نے تمہارے اوپر سات

وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَاجًا مضبوط آسمان بنائے اور ہم ہی نے

(النساء) ایک روشن چراغ بنایا۔

"دہج" کے معنی لغت عرب میں نور مع الحرات کے ہیں جو چیز روشن بھی ہو اور گرم بھی اسے "دہج" کہیں گے اور جس میں بہت زیادہ روشنی اور بہت زیادہ گرمی ہو اسے مبالغہ کے ساتھ دہاج کہیں گے، چونکہ سورج بے حد روشن ہے کہ اس پر نگاہ نہیں ٹھہر سکتی اسی طرح بے حد گرم بھی ہے کہ اس کے نیچے زیادہ دیر تک

یہ نگاہ والے بھی نہیں پھہر سکتے جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ سورج ناریت نئے ہوئے ہے اور آگ کا سرچشمہ ہے۔ کیونکہ آگ ہی کی یہ شان ہوتی ہے کہ وہ روشن بھی ہو اور گرم بھی۔ اسی لئے دہج کے لفظ سے اس کی توصیف کی گئی۔ لیکن روحانی آفتاب کو حق تعالیٰ نے سورج فرما کر اس لقب و مانج کے بجائے منیر ذکر فرمایا جو چاند کی شان ہے جس میں روشنی کے ساتھ ٹھنڈک بھی ملی ہوئی ہے۔ اس لئے منیر کے معنی ٹھنڈی روشنی والے کے ہوئے اور ثابت ہوا کہ اس آفتاب روحانی (ذات نبوی) میں روشنی تو سورج کی سی ہے جس میں چاند کا سا دھیما پن نہیں کہ ظلمت شب کا فور نہ ہو سکے مگر ٹھنڈک چاند کی سی ہے جس میں سورج کی سی تپش اور سوزش نہیں کہ اذیت دہ ثابت ہو۔ حال یہ کہ مادی سورج نار اور روحانی سورج نور۔ اس بنا پر قرآن نے مادی سورج کو سورج و مانج فرمایا جو روشنی و گرمی کا مجموعہ ہے اور روحانی سورج کو سورج منیر فرمایا جو روشنی و ٹھنڈک کا مجموعہ ہے وہ اگر دہاجیت سے اشیاء کو سوخت کرتا ہے تو یہ منیریت سے انہیں حد کمال تک پہنچاتا ہے۔ اس کی سوز و تپش سے اگر مختلف اوقات میں اس سے بیزاری پیدا ہوتی ہے تو اس کی نورانی ٹھنڈک سے ہمہ وقت عشق و محبت بڑھتا ہے اس میں اگر واقعیت کی شان ہے تو اس میں جاذبیت کی ہے۔ دہاں جلاؤ ہوتا ہے تو یہاں بچھاؤ۔ دہاں دل و جان جلتے ہیں تو یہاں دل و جان کو زندگی ملتی ہے۔ اگر اس کے نیچے بدن سیاہ پڑتا ہے تو اس کے زیر سایہ بدن منور ہوتا ہے۔ مادی سورج تو نار اللہ الموقدہ سے تربیت یافتہ ہو کر ناری ہے مگر روحانی سورج نور السموات و الارض سے تربیت یافتہ ہو کر نوری ہے۔

روحانی آفتاب کی ضرورت

اگر مادی کائنات کے لئے ایک مادی سورج کی ضرورت ہے اور بلاشبہ ہے تو

مستوی و روحانی کائنات کے لئے ایک روحانی سورج ناگزیر ہے جس طرح اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس مادی کائنات کے لیے ایک مادی آفتاب بنایا جس سے زمین و زماں روشن ہیں ایسے ہی اس نے ایک روحانی آفتاب ذات باریک بینی سے کون و مکان روشن ہیں، تخلیق فرمایا۔ وہ اجسام کو منور کرتا ہے مگر یہ ارواح کو بھی۔ غرض مادی عالم کی طرح روحانی عالم کے لیے بھی ایک آفتاب کا وجود ضروری ہے۔ کیونکہ سب جانتے ہیں کہ حیات اور جسمانیات جہاں بغیر حرارت کے زندہ نہیں رہ سکتے۔ ان کے حق میں حرارت غریزی بمنزلہ روح ہے۔ اگر وہ نہ رہے تو یہ عالم ناسوت بھی نہ رہے۔ جمادات، نباتات اور جاندار انسان سے لے کر ایک حقیر ترین کیڑے مکوڑے تک زندگی کا جزو و اعظم حرارت ہے۔ مثلاً اگر بدن میں حرارت اور گرمی نہ ہو تو جسمانی اشیاء باقی نہیں رہ سکتیں۔ بلکہ اگر اس پوری دنیا اور اس کے اجزائیں سے حرارت کھینچ کر نکالی جائے تو ساری کائنات برقانی ہو کر خم جائے۔ اس میں نقل و حرکت کی سکت نہ رہے جو زندگی کی ابتدائی علامت ہے۔ پس کائنات کے لئے حرارت بمنزلہ روح کے ہے اور سب جانتے ہیں کہ اس گرمی اور حرارت کا سرچشمہ آفتاب کے سوا کوئی دوسری چیز نہیں کہ اس سے سب کو حرارت کا فیض پہنچتا ہے حتیٰ کہ خود حرارت کے جس قدر وسائل دنیا میں آگ پھیلا رہے ہیں وہ سب کے سب آفتاب ہی سے فیض پا کر آتشیں بنے ہوئے ہیں۔ الغرض جماد، نبات، انسان، عناصر اور مواد کی مادی زندگی کی جسمانی زندگی حرارت غریزی پر موقوف ہے اور حرارت کا منبع آفتاب ہے۔ اس لئے تمام مادیات کی جسمانی زندگی آفتاب کے وجود کی تابع ہے۔ اس لئے فطرت الہیہ کی مصلحت کا تقاضا تھا کہ اس ناسوتی عالم کو ایک آفتاب دیا جائے جو اس کی مادی زندگی کا فیصل ہو۔ ٹھیک اسی طرح کائنات کی روحانی زندگی اور روح کے احوال و مقامات کی بود و نمود بھی حرارت ایمانی اور گرمی عشق خداوندی سے قائم ہے۔

جس کا نام ایمان سے م، اخلاق، احوال، مقامات، قلبی واردات اور وصول و قبول کی گرم بازاری اسی ایمانی گرمی سے قائم ہے اگر ایمان کی حرارت باقی نہ رہے تو یہ تمام روحانی کمالات و مقامات ختم ہو کر رہ جائیں۔

اقبال مرحوم ایک مقام پر اسی مرکز حرارت کی نشاندہی یوں کرتے ہیں
 می ندانی عشق و مستی از کجا است
 این شعاع از آفتاب مصطفیٰ است
 داسے مخاطب تو نہیں جانتا یہ عشق و مستی کی گرمی کہاں سے ہے۔ یہ
 مصطفیٰ (آفتاب نبوت) کی ایک شعاع ہے۔
روحانیت انبیاء کا سرچشمہ، ذات نبوی

اور سب جانتے ہیں کہ اس ایمانی حرارت اور گرمی عشق خداوندی کے سرچشمے انبیاء علیہم السلام ہیں اور خود ان کی ایمانی گرمی کا دائرہ سرچشمہ ذات بابرکات نبوی ہے کیونکہ آپ خاتم النبوت ہیں جس کے فیض سے انبیاء و امم کو یہ روحانی حرارت ملی ہے۔ پس اور انبیاء اگر نجوم ہیں تو آپ آفتاب نبوت ہیں۔ اس لیے انگلوں اور پھلوں کی ایمانی اور احسانی آب و تاب اور روشنی و گرمی کا سرچشمہ آفتاب نبوت ہے جس سے پورے عالم روحانیت کی گرمی اور گرم بازاوی اور روحانی زندگی آفتاب نبوت سے ہی ممکن ہے۔ تھی تو فطرت الہیہ کا تقاضا یہ ہوا کہ مادی کائنات کی طرح وہ روحانی کائنات کو بھی ایک آفتاب روحانی بنائے جو روحانی عالم کی زندگی کا قبیل ہو پس اگر مادی کائنات کو اپنی بقا کے لئے ایک مادی آفتاب کی ضرورت تھی تو روحانی کائنات کو بھی اپنی بقا و حیات کے لئے ایک روحانی آفتاب کی اس قدر ضرورت تھی اور وہ ذات بابرکات محمد رسول اللہ ہیں۔

داعیالی اللہ باذنہ و سراجا منیراً۔ چونکہ آپ کی ذات باریکات دیگر تمام کائنات کے علاوہ انبیاء علیہم السلام کی روحانیت کے لئے بھی سرچشمہ ہے۔ حضرت نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ کو "مہرِ چرخِ نبوت" قرار دیا ہے۔

انبیاء اجزا ہیں تو بالکل ہے جسے نور کا
اس علاقے سے ہے ان پر نام سچا نور کا
روحانی آفتاب کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :
یہ جو مہر و ماہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا
بھیک تیک نام کی ہے استعارہ نور کا

گل باغ رسالت

کسی بھی گلستان کی زینت اور اس کا خلاصہ اس کے پھول ہوتے ہیں۔ انہیں سے گلستان کی بہاریں ہوتی ہیں۔ گلستان کائنات کے پھول انبیاء علیہم السلام ہیں ان ہی کے وجودِ اقدس سے حیات و زندگی کی بہار ہے۔ مگر خود باغ رسالت کی بہار جس گل سرسبد سے ہے وہ اللہ کے حبیب کی ذاتِ اقدس سے ہے۔ آپ کی تشریف آوری سے پہلے اس کائنات میں متعدد بہاریں آئیں مگر جلدی ہی انہیں خزاں نے آیا لیکن آپ کی آمد سے یہ کائنات رنگ و بو ایک ایسی بہارِ لازوال سے آشنا ہوئی جس پر خزاں نہ آسکی۔ باغ رسالت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے وجودِ اقدس کی صورت میں وہ پھول تخلیق فرمایا جو کبھی مرجھا نہیں سکتا۔ اب آپ کے ہوتے ہونے گلستان رسالت میں کسی اور نغیچے کے چٹکنے کی گنجائش ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم النبیین کے لقب سے نوازا ارشاد فرمایا :

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْكُمْ

میرے نبی محمد تم میں سے کسی باغ مرد

رَجَابُكُمْ وَكَانَ رَسُولَ اللَّهِ
وَأَخَاتِمُ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا - (الاحزاب) برتنے کا جاننے والا ہے۔
امام اہلِ محبت دوسرے مقام پر آپ کی اس عظمت کو ان الفاظ میں بیان کرتے

ہیں:

نہ رکھی گل کے جوشِ حسن نے گلشن میں جا باقی
چمکتا پھر کہاں غنچہ کوئی باغِ رسالت کا

شہرِ یارِ ارم تاجدارِ حرم
نوبہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

شہرِ یارِ ارم - جنت کے بادشاہ! تاجدار - صاحبِ تاج، حرم - کعبہ،
نوبہار - نئی رونق، شفاعت - گناہ گاروں کی معافی کے لئے سفارش کرنا۔
اعلیٰ حضرت نے اس مقام پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تین خصائص کا ذکر
کیا ہے۔

۱- جنت کے مالک ۲- کعبہ کے کعبہ ۳- شفاعت کا سرچشمہ و مرکز

جنت رسول اللہ کی

یہاں ہم جنت کے مالک ہونے پر گفتگو کریں گے۔ تقسیم و عطاء جنت پر "نوشتہ"
بزمِ جنت کے تحت آرہی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی
ہے کہ روزِ قیامت انھوں نے جنت اہلِ محبت سے مخاطب ہو کر کہے گا۔

ان الله امرني ان ارفع مفاتيح الجنة الى محمد صلى الله عليه وسلم
 مجھے اللہ تعالیٰ نے جنت کی چابیاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دینے کا حکم دیا ہے۔

(مدارج نبوت ۱: ۲۶۶)

آپ ہی سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں دنیا و آخرت میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں مگر فخر نہیں۔ سب سے پہلے قیامت میں، میں اور میری امت اُٹے گی مگر فخر نہیں، روز قیامت حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہو گا مگر فخر نہیں۔ آدم اور دیگر انبیاء اس کے نیچے ہوں گے۔

وَالْيَوْمَ نَفِثُ فِي قُلُوبِ الْكٰفِرِيْنَ
 القِيَامَةِ وَلَا فِخْرَ لِمَنْ
 روز قیامت جنت کی چابیاں میرے پاس ہوں گی مگر فخر نہیں۔

(دلائل النبوة لابن نعیم، ۱: ۹۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سب سے پہلے قیامت میں نمودار ہوں گا۔ جب لوگ وفد کی صورت میں آئیں تو میں ان کا قائد بنوں گا جب خاموش ہوں گے میں ان کی نمائندگی کروں گا۔ وہ بچنے ہوئے ہوں گے تو میں ان کی شفاعت کروں گا۔ جب دہشت میں ہوں گے تو میں انہیں بشارت دوں گا۔

لَوَادِ الْكِرَامَةِ وَمِفَاتِيْحِ الْجَنَّةِ
 وَاوَادِ الْحَمْدِ يَوْمَئِذٍ بِيَدِي
 کرامت و بزرگی، حمد کا جھنڈا اور جنت کی چابیاں اس روز میرے ہاتھ میں ہوں گی۔

(ترمذی ۲۰: ۳۶)

اسی روایات کے پیش نظر ائمہ امت نے یہ تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دیگر کائنات کی طرح جنت بھی حضور کے قبضہ میں دے دی ہے۔ اس میں جو چاہیں جس

کے لیے چاہیں عنایت فرمادیں۔
حضرت ملا علی قاری امام ابن سینا کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ انہوں نے آپ کے
خصائص میں یہ بھی لکھا :

ان الله تعالى اقطع ارض
الجنة يعطي منها ما شاء
لمن شاء (المراة ۱۰ : ۵۵۰)

اللہ تعالیٰ نے جنت حضور کو عطا
فرمادی ہے۔ اس میں سے آپ کو
جتنی چاہیں عنایت فرمادیں۔

جنت کی خدمت اقدس میں حاضری

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کی نماز خسوف کے بارے
میں بیان کرتے ہیں کہ ہم نے دوران نماز آپ کو کچھ پکڑتے ہوئے دیکھا تو ہم نے عرض
کیا یا رسول اللہ آپ کچھ پکڑنے کے لئے آگے بڑھے پھر پلٹ آئے یہ کیا معاملہ ہے؟
فرمایا :

انی مرأيت الجنة فتناولت
منها عنقودا ولو اخذته لاكلتم
منه ما بقيت الدنيا۔
(المسلم، باب صلوة الخسوف)

میں نے جنت کو دیکھا تو اس کے کچھ
خوشے پکڑے اگر میں وہ خوشے توڑ
لیتا تو تم انہیں تا قیامت کھاتے رہتے۔

کسی اور کو اللہ تعالیٰ اپنی جنت کے خوشے توڑنے کی اجازت کیونکر دے سکتا
ہے۔ یہ صرف اور صرف اس کے حبیب کی شان ہے۔

خشک تنے کو جنتی درخت بنا دیا

مسند دارمی میں حضرت بکر بن عبد اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک تنے کے ساتھ

کھڑے ہو کر حضور خطبہ دیا کرتے تھے۔ جب اسے چھوڑ کر آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے تو وہ زار و قطار رو پڑا۔ آپ نے منبر سے اتر کر اس پر ہاتھ رکھا اور فرمایا تیری کیا خواہش ہے۔ اگر تو چاہتا ہے تو میں تجھے اسی طرح پھر تر و تازہ کر دیتا ہوں جس طرح تو تھا۔

وان شئت ان اغرسک فی
الجنة فتشرب من انهارها
وعیونہا یحسن بنتک وتمر
فیا کل اولیاء اللہ من ثمرک۔
اختار ان اغرسک فی الجنة
(الداری : ۵۵)

اور اگر تو چاہتا ہے تو میں تجھے جنت میں
لگا دیتا ہوں تو جنت کے چشموں اور
نہروں سے سیراب ہوگا بہت خوبصورت
ہو جائے گا اور خوب پھل دے گا اور
تیرا پھل اللہ کے برگزیدہ بندے
کھائیں گے۔ اس تنے نے جنتی بنتا
پسند کیا لہذا میں نے اسے جنت میں لگا دیا

دیکھا آپ نے آقا کے کتنے عظیم اختیارات ہیں کہ دنیا میں رہتے ہوئے تنے کو
جنت میں کاشت فرما رہے ہیں۔

حضور کعبہ کے بھی کعبہ ہیں

اللہ تعالیٰ کے بعد اس کے جیب کا ہی مقام ہے یہی وجہ ہے کہ کعبہ نے اپنی
عظمتوں کے باوجود حضور کی ولادت کے وقت آپ کی رہائش گاہ کی طرف سجدہ کیا۔
خانہ کعبہ کی خوشی میں سجدہ ریزی :
آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب بیان فرماتے ہیں کہ
جب آپ کی ولادت ہوئی تو میں خانہ کعبہ کے پاس

تھا تو اچانک کعبہ مقام ابراہیم و مولد النبی اسی سمت میں ہے، کی طرف جھک گیا۔ اس کے
تمام بت اوندھے ہو گئے۔ میں نے دیوار کعبہ سے یہ آواز سنی :

ولد المصطفى المختار الذي نبی مکرم و مختار کی ولادت ہو گئی۔ آپ
تهلك بيده الكفار و يطهر من کے ہاتھوں کفر شکست کھائے گا۔
عبادة الاصنام و يامر بعبادة خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کر کے صرف
الملك السلام مالکِ حقیقی کی عبادت کا حکم دیں گے۔

امام اہلِ محبت نے سلام کے شعر ۳۲ میں اسی طرف یوں اشارہ کیا :
جن کے سجدے کو محرابِ کعبہ جھکی ان بھنوں کی لطافت پہ لاکھوں سلام
اعلحضرت نے دوسرے مقام پر حجاج کو مخاطب ہو کر کہا ۔
حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو
یاد رہے کہ کعبہ تمام انسانیت کا قبلہ ہے لیکن حضور کی ذات کعبہ والے کا قبلہ ہیں ۔
اے حبیب میرا قبلہ تیری ذات ہے

علامہ آلوسی نے دِلِكَلِّ وَجْهَتَا هُوَ مَوْتِيَهَا رِبْرَاكِي كَا كُوْتِي نَهْ كُوْتِي قَبْلَه
ہے جس کی طرف وہ رخ کرتا ہے، کے تحت بعض مفسرین کا یہ قول نقل کیا ہے ۔
فقبله المقربين العرش و کہ مقربین کا قبلہ عرش، روحانیین کا کرسی
الروحانيين الكرسي و کر و بین کا بیت المعمور، انبیاء کا بیت المقدس
الكرابين البيت المعمور و اور آپ کا قبلہ کعبہ اور یہ آپ کے جسم کا قبلہ ہے۔
الانبياء قبلك بيت المقدس و روح کا قبلہ میری ذات ہے اور میرا قبلہ
قبلتك الكعبة وهي قبله جسدك محبوب تیری ذات ہے ۔
واما قبله روحا فانا و قبلتي انت ۔

روح المعانی، پ: ۱۵ مطبوعہ عمان

قبلہ، جہت اور توجہ کے مرکز کو کہا جاتا ہے اور واقعہً اللہ تعالیٰ کی توجہ کا مرکز اس

کے محبوب کی ذات ہے۔ اسی لیے سورہ طور میں فرمایا:
 وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ
 بِأَعْيُنِنَا۔
 اے حبیب تم اپنے رب کے حکم
 کے مطابق صبر کیے جاؤ۔ تم یقیناً
 ہماری نگاہوں میں رہتے ہو۔

نوبہا شفاعت

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب کو شفاعت کبریٰ کا مقام عطا فرمادیا ہے۔
 قرآن مجید میں آپ کے اس مقام کا ذکر ان الفاظ میں ہے۔

عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَ رَبُّكَ مَقَامًا
 عَنقَرِيْبِ اللّٰهِ تَعَالٰی تہیں مقام محمود عطا
 فرمائے گا۔

مقام محمود کے بارے میں مختلف اقوال ہیں لیکن ان احادیث کے پیش نظر مختار یہی
 ہے کہ اس سے مراد مقام شفاعت عظمیٰ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
 کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی "عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَ رَبُّكَ مَقَامًا تَحْمُودًا" کے بارے
 میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہی الشفاعت" یہ مقام شفاعت ہے۔
 حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ لوگ گروہ درگروہ ہرنبی کے پاس
 سفارش کے لیے جائیں گے مگر بات نہیں بنے گی حتیٰ کہ شفاعت کا معاملہ سرور عالم
 صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش ہوگا۔

فَذٰلِكَ يَوْمَ يَبْعَثُهُ اللّٰهُ الْمَقَامَ
 پس اس دن اللہ تعالیٰ آپ کو مقام
 المحمود (ابن خاری، کتاب التفسیر)
 محمود پر کھڑا فرمائے گا

عمر شمس الہی کی دہائیں جاں

یہ مقام کہاں ہوگا؟ اس کی نشاندہی بھی احادیث میں کر دی گئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ

رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے میں اپنے مزار اقدس سے نکلوں گا مجھے جنتی لباس پہنایا جائے گا۔

ثم اقوم عن يسين العرش۔ پھر میں عرش الہی کی دائیں طرف کھڑا
 ليس احد من المخلوق يقوم ہوں گا اور یہ مقام میرے مدارہ مخلوق
 ذلك المقام غيري۔ میں سے کسی کو حاصل نہ ہوگا۔

اور عرش اللہ تعالیٰ کی جلوہ گاہ ہے۔ حضرت مجاہدؒ نے مقام محمود کا معنی ہی یہ کیا ہے۔
 ان يجلس الله محمداً معه اللہ تعالیٰ حضور علیہ السلام کو اپنے ساتھ
 على كورسيه (التذکرۃ للقرطبي ۲۸۵) کرسی پر بٹھائے گا (جو اس کے شایان
 شان ہے)۔

سنتے ہیں کہ محشر میں صرف ان کی رسائی ہے

یہی وہ مقام ہے جہاں تمام انسانیت حاضر ہو کر شفاعت کی درخواست کرے گی، تو آپ فرمائیں گے ہاں مجھے ہی اللہ تعالیٰ نے یہ منصب عطا فرما رکھا ہے۔ احادیث میں اس منظر کی خوب تفصیلات ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روز قیامت میں تمام اولاد آدم کا سر بیاہ ہوں گا۔ پھر اس کی تفصیل یوں بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ محشر میں اولین و آخرین کو جمع کرے گا جب وہاں کی گرمی برداشت نہ کر سکیں گے، آپس میں مشورہ کریں گے کہ ہمیں کوئی ایسی شخصیت تلاش کرنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کے حضور ہماری سفارش کرے۔ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے آپ ابوالبشر ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دست اقدس سے پیدا فرما کر ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا۔ پھر آپ جنت میں

رہے، ہماری حالت پر رحم کھاتے ہوئے اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری سفارش کریں
آپ کہیں گے،

ان ربي غضب اليوم غضباً
لم يغضب قبله دلن
میرا رب آج اتنے غضب میں ہے
کہ اس سے پہلے اور اس کے بعد بھی
یغضب بعدہ مثله۔
نہیں ہوگا۔

مجھے اس نے درخت کے پاس جانے سے منع فرمایا، مجھ سے لغزش ہو گئی۔
مجھے اپنی فکر ہے۔ کسی اور کی خدمت میں جاؤ۔ اس طرح تمام انبیاء علیہم السلام کے پاس
خلق خدا جائے گی مگر وہ اپنی اپنی لغزشوں کا ذکر کرنے کہیں گے، ہمیں اپنی فکر ہے
کسی اور کو سہارا بناؤ۔ رب اتنا غضب میں ہے کہ آج کسی کو وہاں زبان کھولنے
کی جرأت نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے تو آپ فرمائیں گے،
سفارش تو میں بھی نہیں کر سکتا مگر ایک ایسی ہستی کا پتہ بتاتا ہوں جسے اللہ تعالیٰ نے دنیا
میں بنی بخشش کا ثرودہ سنا دیا تھا۔

القوا محمدا عبداً غفراً لله
ما تقدم من ذنبه وما تأخر
جاؤ محمد کے پاس اللہ تعالیٰ نے ان
کے اگلے پچھلے معاف کیے ہوئے ہیں۔
تمام مخلوق محمد عربی کے آستانے پر حاضر ہو کر عرض کرے گی، آپ اللہ کے جیب،
خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے مغفرت کا ثرودہ عطا فرمایا ہے۔ ہماری حالت
پر نظر کر رہے ہوئے رب کریم کی بارگاہ میں ہماری سفارش کیجئے۔ آپ فرمائیں گے،
انا لہا انا صاحبکم شفاعت کے لیے میں ہوں اور میں ہی تمہارا مطلوب ہوں
پھر آپ فرماتے ہیں: میں عرش کے نیچے بارگاہِ ایزدی میں سجدہ ریز ہوجاؤں گا۔
مجھے اللہ تعالیٰ اپنی ذات کی حمد و ثنا کے لیے ایسے کلمات القاء فرمائے گا جو آج تک
میرے علاوہ کسی کو حاصل نہ ہوں گے۔ جب میں اس کی حمد و ثنا کروں گا تو میرا رب

مجھے فرمائے گا :

یا محمد ارفع رأسک وسل
تعطه واشفع تشفع
اے پیارے سر اٹھائیے ، مانگیے
عطا کیا جائے گا۔ شفاعت کیجئے شفاعت
قبول کی جائے گی۔

میں عرض کروں گا مولیٰ مخلوق کا حساب شروع فرما اس وقت تمام انسانیت کا
حساب شروع ہو جائے گا اس شفاعت کو شفاعت کبریٰ کہا جاتا ہے۔ یہ کافر و مسلم
موافق و مخالف ہر ایک کو نصیب ہوگی۔

حضور نے اپنے ان کلمات میں بھی اسی طرف متوجہ کیا ہے :
و بی تفتح الشفاعۃ شفاعت کا دروازہ میری وجہ سے کھولا جائیگا
اسی کا ترجمہ اعلیٰ حضرت نے "نوبہار شفاعت" کیا ہے۔

آیت کا مفہوم

اس واقعہ سے سورۃ الفتح کی آیت لی یغفر لک اللہ ما تقدم من
ذنبک وما تاخر کا مفہوم بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اس مژدہ و خوشخبری کا مقصد
روز قیامت سرور عالم کو اپنے معاملہ میں بے فکر کرنا ہے نہ یہ کہ آپ سے معاذ اللہ
کچھ گناہ سرزد ہوئے تھے تو ان پر معافی کا اعلان کیا گیا ہے۔ آپ نے حدیث میں
پڑھا۔ ہر نبی اس مقام پر اپنی لغزش پر فکرمند ہوگا مگر اللہ کا جیب اپنی فکر میں نہیں
بلکہ مخلوق کی فکر میں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں ہی آپ کو خوشخبری عطا فرمادی
تھی کہ آپ فکرمند نہ ہوں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے جیب پر سب سے بڑا کرم تھا۔
یہ الگ بات ہے کہ اس کے باوجود حضور علیہ السلام اس طرح فکرمند رہے جس
طرح رہنا چاہتے تھا۔ یہی وجہ ہے جب کثرت عبادت پر صحابہ نے عرض کیا کہ آپ

اتنی مشقت میں کیوں پڑتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مغفرت کی بشارت عطا کر دی ہے تو آپ نے فرمایا میں اس پر اپنے رب کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لیے

یہ حدیث پڑھ کر سوال ابھرتا ہے کہ جب یہ مسلمہ ہے کہ مقام شفاعت حضور علیہ السلام کو عطا کیا گیا اور ان احادیث کے ذریعے لوگوں کو آگاہ بھی کر دیا گیا ہے تو پھر خلق خدا مختلف انبیاء کے پاس کیوں جائے گی؟ اس کی مختلف حکمتیں بیان ہوئی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب کا مقام واضح کرنا چاہتا ہے۔ اگر ابتداءً تمام لوگ حضور کی خدمت میں چلے جاتے، شفاعت ہو جاتی تو شاید کوئی ظالم یہ کہہ دیتا کہ اس میں حضور کا کیا کمال؟ اگر ہم کسی اور نبی کے پاس چلے جاتے پھر بھی معاملہ حل ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا ہر ایک کے پاس جائیں۔ ان کے سامنے تمام جلیں القدر حضرت آدم و نوح، ابراہیم و موسیٰ علیہم السلام جیسے پیغمبر اعلان کریں کہ آج ہم سفارش کی جرات نہیں کر سکتے اور پھر یہ محمد مصطفیٰ کے پاس آئیں گے تو انہیں پتہ چلے گا کہ اس ہستی کا اللہ تعالیٰ کے ہاں کیا مقام ہے؟ اعلیٰ حضرت نے اسی حکمت کو ایک مقام پر یوں بیان کیا:

”حضور تو یقیناً شفیع مشفع ہیں ابتداءً یہیں آتے تو شفاعت پاتے مگر اولین و آخرین، موافقین و مخالفین خلق اللہ اجمعین یہ کیونکر کھلتا کہ یہ منصب انجم اس سید اکرم مولائے اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ خاصہ ہے جس کا دامن رفیع و جلیل و رفیع تمام انبیاء و مرسلین کے دست اقدس سے بلند و بالا ہے۔“

(تجلی یقین، ۷۷)

خلیل ونجی، مسیح و صنی، بسبھی سے کہی، کہیں بھی بنی

یہ بے خبری کہ خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لیے

مقام محمود کہنے کی وجہ

اس مقام شفاعت عظمیٰ کو، مقام محمود کہنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ تمام خلق خدا حضور کے اس مقام پر رشک کرتے ہوئے حمد کرے گی۔ حضرت ابن مسعود سے آپ کا ارشاد مروی ہے:

ثم اقوم عن يمين الله
تعالى مقامًا يغبطني الاولون
والاخرين (الدارمی)

پھر میں اللہ تعالیٰ کے دائیں طرف ایسے
مقام پر کھڑا ہوں جاؤں گا جس پر اولین
وآخرین رشک کریں گے۔

شیخ عبداللہ سراج الدین شامی نے اسی حدیث کا ترجمہ ان الفاظ میں کیا ہے:

ان اهل الموقف كلهم برهم
وفاجرهم، سعيدهم و
شقيهم يحمدون رسول
الله صلى الله عليه وسلم
ويثنون عليه لما يشفع
بهم وينقذهم من
اهوال الموقف وشداآئده.

تمام اہل محشر خواہ وہ نیک ہیں یا
فاسق، خوش بخت ہیں یا بد بخت،
اللہ کے حبیب کی حمد کر رہے ہوں گے
کیونکہ آپ ہی نے انہیں محشر کی تمام
پریشانیوں سے نجات دلائی ہے۔

(الایمان بعوالم الآخرة، ۱۸۱)

شفاعت کن لوگوں کیلئے ہوگی؟

بعض لوگ عقیدہ شفاعت میں یہ کہتے ہیں کہ یہ صرف نیک لوگوں کے لیے ہی
ہوگی۔ ان کی یہ رائے درست نہیں۔ متعدد روایات اس کی نفی کرتی ہیں۔

۱۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے دو باتوں میں اختیار دیتے ہوئے فرمایا: ان دو میں سے ایک لے لو، شفاعت یا نصف امت کی بخشش!

فاخترت الشفاعت لانها
اعم واکفی اقدونها للمتقين
لا ولكن للمخاطئين
المدنبيين المتلوثين
والتذکرہ ۴۰۴، بحوالہ ابن ماجہ

میں نے شفاعت کا اختیار لے لیا
کیونکہ اس میں عموم ہے اور ہے
اس کے بعد فرمایا، کیا تم یہ سمجھتے
ہو کہ شفاعت متقین کے لیے ہوگی
ہرگز نہیں شفاعت تو خطا کرنے والوں
گناہوں میں ملوث لوگوں کے لیے ہوگی

۲۔ ترمذی نے حضرت انس اور ابن ماجہ و ابو داؤد و طیالسی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دامن شفاعت کی وسعت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

شفاعتی لاهل الکبائر
من امتی۔
میری شفاعت میری امت کے کبائر
کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے ہے۔

۳۔ امام ابو الحسن دارقطنی نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب آپ نے فرمایا میری شفاعت گناہ گاروں اور سیہ کاروں کے لیے ہے تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ!

فکیف انت لخیارها؟
نیک اور اچھے لوگوں کا کیلئے گا؟
فرمایا:

اما خیارها فیدخلون
للجنة باعمالهم واما شرهم
نیک اپنے اعمال کی بنیاد پر جنت
میں جائیں گے لیکن سیہ کار میری

نیدخلون الجنة بشفاعتی
 (التذکرہ ۲۰۳۱)

شفاعت سے جنت میں داخل ہوں
 گے۔

کہ ہے رَبِّ سَلِّمْ صَدَائِي مُحَمَّدٌ

مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پل صراط کے احوال بیان کرتے ہوئے فرمایا اے اہلبیتو! پل صراط پر تمہارے گزرتے وقت،

وَنبِيكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 قَائِمٌ عَلَى الصِّرَاطِ يَقُولُ رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ
 (التذکرہ للقرطبي، ۲۸۳۱)

تمہارا نبی وہاں کھڑا ہو کر یہ عرض کر رہا ہوگا
 اے میرے رب سلامتی سے گزار دے
 سلامتی سے گزار دے۔

اعلیٰ حضرت نے جب یہ حدیث پڑھی تو جھوم اٹھے اور کہا ہے
 رضائیل سے اب وجد کرتے گزریے کہ ہے رب سلم صدائے محمد
 یعنی جب اللہ کے محبوب سلامتی کی دعا کر رہے ہیں تو اب کیا خطرہ؟ لہذا
 پل صراط سے وجد کرتے ہوئے گزریں گے۔

ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

شیخ نواب صدیق حسن خاں نے بغیۃ الراشد میں بخاری و مسلم کی یہ روایت نقل
 کرنے کے بعد جو گفتگو کی وہ نہایت ہی پر لطف اور دلنواز ہے آئیے انہیں کے
 الفاظ میں پڑھیں۔

پس فردا ظاہر شود کہ اورا درد رگاہ
 پس روز قیامت ہر ایک پر آشکار
 خداوندی چه قدر عزت و جاہ بودہ
 ہو جائے گا کہ حضور کا اللہ تعالیٰ کے

است روز روزاوست وجاہ جاہاد
اللہم بحق جاہ محمد اغفر لنا۔
ہاں کیا قدر و منزلت اور مرتبہ ہے وہ
دن آپ کا ہی دن ہوگا۔ اس دن مرتبہ
آپ کا ہی ہوگا اسے اللہ محمد کے اس مرتبہ
کا صدقہ ہمیں معاف فرمائے۔

گر نہ فرستے طریق سنت تو ہستم از عاصیان امت تو
داگرچہ میں آپ کے طریقہ و سنت پر نہ چلی سکا مگر آپ کے یہ کار امتیوں میں شامل ہوں

حضور مہمان - باقی طفیلی

غرضیکہ مقام مقام اوست و سخن سخن
او مہمان اوست و دیگران طفیلی اند
الغرض مقام انہی کا ہوگا، بات انہی
کی چلے گی اس دن آپ مہمان ہونگے
باقی تمام مخلوق طفیلی۔

دبئیۃ الرائد فی شرح العقائد (۹۹)

اعلیٰ حضرت نے اسی لیے کہا ہے

فقط اتنا سبب العقاد بزم مشرکا
کہ ان کی شان محبوبی دکھائی جانوالی ہے

خدا چاہتا ہے رضائے محمد

حضور پر یہ تمام کرم و لطف جن کا ذکر ہوا یہ اللہ کا اپنے حبیب سے وعدہ تھا
جسے وہ پورا کر رہا ہے۔ قرآن مجید نے وہ وعدہ ان الفاظ میں بیان کیا:

اے حبیب عنقریب تیرا رب تجھے اتنا
عطا فرمائے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ

فَتَرْضَىٰ بِالضَّمِيِّ

سب سے امید افزا آیت قرآنی

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کرم فرماتے ہوئے متعدد آیات نازل

کی ہیں ان میں ایک عظیم آیت یہ ہے:

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ
 اسرفوا على انفسهم لا
 تقنطوا من رحمة الله
 ان الله يغفر الذنوب
 جميعا - انه هو الغفور الرحيم

اے نبی میرے ان بندوں سے کہہ
 دیجئے جو اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے کہ
 اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ یقیناً
 اللہ تمام گناہ معاف فرمائے والا ہے۔
 وہ یقیناً بخشنے والا اور رحم فرمانے
 والا ہے۔

(الزمر)

واقعہ یہ آیت کریمہ گناہ گاروں کے لیے بہت بڑا سہارا ہے مگر اس سے بھی بڑھ
 کرامید افزاء آیت " ولسوف يعطيك ربك فترضى " ہے۔ حضرت علی
 رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ علماء سے مخاطب ہو کر پوچھا کیا تم سب سے زیادہ امید افزاء
 اس آیت "یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسهم لا تقنطوا من رحمة اللہ"
 کو تصور کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا ہاں ہم اسی کو سمجھتے ہیں۔ فرمایا ہم اہل بیت یہ
 عقیدہ رکھتے ہیں:

ان ارحب آية في كتاب الله
 تعالیٰ قوله تعالیٰ ولسوف
 يعطيك ربك فترضى
 کہ قرآن مجید میں ولسوف يعطيك
 ربك فترضی سب سے بڑھ کر امید افزاء
 آیت ہے۔

یہ آیت سب سے بڑھ کر امید افزاء کیوں نہ ہو؟ امام قرطبی لکھتے ہیں کہ جب یہ
 آیت کریمہ نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا:

اذا والله لا ارض وواحد
 من امتی فی النار۔

اب خدا کی قسم میں اس وقت تک امنی
 نہیں ہوں گا جب تک میرا ایک امتی
 بھی دوزخ میں ہوگا۔

(القرطبی ۱۰: ۹۶)

مسند بزار میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں شفاعت کرتا رہوں گا اور لوگ جنت میں داخل ہوتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ کی طرف سے ندا آئے گی۔

اقد رضیت یا محمد؟ اے محمد کیا آپ خوب راضی ہو گئے ہیں؟
تو میں عرض کر دوں گا:

ای دبا قدر رضیت اے میرے رب اب میں بہت راضی ہوں۔
(الایمان بعوالم الاخرۃ، ۲۰۵۰)

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضا ہے محمدؐ

۴۔ شبِ اسرے کے دو لہا پہ دائم درود
نوشتہ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام

شبِ اسرے۔ معراج کی رات، دو لہا۔ وہ فرد جس کی شادی ہو رہی ہو، دائم۔
ہمیشہ، نوشتہ۔ سربزہ، بزمِ جنت۔ مجلسِ جنت یعنی جنت کی کمیٹی۔
اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب کو معجزہ معراج کے ذریعے وہ عظمت و مقام
عطا فرمایا جس پر خلیل و کلیم کو بھی رشک آگیا۔ اللہ حضرت نے آپ کے اسی مقام کی طرف
اشارہ کیا ہے

شبِ اسرے کے دو لہا

یہ ان تمام احادیث و روایات کی طرف اشارہ ہے جن میں یہ تذکرہ ملتا ہے کہ

معراج کی رات سرورِ عالم کو اللہ تعالیٰ نے دولہا اور تمام انبیاء و ملائکہ کو استقبالی اور بار آتی بنایا۔

دولہا کا غسل

بخاری و مسلم میں ہے جب آپ معراج کے لئے روانہ ہونے لگے تو سب سے پہلے جبریل امین کی معیت میں فرشتوں نے جھرمٹ میں لے کر آپ کو نہلایا۔ سینہ اقدس شق کر کے اسے اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات سے مالا مال کیا۔ اعلیٰ حضرت نے دوسرے مقام پر آپ کے اس غسل مبارک کا منظر یوں بیان کیا ہے۔

خدا ہی سے صبر جان پر غم دکھا ڈل کیوں کر تجھے وہ عالم

جب ان کو جھرمٹ میں لیکے قدسی جناں کا دولہا بنا ہے تھے

غسل مبارک میں جو پانی استعمال ہوا اس کی برکات کا تذکرہ یوں کرتے ہیں۔

وہی تو اب تک چھلک رہا ہے وہی تو جو بن ٹپک رہا ہے

نہانے میں جو گرا تھا پانی کٹو سے تاروں نے بھر لیے تھے

بچا جو تلووں کا انکے دھوون بنا وہ جنت کا رنگ و روغن

جنہوں نے دولہا کی پائی اترن وہ پھول گلزار نور کے تھے

اس کے بعد آپ کی خدمت میں بطور سواری براق پیش کیا گیا جس پر سوار ہو کر آپ

نے سفر معراج شروع فرمایا :

دولہا اور خوشبو

شعب ۸۸ اور ۹۲ کے تحت تفصیلاً آ رہا ہے کہ سرورِ عالم کا جسم اطہر ولادت کے

وقت ہی سے نہایت خوشبودار تھا۔ مصافحہ کرنے والا کئی دن تک اپنے ہاتھوں میں

خوشبو پاتا۔ جس راستے سے گذر ہوتا وہ بہت اٹھتا مگر جب آپ معراج پر تشریف لے گئے تو اس کے بعد آپ کے جسم اطہر سے دو لہا جیسی خوشبو آتی تھی۔ ابن مردویہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منذ اسرئى به ریحا مریح عروس و اظیب من مریح عروس۔
 شب اسرئى جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دو لہا بنایا گیا تو اس کے بعد آپ کے جسم اطہر سے دو لہا کی خوشبو کی طرح خوشبو آتی بلکہ آپ کی خوشبو دلہن کی خوشبو سے بھی زیادہ نفیس تھی۔
 (دلیل اللہ، ۲۰ : ۱۲۱)

اس روایت نے یہ بھی واضح کر دیا کہ "شب اسرئى کے دو لہا" کی اصطلاح صحابہ کے ہاں معروف تھی۔ اعلیٰ حضرت نے اسی کی ترجمانی کی ہے۔
نوشتہ بزم جنت

سابقہ گفتگو میں بھی گذرا کہ نظام جنت کے لئے جو مجلس و کمیٹی اللہ تعالیٰ نے قائم فرما رکھی ہے اس کے سربراہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس کا اعلان جنت کی ہر شے کو رہی ہے کہ میرے مالک "محمد" ہیں کیونکہ شے پر مالک کا نام ہی لکھا جاتا ہے۔ غیر کا نہیں۔ جنت کے گیٹ، حور و غلمان کے ماتھے اور درختوں کے پتوں پر حضور کا اسم گرامی لکھا ہے۔ اس پر کچھ گفتگو ابتدائی اشعار کے تحت آچکی ہے۔ یہاں ہم نے اس بات پر روشنی ڈالنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت حضور کے نام الاٹ فرمادی ہے۔ اب اللہ کے حکم سے جسے چاہیں دیں جسے چاہیں نہ دیں۔

عطار جنت کے چند مناظر

تقسیم و عطار جنت کے تمام مناظر تو روز قیامت سامنے آئیں۔ بعض مناظر کا تذکرہ

احادیث میں بھی ملتا ہے۔ ان میں حضرت ربیعہ بن کعب سلمی رضی اللہ عنہ کو جنت عطا کرنے کا واقعہ نہایت ہی مشہور ہے۔ آئیے انہی کی زبانی سنتے ہیں مسلم اور نسائی نے حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ ان الفاظ میں روایت کیا۔

كنت اتي رسول الله صلى الله عليه وسلم في خدمته
عليه وسلم بوضوءه ولحاجته
فقال سلني فقلت اسئلك
مرافقتك في الجنة قال
او غير ذلك قلت هوذا
قال فاعني على نفسك بكثرة
السجود - (مسلم و نسائي، باب فضل السجود)

میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں وضو کے لئے پانی اور دیگر ضروریات
سواک مصلی وغیرہ پیش کیا کرتا تھا ایک
مرتبہ آپ نے فرمایا اے ربیعہ مجھ سے
مانگو کیا مانگتے ہو میں نے عرض کیا آقا
جنت میں آپ کی رفاقت کا ہی سوال
ہے فرمایا اس کے علاوہ بھی کچھ عرض
کیا آقا وہی کافی ہے فرمایا تم کثرت سجدے
اپنی ذات پر میری مدد کرو۔

امام منذری نے المعجم الکبیر للطبرانی کے حوالے سے یہی واقعہ جن الفاظ میں روایت کیا ہے وہ نہایت ہی قابل توجہ ہے کہ حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

كنت اخدم النبي صلى الله عليه وسلم
عليه وسلم نهما هي فاذا كان
الليل اويت الي باب رسول الله
صلى الله عليه وسلم فبت
عنده فلا ازال اسمعه يقول
سبحان الله! سبحان الله!
سبحان ربي حتى تغلبنى عيني فانام

میں دن کو حضور کی خدمت کیا کرتا جب
رات آجاتی تو میں حضور ہی کی چوکھٹ پر
رات بسر کرتا میں آپ سے یہ کلمات سنتا،
سبحان الله! سبحان الله! سبحان ربي۔
یہاں تک کہ مجھے نیند آجاتی۔ ایک دن
آپ نے فرمایا: ربیعہ مجھ سے مانگ تاکہ
میں تجھے عطا کروں۔ میں نے عرض کیا

آقا مجھے غور و فکر کے لئے مہلت دیجئے
میں نے جب غور کیا تو مجھے یاد آیا کہ دنیا
ختم ہو جانی والی شئی ہے لہذا میں نے
عرض کیا آقا آپ سے سوال یہ ہے کہ
اللہ سے میرے لئے دعا فرمائیے کہ وہ
مجھے دوزخ سے نجات دے اور جنت
میں داخل فرمائے اس پر حضور نے
خاموشی اختیار فرمائی۔ پھر پوچھا اس سوال
کا نتیجہ کس نے مشورہ دیا؟ عرض کیا کسی
نے نہیں میں خود جانتا ہوں یہ دنیا فانی
اور جلدی ختم ہونے والی ہے اور آپ کا
اللہ کے ہاں جو مرتبہ ہے وہ آپ ہی کا
حصہ ہے۔ لہذا میں چاہتا ہوں آپ
میرے لئے دعا کریں۔ فرمایا اپنی ذات کی
کثرت سجد سے میری مدد کرو۔

فقال لی یومًا یا ربیعة سلنی
فاعطیک فقلت الظرفی حتی
انظر وتذکرت ان الدنیا فانیة
منقطعة نقلت یا رسول اللہ
اسألك ان تدعوا اللہ لی ان
ینجینی من النار و
یدخلنی الجنة فسکت رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم
قال من امرک بهذا؟
قلت ما امرنی بہ احد ولكنی
علمت ان الدنیا منقطعة فانیة
وانت من اللہ بالماکان الذی
انت فیہ فاجبت ان تدعوا
اللہ لی قال فاعنی علی نفسك
بکثرة السجود۔

(الترغیب والترہیب فی فضل السجود)

حضرت ربیعہ اور سب سے اعلیٰ جنت

ان روایات سے واضح ہو رہا ہے حضرت ربیعہ نے صرف جنت ہی کا سوال نہیں
کیا بلکہ جنت کے ساتھ حضور کی رفاقت کا بھی سوال کیا۔ بلکہ مقصود ہی رفاقت تھی چونکہ حضور
جنت میں سب سے اعلیٰ مقام پر ہوں گے تو گویا حضرت ربیعہ نے سب سے اعلیٰ جنت کا سوال کیا۔

عورت نے موسیٰ سے جنت مانگی مگر یہ اعرابی مجھ سے کیا مانگ رہا ہے

طبرانی اور مکارم الاخلاق میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام کا یہ معمول تھا جب کوئی سوال کرتا اور حضور کو منظور ہوتا تو نعم (اچھا) فرماتے ورنہ خاموش رہتے، کسی پر لا (نہیں) نہ فرماتے۔ ایک روز ایک اعرابی نے سوال کیا آپ خاموش رہے۔ اس نے سوال میں تکرار کیا تو آپ نے تمبیہ کے انداز میں فرمایا:

سئل ما شئت یا اعرابی اے اعرابی جو تیرا جی چاہے مانگ

حضرت علی کہتے ہیں اس پر ہمیں رشک آیا اور ہم نے خیال کیا

الان سئل الجنة۔ کہ اب جنت کا سوال کرے گا۔

اس نے اونٹ مانگا۔ آپ نے عطا کیا، زادِ راہ مانگا عطا کیا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا اس اعرابی کے اور بنی اسرائیل کی عورت کے مانگنے میں کتنا فرق ہے؟

اس کے بعد آپ نے یہ واقعہ سنایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ساتھ

دریا عبور کرنے کے لئے دریا کے کنارے پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے سواریوں کو منہ پھیر لینے

کا حکم دے دیا۔ جب وہ واپس پلٹیں تو موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں عرض

کیا یا اللہ کیا ماجرا ہے؟ فرمایا تم میرے یوسف کے مزار کے پاس ہو ان کا جسم اظہر ساتھ

لے لو۔ مگر مزار کہاں ہے اس کا علم کسی کو نہ تھا۔ ایک بوڑھی خاتون نے کہا مجھے علم ہے

فرمایا پھر بتاؤ بولی!

لا واللہ حتی تعطينی ما اللہ کی قسم نہیں بتاؤں گی یہاں تک

کہ جو میں آپ سے مانگوں وہ آپ اسٹلٹ۔

عطا کریں۔

فرمایا ٹھیک ہے۔ اس خاتون نے کہا:

انی اسئل ان اکون معک فی
الدرجة التي تكون فیها فی
الجنة -
میں جنت میں اسی درجہ کی خواہشمند
ہوں جو آپ کے لئے مخصوص ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا خاتون! جنت ہی پر اکتفا کرتا بیڑا سوال نہ کر۔
لیکن وہ خاتون نہ مانی۔ بار بار موسیٰ علیہ السلام اسے ٹالتے رہے اتنے میں اللہ کی طرف
سے وحی آئی:

اعطها ذلك فانه لن ينقص
شيئا فاعطاها -
جو مانگ رہی ہے وہی عطا کر دو۔
اس میں تمہارا کیا نقصان ہے؟ پس
موسیٰ علیہ السلام نے اسے اپنی رفاقت
عطا کر دی۔

اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کے مزارِ اقدس کی نشاندہی کی حضرت موسیٰ
علیہ السلام نے ان کا جسم اطہر ساتھ لے کر دریا عبور کیا۔ (الامن والعلی، ۱۵۷)
یعنی حضور نے واضح کیا کہ بنی اسرائیل کی خاتون حضرت موسیٰ سے جنت میں ان
کی رفاقت مانگ رہی ہے۔ لیکن یہ اعرابی صرف اونٹ اور زادراہ مانگ رہا ہے۔
آپ نے پہلے پڑھ ہی لیا ہے کہ حضرت ربیعہ نے آپ سے جنت میں رفاقت ہی مانگی
تھی کیونکہ بارگاہِ نبوت کے تربیت یافتہ تھے۔ اعرابی ابھی ان حقائق سے آگاہ نہ تھا۔

عرش کی زیب و زینت پہ عرشِ درود
قرش کی طینت و زینت پہ لاکھوں سلام

عرش - اللہ تعالیٰ کی جلوہ گاہ۔ آٹھواں آسمان 'زیب و زینت - حسن و بجاوٹ،

عرشی۔ عرش والا، فرش۔ زمین، طیب۔ مہک، نزہت۔ پاکیزگی۔
 سابقہ شعر میں سفر معراج کا ذکر آیا۔ اب عرشِ اعظم پر آپ کی جلوہ افروزی اور زمین
 پر قدم رنجہ فرمانے سے اسے جو برکات نصیب ہوئیں ان کی طرف اشارہ ہے۔

عرشِ اعظم پر جلوہ افروزی

قرآن مجید نے آپ کا عروج بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا :
 ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى فَكَانَ قَابًا
 قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ - (النجم،
 پھر وہ قریب ہوا اور قریب ہوا حتیٰ کہ
 دو کمانوں کی مانند بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا
 ان آیات کی تفسیر میں امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل
 کیا ہے

عرج بن جبریل الی سدرۃ
 المنتہی و دنا الجبار رب
 العزۃ فتدلی فكان قاب
 قوسین او ادنیٰ۔
 مجھے جبریل سدرۃ المنتہی تک لے گئے،
 اللہ رب العزت قریب آئے حتیٰ کہ دو
 کمانوں بلکہ اس سے کم فاصلہ رہ گیا۔

امام ابن عساکر اس کے تحت لکھتے ہیں۔

فتدلیہ علی ما فی حدیث
 شریک کان فوق العرش
 (منہ المنیہ، ۱۳۱)
 حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ
 یہ تدلی عرش پر تھی۔

امام خفاجی شب معراج حضور علیہ السلام کے عرش پر تشریف لے جانے پر گفتگو
 کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ورد فی المعراج انه صلی
 حدیث معراج میں یہ بھی ہے کہ جب

اللہ علیہ وسلم لما بلغ
 سدرۃ المنتہی جاہا بالرفوف
 جبریل علیہ السلام
 فتناولہ فطار بہ الی
 العرش۔

آگے چل کر لکھا :

علیہ یدل صحیح الاحادیث
 الاحاد الدالۃ علی دخوله
 صلی اللہ علیہ وسلم الجنة
 و وصولہ الی العرش۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی آپ کے اسی مقام کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں :

فرمود صلی اللہ علیہ وسلم پس گسترانیدہ
 برائے من رفرف سبز کہ غالب بود نور
 او بر نور آفتاب پس درخشید باں
 نور بصر من نہادہ شدم من بر آں
 رفرف و برداشتہ شدم تار سیدم
 بعش - (مدارج النبوة، ۱: ۱۴۹)

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں
 کہ پھر میرے لیے سبز رفرف بچھایا گیا
 اس کا نور آفتاب کے نور پر غالب تھا
 پس اس سے نور بصارت خوب روشن
 ہو گیا پھر مجھے اس رفرف پر بٹھایا گیا۔
 جو مجھے اٹھا کر عرش پر لے گیا۔

دوسرے مقام پر دیدار الہی کے بارے میں تحقیق کرتے ہوئے لکھا۔

تحقیق دیدار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 پروردگار خود را جل و علا دو بار یکے
 چوں نزدیک سدرۃ المنتہی بود دوم
 تحقیقی بات یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ
 علیہ وسلم نے اپنے پروردگار جل و علا کو
 دو مرتبہ دیکھا۔ ایک دفعہ سدرۃ کے

چوں بالائے عرش بآمد۔ پاس اور دوسری مرتبہ عرش کے

داشعة اللغات، باب روية الله تعالى، اور پیر۔

حضرت شیخ مجدد الف ثانی نے مکتوبات میں تحریر فرمایا

محمد رسول الله صلی الله علیہ وسلم کہ محبوب محمد رسول الله، رب العالمین کے محبوب

رب العالمین ست و بہترین موجودات اور تمام اولین و آخرین سے افضل ہیں۔

اولین و آخرین بدولت معراج بدنی آپ جسمانی معراج سے نوازے گئے

مشرف شد و از عرش و کرسی درگذشت عرش و کرسی سے آگے بلکہ زمان و مکان

و از مکان و زمان بالارفت۔ سے بالا ہو گئے۔

(مکتوب، ۲۷۲)

عرش کی زیب و زینت

عرش نے آپ سے جو فیوض و برکات حاصل کیں انہیں اعلیٰ حضرت نے "عرش کی زیب و زینت" کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔ ان میں سے بعض کا تذکرہ ملاحظہ ہو۔

عرش اعظم اور دامن مصطفیٰ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی محدثین اور اہل سیر کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ

چوں رسید آنحضرت بعرش دست زد جب اللہ کے حبیب عرش اعظم پر جلوہ

عرش بداماں اجلال و سے۔ افروز ہوئے تو عرش نے آپ کا دامن

رحمت پکڑ لیا۔ (مدارج النبوة، ۱: ۱۷۰)

اور عرض کیا یا محمد آپ ہی کی وہ ذات ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے جمال و محبت اور جلال و احدیت کا مشاہدہ عطا فرمایا ہے۔ یہیں جلوہ گاہ ہونے کے باوجود آج تک اس مشاہدہ سے

محروم ہوں۔ اے محمد جب مجھے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا تو میں اس کے ہیبت جلال سے کاج اٹھا۔ اللہ تعالیٰ نے میری پیشانی پر "لا الہ الا اللہ" تحریر فرمایا۔ مجھ پر ہیبت و جلال میں اور اضافہ ہو گیا۔

یہ آپ کے نام کی برکت ہے نظر کرم کا عالم کیا ہوگا؟

پھر اللہ تعالیٰ نے "محمد رسول اللہ" یعنی آپ کا نام تحریر فرمایا تو مجھ پر طاری ہیبت ختم ہو گئی۔

گشت اسم تو سبب آرام دل من و باطن
سرمین این بود برکت اسم تو بر من پس چگونہ
تیرا نام میرے دل و جاں کے آرام و سکون
کا وسیلہ بن گیا یہ تو آپ کے نام کی برکت ہے۔
کہ افتاد بر من نظر تو
کیا عالم ہو اگر آپ کی نگاہ شفقت نصیب
ہو جائے۔ (مدارج النبوة، ۱: ۱۷۰)

آپ کی رحمت سے عرش نے کیا حصہ پایا؟ اس کا ذکر "جان رحمت" کے تحت گزر چکا ہے۔
فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ ارطاب ہے پھریرا تیرا

فرش کی طیب و تزہیت

اس کائنات میں ہر طرف کفر، تاریکی، ظلمت و جہالت کا دور دورہ تھا۔ یہاں تک کہ مخلوق اپنے خالق سے بھی آگاہ نہ تھی۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے نور توحید جگمگا اٹھا جس سے کفر و جہالت کی تمام تاریکیاں چھٹ گئیں۔ حضور کی تعلیمات سے لوگوں کے ظاہر و باطن معطر اور خوشبودار ہو گئے۔ زمین اور معاشرے میں وہ بہار آئی جس کی مثال نہیں ملتی۔

تمام رشتے زمین کا مسجد اور پاک ہونا

سابقہ امتوں میں عبادت الہی کے لئے کچھ مقامات مخصوص ہوتے تھے ان کے علاوہ کسی دوسری جگہ عبادت کی اجازت نہ ہوتی۔ اگر کوئی شخص اس مخصوص جگہ کے کسی دوسری جگہ عبادت کرتا تو اس کی عبادت رد کر دی جاتی تھی مگر جب آپ کی تشریف آوری ہوئی اس زمین کو آپ کے قدم چومنے کا شرف ملا تو اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان فرمادیا کہ تمام زمین پاک ہے اس کے جس گوشے پر بھی مجھے یاد کر دو گے میں قبول کر دوں گا۔ رحمت عالم نے یہ اعلان ان کلمات میں فرمایا:

جعلت لی الارض مسجدًا
و طہورًا۔
اللہ تعالیٰ نے میری خاطر تمام روئے زمین
کو سجدہ گاہ اور پاک کر دیا۔

زمین کا ٹکڑا جنت بن گیا

زمین کا وہ حصہ جہاں آپ کی رہائش، تہجد گاہ، منبر اور محراب تھا اسے اللہ تعالیٰ نے جنت کا باغ فرمادیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

ما بین بیتی و منبری
روضۃ من ریاض الجنۃ
میرے گھر اور منبر کے درمیان جو جگہ ہے
یہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔

(البخاری، فضائل المدینہ)

زمین رشکِ عرشِ اعظم بن گئی

زمین کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ آپ اس میں آرام فرمائیں اور زمین کا وہ حصہ جو آپ کے قدموں کو بوسہ دے رہا ہے وہ عرشِ اعظم سے بھی افضل ہے۔ شیخ ابن عقیل

حنبلی تصریح کرتے ہیں:

انہا افضل من العرش - آپ کا روضہ اطہر عرش سے افضل ہے۔

(فضائل المدینہ المنورہ، ۱۰۶)

امام یوسف نبھائی رقم طراز ہیں کہ اس مسئلہ پر امت کا اجماع ہے،
ان البقعة التي دفن فيها . زمین کا وہ حصہ جس میں آپ تشریف
افضل من جميع البقاع . فرما ہیں بالاتفاق تمام زمین بلکہ کعبہ
بالاجماع ومن الكعبة والعرش . اور عرش سے افضل ہے۔

مولانا محمد ذکریا سہارنپوری آداب زیارت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
”جب قبہ خضرا پر نظر پڑے تو عظمت و ہیبت اور حضور کی علوشان کا استحضار
کرے اور یہ سوچے کہ اس پاک قبہ میں وہ ذات اقدس ہے جو ساری مخلوقات
سے افضل ہے انبیاء کی سردار ہے فرشتوں سے افضل ہے قبر شریف کی جگہ
ساری جگہوں سے افضل ہے جو حصہ حضور کے بدن مبارک سے ملا ہوا ہے وہ
کعبہ سے افضل ہے، عرش سے افضل ہے کسی سے افضل ہے حتیٰ کہ آسمان
وزمین کی ہر جگہ سے افضل ہے۔“ (فضائل حج، ۱۲۴)

نور عین لطافت پہ الطف درود

-۴

زیب زمین لطافت پہ لاکھوں سلام

عین - سراپا، لطافت - شفاف، الطف - سب سے پاکیزہ، زیب - زینت،

زمین - خوبصورتی

آپ کی ذات اقدس سراپا نور اور جسم اطہر لطافت و نظافت کا حسین مرقع تھا کثافت

کا وہاں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

قرآن وحدیث نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو شانیں بیان کی ہیں کہ آپ نور بھی ہیں اور بشر بھی اور ان دونوں شانوں کی کوئی نظیر اور مثال نہیں۔ آپ کی عظمت نورانیت پر تمام نوری مخلوق اور عظمت بشریت پر تمام بشری مخلوق فدا ہے۔ جب قرآن مجید نے آپ کی دونوں عظمتوں کا ذکر کیا ہے تو ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ان دونوں صفات کو صدق دل سے تسلیم کرے۔ کسی بھی مسلمان کے لئے یہ زیبا نہیں کہ وہ قرآن کی بعض آیات کو مان لے اور بعض کو نظر انداز کر دے۔ قرآن نے ایسی غلط ذہنیت پر یوں ضرب لگائی ہے۔

أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ

تَمَّ كِتَابِ كَعِبِ احْكَامِ بِرِ اِيْمَانِ

رَكْعَتِي هُوَ اَوْ بِبَعْضِ كَعِبِ سَاكِحْ كَفْرِي كَرْتِي هُوَ

الحمد لله ہمارا آپ کی دونوں شانوں پر ایمان ہے۔ یہاں چونکہ ذکر آپ کی نورانیت

کا ہے لہذا اسی کا تذکرہ ہوگا۔

نورِ مصطفوی اور قرآن

قرآن کریم نے حضور علیہ السلام کو سراپا نور قرار دیتے ہوئے فرمایا:

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَ بَلَاءٌ شَبِيهٌ تَهْلِكُ بِسِ اس اللہ کی طرف سے

كِتَابٌ مُبِينٌ۔ (المائدہ)

یہاں نور سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور روشن کتاب سے قرآن مراد ہے۔

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں:

المُرَادُ بِالنُّورِ مُحَمَّدٌ وَ

نُورٌ سَعْدَةُ مَحْمُودٌ وَ كِتَابٌ الْقُرْآنُ۔

قرآن مراد ہے

(تفسیر کبیر، ۶: ۱۸۹)

بعض لوگ آیت مذکورہ میں "واؤ" کو تفسیری قرار دیتے ہوئے نور اور کتاب دونوں سے قرآن ہی مراد لیتے ہیں۔ مفسرین اور محدثین نے ان کی خوب خبر لی ہے۔ حضرت طاہلی قاری فرماتے ہیں کہ واو اصلاً عطف و مغائرت کا لٹے ہے۔ جب کوئی مانع ہو تو تفسیر کے لیے بطور مجاز آتا ہے اور یہاں کوئی مانع ہی نہیں۔ اگر ہم یہاں اسے تفسیر کے لیے ہی مان لیں تو تب بھی کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ اس صورت میں بھی نور اور کتاب دونوں سے حضور کی ذات مراد ہوگی۔

وقد يقال في مقابلهم اى	نور اور کتاب سے قرآن ہی مراد لینے
مانع من ان يحمل النعتان	والوں سے یہ کہا جائے گا کہ یہاں ان
للمرسول صلى الله عليه وسلم	دونوں کو حضور کی نعت اور وصف
فانه نور عظيم كمال ظهوره	بنانے میں کیا رکاوٹ اور دشواری
بين الانوار وكتاب بين	ہے۔ آپ کی ذات نور ہی نہیں
من حيث انه جامع لجميع	بلکہ انوار کا سرشمہ ہے اور روشن کتاب
الاسرار و مظهر الاحكام و	بھی ہیں کیونکہ آپ تمام اسرار الہی کے
الاحوال و الاخبار۔	جامع، احکام شرعیہ کے شارح اور
(شرح الشفاء، ۱: ۲۲)	احوال و اخبار سے آگاہ فرمایا جاتے ہیں

علامہ سید محمود آلوسی نے یہی بات کہی اور ساتھ یہ واضح کیا کہ نور اور کتاب کا اطلاق کامل طور پر آپ کی ذات اقدس پر یقیناً ہوتا ہے۔

لا يبعد عندي ان يراد	میرے نزدیک اس میں کوئی بعتر نہیں
بالنور و الكتاب المبين	کہ نور اور کتاب مبین دونوں سے
هو النبي صلى الله عليه وسلم	حضور کی ذات مراد لی جائے کیونکہ
ولا شك في صحة اطلاق	ان کا اطلاق آپ کی ذات اقدس پر

کل علیہ علیہ الصلاة
والسلام (روح المعانی، ۶: ۹۷)

منکرین کے دو دلائل

بعض لوگ دونوں سے قرآن ہی مراد لینے پر اصرار کرتے ہوئے جو دلائل ذکر کرتے ہیں ان میں سے اہم دو دلائل ہیں :-

۱۔ سابقہ آیت میں حضور کا ذکر ہو چکا ہے لہذا یہاں قرآن کریم ہی مراد ہے۔ وہ آیت یہ ہے:

اے اہل کتاب تمہارے پاس	يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ
ہمارے رسول آئے ہیں وہ بہت سی	رَسُولُنَا يَبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا
ایسی چیزوں کو واضح کرتے ہیں جو تم	مِمَّا تَخْفُونَ وَيَعْفُونَ عَنْ كَثِيرٍ
نے چھپا دیں اور بہت سی باتوں سے	
درگزر کرتے ہیں۔	

۲۔ بعد والی آیت میں "يَهْدِي بِهِ" میں ضمیر واحد ہے جو واضح کر رہی ہے کہ یہاں الگ الگ نہیں بلکہ ایک ہی شے مراد ہے اور وہ قرآن ہے کیونکہ حضور کا ذکر پہلی آیت میں آچکا ہے

دلائل کا تجزیہ

پہلی دلیل اس لئے غلط ہے کہ سابقہ ذکر دوبارہ ذکر کی نفی نہیں کرتا بلکہ سابقہ ذکر دوبارہ ذکر پر قرینہ ہوتا ہے۔

اس پر دو تفسیریں ملاحظہ ہوں جن میں واضح کیا گیا ہے کہ سابقہ آیت نے

اس بات کا تعین کر دیا ہے کہ یہاں حضور کی ذات مراد ہے۔ علامہ محمود آوسی امام طیبیؒ کے حوالہ سے اسی بات کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

انہ اوفق لتکویر قولہ سبحانہ
و تعالیٰ قد جاءکم بغیر عطف
معلق بہ اولاً وصف الرسالۃ
والثانی وصف الکتاب۔
(روح المعانی، ۴: ۹۷)

نور سے ذات رسول مراد لینا زیادہ
مناسب ہے کیونکہ سابقہ آیت "یا اہل
الکتاب اور قد جاءکم من اللہ
کے درمیان اللہ تعالیٰ واو عطفہ (مغایرہ)
ذکر نہیں کیا تاکہ واضح ہو کہ رسولنا اور نور
سے ایک ہی ذات مراد ہے یعنی دونوں
جگہ اہل کتاب کو رسول منظر کے تشریف
لانے کی بشارت دی گئی۔ پہلے آیت میں
وصف رسالت اور دوسری میں وصف
کتاب کا ذکر ہے اور دونوں آپ کے وصف
ہیں۔

اسی بات کی تصریح مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی کی ہے وہ قد جاءکم من
اللہ نور و کتاب مبین کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

"اس کی ایک تفسیر یہ ہے جو میں نے ذکر کی کہ نور سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم
ہوں اور اس تفسیر کی تفسیر کی وجہ یہ ہے کہ اس سے مراد اوپر بھی قد جاءکم
رسولنا فرمایا ہے تو یہ قرینہ ہے اس پر کہ دونوں جگہ جاءکم کا فاعل ایک ہو"

(رسالہ النور، ۳۱)

ان تصریحات نے واضح کر دیا کہ سابقہ ذکر دوبارہ ذکر کے منافی نہیں بلکہ تعین پر
قرینہ ہوتا ہے۔

رہا معاملہ ضمیر کے واحد ہونے کا تو اولاً گزارش یہ ہے کہ دونوں سے حضور ہی کی ذات مراد ہے لہذا ضمیر واحد ہی آنا چاہیے تھی ثانیاً یہ کہ اگر دو چیزیں بھی مراد ہوں تو پھر ضمیر واحد کا آنا جائز ہوتا ہے کیونکہ ضابطہ یہ ہے کہ جب دو چیزیں کسی وصف میں مشترک ہوں تو دونوں کی طرف واحد کی ضمیر لوٹائی جاسکتی ہے کیونکہ وہ دونوں بمنزلہ واحد ہوتے ہیں۔

علامہ ابوالسعود نے ضمیر واحد لانے کی مختلف حکمتیں لکھیں۔

توحید الضمیر المجرور	یا تو دونوں ایک ہی شے ہیں حضور
الاتحاد المرجع بالذات او	یا قرآن، یا دونوں حکم واحد میں ہیں
لکونها فی حکم او ارید یمدی	یا مذکور مراد ہے۔
بما ذکر۔	

لطافتِ جسم نبوی

آپ سرابا پور ہونے کے باوجود لوگوں کی رہنمائی و ہدایت کے لئے لباس بشریت میں تشریف لائے۔ لیکن آپ کی بشریت بھی جسمانی کثافتوں سے میرا تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا جسم اطہر کائنات کی ہر شے سے بڑھ کر لطیف تھا ایک مقام پر آپ نے اجسام انبیاء کے بارے میں فرمایا:

نبئت اجسادنا علی ارواح	ہمارے اجسام اہل جنت کی مانند پیدا
الجنة (ذرقانی)	کئے گئے ہیں۔

اہل جنت کی ارواح کا لطیف تر ہونا ظاہر ہے یعنی ان کی بشریت بھی سرابا پور ہوتی ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی "وَاللَّاحِضَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَى" کی تفسیر میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ

کے درجات میں جو بلندی عطا فرمائی ہے ان میں سے ایک یہ ہے :

اول آنکہ بشریت تداً اصلاً وجود نماند
آپ میں بشریت کا وجود بالکل نہ رہے
وعلیہ نور حق بر تو علی سبیل الدوام حاصل
گیا اور نور حق کا غلبہ دائمی طور پر حاصل
شود (تفسیر عزیزی پیم: ۲۱۷) ہو جائے گا۔

مولانا رشید احمد گنگوہی آپ کی بشریت کو سراپا نور قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں :

آں ذات پاک صلی اللہ علیہ وسلم از جملہ
آدم علیہ السلام اند مگر آن حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم ذات خود را چنان مطہر فرمود کہ
نور حق خالص گشتند۔
آپ کی ذات اگرچہ اولاد آدم میں سے
ہے لیکن آپ نے اپنی ذات کو اس طرح
مطہر فرمایا کہ اب آپ سراپا نور قرار پائے۔

(اداد السلوک ۸۵)

جسم اطہر سے بڑھ کر کوئی شے لطیف نہیں

اس جسم کی لطافت کا عالم کیا ہوگا جس کی بشریت بھی خالص نور ہو چکی تھی۔ اہل بنی
مجدد الف ثانی آپ کے جسم اطہر کا سایہ نہ ہونے کی توجیہ یوں بیان کرتے ہیں۔
سایہ ہر شخص از شخص لطیف تراست
ہر شخص کا سایہ اس سے لطیف تر ہوتا
چوں لطیف تر از وے صلی اللہ علیہ
ہے اور آپ کے جسم اطہر سے بڑھ کر کائنات
و سلم در عالم نباشد اور اسایہ چه صورت
کی کوئی شے لطیف نہیں اس لیے آپ کا
سایہ کیسے ہو سکتا ہے؟

پھوول سے نازک بدن

جسم اطہر کی لطافت کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ زندگی کے تمام نجی اور معاشرتی معاملات
میں بے پروا پشیمکت کے باوجود پھولوں سے بھی زیادہ نازک تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام ایسی چار پائی پر آرام کرتے جو خرمہ کی رسی سے بنی تھی اور نیچے کوئی کپڑا تک نہ ہوتا۔

وكان ارق الناس بشرةً
حالانکہ آپ کا جسم اطہر تمام لوگوں سے نرم

(اخلاق النسبی وادابہ)

تھا۔

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے :

كان رسول الله صلى الله تعالى
آپ کا جسم انور نہایت ہی نرم تھا۔

عليه وسلم رقيق البشرة

(الوفا ۲۰ : ۲۰۴)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

نے ایک سفر کے دوران اپنے ساتھ سوار فرمایا۔

فما مسست شيئاً قط
میں نے آپ کے جسم اطہر سے بڑھ کر

الین من جلد رسول الله
کسی نرم شے کو لمس نہیں کیا۔

صلى الله عليه وسلم

(رسائل الهدی ۲۰ : ۱۱۲)

سرو و نازِ قدم ، مغزِ رازِ حکم

یکہ تازِ فضیلت پہ لاکھوں سلام

سرو۔ صنوبر کا درخت ، مراد قد محبوب ہے ، ناز۔ ادا و پیار ، قدم۔ قدیم ، مغز۔ دماغ و اصل ، راز۔ بھید ، حکم۔ حکمتیں ، یکہ۔ ہمیشہ ، تاز۔ سبقت لے جانا ، آپ کا وجود اقدس ، قدرت کا شاہکار اللہ تعالیٰ کے رازوں کا مرکز اور تمام مخلوق پر فضیلت میں سبقت لے جانے میں یکتا و بے مثل ہے ۔

خامہ قدرت کا حسن دستکاری واہ واہ
کیا ہی تصویر اپنے پیاسے کی سنواری واہ واہ

سرونازِ قدم

اللہ تعالیٰ نے دست قدرت سے اپنے محبوب کو اس قدر حسین و جمیل بنایا کہ وہ اپنی تخلیق میں یکتا و بے مثل قرار پائے۔ اُٹھے اس سرونازِ قدم کے جسم اطہر کے موزونیت و اعتدال سے کچھ آگاہی حاصل کریں۔

شاہکارِ ربوبیت کا جسمانی تناسب

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اقدس نہ تو مائل بہ فریبی تھا اور نہ ہی نحیف و ناتواں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس کی ساخت سر تا پا حسن اعتدال کا مرقع تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ اعضائے مبارکہ میں ایسا حسین تناسب پایا جاتا تھا کہ دیکھنے والا یہ گمان بھی نہ کر سکتا تھا کہ فلاں عضو دوسرے کے مقابلے میں فریب یا نحیف ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کی ساخت اتنی متناسب اور کمال موزونیت کا مرقع تھی کہ اس پر فریبی یا کمزوری کا حکم نہیں لگایا جاسکتا تھا۔ فریبی اور دبلا پن کی دونوں کیفیتیں شخصی وجاہت اور جسمانی حسن و وقار کے منافی سمجھی جاتی ہیں۔ چنانچہ رب العزت کو یہ بات کیونکر گوارا ہو سکتی تھی کہ کوئی اس کے کارخانہ قدرت کے شاہکار کی طرف کسی خلاف حسن و وقار امر کی نسبت کر سکے۔ خدائے عزوجل نے بالیقین اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو بے مثل اور تمام عیب و نقائص سے میرا بنایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سراپا کمال درجہ حسین و متناسب اور دل کشی و رعنائی کا حامل تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضائے مبارکہ اس قدر مثالی مناسبت کے آئینہ دار تھے کہ انہیں دیکھ کر ایک حسین

مجسم پیکر انسانی میں ڈھلتا دکھائی دیتا تھا۔ صحابہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسین سراپا کی مدح میں ہر وقت رطب اللسان رہتے تھے۔ ان کی بیان کردہ روایات سے مترشح ہوتا ہے کہ حسن ساخت کے اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کی خوبصورتی اور رعنائی و زیبائی اپنی مثال آپ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ اقدس اور شکم مبارک دونوں ہموار تھے تاہم سینہ نہایت حسن اعتدال کے ساتھ بطن مبارک کی نسبت ذرا آگے کی طرف ابھرا ہوا تھا۔ طب و صحت کے مسلمہ اصولوں کے اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کامل و اکمل طور پر متناسب الاعضاء اور وجیہ الصورت تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات میں حسن تام اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ یوں متشکل نظر آتا تھا کہ بقول شخصے ے

زفرق تا بہ قدم ہر کعب کہ می نگرم

کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا است

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سر تا قدم حسن مجسم تھے اور یہ فیصلہ کرنا محال تھا کہ صوری حسن جسد اطہر کے کس کس مقام پر کمال حسن کی کن کن بلندیوں کو چھو رہا ہے۔ صحابہ کرامؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپائے کو دیکھ کر بے خود رہ جاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن سراپا کے بیان میں اپنے عجز و کم مائیگی کا اعتراف کرتے۔ حق تو یہ ہے کہ ذاتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن سرمدی اظہار و بیان سے ماوراء تھا اور اہل عرب اپنی فصاحت و بلاغت کے تمام تر دعوؤں کے باوجود بھی اسے کما حقہ بیان کرنے سے عاجز تھے۔ ان کی کیفیتِ عجز کی عکاسی اس شعر سے بخوبی ہو جاتی ہے

دامان ننگہ تنگ گل حسن تو بسیار

گلچیں بہار تو ز دامن گلہ دارد

دنگاہ کا دامن تنگ ہے اور تیرے حسن کے پھول کثیر ہیں، تیری بہار سے پھول

چیننے والوں کو اپنے دامن کی تنگی کی شکایت ہے) حضرت ہند ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کی تخلیق کے بارے میں روایت ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم معتدل الخلق باذن مناسب
 آپ کے وجود اقدس کا ہر عضو انتہائی متناسب تھا اور پر گوشت ہونے کے باوجود اس میں ڈھیلا پن نہ تھا۔

"معتدل الخلق" کا معنی ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

ان جميع اعضاء جسمه الشرفية خلق الله تعالى كاملة مناسبة مع بعضها غير متنافرة
 اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام اعضاء شرفیہ کو اس طرح کامل متناسب پیدا فرمایا کہ ان میں نہایت موزونیت و وقار تھا۔

(سیدنا محمد رسول اللہ، ۲۱۸)

حضرت ابو الطفیل عامر بن وائلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم مقصداً
 رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم و اعضاء میں نہایت ہی اعتدال تھا۔
 (المسلم، کتاب الفضائل)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے حسن خلقت کے بارے میں کہتے ہیں:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم احسن الناس خلقاً
 حضور علیہ السلام اپنی خلقت میں تمام لوگوں سے حسین تھے۔
 (مخلفاء البخاری، کتاب المناقب)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ آپ کے جسم اطہر کے اعتدال و موزونیت

کو واضح کرتے ہوئے کہتے ہیں :
 کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسن الجسم - (شمائل ترمذی)

مغز راز حکم

آپ کی ذات اقدس اللہ تعالیٰ کے اسرار و رموز سے کاملاً آگاہ اور ان کا
 خزانہ و مرکز ہے۔ جو بھید اور حکمتیں اللہ تعالیٰ نے آپ پر منکشف فرمائیں دوسرے
 اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ قرآن آپ کے مقام قرب کے بارے میں بیان کرتا
 ہے۔

پھر وہ قریب ہوا پھر اور قریب ہوا	ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى فَكَانَ قَابَ
پس دو کمانوں کی مانند بلکہ اس سے	تَوْسَيْينَ اَوْ اَدْنَى فَاَوْحَى اِلَى
بڑھ کر قریب ہو گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے	عَبْدِهِ مَا اَوْحَى
اپنے برگزیدہ بندے سے گفتگو	(انجیل ۲)

فرمائی جو فرمانا تھی۔

یعنی محب و محبوب کے درمیان راز و نیاز کی جو گفتگو ہوئی وحی فرمانے والا یا وحی
 سننے والا ہی جانتا ہے دوسرے کو اس کی کیا خبر؟

مغز تم ہو اور وہ پوست اور ہیں باہر کے دوست
 تم ہو درون سرا، تم یہ کروڑوں درود
 ایک اور مقام پر باغ و بیابان میں ہونے والی گفتگو کے بارے میں کہتے ہیں :
 غنچے ما اوحی کے جو پھلکے دنی کے باغ میں
 بلبلی سدرہ تک ان کی بوسے بھی محرم نہیں

قرآنی وحی پر ہی نظر ڈالیے۔ اس وحی کے رموز سے کاملاً آپ ہی آگاہ ہیں۔
مثلاً حروف مقطعات الموحی وغیرہ کا علم حقیقی آپ کے علاوہ کسی کے پاس
نہیں۔ اسی وجہ سے مفسرین نے انہیں اللہ اور اس کے رسول کے درمیان راز و
نیاز کی گفتگو قرار دیا ہے۔ اہل دل اسی مقام کے پیش نظر آپ کو "کنز اعظم"
مانتے ہیں۔ شیخ ابوالعباس التجانی لکھتے ہیں کہ آپ کی ذات کنز اعظم ہے۔

ہو جامع الاسرار والعلوم	آپ اللہ تعالیٰ کے اسرار، علوم،
والمعارف والتجلیات الذاتية	معارف، تجلیات ذاتیہ، صفاتیہ،
والصفاتیة والاسمائیة	اسمائیہ، فعلیہ اور صوریہ کے جامع
والفعلیة والصوریة	ہیں۔ جب یہ تمام اشیاء آپ کی ذات
فما کملت فیہ صلی اللہ علیہ	اقدس میں کاملاً جمع ہوئیں تو آپ
وسلم هذه الجمیعة کان هو	کنز اعظم ٹھہرے کیونکہ آپ ہی سے
الکنز الاعظم اذ بسبب ذلك	تمام مطالب، اسرار، انوار، مشاہدات،
تستفاد منه جمیع المطالب	توحید، یقین، ایمان اور بارگاہ خداوندی
والاسرار والانوار والمشاهدات	کے آداب سے آگاہی ہوتی ہے
والتوحید والیقین والایمان	اور آپ ہی تمام موجودات کے
وآداب الحضرة الالهیة اذ	لئے ذریعہ فیض ہیں۔
هو المفیض لجمیعا علی جمیع	
الوجود جملة وتفصیلا	

(جواب البحر، ۳: ۶۳)

کائنات کے سب سے بڑے راز "توحید باری" سے مشاہدہ ذات کے ساتھ
آگاہ فرمانے والے آپ ہی ہیں۔

مولانا ظفر علی خاں نے سچ کہا ،
جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے کھل نہ ہوا
وہ رازاں کملی والے نے بتلادیا چند اشاروں میں

یکہ تازہ فضیلت

آپ تمام فضائل کے جامع اور فضیلت میں دوسروں سے سبقت لے جانے والے ہیں یعنی کائنات ہستی کے افراد میں جو جو فضیلتیں الگ الگ ظہور پذیر ہوئیں وہ حضور کی ذات اقدس میں کامل طور پر جمع ہیں :

قرآن کریم نے یہ بات بھی کھول کر بیان کر دی ہے کہ اس کائنات کے تمام ظاہری و باطنی حسن و جمال کو آپ کی ذات میں جمع کر دیا گیا ہے کیونکہ تمام مخلوق میں برگزیدہ انبیاء و رسل علیہم السلام ہیں اور آپ کی ذات ، ان تمام میں موجود اوصاف و کمالات کا مجموعہ ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام برگزیدہ انبیاء کرام کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا :

أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ
یہ جماعت ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے

ظاہری و باطنی کمالات سے نوازا ہے ۔

فِي هَذَا هُمْ أَقْتَدَا -

اے محبوب آپ بھی انہی آپسے آپ کو متصف کر لیجئے۔

(الانعام ، ۶۰ : ۹۰)

آیت مبارکہ میں ہدایت سے مراد سابقہ انبیاء کے شرعی احکام نہیں کیونکہ وہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد و بعثت کے ساتھ ہی منسوخ ہو گئے ہیں ۔ بلکہ اس سے مراد وہ ظاہری و باطنی اوصاف و کمالات ہیں جن کی وجہ سے ان انبیاء کو تمام مخلوق پر فوقیت حاصل ہے ۔ چنانچہ وہ کمالات و امتیازات جو دیگر انبیاء کی شخصیات میں فرداً فرداً موجود تھے یہ سب صلی اللہ علیہ وسلم میں بدرجہ اتم جمع کر دیے گئے ۔ اور اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم جامع

کمالاتِ نبوت قرار پانگئے۔

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ پیدہ بیضاداری

آنچہ خوبال ہمہ دارند تو تنہاداری

امام قطب الدین رازی آیت کریمہ سے آپ کے افضل الانبیاء ہونے پر استدلال کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

یہ امر متعین ہے کہ اس آیت میں احکام

شرعیہ میں اقتداء کا حکم نہیں، بلکہ اخلاق

فاضلہ و صفات کاملہ مثلاً حلم، صبر، زہد

و شکر وغیرہ کے حصول کا حکم ہے اور یہ آیت

مبارکہ اس امر پر دلیل قطعی کا درجہ رکھتی ہے

کہ اس اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم

تمام انبیاء سے افضل ہیں۔ پس

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تمام خصائص

و کمالات جو دیگر انبیاء میں متفرق

طور پر تھے ان تمام کو اپنی سیرتِ مطہرہ میں

جمع فرمایا۔ لہذا آپ جس طرح ہر نبی سے

افضل ہیں اسی طرح تمام انبیاء سے بھی

افضل ٹھہرے۔

انه يتعين ان الاقتداء

بالمؤثر به ليس الا في

الاخلاق الفاضلة و

الصفات الكاملة كالعلم و

الصبر و الزهد و كثرة

الشكر و التضرع و غيرها

و يكون في الآية دليل على

انه صلي الله عليه وسلم

افضل منهم قطعاً فاجتمع

فيه من خصائل الكمالات ما

كان متفرقاً فيه وحينئذ

يكون افضل من

جميعهم قطعاً كما انه

افضل من كل واحد منهم

رد روح المعاني ۱: ۷۱۷

امام فخر الدین رازی آیت کا معنی بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

هذا يقتضى انه اجتمع فيه
من الخصال المرضية ما كات
متفرقا فيهم فوجب ان يكون
افضل منهم -
اس آیت سے واضح ہو رہا ہے کہ تمام
اطلاق حسنة جو متفرق طور پر انبیاء علیہم السلام
میں موجود تھے آپ کی سیرت طیبہ میں اپنے
شباب و کمال کے ساتھ جمع ہیں۔ لہذا آپ
کو تمام انبیاء سے افضل ماننا لازم ہے۔
(تفسیر کبیر، ۵: ۲۰۹)

۸۔ نقطہ سر وحدت پہ نیکیت اور دور مرکز دور کثرت پہ لاکھوں سلام

نقطہ - خط کی انتہا، سر - راز و بھید، وحدت - اللہ تعالیٰ کا ایک ہونا،
یکتا - بے مثل، مرکز - دائرہ کا وسط، دور - عہد، کثرت - بہتات۔
اس مقام پر حضور علیہ السلام کے دو خصائص مبارکہ — توحید کے سرلسبہ راز
کا نقطہ آغاز اور تمام حقائق کا اصل اور مرکز ہونے — کا تذکرہ ہے۔

نقطہ سر وحدت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے :

كنت كنزا مخفيا فاجبت
میں ایک مخفی اور سرلسبہ خزانہ تھا مجھے

ان اعرف فخلقت المخلوق۔
اس امر سے محبت ہوئی کہ میں پہچانا

جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔

اور یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ تمام مخلوق میں سب سے پہلے جس ذات اقدس کو پیدا

کیا گیا وہ حضور ہی کی ذات تھی۔ بلکہ احادیث قدسیہ میں یہ بھی موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ

نے فرمایا :

لولاک لما اظہرت الیوبیة اے حبیب اگر آپ نہ ہوتے تو میں

اپنا رب ہونا ظاہر ہی نہ کرتا

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی ان احادیث کے پیش نظر لکھتے ہیں :

"سبب ایجاد کائنات محبت ہے اور اس کا مقتضی اول اور تعین و ظہور

اول ذات حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ محبت مقتضائے ذات خداوند جل

وجل ہے اور ذات حبیب کبریا مقتضاء حبیب ہے لہذا انہی سے ظہور ربوبیت

ہوا اور وہ رحمۃ للعالمین بنائے گئے تو اللہ تعالیٰ کی شان رب العالمین کا ظہور

شروع ہوا اور یہ صفت ظہور پذیر نہ ہوتی جس طرح کہ ذات کنز مخفی رہتی اگر

حب منصفہ شہود پر جلوہ گر نہ ہوتی۔" (مکتوبات، مکتوب ۱۳۲)

مرکز و مرکزیت

آپ کی ذات اقدس تمام حقائق کائنات کا مبداء و مرکز ہے۔ امام قسطلانی

"الدر العظیم فی مولد الکریم" کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے

حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو فرمایا اے آدم ہم نے تمہاری رکنیت ابو محمد رکھی ہے۔

عرض کیا یا اللہ اس کی حکمت کیا ہے؟ فرمایا: اے آدم اپنے سر کو اٹھائیے۔ جب انہوں

نے سر اٹھایا تو سر پر وہ عرش میں نور محمدی کو دیکھ کر عرض کیا اے پروردگار عالم یہ نور

کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ تیری ذریت اور اولاد میں سے ایک عظیم نبی کا نور ہے۔

جس کا نام آسمان میں احمد اور زمین میں محمد ہے۔

لولا ما خلقت ولا خلقت اگر ان کا وجود نہ ہوتا تو میں تجھے پیدا

سما و لا ارضاً نہ کرتا اور نہ کسی آسمان کو پیدا کرتا اور نہ

ہی زمین کو۔

اس کی تائید وہ روایت بھی کرتی ہے جسے امام حاکم نے روایت کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے عرش پر حضور کا نام لکھا ہوا دیکھا تو پوچھا یہ کونسی تہستی ہے۔ فرمایا: اے آدم یہ نہ ہوتے تو میں تمہیں پیدا نہ کرتا۔ (المواہب مع الزرقانی ۱۰: ۴۴)

طاعلی قاری دہلی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس جبریل امین آئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام دیا:

یا محمد لولاک ما خلقت
الجنة ولولاک ما خلقت
النار و فی روایة ابن عساکر
لولاک ما خلقت الدنيا -
(موضوعات کبیر، ۵۹)

اے جیب اگر آپ موجود نہ ہوتے
تو میں جنت کو پیدا نہ کرتا۔ اگر آپ
موجود نہ ہوتے تو میں دوزخ کو پیدا
نہ کرتا۔ روایت ابن عساکر میں ہے
اگر آپ موجود نہ ہوتے تو میں دنیا
پیدا نہ کرتا۔

امام جلال الدین سیوطی حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی فرمائی اے عیسیٰ خود بھی محمد پر ایمان لاؤ اور اپنی امت کو حکم دیجئے ان میں سے جتنے لوگ ان کا زمانہ ظہور پائیں ان پر ایمان لائیں۔

فلولا محمد ما خلقت آدم
ولا الجنة ولا النار
اگر محمد نہ ہوتے تو میں نہ آدم کو پیدا
کرتا اور نہ ہی جنت و دوزخ۔

(النصائص الکبریٰ، ۷)

امام حاکم نے اسے روایت کر کے صحیح قرار دیا۔
امام قسطلانی ابن سبع اور عوفی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی سے فرمایا:

من حبيك اسطعم البطحا و میں آپ کی محبت اور آپ کی موجودگی

اموج الموج و ارفع السماء کے صدقہ میں بطحا کا فرش بچھاؤں گا۔

واجعل الثواب والعقاب۔ سمندروں کو پیدا کر کے ان میں تلاطم

والمواہب مع الزرقانی، ۱: ۲۲۱ امواج پیدا کروں گا اور آسمانوں کے

خیمہ کو بلند ہی پر نصب کروں گا اور ثواب و عقاب کی جگہ جنت و دوزخ بناؤں گا۔

۹۔ صاحب رجعت شمس و شق القمر

نائب دست قدرت پہ لاکھوں سلام

صاحب۔ مالک، رجعت۔ لوٹانا، شمس۔ سورج، شق۔ چیرنا، قمر۔ چاند،

نائب۔ قائم مقام، دست۔ ہاتھ، قدرت۔ خدائی اختیارات۔

یہاں یہ واضح کیا جا رہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اللہ تعالیٰ

کی نائب اعظم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو اختیارات عطا فرمائے ہیں ان کو بروٹے کار

لاتے ہوئے آپ نے سورج کو واپس اور چاند کو دو ٹکڑے کر دیا۔

آپ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اعظم ہیں

ہر نبی اور رسول اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے لیکن سب سے عظیم خلیفہ نبی اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم ہیں۔ علامہ آلوسی "و اذ قال دبل" کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ یہ بڑا ہی پر لطف

خطاب ہے کیونکہ جو مستی مخاطب ہے

فہو علی الحقیقۃ الخلیفۃ الاعظم وہی تمام مخلوق میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ

فی الخلیقة والامام المقدم
 فی الارض والسماوات العلی
 ولولا ما خلق آدم بل ولا
 اعظم تمام آسمانوں اور زمین میں سب کے
 پیشوا اور مقتدا ہیں اگر آپ نہ ہوتے
 تو آدم بلکہ کسی کو بھی پیدا نہ کیا جاتا۔

ولا (روح المعانی، ۱: ۲۱۸)

اس لئے اللہ تعالیٰ کے بعد اس کائنات میں صاحب اختیار ذات آپ ہی کی

تیری مرضی پا گیا سورج پھر اٹھے قدم

ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو مالِ غنیمت تقسیم کرنے کے لیے
 بھیجا واپس آئے تو جماعتِ عصر ہو چکی تھی۔ حضور علیہ السلام حضرت علی کی گود میں سر
 رکھ کر لیٹ گئے اور تقسیم مال کی رپورٹ لی۔ اسی حالت میں حضور علیہ السلام پر وحی
 نازل ہونا شروع ہوئی۔ بعض روایات کے مطابق حضور علیہ السلام آرام فرما ہوئے
 تھے۔ ان میں تضاد نہیں کیونکہ دونوں چیزیں ہو سکتی ہیں۔ اسی کیفیت میں سورج ڈوب
 گیا۔ حالانکہ سیدنا علی نے نمازِ عصر ادا کرنا تھی۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا
 بیان کرتی ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حضور عرض کیا:

اللهم انه كان في طاعتك
 وطاعة نبيك فاردد عليه
 الشمس -
 اے اللہ علی تیری اور تیرے نبی کے
 طاعت میں تھا اس لئے سورج کو
 واپس لوٹا دیجئے۔

سورج ڈوب چکا تھا لیکن آپ کے ارشادِ گرامی کے تحت سورج پلٹ آیا۔
 لحتی رفعت علی الجبال فقام
 علی فتوضاً و صلی العصر ثم
 حتی کہ پہاڑ روشن ہو گئے۔ علی نے وضو
 کیا عصر ادا کی پھر سورج غروب ہوا

غابت الشمس - (شمائل الرسول، ۱: ۱۸۹)

تیری انگلی اٹھ گئی مہ کا کلیجہ چر گیا

حضرت انس، ابن مسعود، ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ اہل مکہ نے آپ سے مطالبہ کیا کہ اگر تم سچے نبی ہو تو چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھاؤ چونکہ وہ آپ کو جادوگر سمجھتے تھے اور آسمان پر جادو کا اثر نہیں ہو سکتا اس لئے انہوں نے آپ کے سامنے یہ مطالبہ رکھا

فأراهم القمر شقين حتى
رأوا حراء بينهما
(بخاری، باب انشقاق القمر)

حضور علیہ السلام نے انہیں چاند دو
حصوں میں اس طرح بٹا ہوا دکھایا کہ
انہوں نے جبل حراء (جبل نور) کو دونوں
حصوں کے درمیان دیکھا۔

محدث رزیں نے ان الفاظ کا اضافہ بھی کیا ہے۔

فكانوا يتلقون الركبان
فيخبرونهم انهم قد راوا
فيكذبوهم۔
(الجامع الاصول، ۱۱ : ۳۹۶)

مسافر قریش مکہ سے ملتے تو بتاتے کہ
انہوں نے بھی چاند کو دو ٹکڑے ہوتے
دیکھا ہے اس پر قریش انہیں جھوٹا کہتے
تھے۔

امام ابوداؤد الطیالسی نے بھی یہ الفاظ روایت کیے ہیں۔ بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ:

اِثْرَيْتِ السَّاعَةَ وَانْشَقَّ
القَمَرُ
(سورة القمر)

قیامت قریب ہے اور قمر شق ہو گیا

سے مراد بھی یہی واقعہ ہے۔

جس کے زیرِ لواءِ آدم و من سوا

-۱۰-

اس سزائے سیادت پہ لاکھوں سلام

زیرِ نیچے، آدم۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر، تمام انسانیت کے جدِ امجد، من سوا۔
ان کے علاوہ تمام مخلوق، سزائے۔ لائق، سیادت۔ سرداری۔

یہ بھی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاماتِ عالیہ میں سے ایک مقام ہے
کہ قیامت کے روز حضرت آدم علیہ السلام اور تمام انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں
سمیت حضور کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اس مرتبہ کا ذکر متعدد دفعہ خود
سرورِ عالم نے فرمایا:

لوائے حمد میرے ہاتھ میں ہوگا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہر نبی کو کسی نہ کسی خصوصی دعا کا حق دیا گیا جس کو اس نے اس دنیا میں ہی پورا کر
لیا مگر میں نے اپنی امت کے لیے شفاعت کی دعا محفوظ رکھی ہوئی ہے۔ قیامت
کے دن میں بنی آدم کا سردار ہوں گا مجھے اس پر فخر نہیں۔ میں پہلا شخص ہوں گا جو زمین
سے نمودار ہوگا۔

دبیدی لواء الحمد ولا فخر	اور حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا
آدم فمن دونہ تحت لوائی	مگر اس پر فخر نہیں آدم اور ان کے
ولا فخر	بعد آنے والے تمام انبیاء میرے
(مسند احمد، ۱: ۲۸۱)	جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور
	مجھے فخر نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام انبیاء پر مجھے چھ ایسی چیزوں کے ساتھ فضیلت بخشی گئی ہے جو مجھ سے پہلے کسی اور نبی کو عطا نہیں کی گئیں۔ مجھے اگلے اور پچھلے لوگوں پر مغفرت کی بشارت دی گئی ہے۔ مجھ پر مالِ غنیمت حلال کر دیا گیا۔ میری امت کو تمام اُم سے بہتر اور تمام روٹے زمین کو میری خاطر مسجد اور پاک کر دیا گیا۔ مجھے حوض کوثر عطا کیا گیا۔ مجھے رعب و دیدہ دیا گیا۔

والذی نفسی بیدہ ان
صاحبکم لصاحب لواء الحمد
یوم القیامۃ تحتہ آدم فمن
دونہ۔ (مجمع الزوائد ۸: ۲۶۹)

قسم مجھے اس ذات کی جس کے قبضہ
میں میری جان ہے روز قیامت تمہارے
نبی کے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور
اس کے نیچے آدم سمیت تمام انبیاء
ہوں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جب لوگوں کو اٹھایا جائے گا تو میں پہلا ہوں گا جب لوگ اکٹھے ہو کر آئیں گے تو میں
ان کا خطیب بنوں گا۔ لوگ جب مایوس ہو جائیں گے تو میں انہیں بشارت کے ذریعے
سہارا دوں گا۔

لواء الحمد یومئذ بیدی
وانا اکرم ولد آدم علی ربی
ولا فخر۔

اس دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ
میں ہوگا اور میں اپنے رب کی بارگاہ
میں بنی آدم میں سب مکرم و معزز
ہوں مگر مجھے اس پر فخر نہیں۔

حضرت ابوسعید خدری سے آپ کا یہی ارشاد گرامی ان الفاظ میں مروی ہے۔

بیدی لواء الحمد ولا فخر
وما من بنی یومئذ آدم
حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا
مگر مجھے فخر نہیں اور حضرت آدم

فمن سواہ الا تحت لوائی
 سمیت تمام انبیاء میرے جھنڈے
 کے نیچے ہوں گے۔
 (الترمذی، کتاب المناقب)

تمام اولادِ آدم میرے جھنڈے کے تلے ہوگی

سابقہ روایات میں گزرا کہ تمام انبیاء علیہم السلام حضور کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ اب آپ وہ ارشاد سنئے جس میں فرمایا تمام اولادِ آدم میرے جھنڈے تلے ہوگی۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ صحابہ نے آپ سے عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو خلیل، حضرت عیسیٰ کو اپنا کلمہ دروح اور حضرت موسیٰ کو کلیم بنایا یا رسول اللہ!

فماذا اعطيت انت
 آپ کو کونسا خصوصی درجہ دیا گیا ہے!

ولد آدم کلہم تحت رأیتی
 روز قیامت تمام اولادِ آدم میرے
 جھنڈے تلے ہوگی اور میں ہی سب
 سے پہلے شخص ہوں گا جس کی خاطر
 جنت کا دروازہ کھولا جائے گا۔
 (الایمان بجزء الم الاخرہ، ۱۶۵)
 بحوالہ ابن عساکر والبقیم)

حضرت انس سے مروی دوسری روایت میں مومنین کا ذکر بھی ہے:
 وتحتہ آدم ومن دونہ
 ومن بعدہ من المومنین
 اس کے نیچے آدم و دیگر انبیاء
 اور تمام مومن ہوں گے۔

دلائل النبوة لابن نعیم، ۱: ۶۴

اس سے بڑھ کر کسی شخصیت کو کیا مرتبہ مل سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام انبیاء

اس کے دامن رحمت کی پناہ میں ہوں گے۔ اعلیٰ حضرت نے اسی مبارک منظر کا ذکر کرتے ہوئے آپ کی اس قیادت و سیادت پر سلام عرض کیا ہے۔
دوسرے مقام پر بارگاہِ خداوندی میں التجا کرتے ہیں کہ اس لواء کے تلے مجھے بھی حضور کی ثناء کا موقعہ عطا ہو۔

صبا وہ چلے کہ باغ پھلے، وہ پھول کھلیں کہ دن ہوں بھلے
لواء کے تلے ثنا میں کھلے رضا کی زباں تمہارے لئے
اے اللہ ہمیں بھی آپ کے جھنڈے کے نیچے جگہ عطا فرما۔ آمین!

عرشِ تافرش ہے جس کے زیرِ نگیں
اس کی قاہر ریاست پہ لاکھوں سلام

عرش، اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کی جلوہ گاہ سب سے بلند، تا تک
فرش۔ روٹے زمین، زیرِ نگیں۔ تابع، قاہر، زبردست، ریاست، حکومت۔
یہ آپ کی حکومت و سلطنت کا ذکر ہے کہ عرش سے لے کر فرش تک کائنات
کی ہر شے اللہ کے حبیب کے حکم کے تابع ہے۔

قرآن مجید میں یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ زمین و آسمان کی ہر شے انسان کے تابع
ہے بشرطیکہ وہ خدا کا فرمانبردار ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمٰوٰتِ
وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لٰٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ
يَّتَفَكَّرُوْنَ۔ (الجماعۃ، ۱۳۰)

اللہ نے تابع کر دیا تمہارے لئے ہر
اس چیز کو جو آسمانوں پر ہے اور ہر
اس چیز کو جو زمین میں ہے تمام کی تمام
اس میں تدبیر کرنے والوں کے لئے

نشانیوں ہیں۔

دوسرے مقام پر فرمایا :
 أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا
 فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَ
 أَنْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعْمَهُ ظَاهِرَةً
 وَبَاطِنَةً

کیا تم نہیں دیکھتے بلاشبہ اللہ نے
 تمہارے تابع کر دیا ہر اس چیز کو جو
 آسمانوں اور زمین میں ہے اور اس
 نے تم پر ظاہری و باطنی نعمتیں نچھاور
 فرادی ہیں۔

دلقنن ، ۲۰۰

حاجی امداد اللہ مہاجر علی اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ یہ مقام و مرتبہ کسے نصیب
 ہوتا ہے۔ عارف کامل پر ایک مقام آتا ہے

دریں مرتبہ عارف متصرف عالم گرد
 و سخر لکم ما فی السموات و
 ما فی الارض ظہور پذیر و صاحب
 اختیار باشد۔

جس میں وہ تمام جہان پر متصرف
 ہو جاتا ہے اور سخر لکم ما فی
 السموات و ما فی الارض کا اظہار
 ہوتا ہے۔ اور وہ صاحب اختیار ہو
 جاتا ہے۔

رضیاء القلوب ، ۲۹۰

آپ غور کیجئے جب یہ ایک امتی عارف کا مقام ہے تو پھر نبی اور پھر سید الانبیاء
 کا کیا مقام ہوگا؟ ہم یہاں چند احادیث کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس
 مقام کی نشاندہی کر رہے ہیں۔

زمین و آسمان پر حضور کی حکومت

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا ہر نبی کے دو وزیر آسمان اور دو زمین پر ہوتے ہیں۔

فاما وزیرای من اهل السماء میرے آسمانی وزیر جبریل و میکائیل

فجبریل و میکائیل و اما
وزیرای من اهل الارض
اور میرے زمینی وزیر البکر و عمر
ہیں۔
فالبکر و عمر۔

(الترمذی، باب المناقب)

آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ کی ولادت
مبارکہ کے بعد ان الفاظ میں اعلان ہوا۔

قبض محمد علی الدنيا
كله لم يبق خلق من اهلها
الا دخل في قبضه۔
تمام دنیا محمد کے قبضہ میں اور زمین و
آسمان کی کوئی مخلوق ایسی نہیں جو ان
کے زیر نگیں نہ ہو۔

(زرقانی، ۱: ۱۱۴)

خرائین زمین کی چابیاں

یہ متفق علیہ روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
بینا انا ناسم اتیت بمفاتیح خزائن
الارض فوضعت فی یدی
ہیں سو رہا تھا کہ تمام خرائین زمین کی
چابیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھ میں رکھ
دی گئی۔
(البخاری، ۱۰: ۴۱۸)

جنت کی چابیاں

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:
والی مفاتیح الجنة یوم القیامة
ولا فخر۔
روز قیامت جنت کی چابیاں میرے پاس
ہوں گی مگر مجھے اس پر فخر نہیں۔

حضرت انس سے یہ الفاظ مروی ہے :
 لواء الکرامة ومفاتيح الجنة
 و لواء الحمد يومئذ بيدى
 روزِ قیامت کرامت و حمد کا جھنڈا اور
 جنت کی چابیاں میرے پاس ہوں گی۔
 (دلائل انبوتہ لابى نعیم، ۱: ۶۲، ۶۵)

جہنم کی چابیاں

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ قیامت کے دن
 خازنِ نار اہلِ محشر سے مخاطب ہو کر کہے گا اے اہلِ محشر
 ان اللہ امرنی ان ارفع مفاتيح
 جہنم الی محمد صلی اللہ علیہ
 اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ جہنم
 کی چابیاں محمد کو دے دوں۔
 وسلم - (الامن و اعلى، ۴۳)

سورج اور چاند پر حکومت

شعر ۹ کے تحت آپ تفصیلاً پڑھ چکے کہ ڈوبا ہوا سورج آپ کے حکم پر واپس آگیا اور
 انگلی کے اشارے پر چاند دو ٹکڑے ہو کر نیچے آگیا۔

درختوں پر حکومت

احادیث میں متعدد واقعات کا تذکرہ ہے کہ سرورِ عالم نے جب بھی کسی درخت کو
 حکم دیا تو وہ چل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اگر ٹھہنی کو حکم دیا تو وہ کٹ کر حاضر ہو گئی۔
 حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم حضور کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔
 ایک اعرابی نے آپ کے سچا ہونے پر یہ دلیل چاہی کہ سامنے والا درخت آپ کی خدمت

میں حاضری دے۔ آپ نے فرمایا اس درخت کو جا کر کہو تجھے محمد یاد کر رہے ہیں۔ اس اعرابی نے جب درخت سے حضور کا ذکر کیا تو وہ

تخذ الارض خذاً فقامت بین
 زمین پھاڑتا ہوا آپ کے سامنے حاضر ہوا
 ید یہ فاستشهدھا ثلاثاً
 اور تین دفعہ اس نے آپ کے سچا
 ثم رجعت الی منبتھا۔
 ہونے کی گواہی دی اور پھر اپنے
 (شمائل الرسول، ۱: ۲۹۷)
 اصل مرکز کی طرف لوٹ گیا۔

حجر و شجر کا اپنے آقا پر سلام

اس سلطنت و حکومت کا اظہار یوں بھی ہوتا ہے کہ حجر و شجر آپ کو سلام عرض کرتے۔
 سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر پر نکلے۔
 فما استقبلہ جبل ولا شجر
 ہر حجر و شجر استقبال کرتے ہوئے عرض
 الا قال السلام علیک یا رسول
 کرتا، السلام علیک یا رسول اللہ!
 اللہ۔ (شمائل الرسول، ۱: ۳۱۸)

۱۲۔ اصل ہر بود و بہبود و ششم وجود
 قاسم کنز نعمت پہ لاکھوں سلام

اصل۔ مادہ و مرکز، بود۔ وجود و مستی، بہبود۔ ترقی و بھلائی، تخم۔ بیج،
 وجود۔ حیات و زندگی، قاسم۔ تقسیم کرنے والے، کنز۔ خزانہ۔

جلیب خد اعلیٰ علیہ وسلم ہر شے کی اصل

کائنات کی ہر شے کا وجود اور اس کو نصیب ہونے والی ترقی و بھلائی کا سبب

وذریعہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود اقدس ہے کیونکہ کائنات میں اللہ تعالیٰ کی برکت آپ ہی کے واسطے اور ذریعے سے تقسیم ہوتی ہے۔

ہر شے کی اصل - آپ کا نور

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا میرے والدین آقا آپ پر فدا ہوں مجھے اس سے آگاہ فرمائیے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کسی شے کو پیدا کیا، آپ نے فرمایا اے جابر!

ان اللہ تعالیٰ قد خلق قبل

الامشیاء نور نبیک من نور

تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا

فرمایا۔

(نشر الطیب، باب نور محمدی)

پھر اسے قدرت الہی نے جہاں چاہا رہا۔ اس وقت لوح، قلم، جنت، دوزخ، فرشتے، آسمان، زمین، سورج، چاند، جن و انس کچھ نہ تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے فرمائے۔ پہلے سے قلم، دوسرے سے لوح، تیسرے سے عرش بنایا پھر چوتھے کے چار حصے بنائے۔ پہلے سے حاکمان عرش دوسرے سے کرسی تیسرے سے بقیہ فرشتے پیدا کیا پھر چوتھے کے چار حصے کئے پہلے سے آسمان دوسرے سے زمین تیسرے سے بہشت و دوزخ بنائے۔

(زر قانی، ۱: ۴۶)

امام ابوالحسن اشعری بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اول ما خلق اللہ نوری ومن

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور

پیدا فرمایا اور میرے نور کی برکت سے

ہر شے پیدا فرمائی۔

(مطالع المسرات)

محدث ابن الجوزی نے یہ روایت ان الفاظ میں بیان کی ہے :

اول ما خلق الله نوری و من سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور
نوری خلق جمیع الكائنات - پیدا کیا پھر میرے نور کے فیض سے
ربیان المیلاد النبوی، ۲۲ تمام کائنات کو وجود بخشا۔

تواصل وجود آمدی از نخست

وگرہ پرچہ موجود شد فرع تست

(سب سے پہلے اور اصل آپ کا وجود ہے باقی جو کچھ ہے وہ آپ کی فرغ ہے)

قاسم کثر نعمت

ہر شے کو ازل تا ابد جو کچھ مل رہا ہے وہ حضور ہی کے ہاتھوں مل رہا ہے۔ اس
شانِ اقدس کا اظہار آپ نے ان کلمات میں فرمایا :

انما انا قاسم و خازن واللہ میں تقسیم کرنے والا اور خازن ہوں
یعطی - البخاری، ۱: ۲۳۹ اور اللہ عطا فرمانے والا ہے۔

جس طرح اللہ کی عطا مخصوص نہیں اسی طرح آپ کی تقسیم بھی مخصوص نہیں، اللہ
تعالیٰ ہر شے عطا فرماتا ہے اور آپ ہر شے تقسیم کرتے ہیں۔

عطا صرف علم کے ساتھ مخصوص نہیں

الْحَضْرَت نے آپ کو اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت کا قاسم کہا ہے۔ مذکورہ حدیث اس کی
تائید کر رہی ہے کیونکہ اس میں عطا اور تقسیم دونوں کو عام رکھا گیا ہے مگر بعض لوگ اسے
علم کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں اس لئے ہم دو مسلم شارحین کی رائے ذکر کرنا ضروری سمجھتے
ہیں کہ یہاں علوم ہے۔ حضرت ربیعہ بن کعب السلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ ایک دن آپ نے مجھے مخاطب ہو کر فرمایا مانگو میں نے عرض کیا آقا جنت میں آپ کی خدمت نصیب ہو فرمایا: اس کے علاوہ بھی کچھ! عرض کیا بس یہی کافی ہے فرمایا کثرت سجد کے ساتھ میری مدد کرو (المسلم، باب فضل السجود)

اس حدیث کی تشریح میں شیخ المحدثین ملا علی قاری المتوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں۔

و یؤخذ من اطلاقه علیہ
الصلوة والسلام الامر بالسؤال
ان الله تعالى مکنه من اعطاء
کل ما اراد من خزائن الحق۔
(مرقاۃ المفاتیح، ۱: ۵۵۰)

آپ نے مانگنے کا حکم بغیر کسی پابندی
کے دیا کہ جو کچھ مانگنا ہے مانگ لو۔
اس سے واضح ہو رہا ہے کہ اللہ
تعالیٰ نے اپنے حبیب کو اس بات
پر قادر کر دیا ہے کہ وہ اللہ کے خزانوں
میں سے جو کچھ چاہیں عطا کریں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی یہی بات ان الفاظ میں بیان کی ہے۔

از اطلاق سوال کہ فرمود سل بخواہ و
تخصیص نکرد بمطلوبے خاص معلوم شود
کہ کار ہمہ بدست ہمت و کرامت اوست
صلی اللہ علیہ وسلم ہرچہ خواہد ہرکرا خواہد
باذن پروردگار خود بدہد۔
(اشعۃ اللمعات، ۱: ۳۹۶)

یہ کہہ کر کہ مانگ سوال کو مطلق رکھا
کسی خاص مطلوب کے ساتھ مخصوص
نہیں فرمایا جس سے معلوم ہو رہا ہے
کہ تمام امور حضور کے ہاتھ میں ہیں
جو چاہیں جس کے لئے چاہیں اللہ تعالیٰ
کے اذن سے عطا کرتے ہیں۔

فتح باب نبوت پہلے صد درود ختم دور رسالت پہ لاکھوں سلام

۱۳۸

فتح کھولنا، باب دروازہ، نبوت - پیغمبری، ختم - انتہا، دور - زمانہ،
رسالت - پیغمبری۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے خصوصی کرم و فضل سے نبوت کا افتتاح آپ ہی کی ذات سے
کیا اور اختتام بھی آپ ہی کی ذات پر فرمایا اس شعر میں اعلیٰ حضرت نے آپ کی اس
عظمت کا تذکرہ کیا ہے۔

سب پہلے نبی آپ ہیں

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام سے یہاں عہد و میثاق کا ذکر فرمایا
ہے وہاں سب سے پہلے آپ کا ذکر ہے ارشاد فرمایا:

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ
مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ
نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى
وَعِيسَى بْنِ مَرْيَمَ۔

اے حبیب یاد کیجئے جب ہم نے
انبیاء سے عہد لیا آپ سے نوح
ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم
سے۔

(الاحزاب، ۷)

دنیا میں پہلے تشریف آوری کے باوجود ان انبیاء کا تذکرہ بعد میں اور حضور علیہ السلام
کا پہلے کیا سبحان الذی اسری کی تفسیر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی
حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا اے
حبیب!

جعلتک اول النبیین خلقاً و
آخرهم بعثاً و جعلتک فاتحاً
و خاتماً۔ (ابن کثیر، ۳: ۲۰)

میں نے تمام نبیوں سے پہلا نبی آپ
کو بنایا مگر ان تمام کے آخر میں مبعوث
کیا اور میں نے تجھے ہی افتتاح کر لیا
اور انتہا کرنے والا بنایا۔

بیت المقدس میں انبیاء علیہم السلام کے اجتماع میں حضور علیہ السلام نے اپنے
صدارتی خطبہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے ہوئے فرمایا:

شرح فی صدری و وضع عنی
وزری و رفع لی ذکری و جعلنی
فاتحاً و خاتماً۔

اس نے مجھے شرح صدر کی دولت
عطا فرمائی۔ میرے تمام بوجھ ختم کر دیئے
میرا ذکر بلند کر دیا اور مجھے نبوت و رسالت
کا افتتاح اور اختتام کرنے والا بنا دیا۔

(مدارج النبوة ۱۲: ۱۶۳)

حدیث کے الفاظ "فاتحاً و خاتماً" ملاحظہ کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت کے الفاظ
"فتح باب نبوت اور ختم دور رسالت کو پڑھیے تو از خود آشکار ہو جاتا ہے کہ یہ اس ارشاد
نبوی کا ترجمہ ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ صحابہ نے آپ سے عرض کیا
آقا آپ نبی کب بنائے گئے تو آپ نے فرمایا میں اس وقت سے نبی ہوں۔
و آدم بین الروح و الجسد
کہ آدم ابھی روح و جسم کے درمیان
تھے۔

(الترمذی باب ما جاء فی فضل نبی)

یعنی ابھی ان کا جسدِ خاکی نہ تھا تو میں درجہ نبوت پر فائز تھا۔

سب سے آخری نبی بھی آپ ہیں

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ
 وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ
 بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا - (الاحزاب) والاس ہے۔

حضرت آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ تک ہر نبی کے بعد دوسرے نبی کی ضرورت
 رہی مگر جب آپ کی تشریف آوری ہوگی تو دروازہ نبوت بند کر دیا گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ
 نے آپ کی ذات اقدس اور آپ پر نازل کردہ شریعت کو اتنا کامل بنا دیا کہ تا قیامت ان
 سے کامل رہنمائی و ہدایت میسر آتی رہے گی۔ لہذا اب دروازہ نبوت کو کھلا رکھنے کا کوئی
 معنی ہی نہ تھا۔ اسی طرف قرآن مجید نے اپنے ان مبارک کلمات کے ساتھ ارشاد فرمایا۔

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ
 وَأَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ
 لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا -
 (المائدہ ۳: ۵)

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا
 دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام
 کر دی اور میں نے بطور دین اسلام
 کو تمہارے لیے پسند کر لیا۔

الغرض جب سلسلہ نبوت و رسالت و جو رحمت و خیر کا ذریعہ ہے) کے افتتاح
 کا موقعہ تھا تو آپ کو سب سے پہلے نبوت عطا فرمائی اور جب سلسلہ نبوت و رسالت
 اپنے کمال و انتہا کو پہنچا تو آپ کو مبعوث کر دیا گیا۔ گویا تمام مخلوق کے لیے ذریعہ
 رحمت، ازل تا ابد آپ ہی کی ذات مبارکہ ٹھہری۔

۱۴۔ شرق النوار قدرت پہ نوری درود
 فتح از ہار قربت پہ لاکھوں سلام

شرق۔ چمک دمک، انوار قدرت۔ اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات، فتح۔ کھلنا،

از ہار۔ کلیاں، قربت۔ نزدیک ہونا۔
 کائنات میں آپ ہی کی ذات ہے جو نور باری تعالیٰ کے فیض سے بلا واسطہ
 تخلیق ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کا کامل مظہر و مرکزہ اور سرایا نور پھڑھری، اور
 آپ کی تخلیق سے قربت و معرفت باری تعالیٰ کی راہیں کھلیں۔

شرق انوار قدرت

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آپ کے سرایا کو نور قرار دیتے ہوئے فرمایا:

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ
 کتابٌ مبین۔
 بلاشبہ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کے
 طرف سے نور اور روشن کتاب آگئی۔

نور سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اور کتاب سے قرآن مجید مراد
 ہے۔ آپ اس عالم شہادت و دنیا میں انسانیت کی بھلائی کے لیے اگرچہ لباس بشریت
 میں تشریف لائے مگر آپ کی مبارک بشریت بھی نور سے مغلوب رہی۔ یہی وجہ
 ہے کہ آپ کے جسم اطہر کا سایہ نہ تھا۔ بلکہ وہ اشیاء جو آپ کے جسم اقدس کی صحبت
 میں رہنے کے بعد بصورت فضلہ خارج ہوئیں ان میں بجائے بدبو پیدا ہونے کے
 پہلے سے بھی زیادہ مہک اور خوشبو پیدا ہو چکی ہوتی تھی۔ جس زمین کے ٹکڑے کو
 آپ بول و براز کے لئے منتخب فرماتے وہاں سوائے خوشبو کے اور کچھ محسوس نہ
 ہوتا۔ آپ کی ذات اقدس پر انوار باری کا یہ عالم تھا کہ ہر دیکھنے والا محسوس کرتا کہ
 یہ عظیم اور کامل انسان ہیں۔ اعلیٰ حضرت ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ نور کا حقیقتاً اطلاق آپ
 کی ذات ہی پر ہوتا ہے اور باقی چونکہ آپ کے نور کے فیض سے ہیں لہذا ان پر بھی
 مجازاً نور کا اطلاق ہوتا ہے

وضع واضح میں تری صورت معنی نور کا یوں مجازاً چاہیں جسکو کہیں کھمبہ نور کا

انبیاء اجزا ہیں تو بالکل ہے جسہ نور کا اس علاقے سے ان پر نام سچا نور کا

وجود و قدرت باری پر قطعی دلیل

یوں تو کائنات کی ہر شے اپنے خالق و مالک کے وجود و قدرت پر واضح دلیل ہے لیکن اگر قرآن مجید نے کسی کو قطعی اور آخری دلیل قرار دیا ہے تو وہ وجودِ مصطفوی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ
بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا
إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا -

اے لوگو تمہارے رب کی طرف سے
تمہارے پاس برہان آگئی اور
ہم نے تمہاری طرف نور مبین نازل کیا

(النساء، ۴: ۱۷۴)

ہے۔

امام راغب اصفہانی لفظ برہان پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ دلیل پانچ طرح کی ہو سکتی ہے :

۱۔ جس میں صدق و کذب دونوں کا احتمال ہو۔

۲۔ جس میں کذب کا غالب امکان ہو۔

۳۔ جس میں صدق کا احتمال غالب ہو۔

۴۔ جس میں جھوٹ یقینی ہو۔

۵۔ ایسی دلیل جو ہمیشہ قطعی طور پر صدق پر ہی دلالت کرے۔

اس آخری دلیل کو برہان کہا جاتا ہے۔

المبرهان اوكد الادلة وهو

الذي يقتضى الصدق ابدًا

لا محالة (المفردات، ۲۵۰)

سب سے قطعی اور پختہ دلیل کو برہان کہا
جاتا ہے اور یہ یقینی طور پر صدق کا
ہی تقاضا کرتی ہے۔

فتن از ہارِ قربت

تمام مخلوق کے لئے معرفت باری کا ذریعہ جو شے بنی وہ آپ کا نور ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اسے تخلیق نہ فرماتے تو نہ کوئی مخلوق ہوتی اور نہ ہی کوئی صاحب معرفت، حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لولاک لما اظہرت الربوبیۃ
اگر آپ کو میں پیدا نہ کرتا تو میں اپنی
ربوبیت کا اظہار ہی نہ کرتا۔

دوسرے مقام پر حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
کنت کنزاً مخفیاً فاجبت
میں ایک مخفی خزانہ تھا مجھے اس امر سے
ان اعرف فخلقت الخلق۔
جو اہر البجار، ۱: ۲۴۶

امام عبدالکریم الجبلیؒ اس کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی تخلیق کا ارادہ فرمایا تو وہ جانتا تھا کہ مخلوق حادث ہونے کی وجہ سے میری ذات کی معرفت حاصل نہیں کر سکے گی۔

فخلق من تلك المجبة جیباً
اختصه لتجلیات ذاته وخلق
العالم من ذلك الجیب لتصح
النسبة بینہ وبين خلقه
فیعرفوه بتلك النسبة۔

تو اس نے اس محبت سے اپنے جیب
کو پیدا کیا اور انہیں تجلیات ذات
کے فیض کے ساتھ مخصوص فرمایا اور
اس جیب سے آگے تمام عالم کو پیدا
کیا تاکہ اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے
درمیان ایک نسبت قائم ہو جائے اور
وہ اس حوالے اور نسبت سے اپنے حالات
کی معرفت پاسے۔

(جو اہر البجار، ۱: ۲۴۶)

تم نے بزرگِ خلق، جیب جہاں کر کے شق
نور کا ترڑ کا کبیا، تم پہ کر وڑوں درود

اللہ تعالیٰ کے مبارک فرمان " وَاذْخُلِ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ " اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی " كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالطِّينِ " کا معنی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کا بھی اللہ تعالیٰ سے تعلق نسبتِ محمدیہ کی بنا پر ہے۔

تخصیص الحدیث بذكر آدم	حدیث میں حضرت آدم کا ذکر واضح
دلیل واضح بان رسول اللہ	دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کانس	اور آدم کے درمیان واسطہ ہیں حتیٰ
واسطۃً بین اللہ تعالیٰ و	کہ حضرت آدم کو نسبتِ محمدیہ کی وجہ سے
بین آدم حتی بعث آدم	نبی بنایا گیا جب تمام کے خداجہ حضرت
نبیًّا لاجل النسبة المحمدیہ	آدم کا یہ معاملہ ہے تو ان کی اولاد کا
وإذا کان آدم معہ صلی	معاملہ تو بطریق اولیٰ ایسا ہی ہوگا۔
اللہ علیہ وسلم بھذہ	اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام
المشابهة فما قولک فی ذریتہ	انبیاء سے آپ پر ایمان اور آپ کے
اذ ذاک من باب الاولیٰ و	ساتھ مدد کا عہد لیا تھا۔
ولهذا اخذ اللہ الميثاق علی	
النبيين ان يؤمنوا ويتصروا	

درجہ اہل البیاری، ۱: ۲۴۶

الغرض اگر مخلوق کے لئے اپنے خالق کی معرفت کی راہ کھلی تو وہ ذاتِ محمدی کے

واسطے سے کھلی۔ اب اگر کوئی اس واسطے کے بغیر معرفت باری کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ جھوٹا ہے۔

امام اہل محبت آپ کے اسی مقام کی نشاندہی یوں بھی کرتے ہیں :

سب تمہارے در کے رستے
ایک تم راہِ خدا ہو
سب تمہارے آگے شافع
تم حضورِ کبریا ہو
سب کی ہے تم تک رسائی
بارگاہ تک تم رسا ہو

۱۵۔ بے سہیم و تقسیم و عدیل و مثل !
جو ہر فردِ عزت پہ لاکھوں سلام

بے سہیم۔ لاشرکیہ، تقسیم حصہ دار، عدیل۔ برابر و ہم مرتبہ، مثل۔ ہم مثل جو تقسیم نہ ہو، عزت۔ مقام و مرتبہ۔

جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات اپنی ذات و صفات میں وحدہ لاشرکیہ ہے اسی طرح اس نے اپنے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ذات و صفات میں ہم مثل فرمایا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں کسی کو شریک بنانا شرک فی التوحید ہے اسی طرح حضور کی ذات و صفات میں کسی کو آپ کے مثل قرار دینا شرک فی النبوت ہے اور یہ دونوں ہی ظلم ہیں۔ امت مسلمہ کے لئے ضروری ہے کہ ان دونوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے۔ آج لوگ شرک فی التوحید کی بات تو کرتے ہیں مگر شرک فی النبوت کا

خیال ہی نہیں رہا۔ اللہ حضرت نے اس مقام پر حضور علیہ السلام کے بارے میں اس عقیدہ کا اظہار کر کے امت کو متوجہ کیا ہے کہ اللہ کے حبیب کی ذات بے مثل ہے آپ کی کوئی نظیر و مثل نہیں۔

وصف ختم نبوت اور قرآن

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضور علیہ السلام کے اوصاف کاملہ بیان فرمائے ہیں جو آپ ہی کا حصہ ہیں۔ آپ کے علاوہ کسی اور میں ان کا پایا جانا محال ہے مثلاً آپ کے وصف ختم نبوت کے بارے میں فرمایا:

مَا كَانَتْ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ
مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ
اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَ
كَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا

محمد تم میں سے کسی بالغ مرد کے باپ
نہیں مگر وہ اللہ کے رسول اور آخری
نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر شے کا جاننے
والا ہے۔ (الاحزاب)

اس آیت کریمہ سے آپ کے بے مثل ہونے پر استدلال یوں ہے کہ اگر آپ کی مثل ممکن ہو تو وہ بھی وصف ختم نبوت کے ساتھ متصف ہوگی یا نہیں اگر وہ اس وصف کے ساتھ متصف نہیں تو وہ آپ کی مثل نہیں اور اگر وہ بھی اس وصف سے متصف ہے تو پھر آپ ہی کا خاتم ہونا درست نہ رہا۔ حالانکہ باری تعالیٰ اعلان فرما رہے ہیں کہ خاتم آپ ہی ہیں۔ امام بوصیری نے آپ کی اسی عظمت کو یوں بیان کیا۔

منزلة عن شریک فی محاسنہ
نحوہ الحسنینہ غیر منقسم

داوصاف کاملہ میں کوئی آپ کا شریک نہیں۔ آپ کا ظاہری و باطنی حسن بمشائے

تم میری مثل نہیں ہو سکتے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیاتِ ظاہری میں اکثر پے در پے بغیر افطار کے روزہ رکھتے یعنی دن کی طرح رات کو بھی روزہ ہوتا۔ ایک مرتبہ صحابہ نے آپ کی اتباع کرتے ہوئے اسی طرح روزے رکھنے شروع کر دیئے۔ لیکن ان پر کمزوری کا ایسا غلبہ ہوا کہ نماز میں قیام دشوار ہو گیا۔ اگر بیٹھ جاتے تو اٹھنا مشکل ہو جاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محسوس فرمایا تو آپ نے ان کو وصال کے روزوں سے منع فرمایا۔ ان میں سے ایک صحابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ خود یہ روزے رکھتے ہیں، ہمیں منع فرما رہے ہیں۔ اس میں کیا حکمت ہے؟ آپ نے فرمایا:

ایکم مثلوا فی ابیت تم میں سے کون ہے جو میری مثل ہو!

یطعمنی ربی ویسقینی میں رات اس حال میں بسر کرتا ہوں کہ

میرا رب مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے۔

یعنی تم میں ان روزوں کی قوت نہیں۔ یہی میری ذات تو اس کا معاملہ تمہاری

طرح نہیں۔ اس پر اپنے آپ کو قیاس نہ کرو۔
تمام امت سے افضل صحابہ کا مقام ہے جب وہ آپ کی مثل نہیں ہو سکتے تو
کوئی دوسرا کیسے ہو سکتا ہے۔

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ كَأَيِّ مَفْهُومٍ

بعض لوگ قرآن مجید کی وہ آیات جن میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بشریتِ مبارکہ کا تذکرہ کیا ہے پڑھ کر کہتے ہیں کہ جب حضور نے اپنے آپ کو ہماری مثل کہا ہے تو ہم کیوں نہ کہیں۔ اس معاملہ میں چند ارشادات قابلِ توجہ ہیں۔
۱۔ حضور علیہ السلام نے بطور تواضع اپنے آپ کو ہماری مثل کہا ہے تو ہمارے لئے کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ ہم آپ کو اپنی مثل کہیں اس کی مثال یوں سمجھیں کہ آپ

نے حضرت عمر کو بھائی کہہ کر پکارا مگر ساری عمر حضرت عمر نے آپ کو بھائی نہیں کہا نہ مثلیت کا دعویٰ کیا بلکہ ہمیشہ اپنا آقا و مولیٰ ہی کہا۔

۲۔ مثل کہنے سے یہ لازم نہیں کہ دونوں کی ماہیت و حقیقت بھی ایک ہو جائے اور ان میں کوئی فرق ہی نہ رہے۔ علامہ محمد اشرف سیالوی اس مسئلہ پر رقمطراز ہیں۔ "یہ مسلم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صورت بشری میں تشریف لائے لیکن یہ کہاں کا قاعدہ ہے کہ صورت میں اشتراک حقائق میں اتحاد کو مستلزم ہوتا ہے یا احکام میں یکسانیت کو۔ دیکھیے شہید کا زخم قیامت کے دن تازہ ہوگا۔ اس سے خون رستا ہوا محسوس ہوگا لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللون لون الدم والريح ريح المسك۔ رنگت خون کی ہوگی لیکن اس میں کستوری کی خوشبو ہوگی، تو معلوم ہوا اس کے احکام اس خون سے جدا اور اس کی حقیقت بھی اس خون سے جدا۔ اس طرح جنت میں اہل جنت کے سامنے پھل پیش کئے جائیں گے تو وہ دوسری دفعہ پیش کئے جانے والوں کو پہلوں کی مثل اور تیسری دفعہ پیش کئے جانے والوں کو دوسری دفعہ پیش کئے جانے والوں کی مثل دیکھ کر کہیں گے: هَذَا الَّذِي رَزَقْنَا مِنْ قَبْلُ رَيْبِي تُوهِمُ بِيَلِي كَمَا رَزَقُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِزْقًا تَالُوْهُ هَذَا الَّذِي رَزَقْنَا مِنْ قَبْلُ رَيْبِي كَمَا رَزَقُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِزْقًا تَالُوْهُ هَذَا الَّذِي رَزَقْنَا مِنْ قَبْلُ رَيْبِي كَمَا رَزَقُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِزْقًا تَالُوْهُ"۔ حالانکہ حقیقت حال یہ تھی وَ اُوْبِيْهِ مُتَشَابِهًا۔ ان میں محض صورت و شکل میں مشابہت تھی نہ کہ حقیقت و ماہیت میں اور آثار و احکام میں اگر جنت کے پھل ظاہری صورت و شکل میں متشابہ و متمائل ہونے کے باوجود حقائق و ماہیات اور آثار و احکام میں مختلف ہو سکتے ہیں تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جو شہباز لامکانی ہیں

لحاظ سے مختلف کیوں نہیں ہو سکتے؟ (تئویر الابصار، ۱۳۱)

۳۔ اگر "بشر مثلکم" کہا ہے تو ساتھ ایک ایسا امتیازی وصف "یوحی الی" بھی تو ذکر کیا گیا ہے جس نے حضور کی اور ہمازی بشریت میں خط امتیاز کھینچ دیا ہے۔ ہماری نظر اس پر کیوں نہیں پڑتی۔ ہماری بشریت تو چوپایوں سے بھی بدتر ہو سکتی ہے۔ قرآن ہی نے بیان کیا ہے: **أُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ لَّهُمْ أَصْلٌ**۔ (گبرٹ سے ہوئے انسان چوپایوں کی طرح بلکہ ان سے بھی بدتر ہوتے ہیں) تو پھر ہماری بشریت ان کی مثل کیسے ہو سکتی ہے۔ "یوحی الی" نے واضح کر دیا کہ ان کی بشریت بلا واسطہ اللہ عزوجل سے اور تمام مخلوق ان کے در سے فیض پاتی ہے تو وہ محض بشر نہیں بلکہ افضل البشر اور خیر البشر ہیں۔

اس موضوع پر دو کتب "انتعاش نظیر" لے علامہ فضل حق خیر آبادی اور "بمشکل بشر" مولانا محمد اعظم نوشاہی کا مطالعہ نہایت ہی مفید ہے۔

۱۶۔ سر غیبِ بدایت پہ غیبی درود

عطرِ حبیبِ نہایت پہ لاکھوں سلام

سر۔ راز، غیب۔ ہر وہ مخفی شے جس کا ادراک عقل و حواس سے نہ ہو سکے۔ یہاں اللہ تعالیٰ کی ذات مراد ہے، بدایت۔ ابتدا، غیبی۔ عالم الغیب کی طرف منسوب، عطر۔ خوشبو، حبیب۔ سینہ و دل، نہایت۔ انتہا۔

لے یہ کتاب تقریباً ایک صدی پہلے شائع ہوئی تھی۔ کاش کوئی اہل محبت و ثروت اسے دوبارہ طبع کروادے۔

اللہ تعالیٰ کی معرفت و ہدایت کا خزانہ و مرکز آپ کی ذات ہے۔ اس کی ابتداء بھی آپ سے ہوئی اور انتہا بھی۔ اس کائنات میں اگر کسی کو معرفت نصیب ہوئی ہے تو وہ آپ ہی کے وسیلہ سے ہوئی ہے سابقہ اشعار کے تحت گذر چکا ہے کہ آپ کے نور اقدس کے بغیر ذات باری سے کوئی نسبت قائم ہو ہی نہیں سکتی۔ آپ کے اس مقام کا ذکر ایک حدیث قدسی میں ان الفاظ میں ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہیں :

انت نور ثوری و سوسری و	آپ میرے نور کا نور، میرے راز
کنوز ہدایتی و خزائن	کا راز، میری ہدایت کا مرکز اور
معرفتی جعلت فدالک ملکی	میری معرفت کا خزانہ ہو میں عرش
من العرش الی ما تحت الارضین	تا تحت الثری تجھ پر قربان کر دیا۔
کلہم یطلبون رضائی وانا	تمام میری رضا اور میں قری رضا
اطلب رضاک یا محمد۔	چاہتا ہوں۔

رجلی یقین، ۵۱)

وسیلہ ایمان بالغیب

اگر ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات موجود اور وحدہ لا شریک ہے جنت و دوزخ، حشر و نشر، پل صراط اور قیامت کے تمام مناظر پر یقین رکھتے ہیں۔ تو اس کی بنیاد سوائے ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کیا ہے؟ آپ ہی کی ذات پر اللہ تعالیٰ نے ان امور کو منکشف فرمایا اور آپ نے تمام مخلوق کو آگاہ فرمایا۔ قرآن مجید میں غیوب باری تعالیٰ پر مطلع کرنے کے حوالے سے فرمایا :

عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ غیب جاننے والا اپنے غیب پر کسی

أَهْدِيَ الْآمِينَ أَرْتَضَى مِنْ رَسُولٍ (الجن) کو مسلط نہیں کرتا مگر اپنے رسول کو جسے وہ چاہے۔
یعنی رسول ہی کی ذات ایسی ہے جس پر اللہ تعالیٰ اپنے مخفی معاملات کے راز کھول
دیتا ہے اور اسے دنیا و آخرت کے ان حقائق کا مشاہدہ عطا فرماتا ہے جن سے کوئی
دوسرا آگاہ نہیں ہو سکتا اور رسول کے بتائے ہوئے حقائق پر ایمان لانا فرض ہے۔ قرآن
مجید نے اسے ایمان بالغیب سے تعبیر کیا ہے۔

هَدَى لِلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ
بِالْغَيْبِ
دیکھ قرآن، ہدایت ہے ایسے صاحب
تقویٰ لوگوں کے لیے جو غیب پر ایمان
رکھتے ہیں۔ (البقرہ)

یہاں غیب سے مراد وہ حقائق ہیں جو ہماری آنکھوں سے اس طرح اوجھل ہیں کہ ہم
انہیں کسی ذریعہ سے دیکھ نہیں سکتے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، ملائکہ، قیامت،
جنت، دوزخ، پل صراط، میزان اور عذاب قبر۔ مگر ان سب پر ایمان لانا فرض و
لازم ہے کیونکہ ہم اگرچہ اپنے عقل و حواس سے ان کا ادراک نہیں کر سکتے مگر اللہ کا رسول
ان پر مطلع ہو کر ہمیں آگاہ کر رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء امت نے یہاں غیب سے
مراد ہی وہ اشیاء لی ہیں جن کی اطلاع نبی دیتے ہیں۔ امام رابعی اصفہانی "یؤمنون
بالغیب" کے تحت لکھتے ہیں :-

الغیب ما لا يقع تحت الحواس
ولا تقتضيه بدهة العقول
وانما يعلم بخبر الانبياء
عليهم السلام -
غیب ہر وہ مخفی حقیقت ہے جس کا
ادراک حواس اور عقل نہیں کر سکتے،
اس کا علم صرف انبیاء علیہم السلام کے
ذریعے ہی ہو سکتا ہے۔

(المفردات ۲۷۳)

شیخ المحمّد بن حضرت قاضی عیاض مالکی نے "نبوت" کا معنی یوں کیا ہے :-

النبوة هي الاطلاع على غيبی امور پر مطلع ہونا ہی نبوت ہے۔
الغیب۔ (الشفا)

شیخ محمد جمال الدین قاسمی نے معنی نبوت پر گفتگو کرتے ہوئے کہا:
وهو يتضمن ان الله ينبيه
بالغيب وانه ينبيه الناس
بالغيب (تواند التحديث، ۶۲)
یہ اس بات پر مشتمل ہے کہ اللہ تعالیٰ
نبی کو غیب پر اور نبی دیگر لوگوں کو
غیب کے بارے میں آگاہ کرتا ہے
اسی تقاضے کے پیش نظر مفسرین نے نبی کا معنی "غیب کی خبریں دینے والا"
کیا ہے۔

عطر جریب نہایت

جس طرح معرفت باری تعالیٰ میں سب سے مقدم آپ کی ذات ہے اسی
طرح اس معرفت میں کامل بھی آپ ہی ہیں۔ کیونکہ مشاہدہ ذات اگر کسی ہستی کو حاصل
ہے تو وہ صرف آپ ہی ہیں یعنی اس کائنات میں اگر کسی نے اپنے مشاہدے کی بنا
پر کہا کہ اللہ تعالیٰ ہے تو وہ محمد عربی ہی ہیں قرآن نے اسے یوں بیان کیا۔
مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى
أَفَتُؤْمِنُونَ عَلَىٰ مَا يَرَىٰ
جو انہوں نے دیکھا دل نے اس کی
تکذیب نہیں کی، کیا تم اس کے ساتھ
اس کے بارے میں جھگڑا کرتے ہو جیسے
اس نے دیکھا ہے۔ (النجم)

ایک مقام پر امام اہل محبت اس نکتے کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ سب سے
غیب الغیب اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس ہے جب آپ کو اس کا مشاہدہ حاصل ہے تو اور
غیب کیونکہ معنی ہو سکتا ہے۔

اور کوئی غیب کی بات تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پر کروڑوں درود

۱۷۔ ماہِ لَآ اَہْوَتِ خَلْوَتِہِ لِاَکْھُوْلِہِ دَرُوْدِ
شَاہِ نَاسُوْتِہِ خَلْوَتِہِ لِاَکْھُوْلِہِ سَلَامِ

ماہ۔ چاند، لاپہوت۔ مقام فنا فی اللہ مراد عالم باطن، خلوت۔ تنہائی، شاہ۔ سربراہ،
ناسوت۔ دنیا، جلوت۔ ظاہر ہونا۔

یہاں حضور علیہ السلام کے عالم باطن اور عالم ظاہر کے مقامات کا تذکرہ ہے۔
اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آپ کی تخلیق فرمائی اور آپ کے نور مقدس کو جہاں چاہا
رکھا اور عرصہ دراز (جیسے اللہ ہی جانتا ہے) تک سوائے آپ کے نور کے اور کوئی
مخلوق نہ تھی، اللہ کی ذات تھی اور تنہا آپ کی ذات۔ اعلیٰ حضرت نے اسی عجیب خلوت
اور تنہائی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

ماہِ لَآ اَہْوَتِ خَلْوَتِہِ

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ، اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے کونسی شئی
پیدا فرمائی تو آپ نے فرمایا اے جابر اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کے نور کو ہر شئی
سے پہلے پیدا فرمایا:

فَجَعَلَ ذَلَالِ النَّوْرِ يَدُوْرٍ وَهٗ نُوْرٌ قَدْرَتِ الْہِیْ سَہٗا خَدَا

بِالْقَدْرَةِ حَيْثُ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی نَہٗ چَاہَا رَا۔

تعالیٰ۔ (ذرقانی، ۱: ۴۶)

ماہِ لاہوت کی جلوہ افروزی کب ہوئی؟

جیسا کہ اوپر گزرا یہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ آپ کی تخلیق کب ہوئی اور کتنا عرصہ
نقطہ آپ ہی تھے اور کچھ نہ تھا۔ بعض روایات میں کچھ اشارات ملتے ہیں ان کا
تذکرہ ضروری ہے۔

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی
تخلیق پر روشنی ڈالتے ہوئے صحابہ کو آگاہ کیا:

كنت نوراً بين يدي ربي قبل
خلق آدم بأربعة عشر ألفاً
عام - (ذرقانی علی الموابہا: ۱: ۵۹) میں تھا۔

مولانا اشرف علی تھانوی مذکورہ حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس عدد (چودہ ہزار سال) میں کم کی نفی ہے۔ زیادتی کی نفی نہیں۔ پس اگر زیادتی
کی روایت پر نظر پڑے شبہ نہ کیا جاوے۔ رہ گئی تخصیص اس کی ذکر میں سو ممکن
ہے کہ کوئی خصوصیت مقامیہ اس کو مقتضی ہو (نشر الطیب ۷)

۲۔ سیرت حلبیہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم نے جبریل امین سے پوچھا تمہاری عمر کتنی ہے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ
میں سوائے اس کے نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ کے نورانی حجابات سے چوتھے پردہ
پر ہتر ہزار سال کے بعد ایک نوری ستارہ ظاہر ہوتا تھا۔

رأيتہ اثنین و سبعین الف
مرة۔
ہیں نے اسے بہتر ہزار مرتبہ دیکھا
ہے۔

آپ نے فرمایا: اے جبریل!

وعزة ربي انا ذلك الكوكب
 رسيرت عليه، ۱: ۳۲)

میرے رب کی عزت کی قسم وہ ستارا
 میں ہی تھا۔

ماہِ لاہوت کی سجدہ ریزی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور علیہ السلام نے مجھے
 مخاطب ہو کر فرمایا عمر جانتے ہو میں کون ہوں؟ پھر خود فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہر شی
 سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا:

فسجد لله فبقی فی سجودہ سبع
 مائۃ عام فا ول کلی شی سجد
 لله نوری۔

پس اس نے اللہ کے حضور سجدہ
 کیا اور وہ سجدہ سات سو سالے
 تک جاری رہا، اللہ کی بارگاہ میں
 سب سے پہلے سجدہ کرنے والا میرا نور
 ہی تھا۔

(جوہر البحار، ۲۶: ۳۲۵)

ماہِ لاہوت کی تسبیح و تقدیس

شیخ محمد بن الحاج العبدری، امام ابو عبد الرحمن الصقلیؒ کی کتاب الدلالات
 کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضور علیہ السلام کے نورِ انور کو
 حضرت آدم سے دو ہزار سال پہلے پیدا فرمایا تو

جعلہ فی عمود امام عرشہ
 یسبح اللہ ویقدسہ

اسے اپنی جلوہ گاہ عرش کے ستارے
 رکھا جہاں وہ اللہ کی تسبیح و تقدیس
 میں مشغول رہا۔

(جوہر البحار، ۱: ۲۲۵)

ماہِ لاہوتِ خلوت کے انوارِ انبیاء کا فیضِ یاب ہونا

علامہ قسطلانی نے مشہور مفسر قرآن حافظ ابن کثیر کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی اکرم کے نورِ اقدس کو پیدا کر کے خلعتِ نبوت سے مشرف فرمایا اور آپ کے نور سے تمام انبیاء کے انوار کو پیدا کیا

امرہ ان ينظر الى انوار الانبياء
عليهم الصلوة والسلام فغشيم
من نوره وقالوا يا ربنا من
غشينا نوره فقال هذا نور
محمد بن عبد الله ان
امنتم به جعلتكم انبياء
المواهب مع الزرقاني، ۱: ۲۰۰

اور اسے انوارِ انبیا علیہم السلام کے
طرف دیکھنے کا حکم دیا۔ جب آپ کے
نور نے ان کی طرف دیکھا تو ان تمام
کو ڈھانپ لیا۔ انہوں نے عرض کیا
یہ کس کا نور ہے جس نے ہمیں ڈھانپ
لیا ہے فرمایا یہ محمد بن عبد اللہ کا نور
ہے اگر تم ان پر ایمان لاؤ گے تو میں
تمہیں نبی بنا دوں گا۔

اس روایت سے واضح ہو رہا ہے کہ آپ کے نورِ انور کا کام انوارِ انبیاء کی تربیت
تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے حضور کا یہ ارشاد گرامی
پڑھا "میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم کی تخلیق نہ ہوئی تھی" تو خیال آیا کہ اس
وقت نورِ نبوی کس حال و شان میں ہوگا؟ میں نے اپنے کریم اقا کے حضور عرض کیا
یا رسول اللہ مجھ پر اپنے اس فرمان کا معنی واضح فرما دیجئے۔ بس میرا التجا کرنا ہی تھا کہ
اچانک حضور کی روح طیبہ مجھ پر اس حالت میں منکشف ہو گئی جس حالت میں تخلیق
آدم سے پہلے تھی اور تمام انبیاء و رسل کی ارواح اس سے فیضِ یاب ہو رہی تھیں۔

(تقیاتِ الہیہ)

شاہِ ناسوجلوت

اللہ تعالیٰ نے اس عالم دنیا میں آپ کو تمام کائنات کا سردار بنا کر مبعوث فرمایا۔ اپنا خلیفہ اعظم اور نائب قرار دیا۔ آپ کی ذات سے نبوت و رسالت کی انتہا فرمادی اور آپ کی اس سربراہی کے ڈنکے ازل تا ابد بج رہے ہیں۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے ایامِ حمل میں خواب دیکھا جس میں آپ سے یہ کہا گیا :

انك حملت بخیر البریة
د سید العالمین

آپ کے رحم میں تمام مخلوق سے بہتر اور تمام جہانوں کا سربراہ ہے۔

(دلائل النبوة، ۱۰: ۱۳۶)

ابن سعد نے حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا نے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا مجھے ایامِ حمل کے دوران اس بات سے آگاہ کر دیا گیا تھا :

انك ستلدین غلاماً فسمیہ
احمد د هو سید العالمین

عنقریب تمہارے ہاں لڑکا ہوگا اس کا نام احمد رکھنا اور وہ تمام جہانوں کا سردار ہے۔

(تجلی البقین، ۱: ۱۱)

اصالتِ کل، امانتِ کل، سیادتِ کل، امارتِ کل

حکومتِ کل، ولایتِ کل خدیہاں تمہارے لئے

اس پر تفصیلی گفتگو "ہر سزائے سیادت" اور "مقطع ہر سیادت کے تحت بھی ملاحظہ کیجئے۔"

کنزِ ہرزیکس و بے نوا پر درود
 حرزِ ہرزفتہ طاقت پہ لاکھوں سلام

-۱۸

کنزِ خزانہ و سرمایہ بے کس۔ محتاج و بے سہارا بے نوا غریب فقیر،
 حرز۔ جائے پناہ، رفتہ طاقت۔ طاقت کھویا ہوا۔
 رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہر بے سہارا، مجبور و کمزور اور غریب
 و فقیر کا سہارا ہے۔ اس کائنات میں سے کسی کا کوئی ہے یا نہیں۔ حضور ہر ایک کے
 ہیں بلکہ جسے تمام کائنات ٹھکرا کر اسے حضور ہی اپنے سینے سے لگاتے ہیں۔

جس کا کوئی نہیں اس کا میں ہوں

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم نے فرمایا: میرے جس امتی کے دو بچے فوت ہو جائیں اللہ تعالیٰ ان کے سبب
 اسے جنت میں داخل فرمائے گا اس پر سیدہ عائشہ نے عرض کیا آقا جس کا ایک بچہ فوت
 ہوا اس کا کیا معاملہ ہوگا۔ فرمایا اسے بھی اللہ تعالیٰ جنت دے گا پھر عرض کیا آقا:
 فمن لم یکن له فرط من
 آپ کے جس امتی کا کوئی بچہ فوت نہ
 ہوا ہو اس کا کیا بنے گا
 امتک۔

آپ نے فرمایا:

فانا فرط امتی۔ اس امتی کا میں سہارا بنوں گا۔

آگے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا چونکہ والدین کو بچے کی موت پر تکلیف
 اذیت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کے سبب جنت عطا فرماتا ہے حالانکہ
 میرے وصال پر جو امتی کو تکلیف ہوئی
 لن یصابوا بمثلی

دالرزئی کتاب الجنائزہ (والدین کو اس درجہ کی تکلیف نہیں پہنچتی
اس حدیث سے یہاں یہ معلوم ہو رہا ہے کہ حضور ہر بے کس و بے نوا کے سہارا
نہیں گے۔ وہاں اس بات سے بھی آگاہ فرمایا کہ امتی وہ ہے جو حضور کے ہجر و فراق
میں اس سے بڑھ کر سوز و درد محسوس کرے جو شقیق والد اپنی فوت ہونے والی اولاد
کے بار میں محسوس کرتا ہے۔

”تو بہار شفاعت“ کے تحت گزر چکا ہے کہ میدان محشر میں جہاں نفسی نفسی کا عالم
ہوگا اور ہر نبی کہے گا ”اذہبوا الیٰ غیری“ وہاں آپ ہی کی استی ہوگی جو فرما رہی ہوگی،
انا لہما، انا لہما۔

مولانا حسن رضا بریلوی نے کیا ہی خوب کہا :
کہیں گے اور نبی اذہبوا الیٰ غیری مرے حضور کے لب پر انا لہما ہوگا

پرتو اسم ذات احد پرورد
نسخہ جامعیت پہ لاکھوں سلام

پرتو عکس، اسم ذات، اللہ تعالیٰ کا اسم، احد، یکتا، نسخہ کتاب جامعیت۔
ہمہ گیریت جس میں سب کچھ آجائے۔
آپ کی ذات اقدس ذات باری تعالیٰ کی منظر ہے اس پر وہیں یہ ہے کہ آپ
اللہ تعالیٰ کے اسماء ذاتیہ کا پرتو اور عکس ہیں اور آپ کی ذات امکان و وجود کی
صفات کی جامع ہے۔

آپ کا منظر ذات الہی ہونا

اہل معرفت فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اپنی معرفت سکھانے

پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو وہ جانتا تھا کہ میں قدیم اور مخلوق حادث اور قدیم و حادث کے درمیان کوئی نسبت ہی نہیں تو وہ میری معرفت کی طاقت نہیں رکھیں گے۔ لہذا وجود نسبت کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی ہستی کو پیدا کیا جو اس کی ذاتی تجلیات کا مظہر و مرکز ہو اور اس سے آگے تمام مخلوق کو پیدا کیا تاکہ اس نسبت کے حوالے سے اللہ کی معرفت حاصل کر سکیں۔ امام عبد الکریم الجیلی "کتاب الکلمات اللہیہ فی الصفات المحمدیہ" میں اس پر دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

فخلق من تلك المحبة جيباً
انحصه لتجليات ذاته وخلق
العالم من ذلك المحبب لتصح
النسبة بينه وبين خلقه
فيعرفون بتلك النسبة فالعالم
مظهر تجليات الصفات و
المحبب مظهر تجليات الذات
ولما ان الصفات فرع عن
الذات كذلك العالم فرع عن
المحبب فهو صلي الله عليه
وسلم واسطة بين الله
وبين العالم والدليل
على ما قلناه قوله عليه
السلام انا من الله و
المؤمنون مني۔

پس اللہ تعالیٰ نے اس "محبت" سے محبوب کو تجلیات ذات کے ساتھ مخصوص فرما کر پیدا کیا اور اس محبوب سے تمام عالم کو پیدا کیا تاکہ خالق اور مخلوق کے درمیان نسبت قائم ہو اور اس نسبت کے حوالے سے معرفت حاصل کر سکیں پس عالم صفاتی تجلیات کا مظہر اور محبوب ذاتی تجلیات کا مظہر ہے اور جس طرح صفات ذات کی فرع ہوتی ہے اسی طرح یہ تمام جہاں محبوب کی فرع ہیں پس آپ کی ذات آد کس اللہ اور مخلوق کے مابین واسطہ ہے اور اس پر حضور کا یہ ارشاد گرامی شاہد ہے میں اللہ سے اور مومن مجھ سے ہیں۔

(رواہ البخاری ۱: ۲۴۶)

گویا تمام مخلوق خدا اللہ تعالیٰ سے نسبتِ مصطفویٰ کے بغیر فیضِ یاب ہو ہی نہیں
سکتی۔ اگر کسی نبی کو نبوت، ولی کو ولایت الغرض دنیا و آخرت کی ہر نعمت آپ کی نسبت
سے حاصل ہوئی اور ہو رہی ہے اس کی تائید امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ کے ارشاد
سے بھی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ مخلوق میری طاعت سے عاجز ہے۔ انہیں
اس مجز سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ تم بغیر واسطہ کے میری طاعت و عبادت نہیں
کر سکتے۔

فأقام بينهم وبينه مخلوقاً	پس اللہ نے اپنے اور مخلوق کے درمیان
من جنسهم في الصورة و	ایک ایسی ذات کو پیدا کیا جو صورت
البسه من نعته الرأفة	میں مخلوق کی طرح ہے مگر اسے
والرحمة و اخرجہ الى المخلوق	اپنی صفات مثلاً رافت و رحمت کا
سفيراً صادقاً و جعل طاعته	لباس پہنا دیا اور انہیں سچا ترجمان
طاعته و موافقته موافقته	بنا کر مخلوق کی طرف مبعوث کیا اور اس
قال تعالیٰ من يطع الرسول	کی طاعت کو اپنی اس کی موافقت کو
نقد اطاع الله۔	اپنی موافقت قرار دیدیا ارشاد فرمایا جس
(الشفاء ۱۰: ۱۸)	نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ ہی
	کی اطاعت کی۔

آپ کے اس ارشاد نے یہ مسئلہ بھی حل کر دیا کہ آپ مخلوق کی جنس محض صورتہ ہیں۔
ورنہ آپ تو اپنے ظاہر و باطن میں صفات باری کا حلہ زیب تن فرماتے ہوئے ہیں۔
شیخ عبدالحق دہلوی نے یہی بات بڑے ہی احسن انداز میں تحریر فرمائی کہ تمام
انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے اسمائے ذاتیہ، اسمائے صفاتیہ اور دیگر کائنات صفات
فعلیہ کا مظہر ہے۔

وسید رسل مخلوق است انذات حق
 مگر انبیاء کے تاجدار اللہ تعالیٰ کے
 ذہن و حق دروی بالذات است۔
 ذات کا منظر ہیں اور حق کا ظہور آپ
 میں بغیر کسی واسطہ کے ہے۔

آگے چل کر لکھتے ہیں:

یہی وجہ ہے کہ آپ کا دین تمام ادیان سابقہ کے لیے ناسخ بن گیا کیونکہ ظہور
 ذات کے بعد صفات ماند پڑ جاتی ہیں۔ چونکہ ذات تمام اسمائے صفات بلند ہوئی
 ہے۔ اس لئے آپ کا عروج معراج کی صورت میں فوق العرش ہوا۔

(مدارج النبوة، ۲: ۶۰۹)

یہاں تک یہ بات واضح ہو گئی کہ آپ ذات الہی کا منظر ہیں:

پر تو اسم ذات احد

آپ کے منظر ذاتی ہونے پر ایک دلیل یہ ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے
 اسماء ذاتیہ میں سے بعض اسماء سے متصف فرمایا ہے اور یہ عظمت آپ کے
 علاوہ کسی نبی کو حاصل نہیں۔ امام عبد الکریم الجبلی فرماتے ہیں:

والدلیل علی ان محمدا ذاتی
 اور اس پر دلیل کہ محمد ذاتی اور
 ومن دونہ صفاتی هو ان
 باقی صفاتی ہیں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
 اللہ تعالیٰ لم یسم احد
 نے آپ کے علاوہ کسی نبی کو اپنے
 غیرہ من الانبیاء باسمائہ
 ذاتی نام سے نہیں نوازا لیکن حضور
 للذاتیہ علی الاطلاق وسمی
 کا نام حق اور نور صراحتاً رکھا اور باقی
 محمداً بہا فسماء بالحق و
 انبیاء کو اسماء صفاتی عطا کیے۔
 سماء بالنور صریحاً وغیرہ

من الانبياء لم يسمهم الا

باسماء الصفات .

(جواہر البحار، ۱: ۲۵۰)

مثلاً حضرت ابراہیم کو حلیم حضرت یحییٰ کو بر کہا مگر ذاتی اسماء صرف حضور کو عطا کئے۔ نور حق دونوں اللہ تعالیٰ کے ذاتی اسماء ہیں مگر ان کا اطلاق قرآن مجید میں حضور کی ذات پر بھی آیا ہے ارشاد فرمایا:

قد جاءك من الله نور وكتاب مبين - یہاں نور سے مراد حضور کی

ذات اقدس ہے۔

آپ پر حق کا اطلاق کرتے ہوئے فرمایا:

فَدَجَاءَكُمْ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ - بَلْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ -

یہاں دونوں مقامات پر الحق سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (مدارج انبوا،

۲: ۶۱۳)۔

اعلیٰ حضرت نے بھی "پر تو اسم ذات احد" سے آپ کی اسی شان کا بیان کیا ہے۔

دوسرے مقام پر کہا۔

محمد منظر کامل ہے حق کی شان عزت کا نظر آتا ہے اس کثرت میں کچھ انداز وحدت کا

اسماء ذات متصف ہونے سے کیا مراد ہے؟

یہاں یہ واضح رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اپنی عظمت و کبر باری اور حسن ذات

وصفات میں بے مثال ہے کوئی مخلوق ذات و صفات میں اس کے مثل و مشابہ نہیں

کیونکہ قدیم اور حادث کی صفات ایک نہیں ہو سکتی۔ صفات حادث عوارض ہیں اور

اللہ تعالیٰ عوارض سے منزہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: لیس مکشله شئی .

اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ حضور علیہ السلام اسماء و صفات الہیہ کا مظہر ہیں یہاں ان اسماء و صفات کا وہ حقیقی معنی مراد نہیں ہوتا جو باری تعالیٰ کے شایان شان ہے۔ یہاں وہی مفہوم مراد ہوگا جو حضور کے مقام کے لئے ممکن ہے۔ امام نبھانی اس اہم موضوع پر لکھتے ہیں:

اعلم ان التصفاف رسول الله
 صلى الله عليه وسلم بالاسماء
 والصفات الالهية انما هو
 على الوجه الذي يليق به
 صلى الله عليه وسلم لا على
 الوجه الذي يليق بالله
 تعالى من اوصاف الالهية
 المختصة به عز وجل هذا
 لا يجوز ان يتصف به النبي
 صلى الله عليه وسلم ولا احد
 من المخلوق ولكن الله تعالى
 من فضله قد نعلم سيد
 خلقه حبيب الاعمظم و
 عبده الاكرم سيدنا محمد
 صلى الله عليه وسلم كثيرا
 من الاسماء و صفاته العليا
 تشريف له عليه الصلوة

واضح رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم کا اسماء و صفات الہیہ
 سے متصف ہونا اپنی شان کے
 لائق ہے نہ کہ اس طریقہ پر جو
 اللہ تعالیٰ کے شان کے لائق و منحصر
 ہے کیونکہ اس کے تو حضور
 اور دوسرا کوئی بھی شخص منصف
 ہرگز نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ اللہ
 تعالیٰ کا کرم و فضل ہے کہ اس نے
 اپنے حبیب اعظم اور عبد اکرم
 کو اپنے اسماء و صفات عظیمہ سے
 لوگوں میں امتیاز اور شرف
 عطا کرتے ہوئے نوازا ہے۔

والسلام بما اختصه به

بین الانام - (جوہر البحار، ۱: ۲۲۷)

نسخہ جامعیت

آپ پڑھ چکے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی ذات اقدس منظر ذات الہیہ ہے اور آپ کو اسماء ذات "نور حق" کے ساتھ نوازا گیا۔ آپ کی اسی عظمت و شان کو حدیث قدسی میں "نسخہ جامعہ" کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔

امام عبدالکریم الجیلی لکھتے ہیں، حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

انی قد اخلست من ذاتی نسخة

جامعة لاسمائی وصفائی۔

میرے تمام اسماء وصفات کی اپنی

شان کے لائق جامع ہے۔

دوسرے مقام پر آپ کی رحمت عامہ کا تذکرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ اللہ تعالیٰ

نے آپ کی روح طیبہ کے واسطے سے ہر شی کو وجود عطا فرمایا اور اسی کی برکت سے ان میں حصول فیض کی استعداد پیدا کی۔

اللہ تعالیٰ نے کون و مکان کے موجودات

کو آپ کے پید کیا پس اس

سے عرش، کرسی اور باقی ہر بالا و

پست کو بنایا تاکہ وہ بھی مستحق رحمت

ہو جائیں اس لئے کہ وہ آپ کے

اس ہستی سے پیدا ہیں جو نسخہ علیہ ہے

لیرحم اللہ به الموجودات

الکونیة یخلقها علی نسختہ

و یتخرجها من نشاتہ

فخلق منه العرش والكرسى

و سائر العلویات والسفلیات

لتكون به مرحومة به

اسی لئے اللہ کی رحمت اس کے غضب
پر غالب ہے کیونکہ تمام عالم نسخہ
سراپا رحمت
ہے۔

اذھی من نشأته الکریمیة
مخلوقہ علی انمودج نسختہ
العظیمة ولذلک سبقت
رحمة اللہ غضبة لان
العالم کلہ علی نسخة الجیب
والجیب مرحوم۔

(جواہر البحار، ۱: ۲۴۵)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے
کاسخہ جامع ہونا" بھی بیان کیا ہے۔
آپ کے مقامات عالیہ میں "امکان و جوب

آپ اولاً پیدائش عالم کا سبب ہیں،
آخر اہدایت بنی آدم کو واسطہ باطناً
مرئی ارواح ظاہر امرئی اجسام ملت
اور مذہب کے احکام کو منسوخ کرنے
والے، عالم وجود کی انگوٹھی کا نگینہ،
معرفت و شہود کے نگینہ کا نقش،
بلند افلاک میں اعتکاف کرنیوالوں
کا مقصود، خاک نشیں سالکوں کا مقصد
مکارم اخلاق کی تکمیل کرنے والے،
کاملین آفاق کی تکمیل کرنے والے،
منازل وجود و عدم کے درمیان رکاوٹ
حدوث و عدم کے دو سمندر

در اول باعث خلقت عالم است و
در آخر واسطہ ہدایت بنی آدم در باطن
مرئی ارواح و در ظاہر متمم اشباح کاسر
ارکان ادیان و دول تاسخ احکام و ظل
نخل، نص خاتم وجود، نقش فص معرفت
و شہود، مقصود معتکفان متصورہ
افلاک، مقصد سالکان مطہورہ
خاک، متمم مکارم اخلاق، مکمل کاملان
آفاق، حاجز منزلیں وجود و عدم،
برزخ بحرین حدوث و قدم جامع نسخہ
امکان و جوب، موجب رابطہ طالب
و مطلوب عزیر مصدیت، ملک

کا پردہ، امکان و وجوب کا جان
 نسخہ، طالب و مطلوب کے رابطہ
 کا سبب، عصرِ محمدیت کے عزیز، مملکت
 احدیت کے بادشاہ حقیقتِ فردانیت
 کے منظر، صورتِ رحمانیت کے منظر
 سرِ غیبِ لاہوت کے مخفی راز، جبروت
 کے گوشہ کے عظیم شاہکار، ارواح
 ملکوتیہ کو راحت دینے والے اجسام
 ناسوتیہ کو زینت بخشنے والے خط و لاث
 کی ابتدا، دائرہ نبوت کی انتہا، منظرِ اتم
 رحمتِ اتم، عقلِ اولِ ازل کے ترجمانِ انوار
 کے نور، رازوں کا راز، راہوں کے ہادی
 رسل کے سردار، روشن بلند نور، خوب
 مزین، محبوبِ اعلیٰ نہایت ہی منتخب
 برگزیدہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔
 دل کے سربراہ، استوں کے شفیق، دو جہاں
 کے سردار، نورِ ہدایت، محبوبِ خدا۔ تمام
 مخلوق کے سربراہ مقصود فقط ان کی ذات
 ہے باقی تو سب طفیلی ہیں نور انہیں کا منظور
 ہے باقی سب تاریکی ہے جو مرتبہ بھی امکان
 میں تھا وہ ان پر ختم ہے خدا کی تمام نعمتیں

مملکتِ احدیت منظرِ حقیقتِ فردانیت
 منظرِ صورتِ رحمانیت سرِ مکتومِ غیب
 لاہوت، ظلم معلوم کتبِ جبروت مروج
 ارواحِ ملکوتیہ، مزین اشباحِ ناسوتیہ
 ہدایتِ خطِ دلالتِ نہایتِ دائرہ نبوت
 منظرِ اتمِ رحمتِ اتم، عقلِ اولِ ترجمان
 ازل، نورِ انوار، سرِ سرارِ ہادیِ سبیل
 سیدِ رسلِ نورانی سرِ الہیِ حبیبِ اعلیٰ
 صفیٰ صفیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

قطعہ

شاہِ رسلِ شفیقِ اتم خواجہ دو کون
 نورِ ہدائیِ حبیبِ خدا سیدِ انام
 مقصود ذاتِ اوست دگر نامِ طفیل
 منظورِ اوست دگر جملگی ظلام
 ہر تہ سب کہ بود در امکانِ بروست ختم
 ہر نعمتی کہ داشت خدا شد برو تمام
 برداشت از طبیعتِ امکانِ قدم کہ آن
 امری بعیدہ است من المسجد الحرام
 تا عرصہ وجوب کہ اقصائے عالم است
 کا بجانہ جاست نے جہت نے نشان نام
 سرست لبسِ شکرِ درین حب کہ پچ آں

از نشانی عالم جاں پرس این مقام ان پر مکمل ہوئیں۔ جب آپ نے شب معراج
(اخبار الاخبار، م ۵۰)

”سبحان الذی اسرری بعبودہ“ میں ہے تو اس عالم امکاں سے چل کر
میدانِ وجوب تک پہنچے جو عالم کی انتہا ہے اور اسے قرآن نے مسجدِ اقصیٰ سے تعبیر
فرمایا وہاں نہ جگہ ہے نہ سمت اور نہ نام و نشان۔ یہ عجیب پیچیدہ راز ہے۔ خبردار
وہ عالم جاں کے آشنا سے یہ مقام پوچھو۔“

امام اہل محبت آپ کی اسی جامعیت کو ایک مقام پر یوں بیان کرتے ہیں کہ
ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبودیت کہاں
یہاں ہوں یہ بھی ہے خطایہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
حق یہ کہ ہیں عبد اللہ اور عالم امکاں کے شاہ
برزخ ہیں وہ سرخدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

۲۔ مطلع ہر سعادت پہ اسعد درود
مقطع ہر سیادت پہ لاکھوں سلام

مطلع - آغاز، سعادت - بھلائی و خیر، اسعد - اعلیٰ، مقطع - انتہا، سیادت -
سرداری و بزرگی۔

غزل کے ابتدائی شعر کو مطلع اور آخری کو مقطع کہا جاتا ہے۔ یعنی ہر سعادت
کی ابتدا آپ کی ذات سے اور ہر عظمت و بزرگی کی انتہا بھی آپ ہی کی ذات پر ہے۔
اس کائنات کا مطلع بھی آپ ہیں اور مقطع بھی۔ پیچھے ”قاسم کنز نعمت“ کے تحت
گزر چکا ہے کہ دنیا میں ہر بھلائی و خیر کی خیرات آپ کے وسیلہ سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ

اللہ تعالیٰ نے آپ کو خیر کثیر کا مالک بنایا ہے۔

مطلع ہر سعادت

اس کائنات میں جہاں بھی شرف و کرامت ہے اس کے پس منظر میں آپ ہی کی ذات ہے اگر سیدنا آدم علیہ السلام کو مسجود ملائکہ بنا کر انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیا تو نور محمدی ہی کی برکت تھی۔ امام فخر الدین رازی فرشتوں کا حضرت آدم کو سجدہ کرنے کی وجہ واضح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

ان الملائكة امروا بالسجود
لامد لاجل ان نور محمد
کان فی جبهة آدم
(تفسیر کبریٰ)

ملائکہ کو حضرت آدم کے سامنے سجدہ
کرنے کا جو حکم دیا گیا اس کی وجہ یہ
تھی کہ ان کی پیشانی میں نور محمدی
تھا۔

ظاہر میں میرے پھول حقیقت میں میرے نخل
اس گل کی یاد میں یہ صدابوالبشر کی ہے

ہر بھلائی و خیر کا سرچشمہ آپ کی ذات ہے

آنام اہل محبت نے حضور کو ہر شے کی اہل اور قاسم نعمت کہتے ہوئے یہ بھی
کہا کہ کائنات میں ہر بھلائی و خیر کا سرچشمہ اور مرکز آپ ہی کی ذات اقدس ہے کیونکہ
خیر کثیر کے مالک آپ ہی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكُوْثَرَ
اے حبیب ہم نے آپ کو کثیر عطا فرمایا۔
مفسرین نے الکوثر کی تفسیر "خیر کثیر" کی ہے۔

شیخ ابن تیمیہ آپ کی رسالت و نبوت کی برکات کے بارے میں رقمطراز ہیں:

اقانا بيوكة وسالته ويمين
سفارتہ خير الدنيا والاخرہ
وان كل خير في
الارض فمن اثار النبوات
والصادم المسلول (۲۵۰۰)

اللہ تعالیٰ نے حضور کی رسالت
کی برکت، آپ کی سفارت کی سعادت
سب ہم کو دنیا و آخرت کی خیر سے نوازا
ہے۔ بلاشبہ زمین کی ہر چیز آثار
نبوت سے ہے۔

شیخ ابن قیم نے اس سے بڑھ کر کہا:

ان كل خير نالته امتہ في
الدنيا والاخرہ فانها نالته
عوى يده صلى الله عليه وسلم

دنیا و آخرت میں امت کو جو خیر بھی
ملی وہ آپ کے ہی ہاتھوں ملی ہے۔

(زاد المعاد علی ما مش الزرقانی، ۱: ۳۷۳)

مفکر اسلام علامہ اقبال نے کیا ہی خوب کہا:

ہر کج بامینی جہان رنگ بولو
یا ز نور مصطفیٰ اور ابہاست

اں کہ از خاش بر وید آرزو
یا ہنوز اندر تلاش مصطفیٰ است

مقطع ہر سیادت

اللہ تعالیٰ نے جتنے درجات اور مراتب اس کائنات میں تخلیق فرمائے وہ کمال
اور اپنی انتہا پر اگر کسی ذات میں جمع ہیں تو وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس
ہے۔

میں اولین و آخرین کا سردار ہوں

اس سیادت کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود متعدد مرتبہ فرمایا آپ کے

چند ارشادات مبارکہ ملاحظہ ہوں۔

ترمذی و دارمی میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ کچھ صحابہ حضور کے انتظار میں بیٹھے گفتگو کر رہے تھے۔ ایک نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو خلیل بنایا۔ دوسرے نے کہا حضرت موسیٰ سے اللہ تعالیٰ نے بے واسطہ کلام فرمایا۔ تیسرے نے کہا حضرت عیسیٰ اللہ کا کلمہ اور روح ہیں۔ چوتھے نے کہا حضرت آدم اللہ کے صنی ہیں۔ حضور تشریف لائے۔ فرمایا: میں نے تمہاری تمام گفتگو سنی ہے۔ واقعہ یہ اللہ کے تمام پیغمبر انہی مقامات کے مالک تھے جو تم نے بیان کئے۔ سنو!

انا اکرم الاولین والاخرین
علی اللہ ولا فخر۔

دوسری روایت کے الفاظ ہیں:
انا اکرم ولد آدم علی ربی
میرا مقام میرے رب کے ہاں تمام
اولاد آدم سے بڑھ کر ہے۔

امام ابو نعیم نے حضرت ابن عباس ہی سے ایک طویل روایت نقل کی ہے جس میں آپ کا یہ ارشاد گرامی ہے۔

انا سید ولد آدم فی الدنیا
وفی الاخرۃ ولا فخر۔

دلائل النبوة ۱۰: ۷۵

مقام محبوبیت پر فائز ہونا

اس سے بڑھ کر سیادت کا کیا مقام ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مقام

محبوبیت عطا فرمایا ہے۔ تم ندی اور درمی کے حوالے سے جو حدیث اوپر گزری کہ صحابہ مختلف انبیاء کے مقامات کا تذکرہ کر رہے تھے اسی میں ہے کہ آپ نے فرمایا ان تمام کے مقامات حتیٰ ہیں مگر میرے بارے میں آگاہ ہو جاؤ۔

الا وانا حبیب اللہ ولا فخر
میں اللہ کا حبیب ہوں مگر میں فخر
نہیں کرتا

اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کے مقام محبوبیت کا یہ عالم ہے کہ جو شخص آپ کی اتباع کر لے اسے بھی اللہ تعالیٰ اپنا محبوب بنا لیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ
فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ
وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ
اے نبی بتا دیجئے اگر تم اللہ سے محبت
رکھتے ہو تو اؤ میری اتباع کر لو۔ اللہ
تعالیٰ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا اور
وہ تمہارے گناہ معاف فرادے گا
(آل عمران)

آپ کے مقام سیادت پر کچھ گفتگو "اس سزائے سیادت" کے تحت گزر چکی ہے۔

۲۱۔ خلق کے دادرس سب کے فریادرس
کہنق روزِ مُصیبت پہ لاکھوں سلام

خلق۔ تمام مخلوق، دادرس۔ مدد کرنے والے، منصف، فریادرس۔ فریاد سننے والے، کہنق۔ جلئے پناہ، روزِ مصیبت۔ روزِ قیامت۔
آپ کی ذات اقدس تمام خلق خدا کے لئے دادرس۔ ہر آڑے وقت میں فریادری فرمانے والے اور روزِ قیامت جانے پناہ ہے۔

آپ کی دادرسی و فریادری کے چند مناظر

آپ کی دادرسی و فریادری کا دامن مخلوق خدا کے لئے قیامت تک پھیلا ہے۔
تاہم چند مناظر کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

ابو جہل سے رقم لے کر دی

امام ابو نعیم نقل کرتے ہیں کہ قبیلہ ارشش کا ایک شخص شہر مکہ میں اونٹ کے لئے لایا۔ ابو جہل نے اس سے اونٹ خریدا مگر رقم ادا کرنے سے انکار کر دیا وہ دادرسی کے لئے حرم کعبہ آیا۔ حضور علیہ السلام بھی حرم کے ایک گوشے میں تشریف فرما تھے۔ اس نے قریش کو مخاطب کر کے دادرسی چاہی۔ میں غریب، مسافر ہوں۔ ابو الحکم بن ہشام سے میری رقم دلوا دیں۔ ان تمام نے بطور شرارت کہا وہ گوشے میں جو شخص بیٹھا ہے اس کے پاس جا۔ وہ شخص آپ کے پاس چلا گیا اور دادرسی چاہی۔ فرمایا: ابھی چلتے ہیں۔ جب حضور اس شخص کو ساتھ لے کر ابو جہل کی طرف روانہ ہوئے تو کفار نے بھی ایک نمائندہ پیچھے بھیجا تاکہ دیکھے کیا ہوتا ہے؟ آپ نے دستک دی۔ اندر سے پوچھا کون؟ فرمایا: محمد۔ آپ کا نام سنتے ہی رنگ فق ہو گیا اور فی الفور باہر آگیا۔ آپ نے فرمایا:

اعط هذا الرجل حقه اس شخص کا حق ادا کر

کہتے لگا ابھی آپ کے سامنے کر دیتا ہوں۔ اس نے اسی وقت قرض ادا کر دیا۔ رپورٹ نے آکر بتایا وہاں تو عجیب معاملہ ہوا۔ جب آپ نے دستک دی تو

فخرج اليه ومعه روحه ابو جہل اس طرح سامنے حاضر ہوا گویا

اس کی روح اڑ گئی۔

حکم سن کر اس نے فی الفور قرض ادا کر دیا:

تھوڑی دیر بعد ابو جہل آیا تو اس سے پوچھا یہ کیا ہوا؟ تو نے کیوں بات مان لی وہ کہنے لگا۔ جب آپ نے دستک دی تو مجھ پر رعب طاری ہو گیا جس کی بنا پر میں ان کی بات ماننے پر مجبور ہو گیا۔ (دلائل النبوة ۱: ۲۱۲)

اس میں نہایت ہی قابل توجہ بات یہ ہے کہ دادرسی چاہتے پر یہ بھی نہ خیال فرمایا کہ میں کس کے پاس جا رہا ہوں۔ وہ میرا جانی دشمن ہے۔ وہ میری بات کیسے مانے گا۔ ان تمام چیزوں سے بالاتر ہو کر آپ نے اس غریب مسافر کی دادرسی فرمائی۔ اس بارگاہ میں صرف انسانوں ہی کی دادرسی و فریادرسی نہیں ہوتی بلکہ کائنات کی ہر شے کے سر پر ہاتھ رکھا جاتا ہے۔

ہرنی کی دادرسی

حضرت زید بن ارقم بیان کرتے ہیں کہ ہم حضور کے ساتھ تھے۔ ہمارا گزرا ایک اعرابی کی شکار گاہ سے ہوا۔ یہاں اس نے ایک ہرنی کو جال میں شکار کر رکھا تھا۔ جب اس ہرنی نے آقائے دو جہاں کو دیکھا تو پکارا مٹھی، یا رسول اللہ اس اعرابی نے مجھے شکار کر لیا ہے۔

ان لی اولاداً وانا ارضعهم	میری اولاد ہے۔ میں انہیں دودھ
وانہم الان جیاع فامرہذا	پلاتی ہوں اس وقت میرے بچے
ان یخلیبنی حتی اذهب فارض	بھوکے ہیں۔ اسے فرمائیے کہ مجھے اجازت
اولادی واعد	دے تاکہ میں دودھ پلا کر واپس لوٹ

آڈل۔

آپ نے فرمایا اگر تو واپس نہ آئی تو عرض کرنے لگی آقا اگر میں واپس نہ آؤں،

فلعننى الله كمن تذكر بين
يدیه فلا یصلی علیہ .
تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اس شخص
کی طرح ہو جس کے سامنے آپ کا
مبارک نام لیا جائے اور وہ دود
نہ بھیجے۔

آپ نے شکاری سے فرمایا اسے چھوڑ دے میں ضامن ہوں، ہرنی چلی گئی
اور دودھ پلا کر جلد ہی واپس آگئی۔ فرمایا اسے شکاری کیا تو اسے میرے ہاتھ بیچ نہیں
دیتا؟ عرض کیا آقا میں آپ کو بہہ کرتا ہوں۔ آپ نے اسے آزاد فرما دیا۔ حضرت زید
اس کے الوداع ہونے کی کیفیت بیان کرتے ہیں

فانا والله رأیتھا تسیم فی
الارض وھی تقول اشھد
ان لا الہ الا اللہ وان
محمدًا رسول اللہ۔
اللہ کی قسم میں نے دیکھا وہ یہ کہتے ہوئے
روانہ ہوئی " میں گواہی دیتی ہوں اللہ
وعدہ لا شریک ہے اور محمد اللہ کے
برحق رسول ہیں۔"

اس کے بعد جبریل امین آپ کی خدمت میں آئے اور اللہ تعالیٰ کا پیغام دیا، یا رسول
اللہ! اللہ تعالیٰ نے سلام بھیجا ہے اور فرمایا ہے:

د عزتی و جلالی انا ارحم
بامتک من ہذا الطبیۃ
باولادھا وانا ارحم الیئک
لما رجعت الطبیۃ الیئ۔
مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم اس
ہرنی کو اپنے بچوں سے جو محبت ہے
میں اس سے کہیں بڑھ کر آپ کے
امت پر رحم کرنے والا ہوں اور میں
امت کو اسی طرح آپ کے سپرد کر دوں
گا جس طرح یہ ہرنی آپس کی طرف واپس
آئی ہے۔

(دلائل النبوة ۱۰: ۳۷۵)

(القول البدیع = ۱۲۲)

اونٹ کی دادرسی

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم انصاری کی حویلی میں تشریف لے گئے۔ وہاں ایک اونٹ تھا۔ جب اس نے رسول خدا کو دیکھا:

حن الیہ و ذرفت عیناہ
تو اس کی آنکھوں سے آنسو جاری
ہو گئے اور وہ سسکیاں لے کر رونے لگا۔

آپ نے اس کی فریاد سنی اور پوچھا یہ کس کا اونٹ ہے۔ انصاری نوجوان نے کہا آقا میرا ہے آپ نے اسے سخت تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا تجھے اللہ کا خوف نہیں۔
فانہ شکا الی انٹ تجیعہ۔ یہ شکایت کر رہا ہے کہ تو اس کو بھوکا
رکھتا ہے۔ (حجۃ اللہ ۱۴۵۸ھ)

کہف روزِ مصیبت

روزِ قیامت ہر شخص کے لئے جائے پناہ آپ ہی ہوں گے۔ ہر مشکل موقعہ اور موڑ پر آپ کا سہارا ہوگا۔

میدانِ محشر میں سب سے زیادہ مشکل مقامات و مراحل تین ہیں جہاں کوئی کسی کا نہیں بنے گا۔ لیکن کریم آقا ان میں سے ہر مقام پر مشکل کشائی فرما رہے ہوں گے۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے کریم آقا سے اپنی شفاعت کا وعدہ لیا۔ جب آپ نے وعدہ فرمایا، اس کے بعد آقا اور غلام کے درمیان جو گفتگو ہوئی وہ یہ تھی:

اینا اطلبک؟ یا رسول اللہ آپ کو کہاں تلاش کروں؟

فرمایا

اول ما تطلبني على الصراط - سب سے پہلے مجھے پل صراط پر تلاش کرنا۔
عرض کیا

فان لم القل على الصراط؟ اگر میں پل صراط پر نہ مل سکوں؟

فرمایا

فاطلبني عند الميزان - میزان کے پاس آجاتا۔

عرض کیا

فان لم القل عند الميزان؟ اگر وہاں ملاقات نہ کر سکوں تو؟

فرمایا

فاطلبني عند الحوض - فانی مجھے حوض کوثر پر تلاش کرنا کیونکہ میں

لا اخطى هذه الثلاثة موطن ان تین مقامات کو نہیں بھول سکتا کیونکہ

رشف الامة المحمدية (۲۳۲۰) یہی امت کے لیے دشوار ترین مقامات

ہیں۔

۳۲ - مجھ سے سیکس کی دولت پہ لاکھوں روڈ

مجھ سے بس کی قوت پہ لاکھوں سلام

بے کس - محتاج و بے یار و مددگار - دولت - سرمایہ - بے بس - مجبور و کمزور

قوت - طاقت -

اوپر گزرا آپ تمام مخلوق خدا کی دادرسی اور فریاد رسی فرماتے ہیں اور ہر مشکل

موقعہ پر ہر ایک کی جائے پناہ ہیں۔ اعلیٰ حضرت بھی اپنے آقا کے حضور التجا کر رہے ہیں

اسے تمام مخلوق کی فریادرسی فرمانے والے! میں ایک بے سہارا، بے کس اور بے بس انسان ہوں۔ میرا سہارا، میری طاقت اور میرا سرمایہ و پونجی فقط آپ کی ذات ہے۔ یہاں حضور کی ذات اقدس کو دولت و قوت کہا۔ واقعہً جس کے سر پر آپ دستِ شفقت رکھ دیں وہ اس کائنات کا سب سے بڑا دولت مند اور صاحب طاقت ہے۔

سب سے بڑی دولت ذاتِ رسول

مسند احمد میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب غزوہ خین کے موقعہ پر مالِ غنیمت آیا، حضور علیہ السلام نے تالیفِ قلب کے لیے وہ تمام مال قریش کے ان لوگوں میں تقسیم کر دیا جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ انصار کو اس میں سے حصہ عطا نہ فرمایا۔ اس پر انصار کے اندر چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ حتیٰ کہ ایک آدمی نے یہ کہہ دیا اب حضور کو اپنی قوم مل گئی ہے۔ اس لئے ہمارا خیال ہی نہیں رہا۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے حضور کی خدمت میں سارا معاملہ عرض کیا۔ آپ نے فرمایا تمام انصار کو جمع کرو تا کہ ان سے اس معاملہ میں گفتگو کی جاسکے۔ حضرت سعد نے اعلان کر دیا۔ تمام انصار جمع ہو گئے۔ حضور علیہ السلام نے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا۔ کیا تم گمراہ نہیں تھے۔ اللہ نے تمہیں ہدایت سے نوازا۔ تم فقراء تھے اللہ نے تمہیں غنی کر دیا۔ تمہاری آپس میں دشمنیاں تھیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلِ محبت سے جوڑ دیئے۔ اس پر انصار نے عرض کیا آقا آپ سچ فرما رہے ہیں۔ فرمایا اسے انصار کیا تم مجھے بتاؤ گے؟ عرض کیا آقا ہم کیا بتائیں

المن لله و لرسوله۔ اللہ اور اس کے رسول کے ہی احسانا

ہیں۔

فرمایا اگر تم یہ کہہ سکتے ہو اور یہ سچ ہو گا کہ اسے محمد ہم نے آپ کو پناہ دی ہم نے
آپ کی مدد کی۔ اس پر انصار پکار اٹھے ہم کون ہیں اور ہماری کیا حیثیت؟

المن لله و لوسوله تمام احسانات اللہ اور رسول کے ہیں

فرمایا اسے انصار کیا تمہارے دلوں میں اس دنیا کی رغبت ہے جو میں نے تالیف

قلب کی خاطر نو مسلموں کو دی ہے۔ کیا تم اس پر خوش نہیں ہو؟

يذهب الناس الى رحالهم لوگ اپنے گھروں میں بکریاں اور

بالشاة و البعير و تذهبون اونٹ لے کر جائیں اور تم اللہ کے رسول

بوسول اللہ الى رحالكوم۔ کو اپنے ساتھ لے کر جاؤ۔

اللہ کی قسم اگر لوگ ایک راہ کی طرف جائیں اور انصار دوسری طرف ہوں تو میں

انصار کے ساتھ ہوں گا۔ اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار میں سے ہوتا۔ اے اللہ!

انصار اور ان کی اولاد پر رحم و کرم فرما!

اس پر انصار نے رونا شروع کر دیا اور کہا:

رضينا بالله ورسوله قسماً ہم اللہ اور رسول کی تقسیم پر خوش ہیں۔

دار رسول ۱۰: ۱۲۲ بحوالہ مسند احمد

شمع بزم دُفِ هُوَ مِمْ كُتْ اَنَا

- ۲۳

شرح متن ہجویت پہ لاکھوں سلام

انتہائے دُوی ایتدائے یگی

- ۲۴

جمع تفریق و کثرت پہ لاکھوں سلام

شمع - چراغ، بزم - مجلس، دُوی - مقام قرب، ہو - اسم ذات، گم کن - گم کرد،

انا۔ اپنی ذات، شرح۔ تفسیر و بیاں، متن۔ کتاب کی اصل عبارت، ہویت۔ الوہیت،
انہما نے۔ دوئی۔ ایک ہونا، ابتدا کے یکی۔ توحید کی ابتدا، تفریق و کثرت، جمع۔ اکٹھا
ہونا، تفریق۔ تقسیم، کثرت۔ تعدد۔

ان دو اشعار میں حضرت نے حضور علیہ السلام کے اس عظیم مقام کو واضح کیا
ہے کہ آپ نے اپنے وجود کو کامل طور پر وجود الہی میں اس طرح گم اور فنا کر دیا ہے
کہ آپ ذات و صفات میں اللہ تعالیٰ کا منظر اتم و اکمل ہیں اب اگرچہ ذوات دو ہیں
اللہ خالق، حضور مخلوق، اللہ مہبود اور حضور عابد مگر ہر معاملہ میں دوئی نہیں دونوں
کی رضا، ناراضگی، اطاعت و نافرمانی امر و نہی ایک ہیں۔ آپ کے اس مقام پر کچھ
روشنی ڈالنے کے لئے اس بات کا علم ضروری ہے کہ بندہ صفات الہیہ کا منظر بن
سکتا ہے۔

بندے کا صفات الہیہ کا منظر ہونا

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جن و انس کا مقصد تخلیق ان الفاظ میں بیان فرمایا

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ - (الذاریات) میں نے جن و انس کو فقط اپنی عبادت
کے لئے ہی پیدا فرمایا ہے۔

عبادت رب کی بارگاہ میں اپنی انانیت کو ریاضت و مجاہدہ کے ذریعے پامال
اور فنا کر دینا ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بندے میں اپنے صفات بشریت
کے بجائے صفات حق متجلی ہوتی ہے اور انوار صفات الہیہ سے وہ بندہ منور و
مستیر ہو جاتا ہے۔ اسی حقیقت سے امت کو آگاہ کرتے ہوئے رحمت عالم صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ جس نے میرے ولی سے عداوت

کی میں نے اسے اعلان جنگ فرما دیا اور جن چیزوں کے ذریعے بندہ مجھ سے قریب ہوتا ہے ان میں سب سے زیادہ محبوب چیز میرے نزدیک فرائض ہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میری طرف ہمیشہ نزدیک حاصل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں۔

فاذا اجبتہ فکنت سمعہ
الذی یسمع بہ و بصرہ الذی
یبصر بہ و یدہ الی یبطش
بہا و رجلہ الی یمشی
بہا و ان سالتی لاعطینہ
ولئن استعاذنی لاعینہ
(البخاری باب التواضع)

جب میں اسے محبوب بنا لیتا ہوں
تو میں اس کی سمع بن جاتا ہوں جس سے
سنتا ہے۔ میں اس کی آنکھ بن جاتا
ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ میں
اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جن سے
وہ گرفت کرتا ہے میں اس کے پاؤں
(کی قوت) ہو جاتا ہوں جن سے وہ
چلتا ہے اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں
عطا کرتا ہوں اور اگر وہ پناہ مانگے
تو پناہ دیتا ہوں۔

اس ارشادِ نبوی کا ہر لفظ بول رہا ہے کہ جب متقرب بندہ اپنے آپ کو
ذاتِ الہی کے سامنے فنا کر دیتا ہے تو اس کے ظاہری جسم و صورت کے علاوہ
کچھ نہیں رہ جاتا۔ پھر اس میں اللہ تعالیٰ ہی متصرف ہوتا ہے۔
مذکورہ حدیث کا یہی مفہوم اکابرین امت نے بیان کیا ہے۔ چند تصریحات
ملاحظہ ہوں :-

۱۔ امام فخر الدین رازی اس حدیث قدسی کے تحت لکھتے ہیں :

هذا الخبیر يدل على انه لو
یہ حدیث اس پر شاہد ہے کہ مقربین

بارگاہِ الہی کی آنکھوں اکانوں بلکہ
تمام اعضاء میں اللہ کے سوا کسی غیر
کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ
ہے کہ اگر غیر کے لئے کوئی حصہ باقی
ہوتا تو اللہ تعالیٰ یہ کبھی نہ فرماتا کہ میں
خود اس کی سمع و بصر بن جاتا ہوں۔
اسی بنا پر حضرت علی نے کہا کہ خدا کی
قسم میں نے خیبر کا دروازہ جسمانی
طاقت سے نہیں بلکہ ربانی طاقت سے
اکھاڑا تھا۔ کیونکہ حضرت علی کی نظر اس
وقت عالم اجسام سے منقطع ہو
چکی تھی۔ اور علی قوتوں نے حضرت
علی کو عالم کبریا کے نور سے چمکا دیا
تھا۔ جس کی وجہ سے ان کی روح
قوی ہو کر ارواحِ ملکیت کے جواہر
سے مشابہ ہو گئی تھی اور اس
میں عالم قدس و عظمت کے انوار
چمکنے لگے تھے جس کا لازمی نتیجہ
یہ ہوا کہ انہیں وہ قدرت حاصل
ہو گئی جو ان کے غیر کو حاصل نہ تھی

یبتی فی سمعہم نصیب لغیر
اللہ ولا فی بصرہم ولا
فی سائر اعضاءہم اذ لو
لقی ہناک نصیب لغیر
اللہ تعالیٰ لما قال انا سمعہ
و بصرہ
ولہذا قال علی بت ایضا
کرم اللہ وجہہ واللہ ما
قلعت باب خیبر بقوۃ
جسدانیۃ ولکن بقوۃ
ربانیۃ و ذلک لان علیاً
کرم اللہ وجہہ فی ذلک
الوقت القطع نظراً عن
عالم الاجساد واشرفت
الملائکۃ بالوار عالم الکبریاء
فتقوی روحہما و تشبہ
بجواہر ارواح الملائکۃ
وتلالات فیہ اضواء
عالم القدس والعظمت فلا
جرم حصل لہ من القدرۃ
ما قدر بہا علی ما لم یقدر
علیہ غیرہ۔

آگے فرماتے ہیں کہ یہ چیز حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ ہی مخصوص نہیں بلکہ ہر وہ شخص جو اپنے مولیٰ کی طاعت و بندگی پر ہمیشگی اور استقامت اختیار کرتا ہے :

بلغ المقام الذی یقول اللہ
كنت له سمعًا و بصرًا فاذا
صار نور جلال اللہ سمعًا
له سمع القریب و البعید
واذا صار ذلك النور بصرًا
له رای القریب و البعید
واذا صار ذلك النور یبدا
له قدر علی التصرف فی
الصعب و السهل و البعید
والقرب -

تو اس مقام تک پہنچ جاتا ہے
جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کنت
له سمعًا و بصرًا فرمایا ہے
جب اللہ کے جلال کا نور اس کی
سمع ہو جاتا ہے تو وہ دور و نزدیک
آوازوں کو سن لیتا ہے اور جب
یہی نور جلال اس کا ہاتھ ہو گیا
تو یہ بندہ مشکل اور آسان ،
دورا و قریب چیزوں میں تصرف
کرنے پر قادر ہو جاتا ہے -

(تفسیر کبیر، ۵ : ۶۸۷-۶۸۸)

۲۔ علامہ محمود آلوسی نے بھی بڑے ہی کھلے الفاظ میں حدیث کا یہی معنی کیا ہے :

و ذکرنا ان من القوم من
یسمع فی اللہ و للہ و باللہ
و من اللہ جل و علا و لا
یسمع بالسمع الانسانی بل
یسمع باسم الربانی كما فی
الحدیث القدسی کنت سمعہ
الذی یسمع بہ -

اہل معرفت نے بیان کیا ہے کہ بعض
ایسے لوگ بھی ہیں ، جو اللہ میں ،
اللہ کے لئے ، اللہ کے ساتھ اللہ
سے سنتے ہیں اور وہ سمع انسانی
کے ساتھ نہیں سمع ربانی کے ساتھ
سنتے ہیں جیسا کہ حدیث قدسی کنت
سمعہ الذی یسمع بہ میں

داروسہ -

(روح المعانی، ۲ : ۱۰۲)

۳۔ امام شحرانی نے اس سے بھی بڑھ کر واضح انداز میں لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے مطلع فرمادیا ہے کہ جب وہ کسی بندے کو محبوب بنا لیتا ہے تو وہ اس کی سمع و بصر سوچا جاتا ہے (یعنی وہ بندہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بن جاتا ہے)

قد یجمع اللہ تعالیٰ لمن شاء فی هذا المقام الصفات کلھا وقد یعطیہ بعض الصفات علی التدریج شیئاً بعد شیئ -

اس مقام پر اللہ تعالیٰ اپنے بعض محبوب بندوں میں اپنی کل صفات رحمن کا مظہر ہونا بندے کے حق میں شرعاً ممکن ہے، جمع فرمادیتا ہے اور کبھی بعض صفات اور درجہ بدرجہ صفات عطا فرماتا ہے

(الیواقیت والحواہر، ۱: ۱۲۵)

الفاظ حدیث کا مطلب صرف یہ بیان کرنا کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والے کے حواس کو اپنی پسندیدہ اشیاء کے لئے وسیلہ بنا دیتا ہے اور وہ بندہ اپنے کانوں سے کوئی ناجائز چیز نہیں سنتا اور اپنی آنکھوں سے خلاف حکم شرع کوئی چیز نہیں دیکھتا اور اپنے ہاتھوں اور پاؤں سے خلاف شرع کوئی کام نہیں کرتا۔ اس حدیث کے معنی و مفہوم میں تحریف کے مترادف ہے۔ غزالیٰ زماں حضرت علامہ احمد سعید کاظمیؒ اس معنی و مفہوم کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

”الفاظ حدیث ان معنی کے متحمل نہیں کیونکہ ان معنی کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے نزدیکی حاصل کرنے والا بندہ محبوب ہونے کے بعد اپنے کسی عضو یا حصہ سے کوئی گناہ نہیں کرتا اور وہ اپنے کان آنکھ وغیرہ سے جو کام کرتا ہے وہ سب جائز اور شرع کے مطابق ہوتے ہیں۔ لیکن ان معنی کو جب الفاظ حدیث پر پیش کیا جاتا ہے تو کوئی لفظ ان کی تائید نہیں کرتا۔ ایک معمولی سمجھ والا ان بھی اس بات کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ گناہوں سے بچنے کا مرتبہ تو اسے محبوبیت

سے پہلے ہی حاصل ہو گیا ہے۔ اب اگر محبوبیت کے بعد بھی وہ اسی مقام پر ہے تو یہ اس کے حق میں بلندٹی مراتب ہوگی یا ترقی، منکوس۔ اگر معصیتوں میں مبتلا ہونے کے باوجود بھی خدا کی محبوبیت کا مقام حاصل ہو سکتا ہے تو تقویٰ اور پیریزگاری کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔ نص قرآنی اس امر پر شاہد ہے کہ اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہی اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی** **یحبکم اللہ۔** حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع یعنی تقویٰ اور پیریزگاری کے بغیر مقام محبوبیت کا حصول ناممکن ہے۔ **کنت سمعہ و بصرہ** کا مرتبہ فاذا اجبتہ کے بعد جس کا مقتضی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اس بندے کی سمع اور بصر ہونا " **القاعن المعاصی** " کے علاوہ اس سے بلند اور بالا مرتبہ ہے جس کو گناہوں سے پاک ہونے کے بعد ہی حاصل کیا جاسکتا ہے جو پیریزگاری کا نتیجہ اور قرب نوافل کا ثمرہ ہے۔ (تسکین الخواطر، ۲۴)

اسی بات کی تائید مولانا محمد انور شاہ کشمیری بھی ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ علماء شریعت نے کہا کہ اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ بندے کے اعضاء و جوارح رضائے الہی کے تابع ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ رضائے رب کے خلاف بالکل حرکت نہیں کرتے تو جب اس کے سمع و بصر اور تمام اعضاء و جوارح کی غایت اللہ تعالیٰ ہو جائے تو اس وقت یہ کہنا صحیح ہوگا کہ وہ بندہ اللہ کے لئے سنا اور اس کے لئے بولتا ہے تو گویا اللہ تعالیٰ اس کی سمع و بصر ہو گیا۔

قلت و هذا عدول عن حق
الالفاظ لان قوله كنت سمعہ
بصیغۃ المتکلم يدل على انه
میرے نزدیک حدیث کا یہ معنی بیان
کرنا حق الفاظ سے تجاوز اور کجروی
ہے اس لئے کہ بصیغۃ متکلم اللہ تعالیٰ

لاکنت سمعه فرمانا اس بات پر
دلالت کرتا ہے کہ عبد متقرب بالنوافل
میں اس کے جسم اور صورت کے سوا
کچھ باقی نہیں رہا اور اس میں صرف
اللہ تعالیٰ متصرف ہو گیا ہے اور فنا فی اللہ
سے صوفیا کی مراد بھی یہی ہے کہ اس
میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی چیز تصرف
کرنے والی دسنتے، دیکھنے اور بولنے
والی) باقی نہ رہے۔

لم یبق من المتقرب بالنوافل
الاجسدة وشيخه وصار
المتصرف فيه المحضرة الالهية
فحسبه وهو الذي عناء
الصوفية بالفناء في الله اى
الانسلاخ عن دواعي نفسه
حتى لا يكون التصرف فيه
الا هو۔

رفیض الباری، ۴ : ۴۲۸

اس کی عملی مثال دیتے ہوئے کہتے ہیں :

جب درخت سے الی انا اللہ کی
آواز آسکتی ہے تو متقرب بالنوافل
کا کیا حال ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی
سمع و بصر نہ ہو سکے اور اللہ تعالیٰ
کا اپنے مقرب بندوں کی سمع و
بصر ہو جانا ایسی صورت میں کیوں
کر محال ہو سکتا ہے جب کہ وہ ابن
آدم جو صورتِ جن پر پیدا کیا گیا شرف و کمال
میں شجرہ موسیٰ علیہ السلام سے کی طرح کم نہیں۔

اذا صم للشجرة ان ينادى
فيها باني انا الله فما بال
المتقرب بالنوافل ان لا يكون
الله سمعه و بصره كيف
وان ابت آدم الذي
خلق على صورة الرحمن ليس
بادون من شجرة موسى
عليه السلام

رفیض الباری، ۴ : ۴۲۹

کتاب و سنت کے مذکورہ مباحث و مفاہیم سے یہ ثابت ہو گئی کہ عبد متقرب صفات
الہیہ کا مظہر بن جاتا ہے یعنی بندہ اللہ تعالیٰ کے نورِ سمع سے سنتا، نورِ بصر سے دیکھتا اور

اسی کے نور قدرت سے تصرف کرتا ہے نہ خدا بندے میں حلول کرتا ہے نہ بندہ خدا ہو جاتا ہے بلکہ خدا کا یہ مقرب بندہ منظر خدا ہو کر کمال انسانیت کے اس مقام پر فائز ہوتا ہے جس کے لئے اس کی تخلیق ہوئی تھی۔

شمع بزمِ دنیٰ میں گم گن انا

اگرچہ یہ مقام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا کیونکہ آپ روز ازل سے مقام محبوبیت پر فائز ہیں جس کا تذکرہ ابتدائی شعر کے تحت گزر چکا ہے۔ مگر کائنات کو عملاً معجزہ معراج کی صورت میں حضور کے اس مقام سے آگاہ کیا گیا۔ قرب و فنایت اور منظریت میں وہ کمال عطا فرمایا جو آپ کا ہی حصہ ہے۔

محبوبِ خدا اور مقامِ فنایت

آپ کے اسی قرب و فنایت کو قرآن نے ان الفاظ میں بیان کیا :

قَسَدًا نِي فَتَدَلِي فَكَانَ قَابًا
قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ

پھر وہ قریب ہوا اور قریب ہوا حتیٰ کہ
دو کمانوں کی مانند بلکہ اس سے زیادہ

قریب ہوا۔ (انجم)

تمام فاصلے ختم ہو گئے اور حضور کی ذات گرامی تمام جہات سے آزاد ہو کر وحدت کلی میں اس طرح جذب ہو گئی جس طرح قطرہ سمندر میں جذب ہو جاتا ہے۔ اہل معرفت کے ہاں فنا کا اعلیٰ مقام یہی ہے کہ بندہ وجود حق میں اس طرح کامل طور پر فنا ہو جائے کہ اپنے فنا کے مشاہدے سے بھی آگاہ نہ رہے۔ امام قشیری فنا و بقا پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں پہلی فنا ذات اور صفات کی فنا ہے جن کی بقا صفات حق کے ساتھ ہے۔ دوسرا مرتبہ حق تعالیٰ کے مشاہدہ کی وجہ سے صفات حق سے فنا کا ہے اس کے بعد

تیسرا مرتبہ آتا ہے۔

فناء من شعور فناء
 باس تھلا کہ فی وجود الحق۔
 (الرسالۃ القشیریہ، ۴۰)

وہ یہ کہ وجود حق میں کامل فنا ہونے
 کی وجہ سے اپنی فنا کے مشابہ سے
 سے بھی فنا حاصل کر لینا۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم وجود حق میں کس طرح فنا تھے قرآن نے اسے "اودنی" سے بیان کر دیا کہ اتنا قرب تھا کہ کوئی دوسرا اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اہل معرفت نے اسے سمجھانے کے لئے اسے مختلف الفاظ میں بیان کیا ہے۔ شارح
 برونہ شیخ زادہ مقام کلیم کے بعد مقام حبیب ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

ثم الحبيب لما دنى فتدلى	ثم الحبيب لما دنى فتدلى
فكان قاب قوسين او ادنى	فكان قاب قوسين او ادنى
وتخلف عنه ريقه عند	وتخلف عنه ريقه عند
صدره المنتهى وقال لو	صدره المنتهى وقال لو
دلت انملة لاحتوت ثور	دلت انملة لاحتوت ثور
انه عليه الصلوة والسلام	انه عليه الصلوة والسلام
اراد ان يخلع نعليه فسمع	اراد ان يخلع نعليه فسمع
من اتين العرش ان لا تخلع	من اتين العرش ان لا تخلع
يا حبيب الله ولا تخيبني	يا حبيب الله ولا تخيبني
عن التشرف بغير نعليك	عن التشرف بغير نعليك
فان جميع ذلك من آثار	فان جميع ذلك من آثار
الله حيث انحت هويتك	الله حيث انحت هويتك
في هويته و اضمحلت	في هويته و اضمحلت

جب حبیب مقام دنی فتدلی
 قاب قوسین او ادنی پر پہنچے اور
 آپ کا رقیق جبریل سدرہ پریہ کہتے
 ہوئے رک گیا کہ اگر میں ایک پورا
 آگے بڑھتا ہوں تو میں جل جاؤں گا
 پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نعلین
 اتارنے کا ارادہ کیا تو عرش نے
 روتے ہوئے عرض کیا اے اللہ
 کے حبیب مجھے اپنی نعلین کے شرف
 سے محروم نہ کیجئے کیونکہ آپ کی ہرشی
 اللہ تعالیٰ کے آثار میں سے ہے۔
 کیونکہ آپ کی ہویت اس کی
 ہویت اور آپ کی ذات اس

انا نبتك في احديته فانك
من الله والى الله والله
وبالله ارادتك منه و
رجوعك اليه وسعيد
وقيامك به -

کی احدیت میں نسا ہو چکی ہے۔
پس آپ اللہ سے اللہ کی طرف اللہ
کے لئے اللہ کے ساتھ ہیں۔ آپ
کا ارادہ اس طرف سے آپ کا رجوع
اس کی طرف اور آپ کی سعی و قیام اسی

د شرح شیخ زادہ مع الخزوتی، ۱۰۱۱ کے ساتھ ہے۔

اعلیٰ حضرت نے بھی آپ کے اس مقام عالی کو "شمع بزم دنی ہو میں گم کن انا"
سے تعبیر کیا ہے۔ دوسری جگہ آپ کی عبدیت اور مقام فنایت کا تذکرہ یوں کرتے
ہیں :

بندہ ملنے کو قریب حضرت داور گیا ملعہ باطن میں گمنے جلوہ ظاہر گیا
دنی کی گودی میں ان کو لے کر فنا کے لنگر اٹھا دیے تھے

اس کی تفصیل کے لیے اعلیٰ حضرت کے قصیدہ معراجیہ کا مطالعہ نہایت ضروری
ہے۔ یہاں اس میں سے چند اشعار ملاحظہ ہوں :

بڑھ اے محمد! قریب ہو احمد! قریب آسروں مجد
نثار جاؤں یہ کیا ندا تھی یہ کیا سماں تھا یہ کیا منزل سے تھے
تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوش لہن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے
خرد سے کہہ دو کہ سر جھکاٹے گماں سے گزے گزر نیوالے
پڑے ہیں یاں خود جہت کو لالے کسے تباہے کدھر گئے تھے
سراغ این دمتی کہاں تھا نشان کیف والی کہاں تھا
نہ کوئی راہی نہ کوئی ساتھی نہ کوئی منزل نہ مرحلے تھے

یہ ان کا بڑھتا تو نام کو تھا حقیقتہً فعل تھا ادھر کا
 تنزلوں میں ترقی افزا دنی تہلے کے سلسلے تھے
 ہوا نہ آخر کہ ایک سجا توج بحر ہو میں ابھرا
 دنی کی گودی میں ان کو لے کے فنا کے لنگر اٹھادیئے تھے
 اٹھے جو قصر دنی کے پرے کوئی خبر سے تو کیا خبر سے
 دہاں توجا ہی نہیں دوئی کی نہ کہہ کہ وہ ہی تھے اے تھے
 وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے ظاہر وہی ہے باطن
 اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اسکی طرف گئے تھے

آپ کے مقام فنائیت پر قرآنی شہادتیں

نیں تو تمام انبیاء "فنائی اللہ" کے مقام پر فائز ہیں مگر کامل فنائیت کے
 مقام پر فائز حضور ہی کی ذات والا صفات ہے۔ اس سے بڑھ کر اس پر کیا گواہی
 ہو سکتی ہے کہ قرآن نے حضور کے قول و عمل کو اللہ تعالیٰ کا قول و عمل قرار دیا۔
 بلکہ آپ کے اعضاء مبارکہ کے بارے میں فرمایا کہ یہ اللہ کے ہیں۔ چند آیات
 قرآنی ملاحظہ کیجئے!

یہ اللہ کا ہاتھ ہے

بیعت رضوان کے موقع پر جب چودہ سو صحابہ نے آپ کے دستِ اقدس پر
 بیعت کی تو اللہ تعالیٰ نے اس بیعت کو اپنے دستِ اقدس پر بیعت قرار دیتے ہوئے
 فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يَبَايِعُونَكَ إِنَّمَا

جن لوگوں نے آپ کی بیعت کی ہے

يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ
 اَيْدِيهِمْ - (الفتح)
 انہوں نے اللہ کی بیعت کی ان کے
 ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

یہ کنکریاں اللہ نے پھینکی ہیں

ایک غزوہ کے موقعہ پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنگریزے اپنے ہاتھ میں
 لے کر کافروں کی طرف پھینکے جس سے کافروں کے منہ اور آنکھیں بھر گئیں آپ کے
 اس عمل کے بارے میں فرمایا :

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَ
 لَكِنَّ اللَّهَ رَمَى -
 نہیں پھینکے جب پھینکے آپ نے ،
 لیکن وہ اللہ نے پھینکے۔

زبان و دل کی ضمانت

آپ کی زبان و دل کے بار میں فرمایا کہ ان کی ذاتی خواہش ہی نہیں بلکہ ان کی
 سوچ اور ان کا قول اللہ کی طرف سے ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ
 هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ - (النجم)
 یہ خواہش نفس سے بولتے ہی نہیں
 ان کا کلام سراپا وحی ہوتا ہے۔

اسم "عبدا" کی مقامِ فنایت پر دلالت

جب کبھی کسی بھی عباد کا یہ حال ہوتا ہے کہ وہ وجودِ حق میں اس طرح فنا
 و مستغرق ہو جاتا ہے کہ اسے اپنا وجود تو کیا اپنی فنایت کی بھی خبر نہیں رہتی
 تو اس عباد کا لکھا گیا عالم ہو گا جسے عبدا کا درجہ حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی متعدد آیات میں آپ کو "عبدا" کے

لقب سے نوازا ہے۔

۱۔ سورۃ البقرہ میں قرآن کی حقانیت کے بارے میں فرمایا:
 وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا
 نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا
 بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ -

(البقرہ) سورت لاؤ۔

۲۔ آپ کے معراج پر لے جانے کے بارے میں فرمایا:
 سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ
 لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
 إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَىٰ (الاسراء)

پاک و بلند ہے وہ ذات جو رات کو سیر
 پر لے گئی اپنے برگزیدہ بندے کو
 مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔

۳۔ سورۃ النجم میں معراج کے موقع پر محب و محبوب کے درمیان گفتگو کے
 بارے میں فرمایا:

فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ
 (النجم)

پس اس نے وحی کی اپنے بندے
 کی طرف جو کرنا تھی۔

۴۔ سورۃ الفرقان میں آپ کی رسالت عامہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ
 عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ
 نَذِيرًا - (الفرقان)

بلند و بزرگ ہے وہ ذات جس نے
 اپنے بندے پر قرآن نازل کیا تاکہ وہ
 تمام جہانوں کو انجام سے باخبر کرے

ان آیات معراج سے استدلال کرتے ہوئے شیخ ابو علی دقاق فرماتے ہیں:

لَيْسَ شَيْءٌ أَشْرَفَ مِنَ الْجُبُودِيَّةِ
 وَلَا اسْمُ اسْمٍ لِلْمُؤْمِنِ إِلَّا اسْمُ
 عبدیت سے بڑھ کر اعلیٰ مرتبہ کوئی
 نہیں اس لئے کسی بھی مومن کے لئے

له بالعبودية ولذلك قال
سبحانه في وصف النبي
صلى الله عليه وسلم ليلة
المعراج وكان اشرف اوقاته
في الدنيا سبحان الذي
اسرى بعبداه وقال تعالى
فاوحى الى عبده ما اوحى
فلو كان اسم اجل من
العبودية لسماه به.
(الرساله القشيرية، ۱۰۰)

سب سے کامل نام ہی ہو سکتا ہے اسی
لئے اللہ تعالیٰ نے معراج کی رات
حضور کو اسی وصف سے نوازا۔
حالانکہ دنیا میں آپ کے لئے یہ سب سے
اعلیٰ موقعہ تھا۔ ارشاد فرمایا :
" سبحان الذي اسرى
بعبده " ، " فاوحى
الى عبده ما اوحى "
اگر اس سے بڑھ کر کوئی نام ہوتا تو اس
سے نوازا جاتا۔

یہاں یہ بات بھی نہایت قابل توجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بعض
دیگر انبیاء کو بھی عبیدہ فرمایا ہے لیکن اپنے جیب اور ان میں یہ امتیاز رکھا کہ
ان کو عبیدہ کہہ کے متصلاً ان کا نام ذکر کر دیا مگر اپنے جیب کا عبیدہ کے
بعد نام نہیں لیا۔ حضور کے بارے میں مذکورہ تمام آیات شاید ہیں دیگر انبیاء
کے بارے میں آیات ملاحظہ ہوں۔

حضرت ذکریا علیہ السلام کے بارے میں فرمایا۔
ذَكَرُوا رَحْمَةً رَبِّكَ عَبْدًا
ذَكَرِيًّا۔ (مریم)

یہ ذکر ہے تیرے رب کی اس رحم
کا جو اس نے اپنے بندے ذکریا پر کی۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں فرمایا۔
اصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ
وَإِذْ كَرَّعَبْدَنَا دَاوُدَ۔

ان کی باتوں پر صبر کرو اور ہمارے
بندے داؤد کو یاد کرو۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

وَإِذْ كُنَّا عَبْدًا لِّأَيُّوبَ إِذْ

ہمارے بندے ایوب کو یاد کرو

نَادَى رَبَّهُ -

جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا

مشہور مفسر قرآن شیخ زادہ اسی قرآنی امتیاز کی بنا پر لکھتے ہیں کہ حضور کی

ذات تو وجود حق میں فنا تھی ہی مگر آپ کا نام بھی فنا ہو چکا ہے۔

ہوالمحر المعتمق عن عبودية

الموجودات ورق وجودہ

فلمذا سماہ اللہ تعالیٰ

بعبد عبیر فیہا اسمہ و

رسمہ اسمہ ما یسمی بہ احدًا

من خلقہ الا واشعر ببقاء

اسمہ و رسمہ کما قال

عبدہ ذکر یا۔

(شرح قصیدہ بردہ ۱۴۰)

یعنی باقی انبیاء کے اسماء کا ذکر اور آپ کے اسم مبارک کا عدم ذکر تبارہا ہے

کہ حضور کی ہستی وجود حق میں اس طرح فنا ہو چکی ہے کہ نام بھی باقی نہ رہا۔

اس پر حدیث شفاعت کے حوالے سے تائید ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ومن ہونا یقول کل نبی

یوم القیامۃ نفسی نفسی

لبقاء وجودہم وھو صلی

اللہ علیہم وسلم یقول امتی

چونکہ انبیاء کا وجود باقی ہے اس

لئے وہ روز قیامت نفسی نفسی میری

ذات میری ذات کہیں گے اور

حضور علیہ السلام کا ملا فنا ہو چکے

امتہی لفاء وجودہ -
ہیں اس لیے آپ امتہی امتہی (میری
امت، میری امت) فرمائیں گے۔
(شرح تصیدہ بردہ، ۱۴۰، ۱۴۱)

شرح متن ہویت

اللہ تعالیٰ نے اپنے جیب کو مقامِ دنیٰ پر فائز فرما کر اپنی ذات و صفات کی
کامل معرفت عطا کر دی تاکہ آپ تمام مخلوق کو مشاہدہ کی بنا پر اس کی وحدانیت و
یکتائی کا درس دے سکیں کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس کا مجھے مشاہدہ حاصل ہے۔
میں دیکھ کر کہہ رہا ہوں کہ "اللہ" ہے۔ وہی خالق و مالک ہے۔ وہ وحدہ
لا شریک ہے۔ اسے قرآن نے یوں بیان کیا:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى
أَنْتُمْ رَوَيْنَاهُ عَلَىٰ مَا بَدَرْتُمُوهُ
جو انہوں نے دیکھا دل نے اسے
جھٹلایا نہیں (بلکہ تصدیق کی) کیا
تم ان سے اس چیز میں جھگڑا کرتے
(انجم، ۵۳: ۱۱۱)

ہو جسے انہوں نے دیکھا۔

یعنی میرا جیب اگر کہہ رہا ہے کہ "اللہ" ہے تو وہ سن سنا کر نہیں کہہ رہا
بلکہ اسے میری ذات کا مشاہدہ حاصل ہے تم تو اس کی دیکھی ہوئی ذات میں جھگڑا
کر رہے ہو۔ جو کسی ذی شعور کے لئے مناسب نہیں۔ یہاں اعلیٰ حضرت نے اللہ
تعالیٰ کی ذات کے لیے "متن ہویت" اور حضور کے لئے "شرح" کے
الفاظ استعمال کر کے تمام شریعت و معرفت کا خلاصہ بیان کر دیا ہے واقعہً اگر آپ
انسانیت کو اسرارِ توحید سے آگاہ نہ کرتے تو وہ معرفت توحید سے بے بہرہ رہتی
اور وہ اپنی منزل کھو بیٹھتی۔ اپنی ذات کی شرح اپنے جیب کی زباں سے کروائے
ہوئے فرمایا:

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ، اللَّهُ الصَّمَدُ ، لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ، لَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ .
(الاعلام)

یہاں لفظ "قل" آپ کے شارح ذات و صفات ہونے پر واضح دلیل ہے۔ جن لوگوں پر یہ راز کھل گیا وہ پکار اٹھے :

قل کہہ کر اپنی بات بھی تیرے منہ سے سنی

اللہ کو ہے اتنی تیری گفتگو پسند

اللہ تعالیٰ کی ذات تو نہایت ہی بلند ہے۔ اگر حضور اس کے کلام کی شرح نہ فرماتے تو ہم اس کی منشا سے آگاہ ہی نہ ہو پاتے۔

انتہائے دوئی

اللہ تعالیٰ نے مقامِ دوئی پر فائز فرما کر اپنی ذات و صفات میں اس طرح فنایت عطا فرمادی کہ خدا و رسول کی ذوات دو ہونے کے باوجود دوئی نہ رہی۔ قرآن نے جس تمثیل کے ذریعے یہ قرب و فنایت بیان کیا ہے اسے سمجھیے۔ ارشاد

فَرِيَا يَا :
تَشَرَّدَتِي فَتَدَلِّي فَكَانَ
قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى .
پھر وہ قریب ہوا پھر وہ اور
قریب ہوا حتیٰ کہ فاصلہ دو کمانوں
کی مانند بلکہ اس سے بھی قریب تر
ہو گیا۔
(البنم)

اہل عرب کا دستور تھا کہ جب وہ آپس میں ایک دوسرے کے حلیف بنتے اور معاہدہ دوستی کرتے تو ان کے سردار اس معاہدے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے علامتی طور پر دو کمانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر تیر چلاتے تاکہ واضح

ہو جائے کہ آج کے بعد ہمارا دوست اور دشمن ایک ہوگا۔ ایک کا دوست دوسرے کا دوست اور ایک کا دشمن دوسرے کا دشمن متصور ہوگا۔ ہمارے معاشرے میں لوگ ایک دوسرے سے لگڑیاں بدل لیا کرتے تھے۔

اللہ رب العزت نے پاک ہونے کے باوجود دو کمانون کے ساتھ ہی تمثیل بیان فرمائی تاکہ لوگ اللہ اور اس کے حبیب کے درمیان موجود گہرے تعلق سے خوب آگاہ ہو سکیں گویا " قَابِ قَوْسَيْنِ اِذَا ذُنُوْبِكُمْ ذَلَّتْ بِكُمْ اَلْاَرْضُ لَمَّا كَانَتْ هَرَبًا لِّلرَّحْمٰنِ الَّذِیْ هُوَ لَیُّوْنٌ عَلَیْمٌ " اس حبیب سے دوستی میری دوستی، اس سے دشمنی میرے ساتھ دشمنی ہوگی۔ میرے رسول کی اطاعت و اتباع میری اطاعت و اتباع ہوگی۔ ہم دونوں کے درمیان دوئی اور فرق کرنے والا میری توحید کا منکر سمجھا جائے گا۔ اس انتہائے دوئی پر چند آیات کی گواہی بھی سنیے۔

اطاعت ایک ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

مَنْ يُّطِيعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اطَاعَ
اللّٰهَ - (النساء ۴: ۸۰)

جس نے رسول کی اطاعت کی اس
نے اللہ ہی کی اطاعت کی۔

رضا ایک ہے

سورہ توبہ میں فرمایا :

وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَحَقُّ اَنْ
يُّرْضُوْكَ -

اللہ اور اس کا رسول زیادہ مستحق
ہیں کہ انہیں راضی کیا جائے۔

یہاں واحد کی ضمیر لا کر آشکار کر دیا کہ رضائے حبیب اور رضائے خدا میں

کوئی فرق نہیں ہے۔

اتباع حبیب سے محبوب خدا بننا

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ فیصلہ ارشاد فرمادیا ہے کہ میرا وہی ہے جو میرے حبیب کا ہے ارشاد فرمایا:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ
فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ

اے حبیب آگاہ کر دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کا ارادہ رکھتے ہو تو اوڈ میری اتباع کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا۔

(البقرہ)

شیخ ابن تیمیہ نے انہی آیات کے پیش نظر لکھا:

فقد اقامه الله مقام نفسه
في امره ونهيه و اخباره
و بيانه فلا يجوز ان
يفرق بين الله و الرسول
شي من هذه الامور
(الصارم الملول ۴۱۲)

اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام اوامرو نو اہی اخبار و بیان میں حضور علیہ السلام کو اپنے ہی مقام پر فائز فرمادیا ہے لہذا ان امور میں سے کسی ایک میں بھی اللہ اور اس کے رسول کے درمیان تفریق کرنا ہرگز جائز نہیں

اودنی کا مقام

اللہ تعالیٰ نے مقام قرب بیان فرماتے ہوئے قاب قوسین کے ساتھ اودنی کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ یعنی دو کمانوں کی مثال اس لئے دی تاکہ لوگ سمجھ سکیں۔ مگر چونکہ اس سے قرب کی حد مقرر ہو جاتی تھی۔ حالانکہ قرب اتنا تھا کہ اس کی

حد نہیں۔ اس لئے " ادا دنی " کا اضافہ فرما کر واضح کر دیا کہ محب اور محبوب کے درمیان فاصلہ دو کمانوں سے بھی کم تھا۔ کتنا کم؟ اس کا علم محب اور محبوب کو ہی ہے تو " ادا دنی " کا لفظ ہمیں آگاہ کر رہا ہے کہ محب اور محبوب کے درمیان فقط ایک فرق عبد و معبود اور خالق و مخلوق قائم رہا باقی تمام فاصلے اور امتیازات ختم کر دیئے گئے۔

ابتدائے یحییٰ

اسی فرق کی طرف متوجہ کرتے ہوئے قرآن نے متصلاً فرمایا:

فَاَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ پس کلام فرمایا اپنے عبد کے ساتھ
(النجم) جو فرمانا تھا۔

یعنی باوجود اس انتہائی قرب کے وہ عبد اور میں معبود اور مخلوق اور میں خالق، وہ مملوک اور میں مالک رہا۔ میں نے ہی اسے عالم انسانیت کی ہدایت کے لئے مبعوث کیا تاکہ وہ انہیں ضلالت و گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر رشد و ہدایت کے اجالوں کی طرف لے جائے۔

اب دو باتوں پر ایمان ضروری ہوا۔ ایک یہ کہ اللہ و رسول کے درمیان قرب ہی قرب ہے۔ دوری نہیں۔ جو دوری اور دوٹی کا تصور لائے گا وہ دونوں کا دشمن ہوگا۔ دوسرے یہ کہ ادا دنی کے مقام پر بھی پہنچ کر عبد، عبد ہے اور معبود معبود۔ عبد اور معبود کو ایک جاننا بھی کفر ہے۔ اعلیٰ حضرت نے " انتہائے دوٹی " سے پہلے اور " ابتدائے یحییٰ " سے دوسرے عقیدے کی طرف اشارہ کیا ہے یا یوں کہا جاسکتا ہے کہ " انتہائے دوٹی " سے مقام رسالت اور " ابتدائے یحییٰ " سے مقام الوہیت کا بیان ہے۔

جمع تفریق و کثرت

تفریق و کثرت دونوں تصوف کی اصطلاحیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات فعلیہ کا منظر ہونا تفریق اور صفات ذاتیہ کا منظر جمع کہلاتا ہے۔ شیخ محمد بن حسین کہتے ہیں کہ میں نے نصر آبادی کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تو افعال اور ذات کی صفات میں مترادس ہے۔ حالانکہ یہ دونوں حقیقۃ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔

فاذا هميت في مقام التفرقة جب وہ تجھے مقام تفرقہ میں سرگرواں
قرنك بصفات فعله واذا کرے تو وہ تجھے فعل کی صفات کے
بلغك مقام الجمع قرنك ساتھ ملا دیتا ہے۔ اور جب تجھے
بصفات ذاته. مقام جمع تک پہنچا دے تو تجھے

(الرسالۃ القشیریہ ۶۰)

بعض صوفیہ نے ان دونوں کی تعریف یوں کی ہے کہ اگر بندہ رب سے مناجات کر رہا ہو تو تفرقہ اور اگر وہ اپنے مولیٰ کی گفتگو سننے میں محو ہو تو جمع ہے۔

۲۵۔ کثرت بعد قلت یہ اکثر درود
عزت بعد ذلت یہ لاکھوں سلام

یہ آپ کے ابتدائی دور کی طرف اشارہ ہے کہ جب آپ نے اللہ کے دین کے غلبے کے لئے کام شروع کیا تو بے سرو سامانی کا عالم تھا۔ چند افراد کے علاوہ تمام اہل مکہ مخالف ہو گئے۔ حتیٰ کہ آپ اور آپ کے ساتھیوں کو وطن، رہائش اور جائیداد چھوڑ کر ہجرت کرنا پڑی۔ مدینہ منورہ میں بھی بڑی استقامت کے ساتھ جدوجہد جاری رکھی۔ اہل کفر نے صاحب اسلام اور اسلام کو مٹانے کے لئے کوئی موقع

ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ غزوہ بدر واحد، حنین و خندق کی تفصیلات تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہیں۔

غزوہ بدر اور مسلمانوں کی تعداد

مسلمانوں کی قلت کا یہ عالم تھا کہ غزوہ بدر کے موقعہ تک بھی سینکڑوں کی ہی تعداد میں تھے جو افراد اس میں شریک ہوئے۔ ان کی تعداد ۳۱۳ ہے۔ اللہ رب العزت نے اپنے فضل و کرم سے ہر مقام پر کامیابی عطا فرمائی۔ بدر کے بارے میں فرمایا:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ
وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللَّهَ
لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ
(آل عمران، ۳: ۱۲۳)

یقیناً اللہ تعالیٰ نے بدر میں تمہاری مدد فرمائی حالانکہ تم سھوڑے تھے پس اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تاکہ تم شکر گزار بن جاؤ۔

مسلمانوں کی کثرت اور غلبہ اسلام

جب صاحب اسلام اور آپ کے غلاموں نے اسلام کی خاطر اپنی ہر شے قربان کر دی اور ہر آزمائش و امتحان میں کامیاب ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کرتے ہوئے فرمایا:

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا
ہم نے آپ کو فتح مبین عطا فرمائی۔
یہ اسی شہر کی فتح کی خوشخبری تھی جہاں سے مسلمانوں کو ہجرت کرنا پڑی تھی۔
اس خوشخبری کے کچھ عرصہ بعد مکہ فتح کر لیا اور خطہ عرب کے گوشے گوشے میں اسلام کے جھنڈے لہرانے لگے۔ کچھ بڑے بڑے کافر جنگوں میں مارے گئے اور کچھ فتح مکہ کے وقت آپ کی خدمت میں پیش کر دیئے گئے مگر رحمتہ للعالمین نے تمام کو

معاف کر دیا۔ جب اسلام کے راستے کی تمام رکاوٹیں دور ہو گئیں تو لوگ جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ سورہ نصر میں فرمایا:

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ
وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ
فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا -
جب اللہ کی طرف سے مدد اور
فتح آچکی تو آپ نے دیکھا لوگوں
کو دین میں فوج در فوج داخل

ہوتے ہوئے۔

یعنی پہلے قلت اور بے سرو سامانی تھی مگر اب کثرت و عزت اور غلبہ کا دور دورہ ہو گیا۔

طلعت بعد ظلمت

سلام رضا کے بعض نسخوں میں "کثرت بعد قلت" کی جگہ "طلعت بعد ظلمت" کے الفاظ ہیں۔ اب معنی یہ ہو گا کہ آپ کی تشریف آوری سے پہلے ہر طرف کفر و شرک کی تاریکی تھی۔ آپ کی آمد سے ہر طرف توحید کی روشنی پھیل گئی۔ دوسرے مقام پر اسے یوں بیان کیا۔

ناریوں کا دور تھا دل جل رہا تھا نور کا
تجھ کو دیکھا ہو گیا ٹھنڈا کلیجہ نور کا

رب اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود

- ۲۶

حق تعالیٰ کی منت پہ لاکھوں سلام

رب اعلیٰ اللہ تعالیٰ، نعمت، عطا، اعلیٰ، بلند و برتر، حق تعالیٰ، اللہ تعالیٰ،

منت - احسان

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر جو سب سے بڑا انعام و احسان فرمایا وہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود اقدس ہے۔ اعلیٰ حضرت یہاں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرف توجہ دلا رہے ہیں جس میں اسی بات کا ذکر ہے۔ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا۔ (آل عمران)

ربِّ اعلیٰ کی سب سے اعلیٰ نعمت

یوں تو اپنی مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی بے حد و حساب نعمتیں اور کرم ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا۔
اگر تم اللہ کی نعمتیں شمار کرنے لگو تو تم
شمار نہیں کر سکتے۔

مگر سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کے حبیب کی ذات بابرکات ہے کیونکہ باقی تمام نعمتیں آپ کے وسیلہ و سبب سے مخلوق کو حاصل ہوتی ہیں

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کی شریعت مبارکہ کو سب سے کامل و اکمل و اتم قرار دیتے ہوئے فرمایا:

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ
وَ أَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي
وَ رَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ
دِينًا۔ (المائدہ)

آج میں نے تمہارا
دین مکمل کر دیا۔ میں نے اپنی نعمت تم
پر تمام کر دی اور میں نے تمہارے لئے
دین اسلام کو پسند کر لیا۔

”اتممت علیکم نعمتی“ کے الفاظ نہایت ہی اہم اور پر لطف ہیں۔ اعلیٰ حضرت

نے رب علی کی نعمت "نعستی" ہی کا ترجمہ کیا ہے۔ واضح رہے کہ یہ اللہ کا منتخب اور کامل دین بھی ہمیں حضور ہی کے وسیلہ جلیلہ سے نصیب ہوا ہے۔

حق تعالیٰ کی منت

یہی وجہ ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی عطا کردہ نعمتوں کے بارے میں یہ ضرور فرمایا ہے کہ میں نے تمہیں دیں مگر کسی کے لئے لفظ "احسان" استعمال نہیں فرمایا۔ لفظ احسان کا استعمال فقط نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے لئے کیا۔ ارشاد فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ	بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنین پر احسان
إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ	فرمایا کہ ان میں ان میں سے ایک رسول
يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ	بعوث فرمایا جو ان پر اللہ کی آیات
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ	تلاوت کرتے ہیں۔ ان کو پاک کرتے
وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَنَفَىٰ	ہیں اور انہیں کتاب و حکمت کی
ضَلَالٍ مُّبِينٍ .	تعلیم دیتے ہیں۔ اگرچہ وہ اس سے پہلے
(آل عمران)	کھلی گمراہی میں تھے۔

الطہرت نے اپنے ان الفاظ "حق تعالیٰ کی منت" میں اسی آیت کا ترجمہ کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس احسان کو کامل طور پر صحابہ نے پہچانا اور اس کا حق ادا کیا بلکہ وہ ہر شے کو اللہ اور اس کے رسول کا احسان تصور کرتے۔ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کوئی چیز عنایت فرماتے تو وہ پکاراٹھتے،

اللہ و رسوله امن
 (البخاری، کتاب المغازی)

اللہ اور اس کا رسول احسان فرماتے
 والے ہیں۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرۃ النور سے باہر تشریف لائے صحابہ کو بیٹھے ہوئے دیکھ کر فرمایا: آج تمہارا بیٹھنا کس لئے ہے؟ عرض کیا:

جلسنا نذکر اللہ و نحمدہ ہم اس رب کی حمد و ثنا کر رہے ہیں
 علی ہدانا بدینہ و منیلہ جس نے نقطہ اپنے فضل و کرم سے
 اپنا محبوب ہمیں عطا فرمایا اور اپنے
 دین کے خادم بننے کا شرف بخشا۔

یہ سن کر آپ نے فرمایا:

ان اللہ عزوجل یبأھی انتم اے اس عمل پر اللہ تعالیٰ اپنے
 فرشتوں میں فخر فرما رہا ہے۔

دالمسلم، کتاب الذکر

اس امت کا فرض اولین سب سے ہے کہ وہ یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے والی نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت حضور کی ذات اقدس ہے۔ جس شخص کا یہ عقیدہ نہیں وہ اللہ کی خصوصی رحمتوں کا ہرگز مستحق نہیں ہو اور اس نعمت کا شکریہ ہر لمحہ قولاً و عملاً ضروری ہے۔ لوگوں کو اس عظیم نعمت کے بارے میں آگاہ کرنے کے لئے آپ کے کمالات و فضائل پر مشتمل محافل کا انعقاد نہایت ہی مفید ہے۔ افسوس صد افسوس ان لوگوں پر جو آپ کے ذکر و فکر کی مجالس کو بدعت اور گمراہی قرار دیتے ہیں۔ اور ان لوگوں پر بھی جو ان مبارک محافل کا ادب و احترام قائم نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی اور اپنے حبیب کی محبت اور ادب و تعظیم کی توفیق عطا فرمائے۔

ہم غریبوں کے آقا پہ بے حد درود
ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام

آقا - مالک ، ثروت - مال و دولت
سابقہ شعر میں اس چیز کو واضح کیا کہ اللہ تعالیٰ کی ہم سب سے بڑی نعمت
حضور اقدس ہیں۔ یہاں اس عظیم نعمت پر جذبات شکر اجاگر کرتے ہوئے کہہ
رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اس نے ہمیں اتنا عظیم آقا عطا فرمایا اور ہمیں آپ
کے امتی ہونے کا شرف نصیب ہوا حالانکہ ہم ہر لحاظ سے تہی دامن ہیں۔ ہمیں جتنی
بھی فضیلتیں حاصل ہیں وہ اس پیارے آقا ہی کے صدقہ میں ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ

کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ
لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ
وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

تم سب سے بہتر امت ہو جو اس
لئے پیدا کی گئی کہ تم نیکی کا حکم اور برائی
سے منع کرو۔ (آل عمران)

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے مجھے وہ چیزیں عطا کی گئیں جو کسی
نبی کو بھی عطا نہیں ہوئیں۔ میری رعب سے مدد کی گئی ہے۔ خزائن زمین کی چابیاں
مجھے دے دی گئی ہیں۔ میرا نام احمد رکھا گیا ہے۔ میری خاطر مٹی پاک کر دی
گئی ہے۔

وَجَعَلْتَ أُمَّتِي خَيْرَ الْأُمَّةِ
مِثْرَفُ الْأُمَّةِ ۱۸۱ بحوالہ مسند احمد

میری امت کو سب سے بہتر امت
بنایا گیا ہے۔

امت محمدی کا مقام اتنا بلند ہے کہ جلیل القدر پیغمبر اس میں شمولیت کی دعا
کرتے رہے۔

حضرت موسیٰ اور امتی ہونے کی دعا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے وحی کی اور فرمایا جو شخص میرے پاس اس حال میں آیا کہ احمد کا گستاخ و منکر تھا تو میں اسے دوزخ میں داخل کر دوں گا اس پر حضرت موسیٰ نے عرض کیا یا اللہ احمد کون ہیں؟ فرمایا:

ما خلقت خلقاً اكرم على منه
كثبت اسمه مع اسمي في
العرش قبل ان اخلق السموات
والارض ان الجنة محرمة
على جميع خلقي حتى يدخلها
هو وامته.
میں نے اس سے بڑھ کر مکرم و معزز
کسی کو پیدا ہی نہیں کیا۔ میں نے
عرش پر اپنے اسم گرامی کے ساتھ ان
کا نام آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے
سے پہلے لکھا۔ وہ اور ان کی امت
جب تک جنت میں داخل نہیں ہوگی
جنت میری تمام مخلوق پر حرام ہوگی۔

عرض کیا باری تعالیٰ اس کی امت کون لوگ ہوں گے؟ فرمایا سب سے زیادہ
حمد کرنے والے اور ان کی دیگر صفات بیان فرمائیں۔ عرض کیا الہی مجھے اس امت
کا نبی بنا دے فرمایا ان کا نبی انہیں میں سے بناؤں گا عرض کیا مولیٰ
اجعلني من امة ذلك
النبی۔
مجھے اس برگزیدہ نبی کا امتی ہی
بنا دے۔

رجل یقین امم بحوالہ صلیہ بی نعیم

چوں بشارت نش نگاہ موسیٰ کرد
شدن از امتش تمتن کرد

حضرت عیسیٰ کی بحیثیت امتی تشریف آوری

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت سے پہلے اللہ کے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے تو میری شریعت کی اتباع بلکہ میری امت کے امام کی اقتدا میں نماز ادا کریں گے۔ بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مخاطب ہو کر فرمایا:

کیف انتم اذ انزل ابن مریم اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا! جب
فیکم و امامکم منکم عیسیٰ ابن مریم آسمان سے آئیں
(تجلی الیقین، ۹۰) گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔

مسلم اور منہاج میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا جائے گا آپ جماعت کروائیں تو فرمائیں گے "نہیں تم میں سے کوئی جماعت کروائے میں اس کی اقتدا میں ادا کروں گا۔"

خلیل وسیع روز قیامت امتی ہوں گے

اعلیٰ حضرت نے شفاء شریف کے حوالے سے یہ ارشاد نبوی بھی نقل کیا ہے کہ آپ نے صحابہ سے فرمایا کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ ابراہیم و عیسیٰ کلمۃ اللہ و قیامت تم میں ہوں پھر فرمایا:

انہما فی امتی یوم القیامۃ وہ دونوں روز قیامت میری امت
(تجلی الیقین، ۹۰) میں ہوں گے۔

۲۸ - فرحت جانِ مومن پہ بے حدود و رد
غیظِ قلبِ ضلالت پہ لاکھوں سلام

فرحت - خوشی ، جان - روح ، غیظ - غصہ و تکلیف ، قلب - دل ، ضلالت - گمراہی۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مومن کو کتنی محبت ہونی چاہیے اس کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَ
أَبْنَاؤُكُمْ وَ أَزْوَاجُكُمْ وَ
عَشِيرَتُكُمْ وَ أَمْوَالُكُمْ
اكتسبتموها وَ تِجَارَةٌ
تُخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَمْلُوكٌ
تُرِضُونَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنْ
اللَّهِ وَ رَسُولِهِ وَ جِهَادٍ فِي
سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى
يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ
لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ

(التوبہ ، ۲۴)

حضور نے خود فرمایا :

تم میں سے کوئی اس وقت تک
مومن نہیں جب تک اسے میری
لا یؤمن احدکم حتی اکون
احب الیہ من والدہ و

ولدہ والناس اجمعین - ذات سے والدین، اولاد اور تمام
لوگوں سے بڑھ کر محبت ہو۔

ان ارشادات الہیہ ونبویہ نے ایک کسوٹی عطا کر دی جن پر ہر انسان اپنے آپ
کو پرکھ سکتا ہے کہ وہ کہاں کھڑا ہے؟ اگر دل اللہ اور اس کے حبیب کی محبت
سے لبریز، شنائے حبیب پر خوش اور کردار سیرت محمدیہ کے تابع ہے تو مومن اور اگر
دل محبت سے خالی اور ان کی تعریف پر ناخوش ہو تو اپنے حال پر نظر ثانی کی جائے۔

اللہ کی سرتا بقدم شان ہیں یہ ان سانہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ
اعلیٰ حضرت نے اسی بات کا تذکرہ کیا ہے کہ آپ مومنوں کے دل کا سرور ہیں،
ان کی جان اور ان کا ایمان ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دین کے دشمنوں کے لئے سراپا
غیظ ہیں۔

فرحت جان مومن

آئیے ہم ان خوش نصیبوں میں سے چند ایک کا تذکرہ کریں جنہوں نے اس کائنات
میں عملاً ثابت کر دیا کہ ہمارے قلب و روح کا سرور حضور ہی کی ذات اقدس ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا :

کیف کان حبکم لوسول اللہ صحابہ کو آپ کی ذات سے کس قدر
صلی اللہ علیہ وسلم۔ محبت تھی۔

آپ نے فرمایا :

کان رسول اللہ احب الینا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اپنے
من اموالنا و اولادنا و اموال، اولاد، آباء و اجداد و اولادنا

ابائنا و امهاتنا و احب
الينا من الماء البارد. على
الظماء
داشقاہ ۲ : ۵۶۸

یعنی لوگوں کی پیاس ٹھنڈے پانی سے بجھتی ہے مگر ہماری آنکھیں اور دل زیارت
چہرہ نبوی سے سیراب ہوتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ اپنے آقا کے حضور کہا
کرتے یا رسول اللہ !

انی اذا رأيتك طابت نفسي
وقرت عيني -
(سیدنا محمد رسول اللہ، ۷: ۴۰)

جب میں آپ کو دیکھ لیتا ہوں دل
خوشی سے جھوم اٹھتا ہے اور آنکھیں
ٹھنڈی ہو جاتی ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک صحابی آپ کا چہرہ اقدس
دیکھ کر بے اختیار پکار اٹھا۔

انك احب والدي ومن
عيني و مني و اني ل احب
بداخلي و خارجي و سرى
و علانيتي -
(تاریخ ابن کثیر، ۲ : ۱۴۹)

آپ مجھے میرے والدین، میری
ذات سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔
آقا میرے ظاہر و باطن اور خلوت
و جلوت میں آپ ہی کی محبت کی
حکمرانی ہے۔

لذت دیدار کی وجہ سے آنکھیں نہ جھپکنا

امام طبرانی نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے ایک
صحابی کے بارے میں روایت نقل کی جسے پڑھ کر انسان جھوم اٹھتا ہے۔ یہ

حضور کے صحابی تھے جو آپ کے پُرانوار چہرہ اقدس کو اس طرح ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے
 فینظر الیہ لا یطرف کہ وہ آنکھ جھپکتے ہی نہ تھے

ایک دن حضور نے ان سے پوچھا

ما بالک اس طرح دیکھنے کی کیا وجہ ہے؟

دست بستہ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ میرے ماں باپ قربان

انی اتمتع بک بالنظر الیک میں آپ کی زیارت سے لذت حاصل

ترجمان السنہ ۱۰: ۳۶۵ بحوالہ طبرانی، کر کے لطف اندوز ہو رہا ہوں

اس روایت میں فینظر الیہ لا یطرف اس طرح دیکھ رہا تھا کہ آنکھ
 بھی نہ جھپکتا، اور انی اتمتع بک بالنظر ر آپ کی زیارت لذت حاصل کر رہا
 ہوں، کے دونوں جملے بار بار پڑھے اور ان خوش بخت عشاق پر رشک کیجئے جن کی
 ہر ہر اذانے انسانیت کو عشق و محبت رسول کا درس دیا۔

زیارت نہ کروں تو مر جاؤں

امام شعبی حضرت عبداللہ بن زید انصاری کے بارے نقل کرتے ہیں کہ ایک دن انہوں
 نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ کی
 قسم آپ مجھے اپنی جان، مال، اولاد اور اہل سے زیادہ محبوب ہیں۔

دو لا انی اتیک فاراکے اگر مجھے آپ کا دیدار نصیب نہ ہو تو

لرأیت ان اموت۔ میری موت واقع ہو جائے۔

اب میری نگاہوں میں جیتا نہیں کوئی

اسی صحابی کے بارے میں ہی منقول ہے کہ جب انہیں انکے بیٹے نے حضور کے

وصال کی خبر دی وہ اس وقت اپنے کھیتوں میں کام کر رہے تھے۔ وصال کا سن کر نہایت ہی غمزدہ ہو گئے اور بارگاہ الہی میں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی:

اللهم اذهب بصری حتی لا اری
بعد حبیبی محمد احدًا
فکف بصرہ -
(المواہب اللدنیہ ، ۲ : ۹۲)

اے اللہ میری آنکھیں واپس لے لے
تاکہ میں اب اپنے پیارے حبیب آقا
محمد کے بعد کسی دوسرے کو دیکھ ہی
نہ سکوں پس انکی نظر اسی وقت ختم ہو گئی۔

اب آنکھیں کیا کرتی ہیں؟

حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ ایک صحابی کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ ان کی بینائی جاتی رہی۔ لوگ ان کی عیادت کے لئے گئے اور افسوس کا اظہار کرنے لگے۔ انہوں نے جواب میں کہا:

كنت اريد بھالا نظر الی النبی
صلی اللہ علیہ وسلم فاما
اذا قبض النبی صلی اللہ
علیہ وسلم فواللہ ما یسرینی
ان یھما بطبی من ظباتبالہ
(الادب المفرد للبخاری ، ۱۲۱۰)

مجھے ان آنکھوں سے فقط اس لئے
محبت تھی کہ ان کے ذریعے مجھے
اپنے پیارے آقا کا دیدار نصیب ہوتا
اب چونکہ آپ کا وصال ہو گیا اس لئے
اگر مجھے ہرن کی آنکھیں بھی مل جائیں
تو مجھے کیا خوشی؟

غیظ قلب ضلالت

جس طرح آپ مومنوں کے دل کا سرور ہیں اسی طرح منکرین، ضدی اور ہٹ دھرم لوگوں کے لئے غیظ و غضب ہیں۔ جسے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے

فضائل و کمالات نہ بھائیں اسے گمراہی و نفاق کی بیماری عارض ہو جاتی ہے۔ پھر وہ وقت آجاتا ہے جب دل اندھا، کان بہرے اور آنکھوں پر پردہ آجاتا ہے۔ دلوں پر مہر لگ جاتی ہے۔ قرآن مجید نے ایک مقام پر اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھی	مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ
کافروں پر سخت اور آپس میں نرم دل تو	مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ
انہیں پائے گا رکوع کرتے سجدے	رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا
ہیں گرتے اللہ کا فضل و رضا چاہتے	سُجَّدًا يَسْتَعُونَ فَضْلًا مِّنَ
ان کی علامت ان کے چہروں سے عیاں	اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيَاهُ فِي
ہے۔ سجدوں کے نشان سے یہ ان	وَجُوهِهِمْ مِّنْ أَثْرِ السُّجُودِ
کی صفت تورات، یہ ان کی صفت	ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ
انجیل میں ہے۔ جیسے ایک کھیتی اس	وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ
نے اپنا پیٹھا نکالا پھر اسے طاقت	كَزَّرِيعٍ أَخْرَجَ شَطَاةً
دی پھر دبیز ہوئی پھر اپنی ساق پر	فَارْدَةٌ فَاسْتَخَلَطَ فَاسْتَوَى
سیٹھی کھڑی ہوئی کسانوں کو بھلی	عَلَى سَوْقِهِ لِيُحِبُّ الزُّرْعَ
لگتی ہے تاکہ ان سے کافروں کے دل	لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَّ
جلیں۔ اللہ نے وعدہ فرمایا ہے ان	اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا
میں جو ایمان اور اچھے اعمال والے	الصَّالِحِينَ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةٌ
ہیں بخشش اور بڑے ثواب کا۔	وَ أَجْرًا عَظِيمًا

الفتح ، ۲۹

یعنی حضور علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں کی شانیں اور عظمتیں دیکھ سکن کر

بہن خوش ہوں گے مگر کافر غیظ و غضب کی آگ میں جل جائیں گے دوسرے
مقام پر منکرین اور منافقین کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ اے اہل ایمان جب
تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان والے ہیں:

وَإِذَا خَلَوْا عَصَوْا عَلَيْهِمْ
الْأَنَابِلَ مِنَ الْغَيْظِ قُلْ مُؤْتُوا
بِغَيْظِكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ
الصُّدُورِ

اور جب اکیلے ہوئے تو وہ تم پر
غصہ کی وجہ سے اپنی انگلیاں چباتے
ہیں تم فرماؤ اے منکر و تم مرجاؤ اپنے
اسی گھٹن میں اللہ دلوں کے بھید خواہ

د آل عمران، ۱۱۹

جانتا ہے۔

اللہ، رسول اور اسلام کے بارے میں طبیعت میں ہرگز انقباض نہیں آنا چاہئے۔
ان کی ہر بات، شان اور عظمت کھلے ذہن سے قبول کی جائے۔ اگر طبیعت میں گھٹن
ہے تو اس پر توبہ کی جائے۔

ورنہ آپ نے اوپر پڑھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ توبہ نہ کرنے والا
اسی گھٹن میں مرجائے گا۔

سبب ہر سبب منتہا سے طلب ۲۹

عَلَّتْ حِمْلَهُ عِلَّتْ بِهِ لَأَكْهُولِ سَلَامِ

سبب۔ وسیلہ، منتہا۔ منزل مقصود، طلب۔ تلاش، علت۔ باعث،

جملہ۔ تمام

جس طرح عالم اسباب و علل (دنیا) کے معرض وجود میں لانے کا سبب آپ
کی ذات ہے اسی طرح اس کا مقصود و مطلوب بھی آپ ہی کی معرفت ہے جو سراسر

اللہ تعالیٰ ہی کی معرفت ہے۔ آپ کو چھوڑ کر معرفتِ خداوندی کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا
ارشاد باری تعالیٰ ہے :

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ
فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ
وَ يُغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ
وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ

اے حبیب! نہیں آگاہ کر دیجئے
کہ اگر تم اللہ کے ساتھ محبت کرتے
ہو تو میری اتباع کرو اللہ تمہیں
اپنا محبوب بنالے گا اور تمہارے
گناہ معاف فرمادے گا اور اللہ
معاف کرنے والا اور رحم فرمایا والا ہے

(آل عمران)

سبب ہر سبب

جانِ رحمت کے تحت آپ پڑھ چکے ہیں کہ آپ کی ذات کائنات کی ہر شے
کے لئے رحمت ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ ہر شے کا ظہور آپ کے نور
کی برکت اور سبب سے ہو۔ مفسرین کرام نے تصریح کی ہے کہ آپ کا ہر شے کے
لئے رحمت ہونا ہی اس کے وجود کا سبب ہے یعنی اگر بلا واسطہ کوئی شے پیدا کی
ہے تو وہ نور محمدی ہے باقی ہر شے آپ کے واسطہ و سبب سے ہے۔

شیخ مہتممی "وما ارسلنا الا رحمة للعالمین" کے تحت لکھتے ہیں۔

ایما الفہیم ان اللہ سبحانہ
اخبرنا ان نور محمد اول ما
خلقه فی الاول من جمیع
خلقه ثم خلق جمیع الخلاق
من العرش الی الثری من
اے صاحب فہم و دانش اللہ تعالیٰ
نے ہمیں آگاہ فرمادیا ہے کہ اس
نے اپنی کل مخلوقات میں جو چیز سے
پہلے پیدا کی وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ
وسلم کا نور مبارک ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ

نے اس نور کے ایک حصہ سے عرش
 تا فرش تمام مخلوقات کو پیدا فرمایا لہذا
 عدم سے مشابہہ قدم کی طرف محمد صلی
 اللہ علیہ وسلم کا وجود تمام مخلوقات کے لئے
 رحمت ہے کیونکہ مصدر خلاق وہی ہے
 سب کا صدور و ظہور انہی کے نوسے
 ہے لہذا ان کا ہونا مخلوق کا ہونا ہے
 اور ان کا موجود ہونا وجود خلق کا سبب
 ہے۔ اور ان کا وجود مبارک جمیع خلائق
 پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سبب ہے اس لیے
 کہ سب وجود کا سبب وہی ہے لہذا
 وہ ایسی رحمت ہیں جو سب کے لیے
 کافی ہیں۔ اور اسی آیت نے ہمیں یہ
 بھی سمجھا دیا ہے کہ فضا قدرت میں
 تمام مخلوقات صورت مخلوقہ کی طرح بیجا
 اور بغیر روح حقیقی کے پڑی ہوئی حضور
 کی ذات اقدس کا انتظار کر رہی تھی۔
 جب آپ عالم میں تشریف لائے
 تو تمام عالم وجود محمدی سے زندہ ہو گیا۔
 اس لئے کہ تمام مخلوقات کی روح حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد

بعض نوریہ فارسالہ من
 العدم الی مشاہدہ القدم
 رحمة لجميع الخلاق اذ
 الجميع صدر منه فكونه
 كون الخلق وكونه سبب
 وجود الخلق و سبب رحمة
 الله على جميع الخلاق
 اذ هو سبب وجود الجميع
 فهو رحمة كافية وافهم
 ان جميع الخلاق صورة
 مخلوقة مطروحة في
 فضاء القدرة بلا روح
 حقيقة منتظرًا لقدم
 محمد صلی اللہ علیہ
 وسلم فاذا قدم في العالم
 صار العالم حياً بوجوده
 لانه روح جميع الخلاق
 قال الله وما ارسلنا الا
 رحمة للعالمين۔

رعرس البيان ۲: ۵۳

گمراہی ہے ہم نے نہیں بھیجا آپ کو مگر
رحمت تمام جہانوں کے لئے۔

حضرت ملا علی قاری یہ لکھ کر آپ کی رحمت ہر مخلوق کے لئے ہے فرماتے ہیں:

ثم من المعلوم انه لو لا
نور وجوده و ظهور كرمه
و وجوده لما خلق الافلاك
ولا اوجد الاملاك فهو
منظر للرحمة الالهية
التي وسعت كل شئ
من المخلوق الكونية
المحتاج الى نعمة اليجاد
ثم الى منحة الامداد.

اور یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ اگر آپ کا نور
وجود اور آپ کے کرم وجود کا ظہور نہ ہوتا تو
یہ افلاک و اطلاق کبھی نہ ہوتے پس آپ
کی ذات اس رحمت الہیہ کا کامل منظر
ہے جو ہر اس شے کو محیط ہے جو اپنی
ایجاد و تخلیق اور وجود و ظہور میں
محتاج ہے۔

(شرح الشفاء، ۱: ۲۸)

امام عبد الکریم الجیلی فرماتے ہیں۔ رحمت دو طرح کی ہے۔ رحمت خاصہ اور
رحمت عامہ۔ رحمت خاصہ سے مراد وہ رحمت جو اللہ تعالیٰ اوقات مخصوصہ میں
اپنے مخصوص بندوں کو عطا فرماتا ہے اور رحمت عامہ حقیقت محمدیہ ہے۔

وبها رخص الله حقائق
الاشياء كلما فظهر كل شئ
في مرتبه من الوجود وبها
استعدت قوابل الموجودات
لقوابل الفيض فلذلك اول

اور اسی حقیقت محمدیہ کے سبب تمام
حقائق اشیا پر کرم ہوا تو وہ اپنے
اپنے مرتبہ وجود میں ظاہر ہوئیں اور
اسی کی برکت سے تمام موجودات فیض
الہی کے قابل ہوئے اسی وجہ سے

ما خلق الله روح محمد صلى
الله عليه وسلم كما ورد
في حديث جابر -
روح محمد کو سب سے پہلے پیدا کیا گیا
ہے جیسا کہ حدیث جابر میں ہے۔

(جواہر البحار، ۱۴: ۲۲۵)

امام غزالی حضور کی بارگاہ میں سلام عرض کرتے ہیں کہ صلوٰۃ وسلام ہو اس ذات پر
جو صاحب معجزات ظاہر ہے۔

حصل من نوره وجود الكائنات
ورجس کے نور سے تمام کائنات کو
وجود ملا ہے۔

خطبہ مکاشفۃ القلوب
ایک جگہ علامت حضرت آپ کے اس مقام کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے
تم سے کھلا باب جو تم سے ہی سب کا وجود
تم سے جہاں کی جیتا تم سے جہاں کائنات
ہل سے ہے ظل بندھا تم پر کروڑوں دہو

سب غایتوں کی غایت اولیٰ تمہیں تو ہو

اعلیٰ حضرت نے اس شعر میں حضور علیہ السلام کے جس مقام کا ذکر کیا ہے وہ
"منتہا ئے حسب" ہے کہ اس کائنات میں مقصود اعظم آپ کی ذات اقدس ہے
حضرت سلمان فارسی سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا اللہ رب العزت
کا ارشاد گرامی ہے مجھے اپنی ذات کی قسم، میں نے دنیا اور اہل دنیا کو اسی لیے پیدا کیا
ہے۔

لا عرفہم کو امتک و منزلتک
عندی ولولاک ما خلقت
ال دنیا۔ (الخصائص، ۲: ۱۵۳)
تاکہ انہیں آپ کی اس عظمت و کرامت
اور منزلت و مرتبت سے آگاہ کروں
جو میرے ہاں ہے اگر آپ موجود نہ

ہوتے تو میں دنیا پیدا نہ کرتا

علامہ عمر بن احمد خرمی پوتی واقعہ معراج میں بیان کرتے ہیں کہ جب شبِ مدینہ
سدرۃ المنتہیٰ پر حضور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریزہ ہوئے تو اللہ رب العزت نے
فرمایا: اے حبیب!

انا وانت و ما سوی ذلک میں تیرا اور تو میرا مقصود ہے باقی

خلقتہ لاجلک۔ سب کچھ تمہارے لیے پیدا کیا ہے

اس پر امام المتواضعین صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا اے میرے خالق و مالک

انا وانت و ما سوی ذلک میں تیرا ہوں تو میرا ہے باقی سب کچھ

توکتہ لاجلک۔ نام پر نثار کرتا ہوں۔

(عصیۃ الشہداء ۱۰۷)

جب حضور اللہ کا مقصود و مطلوب ہیں تو مخلوق کا بطریق اولیٰ ہوں گے۔ ایک

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے حبیب!

کلیم یطلبون رضائی و انا تمام مخلوق میری رضا چاہتی اور میں

اطلب رضاک۔ تیری رضا چاہتا ہوں۔

قرآن مجید نے رضائے محبوب کے بارے میں فرمایا:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ

فَتَرْضَىٰ۔ (رضی) تم خوش و راضی ہو جاؤ گے۔

مقصود ذات تست دگر جملگی طفیل

مقصود نور تست دگر جملگی ظلام

مقصود آپ کی ذات ہے، دیگر تمام طفیلی اور مقصود آپ کا نور ہے دیگر تمام

تاریکیاں ہیں)

اعلیٰ حضرت نے ایک مقام پر آپ کے سبب، علت اور غایت و مقصد کو
یوں بیان کیا۔

غایت و علت، سبب بہر جہاں تم ہو سب
تم سے بنا، تم بہنا تم پہ کروڑوں درود

مصدرِ مظہریت پہ اظہر درود

مظہرِ مصدریت پہ لاکھوں سلام

مصدر۔ اصل و سرچشمہ، مظہریت۔ ظہور، اظہر۔ روشن، مظہر۔

جائے ظہور، مصدریت۔ صادر ہونا

اللہ تعالیٰ نے اس کائناتِ ہست و بود میں سب سے پہلے جس ذات کے
نور کو اپنی ذاتِ اقدس کا کامل مظہر بنا کر تخلیق فرمایا وہ حضور علیہ السلام کا نور اقدس
تھا۔ آپ کے نور کا ظہور اللہ کی ربوبیت کا ظہور قرار پایا۔ اعلیٰ حضرت نے اسی بات
کو یوں بیان کیا۔

تم سے خدا کا ظہور اس کے تمہارا ظہور، ہم ہے یہ، وہ ان سو تم پہ کروڑوں درود

ظہور ربوبیت کا سبب

حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے

ارشاد فرمایا:

لولا انی لما انصرت الی ربوبیۃ

اگر آپ کو میں پیدا نہ کرتا تو میں اپنے

رب ہونے کا انحصار نہ کرتا۔

دوسری حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کو ارشاد ہے ۔

كنت كنزا مخفيا فاحببت

ان اعرف فخلقت الخلق

(جوہر البخار، ۱: ۲۴۶)

یہ حدیث نشاندہی کر رہی ہے کہ ایجاد کائنات کا سبب "محبت" ہے ۔ اب

دیکھنا یہ ہے کہ مقتضائے حب کون ہے ؟ قرآن و سنت نے تصریح کر دی کہ وہ

حضور علیہ السلام کی ذات اقدس ہے ۔ کیونکہ مقام محبوبیت پر فائز صرف آپ ہی

کی ذات ہے ۔ آپ کے مقتضائے حب ہونے پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی

واضح دلالت کر رہا ہے ۔ " قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم

الله " اس آیت کریمہ نے دو ٹوک انداز میں بتا دیا کہ اللہ کا ہر محب " محبوب تب

بے گنا جب اللہ کے محبوب کی اتباع کرے گا یعنی باقی سب محبوبیت میں تابع

اور حقیقی محبوب نبی الانبیاء کی ذات اقدس ہی ہے ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے صحابہ کرام مختلف انبیاء

علیہم السلام کے کمالات و مقامات کا ذکر کر رہے تھے ۔ حضرت آدم صلی اللہ علیہ

حضرت موسیٰ کلیم اللہ ، حضرت عیسیٰ روح اللہ ہیں ۔ آپ نے سن کر فرمایا جو کچھ تم

کہہ رہے ہو یہ حق ہے مگر میرے بارے میں سنو!

الا وانا حبیب اللہ میں اللہ کا محبوب ہوں :-

اکابر کی تصریحات

مذکورہ موضوع پر دو اکابر کی تصریحات ملاحظہ کیجئے !
۱۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی آپ کے اسم گرامی " حبیب اللہ " کی حکمت

بیان کرتے ہوئے اس حدیث قدسی کے تحت لکھتے ہیں :-

مراد توجہ حسی اول نشاء ایست کہ
صادر شدہ است از جناب الہی
در ایجاد مخلوقات و ہمہ فردی ادیند
و جمیع حقائق ظاہر شدہ است مگر
بواسطہ حب و اگر نمی بود حب پیدا کردہ
نشہ خلق و اگر پیدا کردہ نمی شد خلق
شناختہ نمی شد اسما و صفات الہی
و خلق ظاہر شد مگر بواسطہ روح مطہر
محمدی چنانکہ معلوم شد پس اگر روح پاک
محمدی نمی بود نمی شناخت خدا را ایچ احدی
زیرا کہ پیدائہ بود ایچ احدی پس حب واسطہ
اولی است موجود موجودات را و
بہ تحقیق وارد شدہ است کہ حق تعالیٰ
در شب معراج با حبیب - گفت
لولا کہ ما خلقت الافلاک
پس معلوم شد کہ حضرت محمد است مقصود
از حب الہی و غیروی بچو فرغ است مراد
را پس ازین جہت مخصوص گردانیدہ
است اورا حق سبحانہ باسم حبیب نیز اولی

توجہ حسی سے مراد امر تخلیق ہے جو
بارگاہ الہی سے ایجاد خلق کے لئے
صادر ہوا، تمام حقائق حب کے
واسطہ سے ہی معرض وجود میں آئے
اگر حب نہ ہوتی تو مخلوق پیدائہ کی جاتی
اور اگر مخلوق پیدائہ کی جاتی تو اسما و صفات
الہی کی پہچان و معرفت نہ ہوتی لہذا
تمام مخلوق محمد عربی کے روح طیبہ کے صفہ
میں پیدا ہوئی ہے۔ اگر روح محمدی نہ
ہوتی تو کسی کو بھی اللہ کی معرفت نصیب
نہ ہوتی کیونکہ کسی کا وجود ہی نہ ہوتا
اس سے واضح ہو گیا کہ پہلا واسطہ
موجودات کی تخلیق کا حب ہے اور
حدیث میں ہے کہ بوقت معراج اللہ
تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے
فرمایا اگر آپ نہ ہوتے تو میں افلاک کو
پیدا ہی نہ کرتا۔ اس سے معلوم ہو رہا ہے
کہ حب الہی سے مقصود ذات محمد ہے۔
اور دیگر فرغ یہی وہ سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ

نے آپ کا نام حبیب اللہ رکھا ہے۔

۲۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز اس بات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضور کی ذات اقدس تمام حقائق کی حقیقت ہے۔

حقیقت محمدی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ
و السلام کہ حقیقۃ الحقائق است پنجم
در آخر کار بعد از طی مراتب ظلال این
نقیر منکشف گشته است و تعین و ظهور
جسی است کہ مبداء و ظهور است و منشاء
خلق مخلوقات است و در حدیث قدسی
کہ مشہور است آمدہ است کنت
کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف
فخلقت المخلوق لاعرف اولی
چیزی کہ ازال گنجینہ مخفی بر منصفہ شہود
آمد حب بودہ است کہ سبب خلق خلایق
گشت اگر این حب نمی بود در ایجاد نمی
کشود عالم در عدم راسخ و مستقر بود
سر حدیث قدسی لولاک لما خلقت
الافلاک را کہ در شان ختم الرسل
واقع است اینجا بایہ حست و حقیقت
لولاک انما اظہرت المرؤبیۃ
رازیں مقام بہ عالمیہ۔

اس فقیر کو مراتب ظلال طے کرنے
کے بعد یہ انکشاف ہوا کہ حقیقت محمدیہ
جو حقیقۃ الحقائق ہے وہ تعین اور ظہور
حُب ہے جو مبداء ہے تمام ظہورات
کا اور منشاء ہے خلق و ایجاد مخلوقات و
کائنات کا مشہور حدیث قدسی کہ میں
کنز مخفی تھا۔ پس مجھے اس امر سے
محبت ہوئی کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے
مخلوق کو پیدا کیا کہ وہ مجھے پہچانیں اور
میری شان کو بقدر استعداد سمجھیں اس
کنز مخفی سے پہلی پہلی شے جو منصفہ ظہور
و شہود پر جلوہ فرما ہوئی وہ تھی حُب جو
ایجاد مخلوقات کا سبب بنی اگر یہ حُب نہ
ہوتی تو ایجاد کائنات کا دروازہ کبھی
نہ کھلتا اور تمام عالم ہمیشہ کے لیے
پر وہ عدم میں مستتر رہتا۔ حدیث
لولاک لما خلقت الافلاک جو شان
ختم المرسلین میں واقع ہے اس کا راز

رکتوبات ، مکتوب ۱۲۲ اور اس کا اصل مقام و محل یہی ہے۔

اور لولاك لما اظهرت الربوبية

والی روایت کا مقصد و معنی اسی

مقام پر طلب کرنا چاہیے۔

حاصل کلام یہ بات از خود کھل کر سامنے آگئی کہ کائنات کے ایجاد کا سبب "محبت"

ہے اور اس کا ظہور اول ذات حبیب ہے۔

جس کے جلوے سے مر جھائی کلیاں کھلیں

-۳۱

اس گلِ پاکِ مہنبت پہ لاکھوں سلام

جلوے۔ دیدار، مر جھائی۔ سوکھنا، گل۔ پھول، مہنبت۔ اگایا ہوا
سابقہ تیس اشعار حضور علیہ السلام کے مختلف خصائص و امتیازات پر مشتمل
تھے۔ شعر ۱ تا ۸ کا حصہ شاہکار ربوبیت صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپا کا بیان ہے۔
امام اہل محبت ہر عضو کے حسن و جمال کے تفصیلی بیان سے پہلے اس شعر میں آپ کے
حسن و جمال کے مجموعی تاثر کا تذکرہ کر رہے ہیں۔

جس کے جلوے سے مر جھائی کلیاں کھلیں

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کو اپنے حسن مطلق کا کامل
مظہر بنایا۔ باطنی کمالات و درجات کے ساتھ ساتھ جو حسن ظاہری آپ کو ملا اس کی
کوئی مثال نہیں، ہر حسین کا حسن و جمال آپ کے در کی خیرات ہے حتیٰ کہ حسنِ یوسفی
بھی آپ کے حسن کا ایک جز ہے۔ عارف کامل میاں محمد بخش نے کیا ہی خوب کہا:

تین مہینے رجبی خلقت دیکھ یوسف کنعانی
جنہاں محمد عربیؐ ڈٹھا اور رجبے دونوں جہانی

حسن و جمال مصطفویؐ کا دلیل نبوت ہونا

قرآن نے آیت نور میں اس بات کو بڑے ہی حسین پیرائے میں بیان کیا ہے کہ
اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعلان نبوت نہ بھی کرتے تو آپ کی زیارت سے مشرف ہونے
والے لوگ آپ کے حسن و جمال اور محاسن و کمالات کو دیکھ کر از خود محسوس کر لیتے کہ
آپ اللہ کے نبی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ
نَارٌ نُّورٌ عَلَى نُورٍ يَهْدِي اللَّهُ
لِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ۔
قریب سے کہ وہ تیل از خود روشن ہو جائے اگرچہ
اسے آگ نے مس نہیں کیا۔ نور علی نور
ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نور کے لیے جس کو

چاہے ہدایت دیتا ہے۔

اس آیت کریمہ کے تحت مفسرین کرام کی آراء ملاحظہ ہوں۔

۱۔ شیخ لفظویہ اس کی تشریح یوں کرتے ہیں:

هذا مثل ضربہ اللہ تعالیٰ لنبیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ليقول
يَكَادُ مَنْظَرُهُ يَدُلُّ عَلَى نُبُوَّتِهِ وَإِنْ لَمْ يَتَلَقَّ قُرْآنًا۔

اللہ تعالیٰ نے یہ اپنے پیارے محبوب علیہ السلام کی مثال دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگر قرآن کی تلاوت نہ بھی کرتے پھر بھی آپ کا چہرہ اقدس آپ کی
نبوت پر دل تھا (حجۃ اللہ علی العالمین، ۶۷۵)

۲۔ علامہ آلوسیؒ روح المعانی میں رقمطراز ہیں:

يَكَادُ زَيْتُهَا يَدُلُّ عَلَى نُبُوَّتِهِ وَإِنْ لَمْ يَتَلَقَّ قُرْآنًا۔
سلامہ علیہم لصفائہم
اگر نور قرآن آپ کو مس نہ بھی کرتا تب
بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پاکیزگی اور

ذکاتہ ولولم یمسہ نور القرآن
 روی البغوی تکاد المحاسن محمد
 صلی اللہ علیہ وسلم فظہر
 للناس قبل ان یوحی الیہ قال
 ابن رواحہ لولم تبین فیہ آیات
 مبینة کانت منظرہ مبینة
 عن خبرہ -

کمال حسن کی وجہ سے جگمگاٹھتے۔ امام
 بغوی نے محمد بن کعب القرظی کے حوالے
 سے بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم
 کے محاسن و کمالات نزول وحی سے قبل بھی
 لوگوں پر واضح و ظاہر تھے۔ ابن رواحہ
 نے کہا "اگر آپ سے معجزات کا اظہار
 نہ بھی ہوتا تب بھی آپ کے نبی ہونے
 پر آپ کا نظارہ حسن ہی کافی تھا۔

روح المعانی پ: ۱۷۱

۳۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے
 حضرت کعب الاحبار سے کہا کہ مجھے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں بتائیں تو
 انہوں نے فرمایا:

ہذا مثل ضربہ اللہ لنبیہ
 صلی اللہ علیہ وسلم فامشکوۃ
 صدرہ والزجاجة قلبہ
 والمصباح فیہا النبوة
 لیکاد نور محمد صلی اللہ علیہ
 وسلم وامرہ یتبین للناس
 ولولم یتکلم انہ نبی لما کان
 ینکاد ذلک المزیث -

یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
 کی مثال بیان کی ہے مشکوٰۃ سے آپ کا
 سینہ اقدس، زجاجہ سے قلب النور اور
 اس میں مصباح سے مراد نور نبوت ہے
 یعنی اگر آپ اپنے منہ سے اعلان نبوت
 نہ بھی کرتے تب بھی آپ کے انوار و کمالات
 سے آپ کی نبوت واضح ہو جاتی۔

قاضی صاحب ان کا یہ قول نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں:
 ولنعم ما قال کعب (الظہری پ: ۵۲۵) حضرت کعب نے بہت ہی خوبصورت بات کی ہے

قرآن نے یہ واضح کیا ہے کہ اس ہستی کے محاسن و اوصاف ہی نبوت پر کافی دلیل
ہیں۔ اگر اس پر قرآن کا نزول نہ ہوتا اور اس سے معجزات کا ظہور نہ بھی ہوتا تو حساباً
بصیرت پھر بھی اس ہستی کو اپنا رہنما مان کر اس کی سیرت کو اپنا لیتے۔

گنہ مغفور دل روشن خنک آنکھیں جگر ٹھنڈا
تعالی اللہ ماہ طیبہ عالم تیری طلعت کا

گل پاک منبت

حسن مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ اعجاز آفرینی کیوں نہ ہو؟ گلستان ہستی میں
یہی تو وہ پھول ہے جس کے ظاہر و باطن پر حسن مطلق کا ملا جلوہ گر ہے۔ یہی
پھول ہے جس کو حسن ازل نے اپنے رنگ میں اس طرح رنگ دیا ہے کہ حسن
تخلیق کو بھی اس پر رشک آگیا۔

حور سے کیا کہیں، موسیٰ سے مگر عرض کریں

کہ ہے خود حسن ازل طالب جانانِ عرب

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں :

کیا ٹھیک ہو رخ نبوی پر مثال گل

پامال جلوہ کف پا ہے جمال گل

جنت ہے انکے جلوہ سے جوئے رنگ بو

اے گل ہمارے گل سے ہے گل کو سوال گل سے

۱۔ شعر ۲ تا ۸ کی مزید شرح اور تفصیلی حوالہ جات کے لیے ہماری کتاب
"شاہکار بوبیت" رسم و اعضاءے نبوی کا حسن و جمال صحابہ کی نظر میں کا مطالعہ نہایت ہی
مفید رہے گا

قد بے سایہ کے سایہ مرحمت

-۳۲

ظلِ ممدودِ رافتِ پہ لاکھوں سلام

قد - قامت ، مرحمت - کرم و عنایت ، ظل - سایہ ، ممدود - دائمی سایہ ،

رافت - کرم و مہربانی

پچھلے شعر میں آپ کے حسن و جمال کا اجمالی تذکرہ تھا۔ اب یہاں سے سراپا پر تفصیلی گفتگو آپ کے قدانور اور قامتِ زیبا سے شروع کرتے ہوئے اس کی ایک خصوصیت ذکر کی کہ وہ بے سایہ تھا۔ کیونکہ آپ کی ذات تمام مخلوقِ خدا پر اللہ تعالیٰ کا سایہ رحمت ہے اور سایہ کا سایہ نہیں ہوتا۔

اسی بات کی ترجمانی احمد ندیم قاسمی نے یوں کی۔

لوگ کہتے ہیں کہ سایہ ترسے پیکر کا نہ تھا

میں تو کہتا ہوں جہاں بھر یہ ہے سایہ تیرا

قد بے سایہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر کو کائنات کی ہر شے سے زیادہ لطیف و نطیف بنایا اور اسے مادی و عنصری کثافت سے مبرا رکھا۔ اس لیے قرآن نے آپ کو سراپا نور قرار دیا۔

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ

تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے

نور آیا اور روشن کتاب۔

کِتَابٌ مُّبِينٌ۔

اس آیت مبارکہ میں نور سے مراد آپ کی ذاتِ اقدس ہے۔ قرآن نے آپ کے

ذات اقدس کو فقط نور ہی قرار نہیں دیا بلکہ اسے سراجِ منیر بھی فرمایا۔
 يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ
 شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا
 وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِأَذْنِهِ وَسِرَاجًا
 مُنِيرًا۔ (الاحزاب)

جب قرآن حکیم نے آپ کے جسم اطہر کو سراپا سراجِ منیر قرار دیا ہے تو اس کے بعد اس میں مادی کثافت کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ قرآن کی بیان کردہ اس مقدس نوریت کو ائمہ اسلام نے آپ کے جسم اطہر کے سایہ نہ ہونے پر دلیل بنایا ہے۔

۱۔ امام ابن سلج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

انہ کان نورًا فکان اذا مشی
 فی الشمس او القمر لا ینظر
 آپ کی ذات اقدس کے سراپا نور ہونے
 کی وجہ سے سورج اور چاند کی روشنی

لہ ظل قال بعضهم ولیشمد
 لہ حدیث قولہ صلی اللہ

علیہ وسلم فی دعائہ و
 اجعلنی نورًا۔

اسلام کی یہ حدیث بھی فراہم کرتی ہے

جس میں آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ

میں یہ دعا کی ہے اے اللہ مجھے سراپا نور بناؤ!
 (الخصائص الکبریٰ ۱: ۶۸)

۲۔ امام المحدثین قاضی عیاض فرماتے ہیں:

لا ظل لشیخصہ فی شمس ولا
 قمر لانہ کان نورًا۔

آپ کے جسم اقدس کا سایہ اس لیے
 نہیں تھا کہ آپ سراپا نور تھے۔

۳۔ عظیم محدث امام رزین رقمطراز ہیں:

لم يكن له صلى الله عليه وسلم ظل في شمس ولا في قمر
 لعلبة النوار - (الشفاء: ۱۱: ۵۲۲)

غلبۂ انوار کی وجہ سے آپ کے جسم اطہر
 کا سایہ دھوپ اور چاندنی میں دکھائی
 نہیں دیتا تھا۔

۴۔ صاحب مجمع بحار الانوار اس بات کی تصریح یوں کرتے ہیں:

من اسمائه صلى الله عليه
 وسلم النور قيل من خصائصه
 صلى الله عليه وآله وسلم
 انه اذا مشى في الارض في
 الشمس والقمر لا يظهر له
 ظل - (مجمع بحار الانوار ۴: ۴۰۲)

آپ کے اسمائے مبارکہ میں سے
 ایک نور بھی ہے (اسی لیے) آپ
 کے خصائص میں سے بیان کیا گیا ہے
 کہ دھوپ اور چاندنی میں آپ کا
 سایہ نہ ہوتا تھا۔

۵۔ امام خفاجی شرح شفاء میں محدث ابن سبع کے قول لا ظل لشخصه في شمس
 ولا قمر لانه كان نوراً کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

لا ظل لشخصه) اى جسده
 الشريف ولا قمرهما ترى
 فيه الظلال لحجب الاجسام
 ضوياً لنيون ونحوها و
 علل ذلك ابن سبع لانه
 كان نورا، والانوار شفاقة
 لطيفة لا تحجب
 غيرها لانوار لا ظل
 ظل لها كما هو شاهد

آپ کے جسم مقدس اور لطیف جسم
 کا سایہ دھوپ اور چاندنی میں نہیں
 ہوا کرتا تھا۔ کیونکہ سایہ اس وجہ سے
 دکھائی دیتا ہے کہ اجسام کثیفہ چاند اور
 سورج کی روشنی کے لیے حاجب
 و رکاوٹ ہوتے ہیں (آپ کا جسم
 اطہر کثیف نہیں بلکہ لطیف ہے۔
 امام ابن سبع نے عدم سایہ پر آپ
 کے سراپا نور ہونے کو دلیل بنایا ہے اور

في الانوار الحقيقة وقد نطق
القرآن بانه النور المبين
وكونه بشراً لا ينافيه
لما توهم فان فهمت فهو
نور على نور فان النور ظاهر
بنفسه المظهر لغيرة -
واقعہ یہ ہے کہ انوار لطیف اور شفا
ہونے کی وجہ سے دوسرے کیلئے
رکاوٹ اور حاجب نہیں ہوتے۔
اس لیے انوار کا سایہ نہیں ہوتا۔ جس
طرح کہ انوار حقیقت میں مشاہدہ کیا
جاتا ہے اور قرآن آپ کے نور میں
ہونے پر ناطق ہے اور آپ کا بشر ہونا آپ کے نور ہونے کے ہرگز منافی نہیں۔
پس اگر تجھے ہم نصیب ہو جائے تو یقین کر لے کہ آپ ایسے نور ہیں جو دوسروں
پر غالب ہے کیونکہ نور کہتے ہی اسے ہیں جو خود ظاہر ہو اور غیر کو ظاہر کر نیو والا ہو
(نسیم الریاض، ۳۰: ۲۸۲)

تفسیر ظل ممدود

اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں اہل جنت پر اپنے العاتات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَاصْحَابِ الْيَمِينِ مَا اصْحَابِ
الْيَمِينِ فِي سِدْرٍ مَّخْضُودٍ
وَ طَلْحٍ مَّنْضُودٍ وَ ظِلِّ
مَنْدُودٍ

اور دہنی طرف والے کیسے دہنی طرف
والے۔ بے کانٹے بیڑوں میں او
کیلے کے گچھوں میں اور ہمیشہ کے
سایے میں۔

(الواقعة، ۲۷ - ۳۰)

ظل ممدود سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلہ میں یہ روایا ہماری رہنمائی کرتی ہیں
بخاری، مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نخل محدود کی تفسیر میں فرمایا:
 ان فی الجنة شجرة یسیر الراكب فی ظلها مائة عام لا یقطعها۔
 جنت میں ایک درخت ہے اگر سو سال تک سوار اس کے سایہ میں سفر کرے تو وہ ختم نہ ہوگا۔

اس جنتی درخت کی صحابہ و تابعین سے مختلف صفات بھی مروی ہیں:

۱۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

ان اللہ غرسها بیدة اللہ تعالیٰ نے اس درخت کو خود اپنے دست قدرت سے لگایا ہے۔

۲۔ ان افناھا من وراء سدرة الجنة۔
 اس کی ٹہنیاں جنت کے احاطے کے باہر تک چھائی ہوئی تھیں۔

۳۔ ما فی الجنة نھراً الا وہو ینخرج من اصل تلك الشجرة۔
 جنت میں جو بھی نہر ہے وہ اسی درخت کی جڑ سے نکلتی ہے۔

۴۔ لو ان رجلاً راكباً علی حقہ ثم ادار باصل تلك الشجرة ما بلغه حتی یسقط مصرعاً۔
 اگر کوئی شخص پنجسالہ اونٹ پر بیٹھ کر اس درخت کے گرد چکر لگائے تو اس کا چکر پورا نہ ہوگا اور وہ گر جائے گا۔

۵۔ بخاری و مسلم سے منقولہ روایت میں امام احمد نے یہ الفاظ اضافی نقل کئے ہیں:

وان ورقها لیجمر الجنة
 اس کے پتوں سے جنت کو رنگ کیا جاتا ہے۔
 (المنہری، تفسیر سورۃ الواقعة)

یہ ظل ممدود کی منقولہ تفسیر تھی جو نہایت ہی اعلیٰ و ارفع ہے۔ یہاں اس کا لغوی معنی بھی سامنے رہنا چاہیے۔ تفسیر نیشاپوری میں ہے:

"ظل ممدود سے مراد یہ ہے کہ ہر وہ سایہ جو دراز اور ہر طرف پھیلا ہوا ہو جیسے طلوع و غروب کے وقت ہر طرف پھیلا ہوا ہلکا، دراز اور خوشگوار

سایہ ہوتا ہے اور ایسا سایہ جو نہ سمٹے اور نہ سکرے اور اس سے مراد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایسا سایہ جو دائم و باقی رہے، جو کبھی زائل نہ ہو بلکہ اسے سورج بھی ختم نہ کر سکے۔" (نیشاپوری، تفسیر سورۃ الواقعہ)

چونکہ ظل ممدود کی جتنی صفات بیان ہوئی ہیں وہ کامل طور پر حضور کی ذات اقدس میں موجود ہیں مثلاً

- ۱۔ اس شجر مبارک کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے لگایا کیا حضور سے بڑھ کر بھی کوئی دست قدرت کی تخلیق ہے؟ ہرگز نہیں۔
- ۲۔ اس شجر مبارک کا سایہ کوئی سوار طے نہیں کر سکتا۔ محبوب کا سایہ طے کرنا تو کجا کوئی اس کی ابتدا ہی نہیں بیان کر سکا کہ محبوب کو کب سایہ رحمت بنایا گیا۔
- ۳۔ جنتی ہر نہر اس درخت کی جڑ سے نکلتی ہے۔ سو چوتوہی وہ خود کس سے فیض پارہا ہے۔

جس کی دو بوندیں کوثر و سلسبیل

ہے وہ رحمت کا دریا ہمارا نبی

اللہ حضرت نے حضور کی ذات اقدس کو ظل ممدود سے تعبیر فرما کر واضح فرمایا ہے کہ حضور ہی کی ذات ہے جو تمام مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ایسا دائمی سایہ ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔ دنیا و آخرت میں ہی وہ سایہ ہے جس کی چھاؤں میں ہر قسم کی پریشانی کا ازالہ ہوتا ہے۔ غور کیجئے اس عاشق رسول کے ذہن کی کہاں

تک رسائی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی روز قیامت اس سایہ رحمت میں جگہ عنایت فرمائے آمین!

۳۲۔ طاثرانِ قدس جس جس کی ہیں قمریاں
اُس سہی ستر و قامت پہ لاکھوں سلام

طاثرانِ قدس۔ فرشتے، قمریاں۔ فاختر کی طرح خوش الحان پرندے! سہی۔ سیدھا سر۔ وہ مشہور خوبصورت درخت جو سیدھا مخروطی شکل میں ہوتا ہے، قامت۔ قد۔ سابقہ شعر میں قدرِ نور کا بے سایہ ہونا بیان ہوا۔ اب قدرِ عنایا کی جمالِ آفرینی، موزونیت اور معجزاتی کیفیت کا ذکر ہے۔

خالق کائنات نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے قد و قامت کو اس حسنِ تناسیب سے نوازا تھا کہ دیکھنے والا جس زاویے اور جس پہلو سے بھی دیکھتا اسے کوئی عیب یا سقم دکھائی نہ دیتا۔ آپ تنہا کھڑے ہوتے تو میانہ قد دکھائی دیتے جبکہ صحابہ کے جھرمٹ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قد اقدس سب سے بلند نظر آتا۔ اس لیے کہ رب کائنات کو یہ ہرگز گوارا نہ تھا کہ کوئی اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو پست قامت کہہ سکے۔

ذفرق تا بقدم ہر کج کہ می نگرم

کر شمع دامن دل می کشد کہ جا اینجا ست

دآپ سرتا قدم حسن مجسم تھے اور یہ فیصلہ کرنا محال تھا کہ صوری محاسن جسدا پھر کے کس کس مقام پر کمال حسن کی کن کن بلندیوں کو چھو رہا ہے۔

قدرِ نور کی جمالِ آفرینی

۱۔ حضرت برادر رضی اللہ عنہ آپ کی قامتِ زیبا کے حسن و جمال کے بارے

میں کہتے ہیں :

ما رأیت احسن بشرًا فی
 ثوبین احمرین من رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 میں نے سرخ لباس میں رحمتِ دو جہاں
 سے بڑھ کر کسی کے قامتِ زیبا کو حسین
 نہیں دیکھا۔

(ابن سعد، ۱: ۳۲۲)

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ کے قدِ زیبا کے بارے میں بیان کرتے ہیں :

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم احسن الناس قوامًا و
 احسن الناس وجهًا۔
 محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم قامتِ
 زیبا اور چہرہ اقدس کے لحاظ سے تمام
 لوگوں سے زیادہ حسین تھے۔

(ابن عساکر، ۱: ۳۲۰)

۳۔ وصافِ نبی حضرت ہند بن ابی مالہ قد النور کے اعتدال کو یوں بیان کرتے ہیں :

کان رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم معتدل الخلق
 بادن متماسک اطول من
 المربوع واقصر من
 المشذب۔
 آپ کا تمام جسم نہایت ہی معتدل تھا۔
 تمام اعضاء کامل تھے۔ گوشت سے پر
 ہونے کے باوجود ان میں ڈھیلا پن نہ
 تھا۔ قد النور اعتدال کے ساتھ دراز
 تھا۔ نہ ہی پست تھا اور نہ ہی زیادہ

(شمائل ترمذی باب ماجاء فی خلق رسول اللہ) دُبلا پتلا۔

ہے گلِ باغِ قدس رخسارِ زیبائے حضورؐ

سروِ گلزارِ قدمِ قامتِ رسول اللہ کی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سراپائے اقدس تناسبِ اعضاء کا بہترین شاہکار تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسی و ظاہری پہلو حد درجہ دلکش اور جاذبِ نظر تھا۔ آپ ہر

مجلس میں مرکز نگاہ ہوتے تھے اور دیکھنے والی ہر آنکھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپا نور کے حسن و جمال کی رعنائیوں میں کھوٹی رہتی۔

قدرِ عناکِ موزونیت

۱۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما شاہکارِ ربوبیت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدرِ عناکِ موزونیت کے بارے میں فرماتے ہیں۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس بالقصیر ولا بالطویل
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قدرِ عناکِ انتہائی
وراز تھا اور نہ ہی کوتاہ (یعنی انتہائی
موزون و مناسب تھا)

۲۔ حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے :

انہ سمع انس بن مالک
بینعت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کان ربعۃ من القوم
لیس بالطویل البائن ولا القصیر
میں نے حضرت انس بن مالک کو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت ان الفاظ میں
کرتے ہوئے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم
زیادہ دراز اور کوتاہ قدر نہ تھے۔

(ایضاً)

۳۔ حضرت ابراہیم بن محمدؒ اپنے جد امجد حضرت علی بن ابی طالب سے روایت کرتے
ہیں کہ انہوں نے حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے
قامتِ زیبا کے بارے میں فرمایا :

لم یکن بالطویل الممخط
ولا بالقصیر المتردد وكان
ربعۃ من القوم۔ (شکوۃ، ۵۱۷)

آپ نہ انتہائی بلند قامت تھے اور نہ ہی
بالکل کوتاہ۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا
قد نور مناسب تھا۔

۴۔ حضرت ابوالطفیل عامر بن وائلہؓ آپ کے جسم اطہر کے اعتدال خلقت کے بارے میں کہتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قد انور معتدل تھا۔
وسلم مقصداً۔ (سبل الہدیٰ، ۲۰: ۱۱۳)

لغت میں مقصد کا معنی یوں بیان ہوا۔
لیس بطویل ولا تقصیر ولا
ایسے جسم کو مقصد کہتے ہیں جو قد میں نہ لمبا
ہو نہ پست اور نہ ہی اس میں موٹاپا ہو۔
جسیم۔

گلبین رحمت کی ڈالی

۵۔ سفر ہجرت میں آپؐ کی زیارت سے مشرف ہونے والی خاتون اُمّ معبد رضی اللہ عنہا نے آپ کے قد انور کا حسن بیان کیا اور ساتھ ساتھ سیدنا صدیق اکبر اور عامر بن فہیرہ سے تقابل بھی کیا ہے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ربعة لا تشوؤاً من طول
ولا تقصصه عین من قصر
غصن بین غصنین فهو الضر
الشلاوۃ منظرًا و احسنهم
قدًا۔ (شمائل رسول، ۲۶)

آپ کا مبارک قد نہایت خوبصورت مینا
تھا نہ ایسی طوالت کہ دیکھنے والا ناپسند
کرے اور نہ ایسا پست کہ حقیر نظر آئے
بلکہ وہ دو شاخوں کے درمیان ترو تازہ
شاخ کی مانند تھا اور ان تینوں میں زیادہ
حسین نظر آ رہا تھا۔

ترا قد مبارک گلبین رحمت کی ڈالی ہے
اسے بو کر تم سے رہبانے بنا رحمت کی ڈالی ہے

چلتے وقت بلند نظر آتے

حضرت عائشہ صدیقہؓ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قد زیبا کی جمال آفرینی کے بارے میں فرماتی ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہی زیادہ دراز قد تھے اور نہ ہی کوتاہ قد۔ بلکہ آپ کا قدم مبارک میاں تھا جب کسی طویل قامت کے ساتھ مل کر چلتے تو اس سے بلند نظر آتے۔

ولم یکن یماشیہ احد من
الناس ینسب الی الطول الاطالہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لربما اکتنفہ الرجال
الطویلان فیطولہما رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فاذا
فارقاد نسب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم الی الرجۃ

اور بسا اوقات دو بلند قامت آدمیوں
کے درمیان چلتے تو ان سے بلند نظر
آتے لیکن (دیکھنے والا حیران رہ جاتا)
کہ جب وہ جدا ہوتے تو وہ دراز قد
اور آپ کا قد انور میاں دکھائی دیتا۔
یعنی دوسروں کے مقابلے میں بلند
دکھائی دیتے مگر تنہا معتدل اور میاں
قد تھے۔

والخصائص الکبریٰ، ۱: ۱۶۹

۷۔ سیدنا ابو ہریرہ نے اس خصوصیت کو یوں بیان کیا ہے۔

ما مشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد الاطالہ (تہذیباً ۱: ۳۱۹) دکھائی دیتے تھے۔

۳۲۔ وصف جس کا ہے آئینہ حق نما

اس خدا ساز طلعت پہ لاکھوں سلام

وصف۔ خوبی، حق تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ، نما۔ دکھانے والا، ساز۔ بنانے والا،

طلعت چہرہ . صورت

اس شعر میں چہرہ مصطفوی کا حسن اور اس کا آئینہ جمال الہی ہونے کا بیان ہے۔
یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ اس آئینہ جمال الہی کو تکتے ہی مسلمان ہو گئے۔

چہرہ مصطفوی جمال الہی کا آئینہ ہے

یوں تو کائنات کی ہر شے حسن باری تعالیٰ کی نشاندہی کرتی ہے۔ یہ چاند، سورج، ستارے سبھی کے سبھی اس حسن مطلق کی تخلیق کے شاہکار ہیں۔ مگر ان سب سے بڑھ کر جمال الہی کا منظر چہرہ ذات مصطفوی ہے کیونکہ یہی وہ چہرہ اقدس ہے جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت اور توجہ کا مرکز ہے جسے قرآن فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا (آپ ہر وقت ہماری نگاہوں میں رہتے ہیں) کے الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

چونکہ آپ کا چہرہ اقدس جمال الہی کا منظر اتم ہے۔ اسی وجہ سے آپ نے فرمایا:

من رأی فقد رأی الحق۔ جس شخص نے مجھے دیکھا اس نے
(شمال ترمذی) حق دیکھا۔

امام بیہانی امام احمد بن ادریس کے حوالے سے مذکورہ حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

من رأی فقد رأی الحق تعالیٰ جس نے مجھے دیکھا گویا اس نے
(جوہر البحار، ۳۰ : ۴۸) اللہ کو دیکھا۔

حضرت ملا علی قاری رقمطراز ہیں:

نعم یصح ان یراد بہ الحق یہاں الحق سے اللہ تعالیٰ کی ذات مبارکہ
سبحانہ علی تقدیر مضاف امی بھی مراد لینا درست ہے۔ البتہ مضاف

رای مظہر الحق او مظہرہ
ومن رأی فیری اللہ سبحانہ
لان من رأی النبی
صلی اللہ علیہ وسلم فی
المنام فیراہ یقطہ فی
دارالسلام فیلزم منہ
انہ یری اللہ فی ذلک
المقام ولا یبعد ان
یکون المعنی من
رأی فی المنام فیری
اللہ فی المنام فان رؤیتی
لہ مقدمة او مبشرة
لذلک المرام۔
(جمع الوسائل، ۲: ۲۳۷)

مقدر ہوگا۔ یعنی اس نے ذات
الہی کا مظہر دیکھا اور وہ شخص جس نے
مجھے دیکھا ہے اللہ تعالیٰ کی زیارت
کا شرف بھی پائے گا۔ کیونکہ جس نے
حضور کی خواب میں زیارت کی وہ
بیداری میں بھی جنت میں زیارت
کرے گا۔ پس اس سے لازم آتا ہے کہ
وہ اس مقام پر دیدار الہی سے بھی مشرف
ہوگا اور یہ معنی بھی بعید نہیں کہ جس نے
مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب خواب
میں دیدار الہی سے مشرف ہوگا۔
کیونکہ آپ کی زیارت اس بات کی
بشارت ہے اور پیش خیمہ ہے کہ وہ
شخص اپنے رب کریم کی زیارت سے

مشرف ہوگا۔

برصغیر کے مسلم اور عظیم بزرگ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی حدیث کے اقسام کا ذکر کرتے
ہوئے بیان فرماتے ہیں:

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان من رأی فقد رأی الحق کے
دو معنی ہیں:

اول یہ کہ، من رأی فقد رأی الحق یقیناً فان الشیطان لا یتمثل لی۔
دوم یہ کہ، من رأی فقد رأی اللہ تعالیٰ۔ (شما امدادیہ، ۹۲، مطبوعہ لکھنؤ)

یعنی اس فرمان نبوی کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ جس نے مجھے دیکھا یقیناً اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا اور دوسرا معنی یہ ہوگا کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی چہرہ اقدس کو جمال الہی کا آئینہ قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں:

انا وجہ شرفی و صلی اللہ علیہ وسلم
مرآت جمال الہی و منظر انوار نامتناہی
وے بود (مدارج النبوة ۱۶: ۲)

آپ کا چہرہ اقدس اللہ تعالیٰ کے
جمال کے لیے آئینہ ہے اور اس قدر
انوار الہی کا منظر کہ اس کی حد نہیں۔

خدا ساز طلعت

۱۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم احسن الناس وجہاً و
احسن خلقاً۔ (اسلم، کتاب الفضائل)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم چہرہ اقدس کے
لحاظ سے سب سے زیادہ حسین ہیں اور
اخلاق میں بھی۔

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

ان بنیکم صبیح الوجہ کریم
الحسب حسن الصوت۔

آپ کا چہرہ خوش منظر اور آپ کا نسب
مبارک اعلیٰ اور آواز حسین تھی۔

۳۔ حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم احسن الناس وجہاً و
النورہم لونا۔ (الوفاء ۲: ۲۰۶)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کا
حسن و جمال سب سے بڑھ کر اور رنگ
(سب) روشن تھا۔

۴۔ حضرت ام معبدہ چہرہ النور کی زیارت کے بعد اپنے تاثرات ان الفاظ میں بیان کرتی

ہیں :
 رأیت رجلاً ظاہراً الوضوء
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
 متبلیح الوجہ -
 چہرہ اقدس میں سورج کی سی تابانی اور
 درخشندگی تھی .
 (سبل اللہ ۲۰ : ۵۶)

۵ - حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں :
 ما رأیت شیئاً احسن من
 میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ
 رسول اللہ کان الشمس
 کہ حسین کسی کو نہیں پایا (آپ کے چہرہ
 تجری فی وجہہ -
 اقدس کو دیکھ کر یوں محسوس ہوتا، گویا آپ
 کے چہرہ انور میں آفتاب محو خرام ہے
 (الترمذی ۲۰ : ۲۰۶)

۶ - ایک مرتبہ حضرت عمار بن یاسر کے پوتے ابو عبیدہ نے حضرت ربیع بنت معوذ جو
 صحابیہ تھیں سے عرض کیا :

صفی لی رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم
 انہوں نے کہا :
 مجھے آپ کے حسن و جمال کے بارے
 میں کچھ بتائیں ۔

یا بنی لو رأیتہ لقلت
 الشمس طالعة .
 اے بیٹا اگر تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا
 چہرہ انور دیکھ لیتا تو اسے یوں پاتا جیسے
 سورج چمک رہا ہو ۔
 (الدارمی ۱ : ۲۲)

جس کے آگے نمر سرور اور خم رہیں

-۳۵

اس نمر تاج رفعت پر لاکھوں سلام

سرور اور - تابور ، خم جھکنا ، رفعت - بلندی و برتری

سراجِ رفعت

سراقدس پر سلام عرض کرتے ہوئے کہا کہ آپ ہی وہ ذات ہے جن کے سراقدس پر اللہ تعالیٰ نے رفعت و برتری کا ایسا تاج سجایا کہ تمام بلندیاں اور رفعتیں وہاں سے خیرات پارہی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ
اے حبیب ہم نے آپ کی خاطر آپ
کا ذکر بلند کر دیا۔

اگر ظاہری رفعت کو دیکھا جائے تو معراج کی رات مخلوق میں سے ہر شے نیچے تھی اور حضور کو وہ رفعت نصیب ہوئی جس کے بیان کے لیے الفاظ ہی نہیں ملتے۔ آپ ہی کی وہ ذات ہے جس کے سر پر اللہ نے سید الانبیاء اور خاتم الانبیاء ہونے کا تاج سجایا۔ قدانور کے تحت ہم بیان کر آئے ہیں کہ آپ سر مقام پر دوسروں سے بلند دکھائی دیتے ہیں۔ یہاں ہم صرف سراقدس کے حسن و وقار پر گفتگو کریں گے۔

سراقدس کا حسن و وقار

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سراقدس نہ چھوٹا تھا نہ زیادہ بڑا بلکہ اعتدال کیساتھ بڑا اور حسن مناسبت، وقار اور موزونیت کا آئینہ دار تھا اس میں ایک تمکنت کی شان ہویدا تھی۔ سر کا حد سے چھوٹا ہونا اور اسی طرح اس کا زیادہ بڑا ہونا انسانی شخصیت کے حسن کو مجروح کرتا ہے لیکن اعتدال کے ساتھ وقار، تمکنت اور موزونیت کا حامل بڑا سر جیسا کہ حضور علیہ السلام کا تھا کمال فہم و دانش اور بصیرت کی نشاندہی کرتا ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سراقدس کی زیارت کرنیوالا شخص بے اختیار یکراٹھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بڑے صاحب عقل و خرد، حامل فہم و دانش اور سردار کا سر سے جو بلا کے حسن اعتدال

اور وقار و رعنائی کا منظر ہے۔

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے سر اقدس کے بارے میں فرماتے ہیں :-

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عظیم الهامة۔

آپ کا سر اقدس اعتدال کے ساتھ بڑا اور حسن مناسبت وقار اور موزونیت

رثائل ترمذی، باب لجاء فی خلق رسول اللہ،

کا آئینہ دار تھا۔

اس کی شرح میں امام عبدالرؤف المناویؒ لکھتے ہیں کہ سر کا بڑا ہونا اس بات کی علامت تصور کیا جاتا ہے کہ یہ شخص اپنے ادراک اور فہم و فراست میں دوسروں سے ممتاز ہے۔

وعظم الرأس ممدوح لافناء

سر کا موزونیت کے ساتھ بڑا ہونا

اعون علی الادراکات والکمالات

قابل تلاش و تعریف ہوتا ہے کیونکہ

ر حاشیہ للمنادی ۱، ۳۵

یہ چیز اس شخص کے ادراکات اور کمالات

کے لیے معاون ہوتی ہے۔

شیخ ابراہیم بجزوری رقمطراز ہیں :

عظم الرأس دلیل علی کمال

سر کا بڑا ہونا دماغی قوی کے کمال

القوی الدماغیہ وهو آیت

ہونے کی دلیل کے ساتھ ساتھ سر

النجابة۔ (المواہب اللدنیہ، ۱۳)

قوم کی علامت بھی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے آپ کے سر اور کے بارے میں یہ الفاظ منقول ہیں۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر اور

علیہ ما وسلم ضخم الرأس۔

چھوٹا نہیں تھا بلکہ موزونیت کے

مسند احمد ۱: ۸۹

ساتھ بڑا تھا

حضرت ام معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے سرانور کی توصیف کرتے ہوئے

فرماتی ہیں

لا تزرینا صعلۃ۔
(مجمع الزوائد ۴: ۱۵۷)

آپ کا سر اقدس چھوٹا نہیں تھا کہ
عیب کا سبب ہو۔

وہ کرم کی گھٹا گیسوئے مشک سا

-۳۶

لکڑے ابر رحمت پہ لاکھوں سلام

لیلة القدر میں مطلع الفجر حق!

-۳۷

مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام

لحنت لخت دل ہر جگر چاک سے

-۳۸

شانہ کرنے کی حالت پہ لاکھوں سلام

کرم - رحمت ، گیسو - بال ، مشک - کستوری ، سا - مثل ، لکڑے - ٹکڑا ، ابر -

بادل ، لیلة القدر - شب قدر ، مطلع الفجر - صبح صادق ، مانگ - کنگھی کرتے وقت

بالوں کے درمیان پیدا ہونے والا خط ، استقامت - سیدھا ہونا ، لخت - ٹکڑا ،

چاک - پھٹا ہوا ، شانہ - کنگھی ۔

سر اقدس کے بعد اب حضور کی مبارک زلفوں کی سیاہی ، خوشبو ، ان کو کنگھی

کرنا اور ان کی برکات کا تذکرہ ہے ۔ مبارک زلفوں کی سیاہی کو " لیلة القدر "

اور ان میں پر نور مانگ کو " مطلع الفجر " کہنا اعلیٰ حضرت ہی کا حصہ ہے

وہ کرم کی گھٹا کیسوٹے مشک سا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس کے بال مبارک نہ بالکل سیدھے اور کھڑے تھے اور نہ ہی بالکل گھنگھریالے بلکہ دونوں کے بین بین تھے۔ ہلکے سے خم دار اور معمولی سے پیچ کھائے ہوئے تھے۔ انہیں زلف خمیدہ کا نام ہی دیا جاسکتا ہے۔ یہ کنڈل والی زلفیں اس طرح سیاہ اور انفرادی حسن کی حامل تھیں کہ صحابہ کرام سے مرویات کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص محسوس کر سکتا ہے کہ کیسوٹے مصطفوی کے اسیر صحابہ نے آپ کی حسین معنیر و معطر زلفوں کو کس طرح اپنی گفتگو کا موضوع بنایا ہے۔ جب بھی کسی محفل میں آپ کے حسن سراپا کا تذکرہ چھڑتا، وہاں آپ کے چہرے اور سیاہ زلفوں کا ذکر ضرور ہوتا۔ ہم بھی ایمانی ذوق کے لیے چند مرویات کا ذکر کرتے ہیں:

حسین زلفیں

سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے مبارک بالوں کا حسن ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسن الشعر۔
 آپ کے مبارک بال نہایت ہی حسین اور خوبصورت تھے۔

(ابن عساکر، ۱: ۳۱۷)

سیاہ زلفیں

حضرت ابو قرصافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی مبارک زلفوں کی سیاہی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسن الشعر۔
 آپ کے بال گہرے سیاہ تھے۔

سفید رسول شدید السواد الشعر۔ (تہذیب ابن عساکر، ۱: ۳۱۷)

نوری مکھڑا نالے زلفاں کالیاں

صدقے واری جاون و مکھین والیاں

زلفوں کی سیاہی آج بھی لگا ہوں میں ہے

حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ اعلان فرمایا کرتے تھے کہ لوگو حضور علیہ السلام کے بارے میں کسی نے کچھ پوچھنا ہے تو مجھ سے پوچھ لے۔ کیونکہ آج روئے زمین پر میرے علاوہ کوئی ایسا شخص نہیں جس نے حضور کو دیکھا ہو۔ جب کوئی بھی ان کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کے بارے میں سوال کرتا تو آپ تفصیلاً انہیں حلیہ بیان کرتے اور آخر میں فرماتے کہ میں نے فتح مکہ کے موقع پر آپ کی جو زیارت کی تھی وہ مجھے آج بھی یاد ہے۔

فما لسی شدة بياض
وجہہ و شدة سواد شعرة
آپ کے چہرہ اقدس کی خوبصورت
سفیدی اور زلفوں کی گہری سیاہی آج
(ابن عساکر، ۱: ۳۱۷)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ تاریک رات سے بڑھ کر زلفوں کی سیاہی کے بارے میں فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم شدید سواد
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اور داڑھی
مبارک کے بال نہایت ہی سیاہ تھے۔

الرأس واللحية (سبل الہدی، ۲: ۲۵)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کی زلفوں کی سیاہی سے رات کو تیرگی کی خیرات ملی۔

الصبح بدمن طلعتہ واللیل دجی من و فرتہ
 آپ کے پُر نور چہرے سے صبح کو روشنی ملی۔ اور آپ کی سیاہ زلفوں سے رات
 کو تیرگ نصیب ہوئی،

خمیدہ زلفیں

آپ کے مبارک بال نہ بالکل سیدھے اور کھڑے تھے اور نہ ہی بالکل گھنگھریالے
 بلکہ ان دونوں کے بین بین تھا۔

۱۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے مبارک بالوں کے اس حسن اعتدال
 اور کمال موزونیت کو یوں بیان فرمایا :

کان شعر رسول اللہ صلی آپ کے مبارک بال نہ بالکل پیچ دار
 اللہ علیہ وسلم شعرا بین تھے اور نہ ہی بالکل سیدھے اکڑے
 شعرین لا رجل سبط ولا ہوئے بلکہ بین بین تھے۔

جعد قطط۔ (البخاری۔ کتاب اللباس)

آپ ہی سے مروی ایک روایت کے الفاظ ہیں :

وکان شعر النبی صلی آپ کے بال قدرے گھنگھریالے
 اللہ علیہ وسلم رجلاً لا جعداً تھے نہ بالکل سیدھے اور نہ بالکل پیچ دار
 ولا سبطاً۔ (دلائل للبیہقی، ۱: ۲۴۲)

۲۔ حضرت ابو قتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
 سوال کیا :

کیف کان شعر رسول اللہ؟ میرے پیارے آقا کی زلفیں کیسی تھیں؟
 تو آپ نے فرمایا :

لسویین بالجعد ولا بسبط نہ تو پچھڑا تھیں اور نہ ہی سیدھی
کان رجلاً۔ (شمال ترمذی) اکڑھی ہوئی بلکہ کندل والی تھیں۔

۲۔ حضرت ہند بن ابی لالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زلفوں کے خمیدہ ہونے کے بارے
میں بیان فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ رجل الشعر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بال
ان الفرقۃ عقیقۃ فرقہا درمیان گھنگھریالے تھے۔ جب ان
والافلا۔ (شمال ترمذی) میں کنگھی کی جاتی تو ان کے کندل کھل
جاتے یعنی الگ الگ ہو جاتے اور اگر انہیں اپنے حال پر چھوڑ دیا جاتا تو اکٹھے
حلقہ وار رہتے۔

۳۔ حضرت علی بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

لسویکن شعر رسول اللہ حضور کے مبارک بال نہ بالکل سیدھے
صلی اللہ علیہ وسلم بالجعد تھے اور نہ بالکل پچھڑے بلکہ کچھ گھنگھریالے
القطط ولا بسبط کان جعداً تھے۔
رجلاً۔ (المسلم، کتاب الفضائل)

دراز زلفیں

سراقدس کے بال کتنے لمبے اور دراز تھے؟ اس بارے میں صحابہ سے مختلف اقوال
مروی ہیں۔ ہم پہلے ان اقوال کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اس کے بعد ان کے درمیان تطبیق
بیان کریں گے۔

۱۔ حضرت ہند بن ابی لالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کا سراقدس اعتدال
کے ساتھ بڑا تھا۔ آپ کے بال مبارک خم دار تھے۔ ان میں اگر خود مانگ نکلی تو

سے رہنے دیتے ورنہ خود مانگ کے لیے تکلف نہ فرماتے۔
 جاوز شعرة شحمة اذنيه اذا هو آپ کے مبارک بال جب لمبے ہوتے
 وفرة۔ تو کانوں کی لوسے ذرا نیچے ہو جاتے تھے۔
 (شامل ترمذی، باب ماجاء فی خلق رسول اللہ)

۲۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کا حلیہ مبارک بیان کرتے ہوئے
 فرماتے ہیں آپ کا مبارک قدمیانہ تھا اور
 يبلغ شعرة شحمة اذنيه عليه آپ کے مبارک بال کانوں کی لوتک تھے۔
 حلة حمراء مارأت احسن منه میں نے سرخ جبہ میں آپ سے بڑھ کر حسین
 (البخاری، کتاب المناقب) کوئی نہیں دیکھا۔

۳۔ آپ ہی سے شیخ ابواسحاق کے حوالے سے مروی دوسری روایت کے الفاظ ہیں:
 مارأت احدا من خلق الله میں نے مخلوق خدا میں سرخ حلے میں
 تعالیٰ فی حلة حمراء من رسول الله آپ سے بڑھ کر حسین نہیں دیکھا۔ آپ
 صلى الله عليه وسلم ان جمته کے بال مبارک اور زلفیں کاندھوں کو
 تضرب من منكبیه۔ چوم رہی ہوتی تھیں۔
 (المسلم، کتاب الفضائل)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بھی یہ بات بیان کرتے ،
 ما حدث به قط الا ضحكت تو بیان کرنے کے بعد ہمیشہ مسکرا دیتے
 (دلائل النبوة للبيهقي ۱: ۲۷۳)

۴۔ آپ سے مروی تیسری روایت کے الفاظ ملاحظہ ہوں :

مارایت من ذی لمة احسن
 فی حلة حمرا من رسول الله
 صلی الله علیه وسلم له شعرة
 یضرب منکیه۔ (دلائل النبوة للسیوطی ۱: ۲۲۳)
 میں نے سرخ جیہ پہنے کانوں کو ہات
 نیچے زلفوں والا آپ سے بڑھ کر حسین
 نہیں دیکھا۔ آپ کی مبارک زلفیں کا نہ ہونا
 کو چوم رہی ہوتی تھی۔

۵۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے مقدس بالوں کے بارے میں فرماتی
 ہیں:

کان شعر النبی صلی الله علیه
 وسلم فوق الوفرة ودون الجملة
 (ابوداؤد، کتاب الترجل)
 آپ کے بال مبارک کانوں اور دونوں
 شانوں کے درمیان تھے۔

۶۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

کان رسول الله صلی الله علیه
 وسلم ذافرقة۔ (ابن عساکر، ۱: ۳۱۷) تھے۔
 آپ کے مبارک بالوں کے بارے میں احادیث میں تین الفاظ استعمال ہوئے

ہیں:

ذفرقة، لمة، جملة

جملة: ایسے بال جو کانڈھوں کو چھو رہے ہوں۔

لمة: ایسے بال جو کانوں سے نیچے ہوں مگر کانڈھوں کو نہ چھوئیں

ذفرقة: ایسے بال جو کانوں کی لوتک ہوں۔

مرویات میں تطبیق

ان مرویات میں بظاہر تعارض ہے یعنی بعض صحابہ بیان کرتے ہیں کہ آپ

کے بال کانوں تک تھے۔ اور بعض کی رائے یہ ہے کہ نہیں بلکہ کاندھوں تک تھے۔
 بنظر غائر دیکھا جائے تو ان میں کوئی تعارض نہیں۔ اس لیے کہ یہ مختلف اوقات
 کے احوال ہیں یہی وجہ ہے کہ ایک صحابی نے ہی مختلف احوال بیان کئے۔ حضرت قاضی
 عیاض ان احادیث میں تطبیق دیتے ہوئے فرماتے ہیں :

ان ذلك لا اختلاف الاوقات
 فكان اذا ترك تقصيرها بلغت
 المناكب واذا قصرها كانت
 الى الاذن او شحمتها او لصفها
 فكانت طول و تقصر بحسب
 ذلك - (جمع الوسائل ۱۰: ۱۸)

یہ مختلف احوال کا بیان مختلف اوقات کی
 وجہ سے ہے۔ عدم حجامت کی صورت
 میں کاندھوں تک پہنچ جاتے اور
 حجامت کے بعد کانوں کی لویا اسے
 کے نیچے تک ہوتے۔ اسی اعتبار سے
 کبھی بڑے اور کبھی چھوٹے ہوتے۔

علامہ محمد اشرف سیالوی مدظلہ حضرت ہند بن ابی ہالمہ سے مروی روایت کے تحت
 مرویات میں تطبیق دیتے ہوئے فرماتے ہیں: "گویا تازہ کنگھی کرتے تو بال دوشِ اقدس
 تک پہنچ جاتے اور بعد ازاں گھنگریا لے ہونے کی وجہ سے سکرٹ کر کانوں تک پہنچ جاتے۔"
 (حاشیہ الوفا، ۲۲۹)

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان

۳۹

کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

کان لعل۔ جواہرات کی کان، کرامت، اعلیٰ و انوکھی
 آپ کے گوش مبارک کے حسن و جمال اور ان کی خداداد قوت سماعت پر سلام

ہے۔

گوش مبارک کا حسن موزونیت

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش مبارک دونوں کامل و تمام تھے۔ اپنے حسن موزونیت میں یکتا تھے۔ قوتِ بصر کی طرح آپ کو قوتِ سماعت بھی بے مثال عطا ہوئی تھی۔ آپ قریب و بعید کو یکساں سنتے تھے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ کا مبارک علیہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

رجل الرأس اهدب العينين
حسن الفم حسن اللحية تام
الاذنين
آپ کے سر کے بال ہلکے خم دار، دراز
پلکوں والی آنکھیں، حسین و پاکیزہ چہرہ،
خوبصورت ریش مبارک اور آپ کے

اشمائل الرسول، (۲۲) دونوں کان کامل تھے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن میں قاضی بنا کر بھیجا تو میں نے وہاں جا کر لوگوں کو خطبہ دیا۔ مجلس میں علماء یہود میں سے ایک عالم بھی تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی۔ اس نے مجھے کہا اے علی مجھے اپنے آقا علیہ السلام کا علیہ بتائیے۔ مجھے جو مستحضر تھا میں نے بیان کر دیا۔ وہ عالم کہنے لگا کہ ابھی باقی ہے، آپ خاموش کیوں ہو گئے؟ میں نے کہا اس وقت مجھے یہی یاد ہے۔ وہ عالم کہنے لگا پھر آپ مجھے اجازت دیں کچھ میں بیان کرتا ہوں۔ اس کے بعد اس نے ان الفاظ میں آپ کے اوصاف بیان کرنا شروع کئے۔

فی عينيه حمرة حسن اللحية
ان کی آنکھوں کے سفید حصے میں سرخ

حسن الفم تام الاذنين۔
ڈوسے ہیں۔ ریش مبارک نہایت

حسین، دہن مبارک خوبصورت اور
(شمائل الرسول، ۱۶)

دونوں کان مبارک تام ہیں۔

پرنور ستارے

آپ کی مبارک و خوبصورت زلفیں جب آپ کے مبارک کانوں کا اپنے کندھوں کے ساتھ احاطہ کرتیں تو چونکہ زلفیں نہایت ہی سیاہ تھیں اور کان مبارک نہایت ہی سفید اس لیے ایک عجیب سماں ہوتا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس خوبصورت منظر کو ان الفاظ میں بیان کرتی ہیں :

وتخرج الاذن بيضاء من
تحت تلك الغدائر كأنها
توقد الكواكب الدرية بين
ذلك السواد (ابن عساکر: ۱: ۳۳۵)

آپ کی مبارک زلفوں کے درمیان دونوں
سفید کان یوں محسوس ہوتے جیسے تاریکی
میں دو چمک دار ستارے طلوع ہوں۔

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر دیر تک چہرہ اقدس تکتار رہا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يا عم هل لك حاجة؟ اے چچا جان! کیا معاملہ ہے؟
میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اگرچہ اب مسلمان ہوا ہوں مگر آپ کی ذات گرامی سے میں بچپن سے متاثر ہوں۔ کیونکہ جب آپ جھولے میں تھے تو میں نے دیکھا،

تناغى القمر وتشير اليه
باصبعك فيشت اشت
آپ چاند سے گفتگو کرتے ہیں اور وہ
آپ کی انگلی کے اشارے پر رقصاں
لیہ مال۔ (المصنف الكبير: ۱: ۵۳)

چاند جھک جاتا جہر انگلی اٹھاتے ہمد میں
 کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا
 اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، چچا جان یہ بعد کی باتیں ہیں۔ آپ کو اس
 وقت کے بارے میں بتانا ہوں جب میں شکم مادر میں تھا۔

والذی نفسی بیدہ لقد
 کنت اسمع صدیر القلم
 علی اللوح المحفوظ وانا فی
 ظلمة الاحشاء وکنت اسمع
 سجود القمر امام العرش و
 انا فی ظلمة الاحشاء۔
 مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ
 قدرت میں میری جان ہے۔ میں شکم
 مادر میں لوح محفوظ پر چلنے والی قلم کی
 آواز سنتا تھا اور اسی طرح شکم مادر
 میں میں چاند کے عرش اعظم کے سامنے
 سر بسجود ہونے کی آواز کو بھی سنتا تھا۔

(مجموعۃ الفتاویٰ مولانا عبدالحی لکھنوی)

میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنی قوت سماعت عطا فرمائی تھی کہ آپ ایسی باتیں بھی
 سن لیتے جو دوسرے حاضرین سلامتی جو اس کے باوجود نہ سن پاتے تھے۔
 حضرت ابو ذر اور حکیم بن حزام رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک سرور کون و
 مکان صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا کیا جو میں سن رہا ہوں تم بھی سن رہے ہو؟ صحابہ
 نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں تو اس وقت کچھ سنائی نہیں دے رہا۔ آپ نے فرمایا:

انی لا اری ما لا ترون واسمع
 ما لا تسمعون انی
 سمع اطیظ السماء وما
 میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں
 دیکھتے، میں وہ سنتا جو تم نہیں سنتے
 اور میں اس وقت آسمان کی چرچاہٹ

تلام ان تظ و ما فیہا موضع
شبرا لا و علیہ ملک ساجد۔
(منہ احد، ۵ : ۱۷۳)

سن رہا ہوں اور آسمان کے اسے
طرح کرنے میں کوئی برائی نہیں کیونکہ
اس پر ایک بالشت بھی ایسی جگہ نہیں
جہاں فرشتہ اللہ کے حضور سجدہ ریز نہ ہو۔

چشمہ مہر میں موج نورِ جلال

اس رگ ہاشمیت پہ لاکھوں سلام

مہر - سورج ، چشمہ مہر سے مراد آپ کا چہرہ اقدس ہے ، موج - لہر ، جلال - نارنگی
رگ - نس ، ہاشمیت - ہاشمی ہونا ۔

گوش مبارک کے بعد اب آپ کے چہرہ انور کا ذکر شروع ہو رہا ہے ۔
سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ابروؤں کے درمیان نہایت ہی خوبصورت رگ
تھی جو نارنگی و جلال کے وقت ابھرتی ۔ امام اہل محبت نے مذکورہ شعر میں اسی مقدس
رگ پر سلام عرض کرتے ہوئے آپ کے چہرہ انور کو چشمہ مہر اور اس مقدس رگ کو "موج
نورِ جلال" کہا ۔ ایسے ہی بات صحابہ کی زبان سے سنتے ہیں ۔

چشمہ مہر

صحابہ کرام آپ کے چہرہ اقدس کے انوار و تجلیات کے بیان کے لیے مختلف الفاظ
ذکر کیا کرتے تھے ۔ اکثر چاند کے ساتھ تشبیہ دیتے ۔ بعض اوقات سورج کا بھی ذکر
کرتے ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ کے حسن و جمال کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے
ہیں ۔

ما رأیت شیئا احسن من
رسول اللہ کان الشمس تجری
فی وجہہ (الترمذی ۲: ۲۰۶)
میں حضور سے بڑھ کر کوئی سوہن
نہیں دیکھایوں محسوس ہوتا جیسے آپ
کے چہرہ انور پر سورج تیر رہا ہے۔
ایک مرتبہ حضرت عمار بن یاسر کے پوتے ابو عبیدہ نے حضور کی صحابہ حضرت ربیع
بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا۔

صفا لی رسول اللہ صلی اللہ
مجھے حضور کی کوئی نعت سناؤ۔

علیہ وسلم ا

تو انہوں نے فرمایا :

یا بنی لومرأیتہ لقلت الشمس
طالعتہ۔ (سبل اللہ ۲: ۵۸)
اے بیٹے اگر آپ کی زیارت کا شرف
پانا تو پکار اٹھتا سورج طلوع ہو گیا ہے۔

موج نورِ جلال

حضور کے مشہور نعت گو حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ چشمہ مہر میں موج نور
جلال کے وقت ابھرنے والی مبارک رگ کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں :

کان رسول اللہ ازج الحواجب
حضور کے ابرو خمیدہ اور لمبے تھے

سوالج من غیر قرن بینھما
آپس میں پیوست نہ تھے ان کے درمیان

عرق یدرہ الغضب۔
ایک رگ تھی جو ناراضگی و جلال کے

(الوفا ۲: ۲۸۸)
وقت ابھر آتی۔

اب پڑھیے اس رگ ہاشمیت پہ لاکھوں سلام۔
تصور کیجئے اس عاشق رسول کا اپنے کریم آقا کی ذات کے بارے میں کتنا گہرا مطالعہ
تھا کہ ہر لفظ کے انتخاب کے وقت آیت یا حدیث سامنے ہوتی۔

جس کے ماتھے شفاعت کا سہارا

- ۴۱

اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

ماتھا پیشانی، شفاعت، سفارش، سہرا، شادی کے موقعہ پر دو لہا کے چہرے پر سجایا جاتا ہے، جبینِ پیشانی، سعادت، خوش بختی۔
اس شعر میں حضور علیہ السلام کی مقدس پیشانی پر سلام عرض کرتے ہوئے واضح کیا کہ آپ ہی کی وہ ذات ہے جسے اللہ تعالیٰ نے شفاعتِ کبریٰ کا سہرا اور تاج عطا کیا ہے۔
آپ کے مقامِ شفاعت پر "نوبہارِ شفاعت" کے تحت گفتگو ہو چکی ہے اس لئے یہاں فقط جبینِ مقدس کے سراپا پر کچھ عرض کیا جاتا ہے۔

جبینِ سعادت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک کشادہ، فراخ، روشن اور چمکدار تھی جس پر کبھی بھی کسی شخص نے حزن اور بیزاری کے آثار نہیں دیکھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جبینِ اقدس سے ہمہ وقت مسرت و شادمانی اور اطمینان و سرور کی کیفیت جھلکتی تھی۔ جس کی زیارت سے دیکھنے والے کے دل میں فرحت و انبساط اور راحت و طمانیت کا احساس اٹھاتا تھا۔

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی مقدس پیشانی کی کشادگی یوں بیان

کی ہے :

۱۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جبین اقدس

وسلم واسع الجبین۔ (شمال ترمذی) کشادہ تھی۔

۲۔ سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے :

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مفاض الجبین۔ (دلائل النبوة: ۱۰: ۲۱۴) واسع تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی اقدس

۳۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

کان جبین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلتاً۔ واسع اور شفاف تھی۔

امام محمد یوسف الشافعی لفظ "صلت" کے معنی کے بارے میں لکھتے ہیں:

الصلت الجبین اسی واسعة وقیل الصلت الاملس۔

صلت کا معنی واسع ہوتا ہے۔ لیکن بعض لوگوں نے اس کا معنی چمکدار کیا ہے۔

(رسل الہدیٰ، ۲: ۳۲)

حافظ ابن خثیمہ سے مروی ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجلی الجبین اذا طلع

جبینہ من بین شعرة

کانما طلع فی فلق الصبح او

عند اللیل او طلع بوجہہ

علی الناس فرأوا جبینہ کانہ

ضوء سراج قد تلالاً وکانوا

یقولون هو رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم۔ (ایضاً)

۵۔ شاعر بارگاہ، سالت تاب حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اس منظر کو یوں بیان کیا ہے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی اقدس روشن تھی جب اس سے مبارک زلفیں اٹھتیں تو یوں محسوس ہوتا کہ صبح طلوع ہو گئی ہے۔ یا جب رات کے وقت آپ اپنے غلاموں کی طرف تشریف لیجاتے تو آپ کی جبین اقدس یوں دکھائی دیتی تھی جیسے روشن چراغ سے نور کی شعاعیں پھوٹ رہی ہوں۔ یہ کیفیت دیکھ کر لوگ پکاراٹھتے کہ وہ رسول خدا تشریف لے آئے۔

ستی یسد فی اللیل البیہم جینہ

یلح مثل مصباح الدجج المستوقد

(جب رات کی تاریکی میں آپ کی پیشانی ظاہر ہوتی تو اس طرح چمکتی دکھائی دیتی

جس طرح روشن چراغ چمکتا ہے ۔)

۴۔ ابن عساکر نے حضرت مقاتل بن حیانؓ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا :

جد فی امری ولا تهزل و میرے معاملے میں کوشش کر اور

صدقوا للنبی العربی الصلت لجنین اس عربی نبی کی تصدیق کر جو چمک دار

(ابن عساکر ۱۰ : ۳۴۵) پیشانی کا مالک ہے ۔

جن کے سجدے کو محرابِ کعبہ جھکی

۲۲۔

ان بھٹوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام

کعبہ۔ بیت اللہ ، بھٹوؤں۔ ابرو ، لطافت۔ نزاکت و حسن اور باریک
آپ کے مبارک ابروؤں کے حسن و جمال کا بیان ہے کہ ابروؤں کے محرابی
حسن کو دیکھ کر کعبہ کی محراب جھک گئی۔ یہاں ابرو اور محراب کعبہ کے تقابل میں کتنا حسن
ہے۔ کیونکہ خوبصورت ابرو محرابی صورت میں ہوتے ہیں۔

سجدے کو محرابِ کعبہ جھکی

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت جن عجائبات کا ظہور ہوا ان میں
سے ایک یہ ہے کہ کعبہ مولد النبی (نبی اکرم کی جائے ولادت) کی سمت سجدہ ریز ہو گیا

تھا۔ آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں۔ میں حرم کعبہ میں تھا۔ سحری کے وقت جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی گھڑی آئی تو وہاں نصب کردہ تمام بت اوندھے گریڑے اور

کعبہ نے مقام ابراہیم کی جانب سجدہ کیا۔
میں حیران ہوا یہ کیا معاملہ ہے، تو دیوار کعبہ سے آواز آئی آج مصطفیٰ مختار کی ولادت ہو گئی ہے جس کے ہاتھوں کفر مٹ جائے گا اور مجھے ان ناپاک بتوں سے نجات دلائے گا۔ صرف اور صرف معبود حقیقی کی عبادت کا حکم دے گا۔ (حاشیہ سیرۃ اطلبیہ، ۴۲)
انہی روایات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا جن کے سجدے کو محراب کعبہ جہکی۔

بھنوں کی لطافت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ابرو نہایت باریک، محرابی، گہرے سیاہ اور گنجان تھے۔ دونوں باہم پوست یعنی ایک دوسرے سے بالکل ملے ہوئے نہ تھے۔
ابرو نہایت باریک تھے

ایک صحابی بیان کرتے ہیں :

کان رسول اللہ صلی اللہ

آپ کے ابرو نہایت ہی لطیف

علیہ وسلم دقیق الحاجبین

باریک تھے۔

بعض روایات میں یہ تذکرہ ملتا ہے کہ آپ کے مبارک ابرو آپس میں ملے

ہوئے تھے جیسا کہ ابو الحسن بن قانع حضرت سوید بن غفلہ سے روایت کرتے ہیں کہ

میں نے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا :

واضح الحجین اهدب مقرون پیشانی کشادہ اور ابرو آپس میں

متصل تھے۔

الحاجبین

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی منقول ہے :

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقرون الحاجبین۔ (سبل الہدای، ۲: ۳۱)

آپ کے ابرو باہم پیوست تھے۔

روایات میں تطبیق

سابقہ روایات جن میں یہ تذکرہ تھا کہ ابرو ملے ہوئے نہ تھے اور ان روایات میں بظاہر تعارض ہے مگر محدثین نے اس ظاہری تعارض کو بڑے احسن طریقے سے رفع فرمایا ہے :

صاحب سیرت حلبیہ فرماتے ہیں :

دونوں ابروؤں کے درمیان اتنی

ان الفرجة، التي كانت بين

تلیل کشادگی تھی کہ اسی شخص پر واضح

حاجبہ یسیرة لا تبین

ہوتی جو غور سے دیکھتا۔

الامن دق النظر۔

(انسان العیون، ۲: ۲۳۶)

ان کی آنکھوں پہ وہ سایہ افگن مژہ

- ۲۳

نظرة قصر رحمت پہ لاکھوں سلام

اشکباری مژگاں پہ برسے درود

- ۲۲

سلاک در شفاعت پہ لاکھوں سلام

سایہ افگن۔ سایہ کرنے والا، مژہ۔ پلک، نظریہ۔ چھتری و آلہ سایہ، قصر۔ محل،

اشکباری۔ آنسو برسانا، شرکاء۔ پلکیں، سلک۔ لڑی، اور۔ موتی۔
ان اشعار میں اللہ حضرت نے سلام عرض کرتے ہوئے آپ کی مقدس پلکوں اور
ان کا یادِ محبوب اور غم امت میں آنسو برسانا، کا بیان کیا ہے۔

مقدس پلکیں

آنکھوں پر حسین پلکیں ان کے حسن کو دو بالا کر رہی تھیں۔
حضرت ابراہیم بن محمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ جب بھی اپنے
پیارے آقا کے حسن و جمال اور آپ کی آنکھوں کا ذکر کرتے تو اس میں یہ الفاظ ضرور ذکر
کرتے۔

کان فی الوجہ تدویر
ابيض مشرب او عجم العینین
اھدب الاثفا ر۔
آپ کے چہرہ اقدس میں کتابی گولائی
تھی۔ رنگ مبارک میں سفیدی اور
سرخی کا امتزاج تھا۔ پلکیں خوبصورت
اور لمبی تھیں۔
(دلائل النبوة، ۱: ۲۱۳)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ کی پلکوں کے حسن کو یوں بیان کرتے ہیں:
کان اھدب اثفا ر العینین
دلائل النبوة للبیہقی، ۱: ۲۱۳
آپ کی مبارک آنکھوں کی پلکیں نہایت
لمبی تھیں۔

عارفِ کامل پر مہرِ علیؑ کہتے ہیں:

دو ابرو تو کس مثال دسن

جیں توں نوک مژدے تیر چھٹیں

آپ کی مبارک آنکھوں کے لیے لفظ اشکل بھی استعمال ہوا ہے۔ جو سیری
بیان کرتے ہیں کہ میں نے شیخ سماکؒ سے اس کا معنی پوچھا تو انہوں نے کہا:

ما اشکل العینین قال طویل
اشکل العینین سے کیا مراد ہے؟ تو
شعرہا۔ انہوں نے فرمایا جن آنکھوں کی پلکیں

(ابن عساکر، ۱: ۳۶۲)
لمبی ہوں انہیں اشکل کہا جاتا ہے۔

ابن سعد اور طبرانی نے حضرت رقیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے بیان کیا
ہے کہ ایک مرتبہ مکہ شریف میں مسلسل کئی سال قحط آگیا۔ میں نے خواب میں ایک ہاتھ
غیبی کو سنا جو قریش کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا کہ تمہارے اندر ایک اللہ کا نبی مبعوث ہو
چکا ہے۔ اس کی خدمت اقدس میں جاؤ۔ اس کی برکت سے قحط ختم ہو جائے گا۔
آپ کا تعارف کرواتے ہوئے وہ ہاتھ غیبی کہتا ہے:

الا فالظروا رجلاً منکم
وسیطاً جسیماً ابیضاً
بضاً وطف الاھداب
اس کا جسم اطہر انتہائی متناسب، اس کے
جوڑے عظیم، رنگ سفید، پلکیں لمبی، رخسار
ہموار اور ناک مبارک بلند ہے۔

سھل الخدی بن اشتم العربین۔ (اعلام النبوة للماوردی، ۱۲۹)
حضرت ام مہذب سے مروی ہے:

فی اشفاۃ عطف۔ (سبل اللہ، ۲: ۲۳) آپ کی مقدس پلکیں خوبصورت اور لمبی تھیں۔

رب کی یاد میں آنسو بہانا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کی یاد میں اس طرح آنسو بہاتے کہ آنکھیں سمندر
کی طرح بہہ پڑتی تھیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم یبحد العینین۔ (ایضاً)
آپ کی آنکھیں سمندر کی طرح یاد رب
میں بہتی تھیں۔

معنی قدرامی مقصدِ ماطنی

۲۵

زرگس باغِ قدرت پہ لاکھوں سلام

قدرامی۔ اس نے ضرور دیکھا، ماطنی۔ حد سے آگے نہ بڑھنا، زرگس۔ بھول،
باغِ قدرت۔ خدائی چمن،
پچھلے اشعار میں حسین بلیکوں کا ذکر تھا اب چشمانِ مقدس کے حسن و جمال اور قوت
بصارت کا تذکرہ ہے۔

زرگس باغِ قدرت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمانِ مقدس انتہائی خوبصورت، سیاہ اور پرکشش تھیں۔
جن میں ہمہ وقت سرورِ آفریں جاذبیت اور رعنائی ہویدار رہتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی
بلیکیں بھی سیاہ اور دراز تھیں جن پر گھنے بال آنکھوں کی فراخی اور حسن میں اضافہ کئے ہوئے تھے۔
آنکھیں کشادہ اور سیاہ تھیں

حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس آنکھوں
کے بارے میں فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان

علیہ وسلم ادعج العینین (دلائل النبوة: ۱۰: ۲۱۳)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنکھوں کے حسن اور کشادگی کو یوں بیان کیا ہے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ظلم ابصر العینین (ایضاً) اور خوبصورت تھیں۔

آنکھیں موزونیت کے ساتھ بڑی تھیں

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں فراخ تھیں۔
 علیہ وسلم عظیم العینین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (۳۴:۲)

آنکھوں کی پتلی نہایت سیاہ تھی

خوبصورت اور دراز آنکھوں کے اندر پتلی گہرے سیاہ رنگ کی تھی۔ پتلی کے علاوہ
 آنکھوں کا لقیہ حصہ سفید تھا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی پتلی نہایت ہی سیاہ تھی۔

علیہ وسلم اسود المحدقة۔ (دلائل النبوة، ۱: ۲۱۳)

امام ابن کثیر لکھتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے درخواست کی:

العت لرسول اللہ۔ ہمیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے

اوصاف کے بارے میں کچھ بتائیں۔

تو آپ نے فرمایا:

آپ کے جسم اطہر کا رنگ سفید مائل بہ سرخی تھا

کان ابيض مشربا بياضه

اور آپ کی آنکھوں کی پتلیاں نہایت ہی سیاہ

حصرة وکان اسود المحدقة

تھیں

(شمائل الرسول لابن کثیر، ۱۹)

سفید حصے میں سرخ ڈورے تھے

پتلی کے علاوہ سفید حصہ میں سرخی کی آمیزش تھی جہاں بلکیں باہم ملتے ہیں وہاں

سرخ ڈورے دکھائی دیتے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
و سلم اشکل العین۔ (الترمذی ۲: ۲۰۶) آپ کی آنکھوں کے سفید حصے میں سرخ
ڈورے تھے۔

آنکھوں کا قدرتی سرنگیں ہونا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سرسبز لگانے کی محتاج نہ تھیں بلکہ وہ قدرتی طور پر
ایسے محسوس ہوتی تھیں جیسے ان کو سرمہ لگایا گیا ہے۔

ولد النبی صلی اللہ علیہ
و سلم محتوناً مکحولاً۔ (مولد النبی ص ۸۱) آپ کی آنکھوں میں ولادت کے وقت ہی
سرمہ لگا ہوا تھا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ اس کیفیت کو یوں نقل کرتے ہیں:

كنت اذا نظرت الى رسول
الله صلی اللہ علیہ وسلم قلت
الحل وليس بالحل۔ (شأن الرسول ص ۱۹) جب بھی میں آپ کی چشمانِ مقدس کو
دیکھتا تو گمان کرتا کہ آپ نے ابھی ابھی
سرمہ لگایا ہے حالانکہ ایسا نہیں تھا۔

سرنگیں آنکھیں حرمِ حق کے وہ مشکیں غزال

ہے فضائے لامکاں تک جن کا رونا نور کا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

کان صلی اللہ علیہ وسلم الحل
العینین۔ (بل الہدیٰ ۲: ۲۲) آپ کی آنکھیں ہمیشہ سرنگیں رہتی تھیں۔

ما زاغ البصر وما طغى آنکھیں

معنی قدرامی مقصد ما طغى سے سورہ بنم کی ان آیات کی طرف اشارہ ہے۔

جن میں معراج کے موقعہ پر ہادی کونین کے دیدارِ الہی کا تذکرہ ہے ارشاد فرمایا :

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى
أَفْتَمَرُ وَنَهْ عَلَى مَا يُرَى
وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى
(النجم، ۵۲ : ۱۱-۱۳)

جو کچھ اس نے دیکھا وہ محض خیال آرائی
نہیں کیا تم اس کے ساتھ اس چیز میں
جھگڑا کرتے ہو جس کا اس نے مشاہدہ
کیا ہے اور اس سے دوسری دفعہ آرتے

ہوئے دیکھا ۔

یعنی جو مشاہدات شبِ معراج ہوئے وہ تمام حقیقت تھے محض وہم یا خیال آرائی
نہ تھی۔ اگر محبوب کہہ رہا ہے کہ رب ہے تو مان لو کیونکہ وہ مشاہدہ کے ساتھ کہہ رہا
ہے۔ تم اس کے مشاہدہ کے بعد بھی اس سے جھگڑ رہے ہو یہ تمہاری بدبختی ہے۔
اس نے تو اپنے رب کا دیدار واپس آتے ہوئے دوبارہ کیا۔ دیدار کے موقعہ پر
آپ کی چشمانِ مقدس کی کیفیات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا :

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى
نَهْ نَظَاهُ كَجْ هُوْئِيْ اُوْرِنَهْ بَهْ قَابُوْ

زلیغ "کا معنی کج ہونے کے ہیں۔ یعنی حضور کی نگاہ جلوے کے مشاہدے
میں اس کے صحیح زاویے سے کج نہیں ہوئی بلکہ آپ نے مشاہدہ اس کے بالکل
صحیح زاویے سے کیا۔ "طغی" کے معنی بے قابو ہونے کے ہیں یعنی اگرچہ انوار و
تجلیات کا ایسا ہجوم تھا کہ الفاظ اس کی تعبیر و تصویر سے قاصر ہیں لیکن آپ کی نگاہ
ذرا بھی بے قابو نہیں ہوئی بلکہ پورے سکون اور پوری دل جمعی کے ساتھ مشاہدہ کیا۔
اعلیٰ حضرت نے نشانہ ہی کی کہ "لقد رآه نزلة اخرى" کا معنی اور ما زاع
البصر و ما طغی سے مقصود دیدارِ الہی کا بیان ہے۔

۲۶۔ جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا

اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام

چشمان مقدس کے بہ کاتی پہلو کی طرف اشارہ ہے کہ جس پر بھی آپ کی نظر کریم پڑ گئی اس کے بخت جاگ اٹھے، مردہ دل زندگی پاگئے۔ دل و نگاہ اللہ کی محبت سے لبریز ہو گئے۔

پڑ گئی ہے تجھ پر مصطفیٰ کی نظر

دنیا و آخرت میں ہر جگہ ہر کسی کی بگڑی آپ کی نظر شفقت سے ہی بن رہی ہے۔ ہم یہاں صرف بات ذہن نشین کرنے کے لئے چند واقعات ذکر کر رہے ہیں۔ ابو جہل کے بارے میں ہر کوئی جانتا ہے وہ حبیب خدا اور آپ کے مشن کا کتنا مخالف و دشمن تھا مگر اس کا بیٹا حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ حضور کا غلام اور صحابی تھا۔ اپنے ایمان لانے کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد مجھے حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں پیش کیا گیا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا "اتنا خوبصورت چہرہ جہنم میں جاٹے مجھے یہ پسند نہیں۔"

شیخ عبدالحق دہلوی لکھتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقعہ پر عکرمہ کے ہاتھوں ایک مسلمان شہید ہوئے جب اس کی اطلاع حضور کو پہنچی تو آپ مسکرائے مسکرائے کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا عالم غیب میں یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ یہ قاتل اور مقتول دونوں ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر جنت میں داخل ہوں گے۔ عکرمہ کے لئے اسلام قبول کرنا سخت دشوار تھا۔ اس لئے وہ مکہ سے بھاگ کر دریا کی طرف چلا گیا۔ جب کشتی میں بیٹھ کر مین کی طرف روانہ ہوا تو پانی کی موجوں نے آلیا۔ تمام کشتی والے

اللہ کے حضور فرماد کرنے لگے اور عکرمہ سے کہا تو بھی خدا کو یاد کر۔ کہنے لگا تم اس خدا کی بات کرتے ہو جس کی طرف محمد دعوت دے رہا ہے۔ میں تو اس سے بھاگ کر آیا ہوں۔ اس کے بعد جب اس کی نظر کشتی پر پڑی تو اس پر یہ قرآنی الفاظ نقش تھے۔

وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَ هُوَ الْحَقُّ
تیری قوم نے اس کی تکذیب کر دی
حالانکہ حق یہی ہے۔

اس نقش قرآنی کو کھرچنے کی بہت کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوا۔ اسی وقت اس کے باطن میں تبدیلی ظاہر ہونا شروع ہو گئی۔ ادھر اس کی بیوی ام حکیم بنت عارت نے جو مسلمان ہو چکی تھیں عکرمہ کے لئے اماں مانگی۔ آپ نے اسے اماں دینے کا اعلان فرمادیا۔ جب اس کی اطلاع عکرمہ کو پہنچی تو حیران رہ گیا کہ میری اول میرے خاندان کی اتنی اذیتوں کے باوجود بھی اس کریم ذات نے مجھے اماں دے دی ہے۔ عکرمہ اپنی بیوی کے ہمراہ آپ کی خدمت اقدس میں حاضری کے لئے یمن سے واپس پلٹا۔ جب مکہ کے قریب پہنچا تو حضور نے صحابہ سے فرمادیا کہ عکرمہ مومن و مہاجر ہو کر آ رہا ہے اسے اور اس کے باپ کو کچھ نہ کہنا تاکہ اسے اذیت نہ ہو۔

آپ خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ ام حکیم حاضر ہوئیں اور عرض کیا آقا عکرمہ حاضر ہے۔ آپ اس حال میں اٹھے کہ چادر انور کا ندھے سے نیچے گر گئی۔ عکرمہ حاضر ہوئے۔ آپ نے ایک لگا ہوا کرم اس پر ڈالی اور فرمایا: مرحبا۔ عرض کیا آقا سنا ہے آپ نے مجھ جیسے سیہ کار کو اماں دی ہے۔ فرمایا۔ ہاں۔ اس پر کلمہ شہادت پڑھ کر داخل اسلام ہو گئے اور عرض کیا آقا مجھ سے بڑھ کر ناہنجار کوئی نہیں اور آپ سے بڑھ کر کریم کوئی نہیں فرمایا:

عکرمہ مانگ جو کچھ چاہتا ہے۔ عرض کیا آقا بس اتنا چاہتا ہوں کہ سابقہ گناہ معاف ہو جائیں اور آئندہ آپ اور آپ کے مشن کی خدمت نصیب ہے۔

(مدارج النبوة ۲۰ : ۲۹۸)

بعض روایات میں ہے کہ اس کے بعد میں جدھر جاتا حضور کا چہرہ سامنے رہتا۔ جس بت کے قریب ہوتا وہ حضور کے سچا ہونے کی گواہی دیتا۔ چونکہ اسلام قبول کرنا میرے لئے سب سے ناگوار معاملہ تھا۔ اس لئے میں نے تنگ آ کر فیصلہ کر لیا کہ اپنے آپ کو پانی میں ڈبو کر ہلاک کر دوں مگر میں جب پانی میں چھلانگ لگانے لگتا تو مجھے کوئی پکڑ لیتا اور کہتا عکرمہ اب تو مشرف بہ اسلام ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا کیونکہ تجھ پر محبوب خدا کی نظر کریم پڑ چکی ہے۔

(صحیفہ ازل ۱۵۱)

جب آگئی ہیں جو شس رحمت پہ ان کی آنکھیں

حضرت شیبہ بن عثمان رضی اللہ عنہ اپنے ایمان لانے کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ میں غزوہ حنین میں کافروں کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف لڑ رہا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ میرے والد اور چچا کو حضرت علی اور حضرت حمزہ نے قتل کر دیا تھا۔ میں کیوں نہ آج بدلہ لیتے ہوئے ان کے نبی محمد کو شہید کر دوں۔

اس ارادے سے میں حضور کے قریب ہوا۔ ابھی میں حملہ کرنے والا ہی تھا کہ آگ کا ایک عظیم شعلہ بجلی کی طرح میری طرف بڑھا۔ میں اٹے پاؤں چھپے بھاگا

فالتفت الی النبی صلی اللہ اتنے میں اللہ کے رسول کی نظر کریم

علیہ وسلم فقال یا شیبہ مجھ پر پڑ گئی تو فرمایا اے شیبہ

بس میرے دل کی کیفیت بدل گئی۔ اب میں نے حضور کے چہرہ اقدس

کی طرف نظر اٹھائی تو

وہو احب الی من سمعی وہ مجھے اب میری سمع و بصر سے بھی
و بصری زیادہ محبوب گننے لگا۔

(دلائل لابی نعیم، ۱: ۱۹۵)

امام اہل محبت انہی کیفیات کو سامنے رکھتے ہوئے کہتے ہیں :

جب آگٹی ہیں جوشِ رحمت پہ ان کی آنکھیں

چلتے بھاڑیئے ہیں روتے ہنسا دیئے ہیں

اک دل ہمارا کیا ہے آزار اس کا کتنا

تم نے تو چلتے پھرتے مرے جلا دیئے ہیں

سلام کے مذکورہ شعر پر تضمین لکھنے والوں نے بھی کیا خوب لکھا !

علامہ اختر الحامدی لکھتے ہیں

پڑ گئی جس پہ محشر میں بخش گیا دیکھا جس سمت ابر کرم چھا گیا

رخ جدھر ہو گیا زندگی پا گیا جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آ گیا

اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام

جناب بشیر حسین ناظم آپ کے کرم و رحمت کی جامعیت اور عمومیت کو یوں

دراخ کرتے ہیں :

محترم آگیا، محترم آگیا دم میں وہ سراپا کرم آگیا

لے کے پیغام رب حرم آگیا جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا

اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام

نیچی آنکھوں کی شرم و حیا پر درود
اوپنی بیسنی کی رفعت پہ لاکھوں سلام

۲۷

بینی ناک ، رفعت - بلندی

چشمان مقدس کی شرم و حیا کے بیان کے ساتھ ساتھ آپ کی بینی مبارک پر

سلام ہے۔

کمال درجہ شرم و حیا کی آئینہ دار آنکھیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک و مقدس آنکھیں کمال درجہ شرم و حیا کی آئینہ دار
تھیں۔ ہمیشہ نیچی جھکی رہتیں۔ آپ کا معمول آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنا نہیں تھا۔
بلکہ جب کسی کو دیکھنا ہوتا تو گوشہ چشم کی دید پر ہی اکتفا فرماتے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ آپ کے مبارک حیا کو ان الفاظ میں بیان کرتے

ہیں :

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ نشین کنواری	کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
لڑکی سے بھی زیادہ حیا کے مالک تھے۔	وسلم اشد حياء من العذرائی
ہم چہرہ اقدس کے آثار سے ہی آپ	خدرها وکان اذا کره شیئا
کی ناپسندیدگی محسوس کر لیا کرتے تھے۔	عرفناہ فی وجہہ۔

(البخاری ، باب صفة النسبی)

آپ کا دیکھنا کمال حیا اور شانِ محبوبیت کا آئینہ دار ہوتا۔ آپ کی چشمانِ اطہر
میں شفقت و محبت اور شرم و حیا کی ملی جلی کیفیت ہمہ وقت موجود رہتی۔

یہی وجہ ہے کہ حلیہ مبارک بیان کرنے والوں نے آپ کی یہ ادا بھی ذکر کی ہے۔
 خافض الطرف نظره الی
 الارض اطول من نظره الی
 آپ کی نظر مبارک بجائے اوپر اٹھنے
 کے اکثر زمین کی طرف جھکی رہتی۔

السماء۔ (طبقات ابن سعد: ۱: ۲۲۲)

آپ پیکر شرم و حیا ہونے کی وجہ سے کسی کو نظر بھر کر نہیں دیکھتے تھے بلکہ بڑی ہی
 پیاری پیاری ادا کی صورت آنکھوں کے ایک گوشے سے ملاحظہ فرما لیتے۔ اسی لیے
 آپ کے اوصاف بیان کرنے والے کہتے ہیں کہ آپ کے دیکھنے کا طریقہ یہ تھا۔
 جل نظره الملاحظة۔
 آنکھ کے ایک گوشے سے دیکھا کرتے۔

اپنی ایک سیٹھی نظر کے شہد سے
 چارہ زہر مصیبت کیجئے!

اونچی بلندی کی رفعت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بینی مبارک مائل بہ رفعت، باریک اور اعتدال کے ساتھ
 طویل تھی۔ جسے باری تعالیٰ نے ایسی آب و تاب اور چمک دمک سے نوازا تھا کہ ہر
 وقت اس سے نور کی شعاعیں پھوٹتی دکھائی دیتیں۔

وصاف نبی حضرت ہند بن ابی ہالہ سے مروی ہے۔
 کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم اقرب العرفین لہ نور
 یعلوہ یحسبہ من لعریتا ملہ
 اشم ولیس باشم۔ (الترمذی، ۲: ۲)
 آپ کی بینی باریک اور
 درمیان سے قدسے بلند تھی۔ اس پر
 ہمہ وقت نور کی برسات رہتی تھی اس
 نور کے پیش نظر، بنظر غائر نہ دیکھنے والے کو ناک

مبارک بلند دکھائی دیتی حالانکہ فی الواقع
بلند نہ تھی۔

قننی کا معنی بیان کرتے ہوئے شیخ محمد یوسف صالحی رقمطراز ہیں :

القننی فی الالف طولہ ودقۃ

اربنۃ مع ارتفاع فی وسطہ

رسول اللہ ص ۲۰ : ۲۲

یعنی ناک مبارک کمال موزونیت اور حسن اعتدال کی آئینہ دار اور اعلیٰ درجہ کے حسن
تناسب کا شاہکار تھی محض جلوہ نور کی وجہ سے بادی النظر میں بلند محسوس ہوتی تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ ناک مبارک کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں :

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم دقیق العزین (رسول اللہ ص ۲۰ : ۲۲) ساتھ باریک تھی۔

اس وصف کو ایک صحابی رسول نے ان الفاظ میں بیان کیا :

کان رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم دقیق الالف۔

آپ کی بینی مبارک باریک اور حسن اعتدال
کا آئینہ دار تھی۔

جن کے آگے چراغ قمر جھلملائے

-۲۸

ان عذاروں کی طلعت پہ لاکھوں سلام

ان کے خند کی سہولت پہ بچیدرود

-۲۹

ان کے قند کی رشاقت پہ لاکھوں سلام

قمر - چاند ، جھلملانا - دھندلا ہونا ، عذار - رخسار ، طلعت - حسن درویشی ،

خد۔ رخسار، سہولت۔ ہموار و ملائم زیادہ ہے آپ کے مبارک رخساروں کے لیے
 احادیث میں لفظ "سہل" آیا ہے۔ اللہ حضرت نے اردو کا لفظ "سہولت" یہاں
 اسی معنی میں استعمال کیا ہے۔ رشاقت۔ عمدگی۔
 قد النور کا تذکرہ پیچھے گزر چکا ہے یہاں آپ کے حسن رخسار کی بات کی جائے گی۔

سہولتِ خد

آپ کے مبارک رخسار نہایت ہی خوبصورت تھے۔ رنگت میں سفید سرخی
 مائل تھے۔ نرم اور دلکش تھے۔ ان میں ابھار نہیں تھا اور نہ ہی دبے ہوئے تھے
 بلکہ اعتدال پر تھے۔

سفیدیِ رخسار

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ کے مقدس رخساروں کا بیان کرتے ہیں:
 کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ آپ کے رخسار سفید تھے۔
 وسلم ابیض الخدین۔ (سبل اللہ ۲: ۲۲)

رخسارِ چمکدار تھے

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:
 کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ آپ کے رخسار نہایت ہی چمکدار تھے۔
 وسلم واضح الخدین۔ (سبل اللہ ۲: ۲۲)
 سیدنا علی اور سیدنا ہند بن ابی مالہ رضی اللہ عنہما دونوں سے مروی ہے کہ
 آپ کے رخساروں میں ابھار نہیں تھا۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سہل الخدین۔ (تہذیب ابن عساکر ۱: ۳۱۶)
سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کے الفاظ میں سہل کی جگہ اسیل کا لفظ ہے۔

ان دونوں میں فرق کرتے ہوئے شیخ محمد بن یوسف صالحی رقمطراز ہیں:
سہل الخدین ای لیس فی خدیہ نتوء وار تفاع و اسیل الخدین ای قلیلا اللحم رقیق الجلد۔
سہل الخدین وہ رخسار ہوتے ہیں جن میں غیر موزوں ارتفاع نہ ہو اور اسیل الخدین وہ رخسار جن کا گوشت کم اور جلد نہایت ہی نرم ہو۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۲۰: ۲۰

۵۔ جس سے تاریک دل جگمگانے لگے
اُس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

جگمگانا۔ روشن ہونا، چمک والی۔ نورانی۔
اس شعر میں آپ کے جسم اطہر کی رنگت پر سلام عرض کرتے ہوئے یہ واضح کیا کہ آپ کے حسن و روپ کے جلوؤں کی برکت سے کتنے تاریک دل نور سے معمور ہو گئے۔ یہاں ہم صرف آپ کے جسم اطہر کی رنگت پر گفتگو کریں گے۔
جسم اطہر کی رنگت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر رنگت میں نہ تو چومنے کی طرح بالکل سفید تھا اور

نہ ہی خاکستری مائل بلکہ ملاحت امیر سفیدی کے ساتھ سرخی مائل تھا۔ حسن مصطفویٰ میں
اللہ علیہ وسلم کے سراپائے اقدس کو بیان کرنے والے راویوں میں سے بعض نے آپ
صلی اللہ علیہ وسلم کی جلد مبارک کی رنگت کو چاندی جیسی سفیدی اور گلاب جیسی سرخی سما
امتزاج قرار دیا۔ کسی نے اسے سفید مائل بہ سرخی کہا جبکہ کسی نے سفید گندم گوں
بیان کیا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زنگ کے لحاظ سے
علیہ وسلم النورہم لوناً۔ سب سے زیادہ روشن تھے۔
حضرت انس بن سراج سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رنگت زیبا بیان کرتے ہوئے
کہتے ہیں۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زنگت کے
علیہ وسلم احسن الناس لوناً۔ اعتبار سے سب لوگوں سے زیادہ حسین
(الونہ: ۲، ۴: ۲۰۵) اور جاذب نظر تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ازہر اللون بالآدم۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کا
علیہ وسلم ازہر اللون بالآدم۔ رنگ نہایت ہی خوش نما تھا۔
وصاف نبی حضرت ہند بن ابی مالہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا روپ ان الفاظ
میں بیان کیا ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا (جسم اطہر)
علیہ وسلم النور المتجرد (شامل ترمذی باب ماجاء فی خلق رسول اللہ)
سراپا روشنی اور حسن کا پیکر تھا۔

اسی روشن رنگت کو حضرت ام معبدؓ نے ظاہر الوضوء (سراپا جمال) سے تعبیر کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان فرماتے ہیں۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ مبارک سفید تھا۔ یوں لگتا تھا گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اظہر چاندی میں ڈھالا گیا ہے۔

حضرت سعید الجریریؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوالطفیلؓ کو جب یہ کہتے سنا

رأیت النبی وما بقی علی وجہ الارض احد دالا غیری۔ کہ میں نے آفتے دو جہاں کی زیارت کی ہے اور آج میرے سواروٹے کاٹنا

میں کوئی ایسا شخص موجود نہیں جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف پایا ہو۔

(دلائل النبوة للبیہقی، ۱: ۲۰۲)

تو میں نے ان سے عرض کیا

مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی وصف بیان کریں،

تو انہوں نے فرمایا:

کان ابیض ملیحاً۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ سفید، ملیح اور جاذب نظر تھا۔

ان کے حسن با ملاحت پر نثار

شیرۃ جاں کی جلالت کیجئے!

چاند سے منہ پہ تاباں درختاں درو

ملح آگیں صباحت پہ لاکھوں سلام

تباں۔ چمکدار درختاں۔ روشن ملح آگیں۔ نمکین

گوراپن، حسن و جمال۔

یہ اشعار چہرہ اقدس کے چاند سے بڑھ کر روشن و تاباں ہونے، اس کے نور علی نور ہونے اور ملاحظت حسن کے بیان پر مشتمل ہیں:

چہرہ اقدس کا سراپا

بخاری شریف میں ابو اسحاق سے مروی ہے کہ حضرت براء بن عازب سے ایک شخص نے سوال کیا،

اکان وجہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم مثل السیف؟
کیا رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ
تلوار کی مانند تھا؟
آپ نے فرمایا:

لا بل مثل القمر (بخاری ۱: ۵۰۲) تلوار کی مانند نہیں تھا بلکہ چاند کی طرح تھا۔
شیخ ابراہیم بیجوری حدیث مذکور کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
"سائل کا سوال دونوں چیزوں کے بارے میں تھا کہ کیا آپ کا چہرہ اقدس لمبائی اور چمک میں تلوار کی مانند تھا؟ آپ نے دونوں باتوں کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ نہیں۔ روشنی و لمبائی میں چہرہ تلوار کی طرح نہ تھا بلکہ چاند کی طرح گول اور نورانی تھا۔"

اسی طرح حضرت جابر بن سمرہ کے سامنے جب ایک شخص نے کہا کہ آپ کا چہرہ نور تلوار کی مانند تھا۔ تو آپ نے بھی فرمایا:

لا بل کان مثل الشمس والقمر
وکان مستدیراً
ہرگز نہیں بلکہ آپ کا چہرہ انور شمس و قمر
کی طرح تھا اور گولائی میں تھا۔

(اسلم ۲: ۲۵۹)

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

کان وجہ رسول اللہ صلی
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اقدس چاند کے
اللہ علیہ وسلم کدارۃ القمر
بالے کی طرح تھا (سبل اللہ، ۲: ۵۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کے خدو خال کے بارے میں حضرت علیؑ فرماتے

ہیں :

کان فی وجہ رسول اللہ صلی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور گول
اللہ علیہ وسلم تدویر۔
تھا (جیسے چودھویں کا چاند ہوتا ہے)

(الترمذی، ۲: ۲۰۵)

چہرہ مصطفوی کا چاند سے موازنہ

یہی وجہ ہے کہ بعض صحابہ کرامؓ نے چاند سے موازنہ کرتے ہوئے آپ کے حسن زینیا کو
اس سے دو بالا قرار دیا۔

چودھویں رات کا چاند جب اپنے پورے شباب پر ہوتا تو حسن مصطفوی صلی اللہ
علیہ وسلم کا نظارہ کرنے والے جنہیں شب دروز خوش قسمتی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم
کے دیدار کی سعادت نصیب تھی کبھی آپ کے سراپا حسن کو دیکھتے اور کبھی چاند کو کشتگان
حسن مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے حسن کی تابندگی کا چاند سے موازنہ کرتے تو انہیں آپ
صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ چاند سے بدرجہا حسین تر دکھائی دیتا۔ حضرت جابر بن سمرہؓ روایت
کرتے ہیں :

چاندنی رات تھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سرخ چادر اوڑھے مجھ کو استراحت تھے میں کبھی چاند
کو دیکھتا تھا اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کو۔ بالآخر میرا دل بے اختیار پکار اٹھا :

فاذا هو احسن عندی
آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاند سے بھی

من القمر۔
 زیادہ خوبصورت ہیں
 گویا آفتاب رسالت کے لمعات سے چاند کی آب و تاب مدھم پڑ جاتی تھی اور
 دیکھنے والی آنکھ یہ فیصلہ کئے بغیر نہ رہتی تھی کہ چاند کا حسن، حسنِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم
 کے مقابلے میں ماند ہے۔

حضرت ملا علی قاری حسنِ مصطفوی کے مقابلے میں چاند کے ماند ہونے کی وجہ
 تحریر کرتے ہیں:

نور وجہہ صلی اللہ علیہ وسلم ذاتی لا ینقل عنہ ساعة فی الیام والایام و نور القمر مکتب مستعار نقص تارة و یخسف تارة۔	آپ کے چہرہ اقدس کا نور شب و روز میں کبھی جدا نہ ہوتا کیونکہ یہ آپ کا ذاتی وصف ہے بخلاف چاند کے۔ اس کا نور سورج سے مستعار ہے۔ اس لیے کبھی اس میں کمی آجاتی ہے بلکہ کبھی بے نور ہو جاتا ہے۔
--	--

(جمع الوسائل علی الشائل، ۱: ۱۷۷)

مولانا محمد زکریا سہارن پوری حضرت براء سے مروی روایت کے تحت لکھتے ہیں
 "تلوار کی تشبیہ میں یہ نقصان تھا کہ اس سے زیادہ طویل ہونے کا شبہ پیدا
 ہوتا ہے۔ نیز اس کی چمک میں سفیدی غالب ہوتی ہے نورانیت نہیں۔
 اس لیے حضرت براء نے تلوار سے انکار کر کے چاند سے تشبیہ دی۔ یہ تشبیہ
 سب تقریبی (سمجھانے کے لیے) ہیں ورنہ ایک چاند کیا ہزار چاند میں بھی
 حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نور نہیں ہو سکتا۔ ایک عربی شاعر کہتا ہے کہ
 اگر تجھے مدوح کو عیب لگانا ہے تو اسے چودھویں رات کے چاند سے
 تشبیہ دے دے۔ اس کے عیب لگانے کے لیے یہ ہی کافی ہے۔
 بعض صحابہ نے آپ کے چہرہ اقدس کی چمک دمک کو سونے کے دینار کے ساتھ

تشبیہ دی ہے۔

چہرہ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کی ضیا پاشیاں

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہما کا ربوبیت صلی اللہ علیہ وسلم کے حیات اقدس کی چہرہ اقدس کی ضیا پاشیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یتلألؤ وجہہ تلالو القمر لیلة

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اقدس

البدر۔ (شمائل ترمذی ۳۱) چودھویں رات چاند کی طرح چمکتا تھا۔

روایت مذکور میں "یتلألؤ" کے الفاظ دوام ہمیشگی اور استمرار پر دلالت کرتے

ہیں یعنی چہرہ انور کی درخشانی و تابندگی عارضی نہ تھی بلکہ ہر آن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

چہرہ اقدس سے انوار کی رم جھم جاری رہتی تھی۔ یہاں یہ نکتہ لائق توجہ ہے کہ آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کے چہرہ تاباں کا تذکرہ کرتے ہوئے کسی صحابی نے کبھی بھی آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کے چہرہ انور کو سورج سے تشبیہ نہیں دی بلکہ چاند سے تشبیہ دی۔

جیسا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

احسن الناس وجہاً و

النور ہم لوناً۔ لوصیفہ

واصف قط الاشبه وجہہ

بالقمر لیلة البدوکات

عرقہ فی وجہہ مثل اللؤلؤ۔

آپ سب سے بڑھ کر حسین اور

خوش منظر تھے جس کسی نے بھی آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف کی، چودھویں

کے چاند سے تشبیہ دی۔ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کے چہرہ اقدس پر پسینہ

یوں محسوس ہوتا جیسے موتی۔

(زرقانی علی المواہب، ص ۲۲۵)

شبنم باغ حق تلیس نئی رخ کا عرق
اُس کی سچی بَراقت پہ لاکھوں سلام

-۵۲

رخ - چہرہ ، عرق - پسینہ ، بَراقت - چمک دمک
آپ کے چہرہ اقدس پر رونما ہونے والے حسین و جمیل پسینے اور اس کی چمک دمک
کا تذکرہ ہے ۔

عرقِ رُخ اور اُس کی چمک دمک

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس پر سب پسینہ قطروں کی صورت میں آتا
تو وہ نور کے موتیوں کی طرح محسوس ہوتا ، دیکھتے والا مبہوت ہو کر رہ جاتا ۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ رُخِ انور کے پسینہ اور اس کی چمک کے بارے میں فرماتے
ہیں :

کان عرق رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فی وجہہ اللؤلؤ
اُپ کے چہرے پر پسینہ موتیوں کی طرح
دکھائی دیتا ۔
(ابن عساکر ۱: ۳۱۷)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی یہی الفاظ مروی ہیں :
کان عرقہ فی وجہہ مثل
چہرے کا پسینہ موتیوں کی طرح ہوتا ۔
اللؤلؤ (ابن ابی عمیر ۲: ۴۰۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے آپ کے مقدس پسینے کے بارے میں مروی ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ازہر اللون کان عرقہ اللؤلؤ
بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس رُنگ
چمکدار تھا اور اس پر پسینہ موتیوں کی طرح
دکھائی دیتا۔
(المسلم کتاب الفضائل)

۵۳۔ خط کی گردِ دہن وہ دل آرا پھین

سبزہ نہرِ رحمت پہ لاکھوں سلام

۵۴۔ ریش خوش معتدل مہر، ریش دل

ہالہ ماہِ ندرت پہ لاکھوں سلام

خط۔ داڑھی، دہن۔ منہ۔ چہرہ، دل آرا۔ دل کو لبھانے والا، نہرِ رحمت۔
رحمت کا دریا۔ ریش۔ داڑھی، معتدل۔ موزون و خوبصورت، ریش۔ زخم، ہالہ۔
دائرہ، ماہ۔ چاند، ندرت۔ عجیب سماں۔

امام اہلِ محبت نے اپنے پیارے آقا کی مبارک داڑھی کے حسن و جمال کا تذکرہ
کرتے ہوئے اس کے بارے میں منقول تمام روایات کا خلاصہ ان دو اشعار میں بیان
کیا ہے۔ یہاں ریش (داڑھی) اور ریش (زخم) کا تقابل کتنا حسین ہے۔ "سبزہ نہرِ رحمت"
اور "ہالہ ماہِ ندرت" کی ترکیب آپ کے مطالعہ شمائلِ نبوی کی گہرائی پر واضح دلیل ہے۔
آپ کا مبارک دہن چونکہ علم و حکمت کا دریا و چشمہ ہے اس لیے داڑھی مبارک کو سبزہ نہر
کہا۔ اسی طرح آپ کا مقدس چہرہ چاند کی طرح گولائی میں تھا اس لیے داڑھی مبارک کو
اس کے گرد ہالہ کہا۔

ریش مبارک

حضور علیہ السلام کی ریش مبارک گھنی، گنجان اور خوش منظر تھی۔ دائرہ صی مبارک کے بال بالکل سیاہ تھے۔ جن کا سر اقدس کی زلفوں اور سنہری چہرے سے انتہائی تناسب تھا۔ گردن مبارک سے قدرے نیچے سینہ اقدس کو مزین کئے ہوئے تھی۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ فرماتے ہیں :

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کت اللحية . آپ کی ریش مبارک گنجان تھی .

(سبل الہدے والرشاد، ۲۷: ۲۸)

مشہور تابعی حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے

سیدنا ابو ہریرہؓ سے آپ کی ریش مبارک کا تذکرہ ان الفاظ میں سنا :

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسود اللحية . آپ کی دائرہ صی مبارک خوب سیاہ

تھی۔ اور دانتوں کا جڑاؤ نہایت

ہی حسین تھا

حسن الثغر۔

(دلائل النبوة للبیہقی، ۱: ۲۱۷)

ریش خوش معتدل

ابن عساکر میں روایت کے یہ الفاظ ہیں :

اسود اللحية حسن الشعر . دائرہ صی مبارک کے بال نہایت سیاہ

مفاض اللجینین اور خوبصورت تھے اور وہ دونوں

اطراف سے برابر تھی

(ابن عساکر، ۱: ۳۲۰)

حضرت نافع بن جبیر سے مروی ہے کہ سیدنا علیؓ نے آپ کی نعت کہتے ہوئے فرمایا :

ضمیمہ العامة عظیم الحجیة
 آپ کی ریش مبارک اعتدال کے ساتھ
 (دلائل النبوة للسیوطی، ۱: ۲۱۷)
 لمبی تھی اور سر اقدس بڑا تھا۔
 سینہ اقدس کو ریش مبارک نے جو زینت بخشی تھی صحابہ کرام اس کا تذکرہ ان
 الفاظ میں کرتے ہیں:

ان رسول اللہ صلی اللہ
 رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک
 علیہ وسلم کان کث اللحیة
 دارھی گھنی اور سینے کو پر کئے ہوئے تھے۔
 صدرۃ۔ (اشفا، ۱: ۸۳)

حضرت ام معبدؓ فرماتی ہیں۔

کان رسول اللہ صلی اللہ
 آپ کی دارھی مبارک کے بال الجھے ہوئے
 علیہ وسلم کثیف الحجیة
 نہ تھے۔
 (الوفاء، ۲: ۳۹۲)

لالہ ماہِ ندرت

حضرت انس بن مالکؓ آپ کے چہرہ اقدس پر ریش مبارک کے خوبصورت
 احاطہ کو یوں بیان کرتے ہیں:

كانت لحیة رسول اللہ صلی اللہ
 دونوں ہاتھوں سے اپنے رخساروں کے احاطہ
 علیہ وسلم قد صلاّت ہینا الی ہینا
 کرتے ہوئے کہا کہ آپ کی ریش مبارک یہاں
 واصرید یہ علی خدیہ (ابن عساکر: ۳۲۱) سے یہاں تک تھی۔

دل آراء پھین

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے ان کے خادم زیاد نے آپ کی ریش مبارک کو

خضاب لگانے کے بارے میں پوچھا۔

كانت لحيته حسنة شديدة سواد

آپ کی ریش مبارک نہایت خوبصورت
اور خوب سیاہ تھی۔

اللحیہ۔ (طبقات ابن سعد، ۱: ۲۱۸)

حضرت جھضم بن الضحاک فرمایا کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مقام رخیج پر ٹھہرا تھا۔
تو کسی نے بتایا کہ یہاں ایک شخص ایسا بھی موجود ہے جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کی زیارت کی ہے۔

فایتہ فقلت رأيت رسول الله

میں اسی وقت اس شخص کی خدمت میں

صلى الله عليه وسلم؛ قال نعم

حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ نے مجھ کو خبا کی زیارت

رأيت رجلاً مرلوباً حسن البيلة

کی ہے۔ انہوں نے فرمایا ہاں۔ آپ کا قدم مبارک

دلائل النبوة للبيهقي، ۱: ۲۱۸

نہایت خوبصورت تھا نہ زیادہ طویل نہ ہی

پست اور آپ کی داڑھی نہایت خوش منظر تھی۔

حضرت عمرو بن شعيب روایت کرتے ہیں:

ان رسول الله صلى الله

آپ صلی اللہ علیہ وسلم داڑھی

عليه وسلم كان يأخذ من

مبارک کو برابر طور پر کاٹ دیتے

لحية من طولها وعرضها

تھے۔

بالسوية

(الترمذی، کتاب الآداب)

آپ کے اس عمل سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ داڑھی میں زینت و حسن کا قائم
رکھنا ضروری ہے۔ بعض لوگوں کا یہ طریقہ کہ داڑھی کو طول و عرض سے نہیں کاٹتے۔
درست نہیں۔

پتلی پتلی گل قدس کی پتیاں!

-۵۵

اُن لہیوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

قدس - باغ فردوس ، لب - ہونٹ ، نزاکت - نازک ہونا
اس شعر میں حضور علیہ السلام کے مبارک ہونٹوں کے حسن و جمال اور ان کی پھول
کی پتیوں سے بڑھ کر نزاکت کا بیان ہے۔

قدس کی پتیاں

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک لب نہایت ہی خوبصورت اور سُرخ
مائل تھے۔ نزاکت و لطافت میں اپنی مثال آپ تھے۔

لباں سُرخ آکھاں کہ لعلِ مین

امام طبرانی آپ کے مبارک ہونٹوں کے بارے میں روایت کرتے ہیں :
کان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم احسن عباد اللہ
مبارک اللہ کے تمام بندوں سے خوبصورت
شفیتین۔ (الانوار المحمدیہ ؛ ۲۰۰) تھے۔

آپ کے مقدس منہ کے بارے میں جو لفظ استعمال ہوا ہے وہ "ضیلم الغم"
ہے۔ اس کا معنی اکثر علماء نے منہ کا فراخ ہونا بیان کیا ہے مگر بعض علماء نے اس کا
معنی یہ بیان کیا:

ذبول شفیتہ و وقتہا کہ اس سے آپ کے مبارک ہونٹوں کا
و حسنہما۔ (الزرقانی ؛ ۸۸:۲۱) نرم و نازک پتلا اور حسین ہونا مراد ہے

لب ہائے نرم و نازک

طبرانی میں ہی ہے کہ آپ کے مبارک ہونٹ نہایت ہی نرم و نازک اور لطیف تھے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم الطف عباد اللہ شفتین
آپ کے مبارک ہونٹ تمام اللہ کے
بندوں سے نرم و نازک تھے۔
(الانوار المحمدیہ ۲۰۰۰)

سکوت کی صورت میں مبارک ہونٹوں پر جو حسن کی فراوانی ہوتی اسے صحابہ نے

یوں بیان کیا ہے :

کان الطفہم ضم فم۔
سکوت کے وقت آپ کے ہونٹ نہایت
ہی لطیف و شگفتہ محسوس ہوتے۔
(الانوار المحمدیہ ۲۰۰۰)

وہ گل ہیں لب ہائے نازک ان کے کہ جھڑتے ریتے ہیں پھول جن سے
گلاب گلشن میں دیکھے بلبل یہ دیکھ گلشن گلاب میں ہے

۵۶۔ وہ دہن جس کی ہر بات وحی خدا!

چشمہ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

۵۷۔ جس کے پانی سے شاداب جان جنال

اُس دہن کی طراوت پہ لاکھوں سلام

جس سے کھاری کنویں شیر جاں بنے،

۵۸

اُس زلالِ حلاوت پہ لاکھوں سلام

دہن - منہ ، وحی خدا - اللہ تعالیٰ کا پیغام ، شاداب - سیراب ، جاں - روح ،
جناں - جنت ، طراوت - تری ، شیرہ جاں - روح افزا ، زلال - ٹھنڈا و شفاف ،
حلاوت - میٹھا ۔

مبارک ہونٹوں کے ذکر کے بعد ان تین اشعار میں آپ کے دہن مبارک ، لعاب دہن
اور اس کی برکات و تاثیرات کا تذکرہ ہے ۔

دہن مبارک

نسور صلی اللہ علیہ وسلم کا دہن اقدس نہ صرف مصدرِ روحی الہی اور مخزنِ علم و حکمت تھا
بلکہ اپنی ساخت کے اعتبار سے اعتدال اور موزونیت کا آئینہ دار تھا۔ دہن مبارک تنگ نہ تھا
بلکہ فراخ تھا جس کا حسن مناسبت اور کمال موزونیت کی بنا پر آپ کے چہرہ اقدس کا
حسن و وبالا ہو گیا تھا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان دہن مبارک فراخ تھا ۔

علیہ وسلم ضلیع الفم ۔ (المسلم ، کتاب الففائل)

امام ابن اثیر النہایہ میں "الضلیع" کا معنی کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

الضلیع ای عظیم الفم وقیل ضلیع کا معنی منہ کا با عظمت ہونا ہے ۔

واسعة والعرب تمدح عظیم بعض علماء نے اس کا معنی فراخ بھی

الفم وقدم صغرة -
 (النہایہ سبیل اللہ ص ۲۰: ۲۱)
 کیا ہے (لیکن یہ واضح رہے) کہ مرتبگ
 منہ کو برا محسوس کرتے اور فراخ منہ کو
 پسند کرتے تھے۔

ہر بات وحی خدا

تمام مخلوق خدا میں صرف آپ ہی کی ذات وہ ہے جس کے منہ سے نکلنے والی ہر بات
 کے بارے میں یہ ضمانت دی گئی ہے کہ اس میں نفسانی خواہش کا دخل نہیں ہو سکتا بلکہ
 وہ اول تا آخر بارہی تعالیٰ کی وحی اور رہنمائی میں ہوتی ہے۔ کبلی والے محبوب کے نطق کو
 اپنا نطق قرار دیتے ہوئے رب العزت نے فرمایا:

وما ینطق عن الہوی
 ن ہوا لادحیٰ ۛ یوحیٰ
 یہ رسول اپنی خواہش سے نہیں بولتا
 اس کا کلام سہرا پادھی الہی ہوتا ہے۔

(النجم، ۳-۴)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرور کون و مکان جو ارشاد
 فرماتے ہیں اسے نوٹ کر لیا کرتا تھا تاکہ اسے یاد کر سکوں۔ ایک موقع پر قریش کے بعض
 لوگوں نے مجھ سے کہا کہ تمہارا عمل صحیح نہیں کیونکہ حضور علیہ السلام کے مختلف اوقات میں مختلف
 احوال ہوتے ہیں۔ کبھی خوش، کبھی غصہ میں اور جو بات انسان غصہ میں کہہ دیتا ہے دوسری
 حالت میں نہیں کہتا۔ اس لیے تمہارا آپ کی تمام گفتگو احاطہ تحریر میں لانا درست نہیں ہے۔
 ان کی بات نے مجھے متاثر کر لیا۔

فاسکت عن الکتاب
 خذرت ذلک الی النبی
 میں نے ہر گفتگو تحریر کرنا ترک کر دی او
 یہ معاملہ حضور کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔

صلی اللہ علیہ وسلم۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک منہ کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

کتب فوالذی نفسی بیدہ
ما ینخرج منه الا حق۔
تم میری ہر بات بلا جھجک لکھا کرو۔ اس
منہ سے حق کے سوا کچھ نکلنا ہی نہیں

(ابوداؤد، باب العلم)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ آقائے دو جہاں
نے صحابہ سے فرمایا جو خیر بھی میں تمہیں دیتا ہوں وہ یقیناً اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور
اس میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہوتا۔ اس پر صحابہ نے عرض کیا:

انک تداعبنا یا رسول اللہ یا رسول اللہ آپ ہم سے کبھی کبھی خوش
طبعی بھی تو فرماتے ہیں۔

آپ نے فرمایا یقیناً میں تم سے خوش طبعی کرتا ہوں مگر
انی لا اقول الا حقاً (درمنثور ۴/۱۲۳) میں حق کے سوا کچھ نہیں کہتا۔

جس کے پانی سے شاداب جان و جہاں

آپ کا لعاب دس خوشبودار اور نہایت ہی مہک دار تھا۔ اسے اگر مرض
استعمال کرتا تو شفا پاتا اور اگر نمگین شخص اس سے برکت حاصل کرتا تو غم خوشی سے بدل
جاتا۔ زخم پر لگانے سے زخم مندمل ہو جاتا۔ جس کے منہ میں وہ آجاتا اس سے خوشبو
آتی۔

مبارک لعاب سے شفا پانا

بخاری و مسلم میں حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ خیر کے دن رسالتاب
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کل میں یہ اسلام کا جھنڈا ایک ایسے شخص کو دوں گا کہ اللہ اس
کے ہاتھوں خیر فتح فرمائے گا اور وہ شخص اللہ اور اس کے رسول سے، اور اللہ اور اس
کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ ساری رات تمام صحابہ آرزوئیں اور دعائیں کرتے

رہے کہ صبح یہ جھنڈا ہمیں نصیب ہو۔ جب صبح ہوئی تو فرمایا علی بن ابیطالب کہا ہے۔؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان کی آنکھوں میں تکلیف تھی اس لیے وہ اس جنگ میں شریک نہیں۔ آپ نے حضرت سلمہؓ سے فرمایا کہ جاؤ علی کو بلا کر لاؤ۔ حضرت علیؓ حاضر ہوئے،

فبصق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی عینہ فبریء
کانہ لعلین بہ وجع (متفق علیہ)
تو آپ نے ان کی آنکھوں پر لعاب
دہن لگایا تو وہ اس طرح تندرست ہو
گئے کہ کبھی تکلیف ہوئی نہ تھی۔

حیاء اور ہونا

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایک خاتون تھی جس کا وطیرہ یہ تھا کہ جو منہ میں آتا کہہ دیتی۔ حیا اس میں ذرہ بھر نہ تھی۔ لوگ اس سے تنگ تھے۔

ایک دن وہ رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی۔ آپ اس وقت خشک کیا ہوا گوشت تناول فرما رہے تھے۔ اس نے کہا کہ آپ اس میں سے مجھے بھی کچھ دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے اسے کچھ دیا مگر اس نے یہ کہتے ہوئے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

فقال لا الا الذی فی فیک۔
کہ وہ لوں گی جو آپ کے منہ مبارک میں ہے۔

آپ نے اس کی درخواست قبول کرتے ہوئے اپنے مبارک منہ سے کچھ حصہ نکال کر اسے دیا جو اس نے کھالیا۔ اس کے شکم میں لعاب مبارک جانے کی دیر تھی اس کی کیفیت ہی بدل گئی۔

فَمَ لِعِلْمٍ مِنْهَا بَعْدَ ذَلِكَ
 اب اس خاتون میں فحش گوئی اور
 الامر الذی کانت علیہ من
 بیحیائی کا کوئی نام و نشان تک نہ رہا۔
 البذاء والذریبۃ (مجمع الزوائد: ۸: ۳۱۲)

جس سے کھاری کنویں شیرہ جاں بنے

جس پانی کو اس سے برکت حاصل ہو جاتی وہ اگر کھاری ہوتا تو میٹھا ہو جاتا اور اس
 میں خوشبو و مہک پیدا ہو جاتی۔ آپ کے لعاب دہن کی برکات کے واقعات بلا مبالغہ
 سینکڑوں ہیں مگر ان میں سے چند کا تذکرہ کرتے ہیں تاکہ اس مبارک لعاب کے
 تذکرے سے ہمارے ایمان و روح میں بھی خوشبو اور تازگی پیدا ہو۔

مدینہ میں سب سے میٹھا کنواں

آپ کے خادم خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے گھر میں
 ایک کنواں تھا جس میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مبارک لعاب دہن
 ڈالا تھا۔ اب اس کی کیفیت یہ تھی۔

فلم یکن بالمدینۃ بئیر
 مدینہ میں اس سے بڑھ کر کسی کنویں کا پانی میٹھا نہ تھا۔
 اعذب منها۔ (سیدنا محمد رسول اللہ: ۳۹۶)

خوشبودار کنواں

سنن ابن ماجہ میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب
 صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ڈول پانی لایا گیا۔ آپ نے اس میں سے کچھ پانی پیا
 اور کھلی کر کے ایک کنویں میں ڈال دیا۔

فلاح منها مثل رائحة
المسك (ابن ماجہ، کتاب الطہارۃ)

پس آپ کے مبارک لعاب کی
برکت سے اس کنویں سے کستوری جیسی
خوشبو آنے لگی۔

یمن میں سب سے مہیٹھا کنواں

محدث ابن اسکن حضرت ہمام بن نفیل السعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے
سے بیان کرتے ہیں کہ میں یمن سے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں
حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے پانی کے لیے ایک کنواں
کھودا ہے مگر اس کا پانی نہایت ہی کھارا اور نمکین ہے جو پینے کے قابل نہیں ہے۔

فرفع الی ادواء فیہا ماء
فقال صبہ فیہا فصبہ فیہا
فعدبت فہی اعذب ماء
بالیمن۔

مجھے آپ نے برتن دیا جس میں پانی
تھا اور حکم دیا اسے کنویں میں ڈال دینا۔
جب وہ پانی ہم نے کنویں میں ڈالا تو وہ
اتنا شیریں ہو گیا کہ یمن کے تمام کنوؤں سے
اس کا پانی مٹھاس میں بڑھ گیا۔

(سیدنا محمد رسول اللہ، ۳۹۶)

۵۹۔ وہ زباں جس کو سب کُن کی کنجی کہیں

اُس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

کُن - ہو جا، کنجی - چابی، نافذ - جاری و ساری
اللہ تعالیٰ نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اموریٰ کنوینیہ میں جو اختیارات و تصرفات
عطا کئے ہیں ان کی طرف اشارہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں اپنی قدرت کے مختلف مظاہر پیدا فرمائے ہیں۔ مثلاً
انبیاء، ملائکہ، اولیاء۔ یہ تمام اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیرد کردہ ذمہ داریوں کو احسن انداز
میں نبھاتے ہیں۔ ہر ایک کے حسب حال انہیں اللہ تعالیٰ نے قدرت و اختیار بھی دیا ہوتا ہے۔
جتنا کسی کا بڑا رتبہ و درجہ ہے اس کے مطابق اس کے اختیارات ہیں چونکہ خدا کے بعد
سید الانبیاء کا مقام ہی ہے، لہذا اللہ کے بعد جس ہستی کے پاس اختیارات ہیں وہ حضور کی
ذات ہے۔

سب کن کی کنجی

ان اختیارات میں سے ایک یہ ہے کہ آپ اللہ کے فضل و کرم سے امور کو نیسیر
کے مالک ہیں۔ آپ کی زبان پاک سے جو نکلتا اللہ تعالیٰ اسی طرح فرما دیتے۔ چند مظاہر
ملاحظہ ہوں۔

۱۔ امام حاکم، بیہقی اور طبرانی نے حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما سے
روایت کیا ہے کہ دشمن رسول حکم بن ابی العاص حضور کے پاس بیٹھتا۔ جب آپ کلام فرماتے
تو وہ چہرہ بگاڑتا۔ ایک دن آپ نے فرمایا:

کن کذالک فلم یزل یختلم حتی مات (المخصائص الکبریٰ ۲: ۷۹)
ایسا ہی ہو جا تو اس کا چہرہ بگاڑا ہی رہا
حتی کہ مر گیا۔

۲۔ ابن سعد نے حضرت عمر و بن میمون سے نقل کیا کہ مشرکین نے جب حضرت عمار بن
یاسر رضی اللہ عنہ کو آگ میں ڈالا تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں گذر ہوا۔ آپ نے عمار کے
سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا:

یا نار کونی برداً و سلاماً علی
عمار کما کنت علی ابراہیم۔
اے آگ میرے عمار پر اسی طرح ٹھنڈی
ہو جا جس طرح تو حضرت ابراہیم پر ٹھنڈی
ہوئی تھی۔
(مقام رسول، ۲۲۱)

۳۔ غزوة تبوک کے موقع پر حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ لشکر اسلام میں شرکت نہ کر سکے۔ جب وہاں حضور علیہ السلام نے ان کے بارے میں پوچھا تو بنی سلمہ کے ایک شخص نے کہا وہ کسی دنیاوی غرض کی وجہ سے شریک نہیں ہوئے۔ حضرت معاذ بن جبل نے فی الفور اسے ٹوکا اور عرض کیا آقا ہم ان کے بارے میں بہتر گمان رکھتے ہیں ممکن ہے کوئی مجبوری پیش آگئی ہو۔ حضور علیہ السلام نے خاموشی اختیار فرمائی۔ ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی تو دور سے سفید لباس پہنے ایک شخص آتا ہوا دکھائی دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا:

کن ابا خثیمہ فاذا هو ابو خثیمہ تو ابو خثیمہ ہوجا تو وہ ابو خثیمہ انصاری
الانصاری (المسلم، باب توبہ کعب) ہی تھے۔

امام نووی شارحین حدیث کے حوالے سے اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

اللهم اجعل ابا خثیمہ اے اللہ اے ابو خثیمہ بنا دے۔

اس کی نافذ حکومت

جیسا کہ شعر کے تحت گزرا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمام زمین و آسمان کی سلطنت عطا فرمائی ہے۔ ہر کسی کو جو کچھ مل رہا ہے وہ آپ ہی کی خیرات ہے۔ آپ نے اپنی سلطنت و حکومت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: ہر نبی کے چار وزیر۔ دو آسمان پر اور دو زمین پر ہوتے ہیں:

فاما وزیرای من اهل السماء میرے آسمانی وزیر جبریل و میکائیل اور
حبریل و میکائیل و اما وزیرای زمینی وزیر ابوبکر و عمر ہیں
من اهل الارض فالابوبکر و عمر

(ترمذی، باب المناقب)

اس فرمان کے ذریعے آگاہ کر دیا گیا کہ میری حکومت کا دائرہ دنیوی حکمرانوں کی طرح صرف زمین

پر ہی نہیں بلکہ تمام آسمان بھی میری حکومت کا حصہ ہیں۔
 فرش و لے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
 خسر و اعزس پہ اڑتا ہے پھر یا تیرا

اس کی پیٹاری فصاحت پمبید درود -۴۰
 اس کی دلکش بلاغت پہ لاکھوں سلام

فصاحت - خوش بیانی 'دلکش' - دل موہ لینے والی، بلاغت - بر موقعہ اور موثر
 گفتگو۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا میں نہ کسی سے پڑھا اور نہ سیکھا لیکن اللہ
 تعالیٰ نے آپ کو تمام علوم میں اس طرح کامل بنایا کہ اولین و آخرین کا علم آپ کے سمندر
 سے ایک قطرہ ہے۔ بظاہر اُتھی ہونے کے باوجود آپ نے اس کائنات کو وہ تعلیمات
 عطا کیں جس کی مثال ممکن ہی نہیں۔ جب آپ گفتگو فرماتے تو عرب کے تمام فصحاء و بلغاء
 دنگ رہ جاتے۔ حالانکہ وہ اپنے مقابل تمام لوگوں کو عجیبی (گونگے) تصور کرتے تھے۔

میری تربیت میرے رب نے فرمائی ہے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب آپ کی فصاحت و بلاغت دیکھی تو عرض کیا
 یا رسول اللہ ہم ایک ہی خاندان میں پیدا ہوئے ہیں لیکن آپ ہرزبان کے لوگوں سے
 ان کی زبان میں گفتگو فرماتے ہیں حالانکہ ہم ان کی بات تک نہیں سمجھ پاتے۔ آپ نے
 فرمایا: اے علی!

ادبنی ربی فاحسن تادیبی میری تربیت میرے رب نے کی ہے اور
 (سبل الہدیٰ والارشاد، ۱۲۹) بہت ہی خوب کی ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ آپ کی خدمت اقدس میں عرض کیا
یا رسول اللہ!

لقد طفت فی العرب وسمعت
فصاحتهم فما سمعت افصح منك
میں سارا عرب پھرا ہے ان کے فصیح
کو سنا ہے مگر آپ سے بڑھ کر کسی کو
فصح نہیں پایا۔
(الخصائص البکری، ۱: ۱۵۸)

آپ نے فرمایا: میرے رب نے میری تربیت فرمائی اور میں قبیلہ بنی سعد میں پلا ہوں۔

تیرے آگے یوں ہیں ڈبے لے فصحاء عرب کے بڑے بڑے

شیخ ابوالحسن احمد بن عبداللہ محمد البکری نے اپنی کتاب "انس الوش وری العاش" میں
حضرت برة بنت عامر ثقفیہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اپنے بھائیوں سے پوچھا کیا
تم میں سے کسی نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے؟ کہا ہاں ہم سب حج کے موقعہ پر آپ کے
زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔ کیا تم نے ان کی گفتگو سنی تھی؟ ہاں ہم نے سنی، ان کی
فصاحت و بلاغت کیسی تھی۔ انہوں نے کہا:

فما ولدت العرب فیما مضی
ولا تلد فیما لقی افصح منه و
لا اذرب منه اذا تکلم لیجوز
اللبیب کلامہ و یختر من
الخطیب خطابہ
آپ سے بڑھ کر فصیح عربوں میں پہلے
پیدا ہوا اور نہ آئندہ پیدا ہوگا۔
جب آپ گفتگو کرتے تو بڑے بڑے
عقلاء و دانشور حیرت میں ڈوب جاتے
اور آپ کے خطاب کے سامنے تسام
منطبا و گونگے نظر آتے۔
(اسل اللہ، ۲: ۱۳۰)

الحضرت نے دوسرے مقام پر اسی کا ترجمہ یوں کیا ہے۔

تیرے آگے یوں ہیں جبے لے فصحاء و عرب کے ٹٹے بٹے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

مجھے اللہ نے اصل زبان سکھائی ہے

عربی زبان کی ابتدا حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ہوئی۔ دیگر زبانوں کی طرح اس میں بھی ہر دور میں کچھ نہ کچھ اختلاط ہو گیا۔ خالص عربی مٹ چکی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کو اس خالص زبان کی تعظیم دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا آقا آپ ہمارے درمیان ہی رہے لیکن آپ کی زبان سب سے فصیح و بلیغ ہے۔ آپ نے فرمایا :

كانت لغة اسماعيل قد درست فجاء بها جبريل فحفظها
اسماعیل کی زبان مٹ چکی تھی۔ جبریل میرے پاس وہ لے کر آئے میں نے اسے محفوظ کر لیا۔
(الخصائص الكبرى، ۱: ۱۵۴)

جامع کلمات کا عطیہ

جامع گفتگو اس کلام کو کہتے ہیں جس میں الفاظ کم از کم مگر ان کے تحت معانی کے سمندر ٹھاٹھیں مار رہے ہوں۔ سب سے جامع کلام، اللہ کا کلام قرآن مجید ہے اس کے بعد شان جامعیت میں جس کلام کا درجہ ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے۔ آپ نے منبر پر لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا :

انی قد اعطيت جوامع الكلم مجھے جامع کلمات سے نوازا گیا ہے
اسی وجہ سے آپ کا ایک ایک ارشاد گرامی اپنے اندر کائنات معانی لیے ہوئے ہے۔ ہر کوئی اپنے اپنے حسب حال ان سے فیض پارہا ہے۔

تمام زبانوں سے آگاہی

جیسا کہ شعر ۹۶ کے تحت بیان ہوا کہ آپ کائنات کی ہر شے کے نبی ہیں۔ اور یہ سنت الہیہ ہے کہ وہ جب بھی کسی رسول کو کسی قوم کی طرف بھیجتا ہے تو اس کی زبان کی تعلیم اس پیغمبر کو عطا کی جاتی ہے۔ قرآن مجید نے اس ضابطہ کو ان کلمات مبارکہ میں بیان کیا:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا
بِلِسَانٍ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ
ہم نے ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان سے
کر بھیجا تاکہ وہ انہیں خوب سمجھ سکے۔

(البراہیم، ۴۰)

جب آپ ہر مخلوق کی طرف اللہ تعالیٰ کے پیغام بر ہیں تو یقیناً آپ کا ان تمام زبانوں سے آگاہ ہونا بھی ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے جب کسی بھی زبان کا آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ اسی کی زبان میں اسے جواب عنایت فرماتے۔ حضرت کعب بن عامر اشعری سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں اہل یمن کا ایک ایسا وفد آیا جو "لام" کی جگہ "میم" استعمال کرتے تھے۔ آپ نے جب گفتگو فرمائی تو "لام" کی جگہ ہر مقام پر "میم" استعمال فرمایا۔ اس مبارک گفتگو میں سے ایک یہ جملہ بھی احادیث میں محفوظ ہے۔

ليس من امبر امصيام في اسفر
دوران سفر تکلیف کی صورت میں
روزہ جائز نہیں۔

یہاں "البر" کی جگہ "امبر" "الصيام" کی جگہ "امصيام" اور "الاسفر" کی جگہ "اسفر" آپ نے استعمال فرمایا۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب آپ کسی دوسری زبان میں گفتگو کرتے تو صحابہ سمجھ نہ پاتے:

كان رسول الله افصح الناس
حضور سب سے فصیح تھے بعض

وكان يتكلم بالكلام لا يدرون (اوقات) ایسی گفتگو فرماتے کہ اہل مجلس
 ماہو حتیٰ یخبرہم (الرفا، ۵۶) آپ کے بتائے بغیر اسے نہ سمجھ پاتے
 وہاں انسان تو کہاں، اونٹ، چرند پرند، ہرن، درخت بلکہ کائنات کی ہر شے معائنہ
 اپنی زبان میں بارگاہِ نبوی میں پیش کرتی، آپ انہیں حل فرماتے۔

۶۱. اُس کی باتوں کی لذت پہ لاکھوں درد
 اُس کے خطبے کی ہیبت پہ لاکھوں سلام

لذت، مٹھاس، خطبہ، خطاب، ہیبت، رعب و دہرہ
 سابقہ اشعار میں زبان مبارک کی فصاحت و بلاغت کا بیان تھا اب خطاب و گفتگو
 کی لذت و حلاوت اور ان کے دلپذیر اثرات کا ذکر ہے۔ ہم یہاں صرف آپ کے خطبہ
 کے بارے میں روایات لا رہے ہیں، باتوں کی لذت اور حلاوت پر گفتگو شعر ۹۲ کے
 تحت آئے گی۔

خطبہ مبارک

اکثر طور پر جمعہ و عیدین کے موقعہ پر آپ خطبہ ارشاد فرماتے۔ ہاں کبھی حسب
 ضرورت ان کے علاوہ بھی خطبہ کا معمول تھا۔ جب بھی کوئی اہم معاملہ درپیش ہوتا تو صحابہ
 کو مسجدِ نبوی میں اکٹھا کر کے خطبہ ارشاد فرماتے اور نہایت ہی احسن انداز میں غلاموں
 کو یہ آیات جاری فرما دیتے۔

جب آپ خطبہ ارشاد فرماتے تو سامعین پر عجیب کیفیت طاری ہو جاتی۔ خوف
 الہی سے دل دہل جاتے۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑماں لگ جاتیں۔ دل خشیت

الہی سے کانپ اٹھتے۔ ہر شخص اپنے آپ کو بھول کر بیان کردہ شہی کا مشاہدہ کر رہا ہوتا تھا۔ اپنے اپنے منہ چادر میں چھپا کر اپنے مولا کے حضور معافی کے خواست گار ہو جاتے۔ آپ کے مبارک خطاب کا اثر یہ ہوتا کہ پتھر سے پتھر دل بھی کھیل جاتے۔ آئیے ان میں سے بعض کا تذکرہ کریں۔

جنت و دوزخ کا مشاہدہ

جب آپ دورانِ خطبہ جنت یا دوزخ کا ذکر کرتے تو اس کا نقشہ یوں کھینچتے کہ صحابہ محسوس کرتے کہ ہم ان کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ حضرت حنظلہ بن ربیع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری ملاقات سیدنا ابوبکرؓ سے ہوئی۔ آپ نے مجھ سے میرا حال پوچھا تو میں نے عرض کیا کہ حنظلہ منافق ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا تو مسلمان ہے، یہ کیا کہہ رہا ہے۔ میں نے عرض کیا:

تکون عند الرسول صلی	جب ہم اپنے آقا کے پاس ہوتے ہیں
اللہ علیہ وسلم یذکرنا	اور وہ جنت و دوزخ کا ذکر کرتے
بالتار والجنۃ کا ناراح	ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہم ان کا
عین فاذا خرجنا من عندہ	مشاہدہ کر رہے ہیں۔ جب ہم یہاں
عافنا الازواج والاولاد و	سے جا کر اولاد، بیوی اور دیگر کاموں
والضیعات نسینا کثیرا۔	میں مشغول ہو جاتے ہیں تو کیفیت ہی
(سیدنا محمد رسول اللہ، ۲۲۰)	بدل جاتی ہے۔

آنسوؤں کی جھڑپاں

جب آپؐ مسیھی مسیھی زبان سے اللہ تعالیٰ کی رحمت و غضب کی باتیں مجلس میں

بیان فرماتے تو مجلس پر عجیب کیفیت طاری ہو جاتی۔ دل اللہ کی محبت و خوف سے تڑپ اٹھتے اور آنکھوں سے آنسوؤں کے دریا اٹھ آتے۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

وعظ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم موعظة وجلت منها
القلوب وذرفت منها العيون۔
رسالت مآب نے ہمیں ایسی نصیحت و
وعظ فرمایا جس سے دل دہل گئے اور آنکھوں
سے آنسوؤں کے چشمے پھوٹ پڑے۔
(الترمذی، سیدنا محمد رسول اللہ، ۲۲۱)

مجلس میں صبح و پکار

اگرچہ صحابہ ہر مجلس میں ادب بارگاہِ مصطفوی اور آدابِ مجلس کا خیال رکھتے تھے مگر آپ کی گفتگو کے اثرات کے بعد بے بس ہو جاتے تو رونے پر قابو نہ رہتا۔ پھر آہ دلیکا اور چیخ و پکار شروع ہو جاتی۔

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ رسالت مآب نے مجلس کے دوران کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ دورانِ خطبہ آپ نے احوال کا تذکرہ کیا جو کسی مرنے والے کو قبر میں پیش آئیں گے۔

فلما ذکر ذلك صاح المسلمون
صیحة۔ (البرہان، ۱۹۸۰)
پس آپ نے جب یہ ذکر کیا تو تمام
اہل مجلس میں چیخ و پکار شروع ہو گئی۔

منہ چھپا کر رونا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا خطبہ ارشاد فرمایا کہ اس طرح کا خطبہ میں نے پہلے کبھی نہیں سنا۔ اس میں

جب آپ نے یہ کلمات فرمائے :

لو تعلمون ما اعلم لضحكتم
قليلًا ولبكيتم كثيرًا۔
اگر تمہیں ان باتوں کا علم ہو جائے جو
میں جانتا ہوں تو ہنسنا چھوڑ دو اور

روتے ہی رہو۔

بس یہ الفاظ آپ کی زبان پاک سے نکلے ہی تھے :

نغطى اصحاب رسول الله
صلى الله عليه وسلم وجوههم
لهم حنين۔ (البخاری تفسیر سورۃ مائدہ)
کہ صحابہ نے اپنی اپنی چادروں میں
منہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع
کر دیا۔

روتے روتے بیہوش ہو جانا

سیدنا ابو ہریرہ اور سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک دن رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس میں آپ نے تین دفعہ یہ کلمات دہرائے "والذی نفسی بیدہ" (مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے) اس کے بعد آپ نے چہرہ اقدس نیچے جھکایا۔ پھر یہ کیفیت تھی۔

فالك كل رجل منا يبكي لاندري
على ما ذا حلف۔
ہم میں سے ہر آدمی زمین پر روتے ہوئے
گر پڑا اور اتنا ہوش ہی نہ رہا کہ اپنے
یہ قسم کس چیز پر اٹھائی ہے۔
(النسائی، کتاب الزکوٰۃ)

کافی دیر بعد آپ نے سر اقدس اٹھایا تو آپ کے چہرہ پر خوشی کے آثار تھے۔ اس وقت کی زیارت پر دنیا و مافیہا قربان ہو۔ پھر آپ نے فرمایا جو شخص پانچ نمازیں ادا کرے، رمضان کے روزے رکھے، زکوٰۃ دے، کباثر سے بچے اسے

کے لیے جنت کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور اس سے کہا جائے گا کہ تو اس میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جا۔

تین اوقات میں جنتی

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے آپ کو تین اوقات میں جنتی سمجھتا ہوں۔ آپ سے سوال کیا گیا وہ کون سے اوقات ہیں؟
آپ نے فرمایا:

حين اقرأ القرآن واسمعه
و اذا سمعت خطبة رسول
الله صلى الله عليه وسلم و اذا
شهدت الجنازة (سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ) ہوتا ہوں۔
جب میں قرآن پڑھتا اور سنتا ہوں اور
صوت میں اپنے آقا علیہ السلام کا خطاب
سنتا ہوں اور جب میں کسی جنازے میں حاضر

منبر جھوم اٹھا

انسان تو انسان آپ کے خطبہ کا اثر جمادات پر بھی ہوتا۔ مسلم شریف میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ ایک دن آپ نے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وما قدر والله حتى قدرة
والارض جميعا قبضته يوم
القيامة .
انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں کی
اور قیامت کے دن تمام زمین اس کے
قبضہ میں ہوگی .

اور اس کے بعد آپ نے اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان فرمائی۔

فوجف برسول الله صلى
تو آپ کا منبر جھوم اٹھا۔ حتیٰ کہ

اللہ علیہ وسلم المنبر صتی قلنا
لیخبرن بہ اساقطہو برسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (المسلم)

ہم محسوس کرنے لگے کہ کہیں یہ حضور
علیہ السلام کو نیچے نہ گرا دے۔

۰۶۲ وہ دُعا جس کا جوین بہار قبول
اُس نسیم اجابت پہ لاکھوں سلام

جوین شباب، بہار قبول شرف قبولیت، نسیم صبح کی خوشبودار ہوا، اجابت قبولیت۔

پچھلے اشعار میں زبان کی فصاحت و بلاغت خطبہ اور کلام کا بیان تھا۔ یہاں
محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زبان سے نکلی ہوئی دعا کا مقام اور بارگاہِ خداوندی
میں شرف قبولیت کا تذکرہ ہے۔ دعا کے بارے میں قرآن مجید میں ہے

اِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي
قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ
اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي
لِيُؤْمِنُوا بِاللَّهِ
يُرْسِدُونَ۔

اے حبیب جب آپ سے میرے
بندے میرے بارے میں پوچھیں
تو کہہ دو یقیناً میں قریب ہوں میں قبول
کرتا ہوں دعا کرنے والے کی دعا جب
وہ مجھے پکارتا ہے پس وہ بھی میرے
ارشاد آپ پر عمل کریں اور مجھ پر ایمان لائیں
تاکہ وہ ہدایت پا جائیں۔

(البقرہ ۱۸۶)

اس آیت نے واضح فرمادیا کہ اللہ کا بندہ جب بھی اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے تو وہ عطا

فرماتا ہے بشرطیکہ بندہ اس کے احکام مانے۔ اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کے احکام لانے ماننے اور انہیں جاری و ساری کرنے میں جو مقام انبیاء علیہم السلام کا ہے وہ کسی کا نہیں جو تعلق انہیں اللہ تعالیٰ سے نصیب ہے دوسرا کوئی سوتج بھی نہیں سکتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ ان کی ہر دعا قبول فرماتا ہے رو نہیں کرتا۔

محبوب خدا کی دعا

خصوصاً سید الانبیاء کی دعا اللہ تعالیٰ کبھی رو نہیں فرماتا۔ اسی لیے قرآن مجید نے ہمیں تعلیم دی کہ

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ
بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا

میرے رسول کی دعا کو تم اپنی دعا کی
طرح نہ سمجھا کرو۔

(النور، ۶۳)

اگرچہ اس آیت کریمہ کے اور بھی معانی کئے گئے ہیں مگر اکثر مفسرین اسی معنی کو ترجیح دیتے ہیں۔ ترجمان القرآن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی معنی ان الفاظ میں مروی ہیں:

احذرو دعاء الرسول علیکم
اذا سخطتموه فان دعاءه موجب
لنزول البلاء بکم لیس کدعاء
غیره۔

حضور علیہ السلام کی دعا مقبول ہے۔
تم احتیاط کرو کہیں تمہارے خلاف دعا
نہ ہو اگر مخالف دعا ہوگی تو تم پر مصیبت
نازل ہوگی۔ آپ کی دعا دوسروں کی طرح
نہیں ہے۔

تفسیر ابن جریر، ۱۸۰ : ۱۳۴۰

دوسرے مقام پر قرآن مجید میں ہے:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ
اور یقیناً آپ کا رب آپ کو اتنا نوازے گا

کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔
ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب صبح و شام آپ کی زبان سے نکلی ہوئی
التجائیں قبول ہوتی دیکھیں تو عرض کیا:

ما ادری ربك الا يسارع
میں نے آپ کے رب کو آپ کے
تمنائیں پوری کرنے میں بہت ہی جلدی
ہوای۔
(ابن خاری، کتاب التفسیر)

وہ دعائیں جس کا جو بن بہار قبول

آپ کی مبارک دعا کی قبولیت کے ہزار ہا واقعات میں سے ایک سیدنا ابو ہریرہ
کی والدہ کے ایمان لانے کا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ میں اپنی والدہ کو
روزانہ اسلام کی دعوت دیتا مگر وہ نہ مانتیں۔ ایک دن میں نے حسب معمول دعوت دی
تو انہوں نے میرے آقا کے بارے ایسے کلمات جو میں سن ہی نہیں سکتا تھا مجھے
سخت صدمہ ہوا۔ روتے روتے اپنے کریم آقا کی بارگاہ میں حاضر ہوا واقعہ بیان کرنے
کے بعد عرض کیا یا رسول اللہ دعا فرمائیے اللہ تعالیٰ میری والدہ کو دولتِ اسلام سے نوازے۔
اس پر حضور نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا۔

اللهم اهد ام ابی ہریرہ۔ اے اللہ ابو ہریرہ کی والدہ کو ہدایت

عطا فرما۔

چونکہ ابو ہریرہ کو آپ کی مقبولیت دعا پر کامل یقین تھا، جلدی سے گھر پلٹے تاکہ
والدہ کو اطلاع کریں۔ دروازے سے باہر ہی تھے تو یہ آواز سنی اشھدان لا الہ

الا اللہ واشھدان محمداً عبداً مرسلہ۔ (البدایہ ۸۱: ۱۰۴)

اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا بڑھی ناز سے جب دعائے محمدؐ

اجابت کا بہرا، عنایت کا جوڑا! دلہن بن کے نکلی جب دعائے محمدؐ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور کی ظاہری حیات میں ایک دفعہ بارش نہ ہونے کی وجہ سے قحط پڑ گیا۔ لوگ سخت پریشان تھے۔ جمعہ کے روز منبر پر حضور ہمیں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ ایک اعرابی کھڑا ہو گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ!

هَلَّتْ الْمَالُ وَجَاعَ الْعِيَالُ مال تباہ ہو گیا، لوگ بھوک سے مر
فَادِعَ اللَّهُ لَنَا۔ رہے ہیں اللہ کی بارگاہ میں ہمارے
لئے دعا کیجئے۔

آپ نے جب دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو اس وقت آسمان پر بادل کا نشان تک نہ تھا۔

فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا وَضَعَهَا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ
حَتَّى تَارَ السَّحَابَ امْتَالِ الْجِبَالِ قدرت میں میری جان ہے آپ
ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ عَن مَنبَرِهِ حَتَّى دعا ختم ہونے سے پہلے پہاڑوں کی
رَأَيْتَ الْقَطْرَ تَجَاوِرُ عَلَيَّ حَيْهَ۔ طرح بادل چھا گئے اور ابھی آپ منبر
سے نیچے اترے نہیں تھے کہ بارش شروع ہو گئی حتیٰ کہ میں نے آپ کی داڑھی
مبارک کو بارش سے تر پایا۔

اس دن سے بارش شروع ہوئی۔ دوسرے روز، تیسرے روز، حتیٰ کہ دوسرا جمعہ آگیا۔ آپ نے خطبہ دینا شروع فرمایا تو وہ اعرابی اٹھا اور عرض کیا

تَهْدِمُ الْبِنَاءَ وَغَرِقَ الْمَالُ مکانات گر گئے، مال ڈوب گیا،
فَادِعَ اللَّهُ لَنَا۔ ہمارے لئے بارگاہ خداوندی میں
دعا کیجئے۔

آپ نے دعا کے لئے اٹھائے ہوئے ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہوئے عرض کیا

اللهم حوالینا ولا علینا اے اللہ ہمارے اردگرد بادل سے

اب ہمیں ضرورت نہیں۔

آپ کا اشارہ پاتے ہی شہر مدینہ سے بادل چھٹ گیا اور اردگرد برستا رہا۔

(فتح الباری، ۳: ۶۴)

غور کیجئے بادل فی الفور آگیا اور اس وقت برسنا بند ہوا جب حضور نے کہا اب ضرورت نہیں یعنی اللہ کے حبیب کی اجازت کے بغیر وہ واپس ہی نہ گیا۔

ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

حضور کی دعا کا اللہ تعالیٰ کے ہاں کیا مقام ہے؟ اس کا اندازہ اس سے لگائیے کہ اور تو کجا اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی آپ کی دعا کے خواہشمند ہیں۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان ابراہیم لیبرغب فی دعائی روز قیامت ابراہیم بھی میری دعا کے

ذٰلِكَ الْيَوْمِ - رَجُلٌ لَيَقِين : ۷۰) خواہش مند ہوں گے۔

اللہ نے اسی ارشاد نبوی کو سامنے رکھتے ہوئے کہا:

وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

اہم نکتہ

اگر کسی مقام پر عدم قبولیت کا معاملہ ہو تو باری تعالیٰ خود وہاں اس کی حکمت سے نبی کو آگاہ فرما کر مطمئن فرمادیتے ہیں۔ مثلاً حضرت نوح علیہ السلام نے دعا کی تھی اے اللہ تو نے وعدہ فرمایا تھا کہ تیرے اہل (خاندان) کو عذاب سے بچالوں گا (میرا بیٹا ڈوب رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے نوح!

إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ
غَيْرُ صَالِحٍ (هود، ۴۶) اعمال صالحہ نہیں۔

یعنی ہمارا وعدہ تیرے اہل کے لیے تھا اور یہ تیرے اہل میں شامل ہی نہیں۔ اس سے تاقیامت لوگوں کو یہ تعلیم دی کہ فقط خاندانی تعلق ہی کافی نہیں بلکہ عقائد و اعمال کی اصلاح ضروری ہے۔ بد عقیدگی اور بد اعمالی کی وجہ سے جب ایک نبی کا بیٹا عذاب سے نہیں بچ سکا تو اور کون بچ سکتا ہے؟

منافقین کو معافی نہ ملنا

قرآن مجید نے یہ ضابطہ فراہم کر دیا ہے کہ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتا ہے وہ حضور کو وسیلہ بنا کر سفارش کی درخواست کرے، حضور اس کی سفارش کر دیں تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو معاف فرماتا ہے۔ منافقین کے بارے میں یہ تصریح ہے جب انہیں کہا جاتا ہے

تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ
لَوْ آوَا رُدُّوهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ
يَصُدُّونَ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ

اؤ اللہ کا رسول تمہارے لیے بخشش کی
سفارش کرے تو رسول کو جھٹک دیتے
ہیں اور وہ تکبر کرتے ہوئے نہیں آتے۔

(المنفقون : ۵)

یعنی وہ تکبر کرتے ہوئے کہتے ہیں ہمیں ان کے پاس جانے اور انہیں وسیلہ بنانے کی کیا ضرورت، ہم نے معافی مانگنی ہے تو براہ راست اللہ سے مانگ لیں گے۔ دوسرے مقام پر ہے جب انہیں کہا جاتا ہے۔

تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَىٰ
الرَّسُولِ مَرَّاتٍ مُّنتَفِعِينَ
يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُورًا

اؤ کلام الہی اور رسول کی طرف تو منافقین
آپ کی طرف ہرگز نہیں آتے۔
(النساء، ۶۱)

اس آیت نے واضح کیا کہ منافقین کلام الہی کی طرف آنے کو تیار ہوتے مگر آپ کی خدمتِ اقدس میں آنا پسند نہ کرتے کیونکہ قرآن نے "عناث" (تجھ سے منہ موڑتے ہیں) فرمایا۔ ان دونوں آیات نے آشکار کر دیا کہ منافقین ذاتِ حبیب کو درمیان میں لائے بغیر معافی کی قبولیت کے قائل تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے تاقیامت یہ اعلان کر دیا کہ ایسے بد عقیدہ اور بد بخت لوگ جو میرے حبیب کی طرف پشت کر کے مجھے منانا چاہتے ہیں وہ سن لیں انہیں ہرگز ہرگز معافی نہیں مل سکتی حتیٰ کہ اگر سہرا یا رحمت میرا حبیب بھی ان کے بارے میں ستر دفعہ کہے تو میں معافی نہیں دوں گا کیونکہ میرا یہ فیصلہ ہے کہ معافی مانگنے والے کا یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ محمدؐ کے بغیر معافی نہیں مل سکتی۔ اور ان کا یہ عقیدہ نہیں۔ غیر جانبدار ہو کر غور کیجئے کیا اس میں حضور کی دعا کا رد ہے یا آپ کے مقامِ عالی کا بیان ہے؟ ہر ایمان دار شخص پکار اٹھے گا کہ حضور کے مقام کا بیان ہے۔ اگر انہیں معاف کر دیا جائے تو ابو بکر و عمر اور منافقین میں کیا فرق رہا؟ منافقین کہہ سکتے ہیں کہ محمدؐ کو مانے بغیر حنت میں آگئے۔ اللہ تعالیٰ کی غیرت اسے کیسے قبول کر سکتی ہے؟ الغرض اگر ان کو معافی نہیں ملی تو اس کی وجہ ہی یہ ہے کہ وہ وسیلہ محمدی کے قائل ہی نہیں تھے۔ باقی رہا حضور کا دعا کرنا یہ آپ کے اخلاقِ کریمہ کا تقاضا تھا جو آپ نے ہر موقعہ پر ادا کیا۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو منع فرما دیا اس کے بعد آپ نے ان کے حق میں کبھی دعا نہیں کی۔

جن کے گچھے سے لچھے جھٹریں نور کے

۶۳

ان ستاروں کی نثر بہت پہ لاکھوں سلام

گچھے۔ پھولوں کا مجموعہ، لچھے۔ پیچیدہ تار، نثر بہت۔ پاکیزگی و چمک

ان اشعار میں مبارک دانتوں اور ان کی چمک دمک کی حسین کیفیات کا تذکرہ ہے۔

دندان مبارک

حضور علیہ السلام کے دہن مبارک میں دندان مقدس موتیوں کی لڑیلوں کی طرح پڑے ہوئے تھے۔ دانت مبارک، باریک، اُردار اور ایک دوسرے سے جدا جدا تھے مبارک دانتوں کے درمیان باریک رخیں تھیں۔ دوران گفتگو اور تبسم کے موقع پر ان رخیوں سے نور کی شعاعیں پھوٹتی دکھائی دتیں۔

چمچے دندانوتی دیاں ہن لڑیاں

وصافِ نبی حضرت ہند ابن ابی مالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم اشنب مفلج
الاسنان یفتقر عن مثل حب
آپ کے مبارک دانت نہایت سفید
چمکدار اور کشادہ تھے۔ تبسم کے وقت
اولوں کی طرح دکھائی دیتے۔

الخام۔ (الوقف، ۲: ۲۹۱)

نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے یا قوتی دندان مبارک اور ان کی آب و تاب اور چمک دمک کے بارے میں حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم براق الثنایا۔ (الانوار المہدیہ: ۱۹۹)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سامنے کے دانتوں کی کشادگی اور صحن بیان کرتے

ہیں:-

کان رسول اللہ صلی اللہ
جیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے

علیہ وسلم افلیح الثنیتین۔
 ذیل الھنئ والرشاد، ۲: ۲۲

سامنے کے دانت باہم ملے ہوئے
 نہیں تھے بلکہ انہیں منہ قاصدہ اور کتھا کی تھی۔

دانتوں میں کمال حسن ترتیب

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ دندان اقدس کا مسوڑھوں اور جھڑوں کے اندر
 خوبصورت جڑاؤ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم حسن الثغر۔
 (المخصائص الکبریٰ، ۱: ۷۳)

آپ کے سارے دانتوں کا جڑاؤ
 کمال درجہ حسین ہونے کی بنا پر حسن
 ترتیب کا حامل تھا۔

لچھے جھڑیں نور کے

جب آپ گفتگو فرماتے تو یوں محسوس ہوتا جیسے نور کے موتیوں کی جھڑی لگ
 گئی ہے:

کان منطقہ خدرات نظم
 یخدرن۔
 (شمالی الرسول، ۱: ۲۶)

آپ کی گفتگو کے وقت یوں محسوس ہوتا
 جیسے موتیوں کا ایک مار ہے جو نیچے ڈھلک
 رہا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کی گفتگو کے بارے میں بیان کرتے
 ہیں:

اذا تکلم رُئی کالنور یخدرج
 من بین ثنا یاہ۔
 (سنن دارمی، ۱: ۳۳)

جب آپ گفتگو فرماتے تو آپ کے مبارک
 دانتوں کے درمیان سے نور کی برستا
 لگ جاتی۔

جس کی تسکین سے روتے ہوئے منس پڑیں

-۶۴

اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

تسکین . سکون پانا . تبسم . مسکرانا .

تبسم اور تسکین کا تذکرہ ہے جو دنیا و آخرت میں ہر جگہ شکستہ و ٹوٹے ہوئے دلوں

کا سہارا ہے ۔

آپ کی بارگاہ اقدس میں جو بھی غمزدہ ، پریشان حال آیا اس کے غم غلط ہو گئے اور وہ ایسا خوشحال ہو گیا کہ اس کی خوشحالی پر ہر شے رشک کرنے لگی ۔ اس سے بڑھ کر کیا خوش حالی ہو سکتی ہے کہ آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہونے والے شخص کا رحمتِ خداوندی استقبال کرتی ہے ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَإِذْ أَنْتُمْ إِذْ ظَلَمْتُمْ أَنْفُسَكُمْ	اگر اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے
جَاءُوكَ فَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ	لوگ آپ کی بارگاہ اقدس میں آجائیں
وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ الرَّسُولُ	اور اللہ سے معافی مانگیں اور رسول
لَوْجِدُ وَاللَّهُ تَوَّابًا رَحِيمًا	ان کی سفارش کر دے تو اللہ کو اس
	حال میں پالیں گے کہ وہ توبہ قبول کرے اور
	اور رحم فرمائے والا ہے ۔

اس آیت نے توبہ نشاندہی فرمائی کہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہونے والا اپنے

”اللہ“ کو پالیتا ہے ۔ بتائیے اس سے بڑھ کر کیا نعمت ہو سکتی ہے ؟

صحابہ کا مشترکہ غم

صحابہ کرام کو حضور کی ذاتِ اقدس ہر شے سے حتیٰ کہ اپنی جان سے بھی بڑھ کر

عزیز تھی۔ جب انہیں آپ کا دیدار نصیب نہ ہوتا تو تڑپ اٹھتے۔ فی الفور زیارت کر کے اپنے دلوں کو راحت و سکون پہنچاتے۔ علامہ اقبال بلال سے مخاطب ہو کر ہو کر کہتے ہیں۔

اداء دیدہ سراپا نیا از تھی تیری کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری
مگر انہیں ایک مشترکہ غم کھائے جا رہا تھا کہ آج دنیا میں جب بھی پیاس لگتی
ہے تو آپ کی زیارت سے سیراب ہو جاتے ہیں مگر ہمارے مرتے یا آپ کے وصال
کے بعد کیا ہوگا؟ اگر ہم جنت میں چلے بھی گئے، حضور تو سب سے بلند مقام پر ہوں
گے، ممکن ہے زیارت سے محروم ہو جائیں گے؟ ہم اس عظیم غم کی روداد بعض صحابہ
کی زبانی بیان کرتے ہیں۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ وہ ضبط
محبت پر اتنے قادر نہ تھے۔ ایک دن آپ کی بارگاہ اقدس میں آئے تو رنگ متغیر تھا
آپ نے دیکھتے ہی فرمایا، 'اے ثوبان!

ما غیر لونک؟ کیا وجہ تمہارا رنگ بدلا ہوا ہے؟
عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کوئی مرض ہے نہ کوئی تکلیف بلکہ آپ کی زیارت نہ
کرنے کی وجہ سے مجھے شدید پریشانی لاحق ہو جاتی ہے یہاں تک کہ آپ کی زیارت
نصیب ہو جائے۔ پھر میں نے آخرت کے بارے میں سوچا تو ڈر گیا

ان لا اراک بعدک ترفع	اس دن میں آپ کی زیارت سے محروم
النبین وانی ان دخلت الجنة	ہوں گا کیونکہ آپ انبیاء کے ساتھ بلند
فانا ادنی منزلة من منزلک	درجہ پر ہوں گے میں اگر جنت میں چلا
وان لم ادخل الجنة لا	بھی گیا تو کسی نچلے درجہ میں رہوں گا
اراک ابدا فالامر اہم و اعظم	اور جنت میں داخل نہ ہو سکا تو زیارت سے

رسیدنا محمد رسول اللہ، ہم بحوالہ لغوی) بالکل محروم ہو جاؤں گا۔ معاملہ نہایت

اہم اور پریشان کن ہے۔

اسی طرح حضرت سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ ایک انصاری صحابی تمکین حالت میں آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا:

مالی اراک محزوناً فقال یا
رسول اللہ شئی فکرت
فیہ فقال ما هو؟ قال
نحن نعدو علیک وندرح
فنظرا لی وجهک ونبالسک
وعداً ترفع مع النبیین
فلا نصل الیک۔

کیا وجہ تو پریشان ہے؟ اس نے
عرض کیا یا رسول اللہ آج میں نے
ایک معاملہ میں غور و فکر کیا ہے۔
فرمایا وہ کون سا معاملہ ہے؟ عرض
کیا آقا آج ہم صبح و شام جس وقت
طبیعت اداس ہوتی ہے۔ آپ کے
دیدار سے اپنی پیاس بجھالیتے ہیں۔

(ابن کثیر، ۱: ۵۲۳)

کلی بعد از وصال آپ انبیاء کے ساتھ
ہوں گے، ہماری آپ تک رسائی نہ ہوگی
لہذا زیارت سے محروم ہو جائیں گے۔

صحابہ کا جب یہ مشترکہ غم اور پریشانی بڑھ گئی تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ
معاملہ پیش کیا تو جبریل امین یہ آیت کریمہ لے کر نازل ہوئے۔

وَمَنْ يَطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ
فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ
اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ
وَالصَّادِقِينَ وَالشُّهَدَاءِ
وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ
رَفِيقًا۔

جن لوگوں نے اللہ و رسول کی اطاعت
و فرمانبرداری کی انہیں ہم قیامت کے
دن انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین
کے ساتھ کھڑا کریں گے اور یہ کیا ہی
پیاری سگت ہوگی۔

حضور علیہ السلام نے اس آیت کے ذریعے تمام مسلمانوں کو تسلی دی کہ گھبراؤ مت اگر تم میرے ساتھ واقعہٴ محبت رکھتے ہو تو تمہیں میرا ساتھ ہر جگہ نصیب رہے گا۔ بلکہ ضابطہ دے دیا۔

انت مع من احببت
تم میں سے ہر کوئی اسی کے ساتھ ہوگا
جس کے ساتھ محبت ہوگی۔

تسکین سے روٹے ہوئے سنس پڑیں

صحابہ نے جب یہ آیت مبارکہ اور مذکورہ فرمان نبوی سنا تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اس خوشی و مسرت کا بیان حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے سنئے کہ جب ہمیں آقا نے یہ تسلی دی تو

فما فرحنا بشئ فرحنا بقول
النبی صلی اللہ علیہ وسلم
انت مع من احببت
(البخاری ۲۰: ۵۲۱)
ہم کبھی اتنے خوش نہیں ہوئے جتنے
آج اپنے آقا کا یہ فرمان سن کر ہوئے
ہیں کہ ہر محب روز قیامت اپنے محبوب
کے ساتھ ہوگا۔

اس کے بعد حضرت انس وجد میں آگئے اور کہنے لگے:

انا احب النبی صلی اللہ علیہ
وسلم و ابا بکر و عمر و ارجو
ان اکون بحبی ایاہم وان
لم اعمل بمثل اعمالہم
رسیدنا محمد رسول اللہ (۱۰۰: ۴۱)
اگرچہ ان پاکیزہ ہستیوں کی طرح عمل
تو نہیں کر سکا مگر میں حضور علیہ السلام
ابوبکر اور عمر کے ساتھ محبت رکھتا
ہوں۔ امید ہے اس محبت کی بنا پر
ان کا ساتھ نصیب ہو جائے گا۔

استن حنانہ اور آپ کی تسکین

یہ تو صحابہ کی بات تھی اب آئیے اس کھجور کے تنے کی بات کرتے ہیں جو حضور کے فراق میں بچے کی طرح بلک بلک کر رویا۔ آپ نے دست شفقت رکھ کر تسلی دی تو وہ خاموش ہو گیا۔ ابتدائی دور میں حضور علیہ السلام مسجد نبوی میں کھجور کے ایک خشک تنے کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے۔ اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کافی دیر کھڑا ہونا پڑتا۔ صحابہ پر یہ بات شاق گزری انہوں نے عرض کیا آقا کیوں نہ ہم آپ کے لئے منبر بنو الیں جس پر بیٹھ کر آپ خطبہ ارشاد فرمایا کریں بعض روایات کے مطابق یہ درخواست گزار ایک خاتون تھی۔ جس نے کہا میرا بیٹا پڑھتی ہے اگر اجازت ہو تو میں منبر بنوا کر پیش کر دوں۔ آپ نے یہ درخواست منظور فرما کر اجازت مرحمت فرمادی۔ منبر بن کر مسجد نبوی میں آ گیا۔ جب آئندہ جمعہ صیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس سے گذر کر منبر پر تشریف فرما ہوئے تو اس تنے نے زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ صحابہ اس کے رونے کو مختلف انداز میں بیان کرتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے۔

تأن انین الصبی وہ بچوں کی طرح سسکیاں لے لے کر رویا۔

دوسری روایت کے الفاظ ہیں :

فسمعنا لذلك الجذع صوتا كصوت العشار۔
ہم نے اسے اس طرح روتا ہوا سنا جیسے اونٹنی اپنے بچے کے فراق میں روتی ہے۔

تیسری روایت میں ہے :

فخار الجذع كما تخور البقرة جزعاً۔
جس طرح بچھڑا اپنی والدہ کے فراق میں آواز نکالتا ہے۔

حضرت امام شافعیؒ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔
خارجتی تصدع والشق اتنے دردناک انداز میں رویا کہ وہ
دشمال الرسول لابن کثیر (۱: ۲۹۸) پھٹ گیا۔

حضرت انس سے مروی روایت میں ہے :
حتی ارتج المسجد لخوارہ اسکی آواز سے مسجد گونج اٹھی
روایت سہیل میں ہے۔

دکثر بکاء الناس لما اس کا رونا دیکھ کر صحابہ میں چیخ و پکار
رأواہ (تحقیق الفتویٰ، ۲۲۹) شروع ہو گئی۔
وہ کیا دردناک منظر ہوگا جب صحابہ کے سامنے کھجور کا تناہجرو فراقِ محبوب میں
رورہا ہوگا اور صحابہ پر بھی رقت طاری ہوگئی۔ حضور علیہ السلام اسی وقت منبر سے
نیچے تشریف لے آئے۔

فاعتقنھا فلم یزل حتی اور اسے بغل میں لے کر دلا سادیتے
سکنت۔ رہے یہاں تک کہ وہ خاموش ہو گیا۔
دارمی میں ہے کہ اسے آپ نے فرمایا اے تنا! اپنے لئے دو باتوں میں سے
ایک کا انتخاب کر لے۔

اختران اعزسک فی المکان اگر تو چاہتا ہے تو میں تجھے اسی مکان
الذی کنت فیہ فتکون کما میں ترو تازہ کر دیتا ہوں اور اگر حنت
کنت وان شئت ان اعزسک کی خواہش رکھتا ہے تو تجھے وہاں لگا
فی الجنة۔ دیتا ہوں۔

اس نے جنت میں جانے کو ترجیح دی۔ آپ نے اس کی درخواست منظور فرمایا۔

پھر حضور منبر پر تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

ان هذه النحلة انما حنت
شوقاً الى رسول الله لما فارقتها
فوالله لو لم انزل اليها فاعتنتها
لما سكنت الى يوم القيامة.

یہ کھجور کا تنا اللہ کے رسول کے فراق و
جدائی میں رویا۔ اللہ کی قسم اگر میں ترک
اسے آغوش میں نہ لیتا تو یہ فراق میں تیا
تک روتا رہتا۔

(شمائل الرسول ۱۰: ۲۱۰)

امام ابن الحاج نقل کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے وصال کے بعد اپنے
آقا کی یاد میں حضرت عمر جو جو جلے کہہ کر رو رہے تھے ان میں سے ایک یہ تھا آقا

فحن الجذع لضراقتك
حتى جعلت يدك عليه
فمكن فامتك اولى بالحنين
عليك حين فارقتهم

آپ کے فراق و جدائی میں کھجور کا
تنا اتنا رویا کہ آپ نے اس پر دست
اقدس رکھا تو وہ خاموش ہوا۔ آقا
آپ کی امت کو آپ کے فراق میں

(جواہر البحار ۱: ۲۳۵)

حضرت مبارک بن فضالہ بیان کرتے ہیں کہ امام حسن بصری رضی اللہ عنہ اس کھجور
کے تنے کے بارے میں بیان کرتے تو زار و قطار رو پڑتے اور فرماتے:

يا عباد الله الخشبة تحن الى
رسول الله شوقاً اليه بلكانه
من الله فانتم احق ان
تشتاقوا الى لقاءه -

اے اللہ کے بندو! اللہ تعالیٰ نے
حضور کو کتنا بلند مقام بخشا کہ لکڑی ان
کے فراق میں روتی ہے (تمہیں کیا ہو گیا
حالانکہ) آپ کے فراق و محبت میں روتا

(شمائل الرسول ۱۰: ۲۰۱)

تمہارا زیادہ حق ہے۔

کاش یہ سوز و درد ہمیں بھی نصیب ہو۔

تبسم کی عادت

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا کہ آپ کی نجی زندگی کے بارے میں بتائیں تو انہوں نے فرمایا:

كان اتيس الناس بسامًا آپ سب سے زیادہ نرم اور خندہ
ضحاکًا۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے پیارے آقا علیہ السلام کی شفقتوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ما حجبني رسول الله صلى میں جب مسلمان ہوا ہوں میرے آقا
الله تعالى عليه وسلم فقد نے اپنے پاس گھر میں آنے سے کبھی
اسمت ولا راني الا تبسم منع نہیں کیا اور جب بھی آپ سے
(ترمذی)

مسند احمد میں حضرت ام درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ابو درداء رضی اللہ عنہ جب بھی گفتگو کرتے تو تبسم کرتے۔ میں نے ان سے کہا ایسا نہ کیا کرو ورنہ لوگ مجھے حتم کہیں گے تو انہوں نے فرمایا: میں نے اپنے آقا کو دورانِ گفتگو مسکراتے ہوئے دیکھا ہے۔

ما سمعت رسول الله صلى میں نے رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم
الله تعالى عليه وسلم يحدث کو گفتگو کرتے ہوئے، مسکراتے ہوئے
حديثاً الا تبسم۔ دیکھا ہے۔

(سیدنا محمد رسول اللہ، ۱۵۲ بحوالہ مسند احمد)

آپ غلاموں پر اس طرح شفقت فرماتے ہوئے ملتے کہ وہ تمام غم بھول جاتے۔

جس میں نہریں ہیں شیر و شکر کی رواں
اس گلے کی نصارت پہ لاکھوں سلام

۴۵

شیر۔ دودھ، شکر۔ میٹھا، رواں۔ جاری، نصارت۔ تروتازگی
اس میں آپ کے گلے مبارک، آواز اور لہجے کے حسن و جمال کا تذکرہ ہے۔

آواز مبارک

آپ کی مبارک آواز نہایت ہی حسین تھی جو شخص ایک دفعہ آپ کی آواز سن لیتا
تھا ساری زندگی خواہش کرتا کاش میرے کانوں میں پھر وہ حسین آواز سنائی دے۔
اس سے بڑھ کر کسی کی آواز کا حسن کیا ہو سکتا ہے کہ دشمن بھی اسے سن کر لذت پاتا ہو۔
صحابہ کرام جہاں آپ کی ہر ادا کے شیدائی تھے وہاں آپ کی آواز کے بھی گرویدہ تھے۔
آپ نہایت خوش آواز تھے

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں جتنے بھی انبیاء
کو مبعوث فرمایا ان تمام کے تمام کو ظاہری و باطنی حسن عطا کرنے کے ساتھ حسن صوت
سے بھی نوازا مگر ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو حسن صوت میں بھی ان سے ممتاز فرما کر
مبعوث فرمایا۔

حتی بعثت نبیکم صلی اللہ
علیہ وسلم فبعثہ حسن
الوجہ و حسن الصوت۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حسین
چہرہ اور حسین آواز دے کر
اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا۔

(ابن سعد، ۱: ۳۸۶)

سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ایسے الفاظ منقول ہیں :
 ان نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے نبی خوبصورت چہرہ، اعلیٰ اصب اور
 کان صبیح الوجہ، کریم الحسب حسین آواز کے مالک ہیں۔
 حسن الصوت۔ (ابن عساکر، سبل الہدیٰ، ۲: ۱۲۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:
 کان نبیکم احسنہم وجہاً واحسنہم ہمارے نبی تمام انبیاء علیہم السلام سے مبارک
 صوتاً۔ (ترمذی، ابن سعد، ۱: ۳۷۶) چہرے اور آواز میں حسین ہیں۔

میں نے آپ کی آواز سے حسین آواز نہیں سنی

بخاری و مسلم میں آپ کے حسن صوت کے بارے میں حضرت براء بن عازب رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن میرے آقا نے عشاء کی نماز میں سورۃ التین
 تلاوت فرمائی۔ میں نے کبھی اتنی حسین آواز نہیں سنی۔

آپ کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔
 قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی العشاء والتین والزیتون
 محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی
 نماز میں "التین والزیتون" تلاوت
 فرمائی۔ میں نے آپ کی آواز سے بڑھ
 کر حسین آواز نہیں سنی۔
 (بخاری و مسلم)

آپ کا مبارک لہجہ نہایت ہی خوبصورت تھا

صحابہ کرام نے صرف آپ کے آواز کے حسن کو ہی بیان نہیں کیا بلکہ لہجہ کے
 بارے میں بھی تصریح کی ہے۔ آپ کا لہجہ تمام مخلوق سے بڑھ کر خوبصورت

اور حسین تھا۔

حضرت جبرین مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا لہجہ
حسن النعمة۔ (شمائل النبوی، ۱۶۶) نہایت ہی مسحور کن تھا۔

یہی وہ مسحور کن لہجہ تھا جس کی وجہ سے آپ کے دشمن بھی قائل ہو کر گرویدہ
ہو جاتے تھے۔

سرکش جو تھے مائل ہوئے دشمن جو تھے قائل ہوئے
مسحور کن تھا کس قدر یا مصطفیٰ لہجہ تیرا

دوشس بردوش ہے جن سے شان شرف
ایسے شانوں کی شوکت پہ لاکھوں سلام

-۶۶-

دوشس۔ سیاہ زلفیں ، دوش۔ کاندھے ، شان۔ مرتبہ ، شرف۔ بزرگی ،
شوکت۔ عظمت ۔

جیسا کہ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ آپ کی مبارک زلفیں بعض اوقات کاندھوں تک
ہو جاتی تھیں۔ اسی کیفیت کو سامنے رکھتے ہوئے اعلیٰ حضرت آپ کے مقدس کاندھوں کا
ذکر کر رہے ہیں۔

دوشس مبارک

آپ کے کاندھے اور دوش مبارک نہایت مضبوط اور خوبصورت تھے۔ دونوں
کاندھوں کے درمیان فاصلہ تھا۔ آپ میں قریب نہیں تھے۔ شانے ذرا فاصلے

جلالت و ہیبت کا منظر اتم اور قوت و توانائی کی عظیم علامت تھے۔
حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے مبارک کاندھوں کے بارے
میں بیان کرتے ہیں۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم لبعید ما بین المنکبین
عجیب شان کافا صلہ تھا۔
(شمائل ترمذی، باب ماجاء فی خلق رسول اللہ)

دونوں شانوں کا درمیانی حصہ مضبوط تھا۔ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے
ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم جلیل المشاش والکتد۔
آپ کے تمام بدن کے جوڑے اور دونوں
شانوں کا درمیانی حصہ نہایت مضبوط تھا۔
(شمائل ترمذی، باب ماجاء فی خلق رسول اللہ)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کے مبارک کاندھوں
کے جوڑے نہایت ہی خوبصورت اور اعتدال کے ساتھ بڑے تھے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم عظیم مشاش المنکبین۔
آپ کے شانوں کے جوڑے نہایت مضبوط
اور بڑے تھے۔
(ابن عساکر، ۱: ۳۲)

شانوں کی شوکت

جس طرح کھڑا ہونے کی صورت میں آپ تمام حاضرین پر بلند دکھائی دیتے تھے
اسی طرح مجلس میں بیٹھنے کی صورت میں بھی آپ کے مبارک کاندھے دوسروں سے
بلند دکھائی دیتے۔

حضرت ملا علی قاری امام ابن سلج کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ آپ کے خصائص میں سے ہے کہ:

کان اذا جلس تکون کتفہ
اعلیٰ من جمیع المجالسین -
(جمع الوسائل، ۱: ۱۱)

جب آپ کسی مجلس میں تشریف فرما
ہوتے تو آپ کے مبارک شانے دوسرے
بیٹھنے والوں سے بلند نظر آتے۔

کاندھے یا چاندی کے ڈلے

آپ کے مبارک کاندھوں کی زیارت کا شرف پانے والا شخص پکارا ٹھکتا کہ یہ چاندی کے ڈلے ہیں۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب کبھی آپ کے مبارک کاندھے تنگے ہوتے تو یوں محسوس ہوتا جیسے چاندی کے ڈلے پگھلا کر کسی سانچے میں رکھے ہوتے ہیں۔

کان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اذا وضع رداءه
عن منکبیه فكانه سبیکه
فضة - (تہذیب ابن عساکر ۱: ۳۱۹)

جب کبھی آپ مبارک کاندھوں سے
کپڑا ہٹاتے تو وہ چاندی کے ڈلوں کی
صورت دکھائی دیتے۔

چاند کی طرح سفید

بعض صحابہ کرام آپ کے مبارک کاندھوں کے حسن اور نور کو چاندی کے بجائے چاند سے تشبیہ دیتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سائلین میں سے جو بھی آپ

سے سوال کرتا آپؐ اسے عطا فرماتے۔ کبھی کبھی سائلین آپؐ کا احاطہ کر لیتے۔ بعض بدوی آپؐ کی مبارک قمیض کو پکڑ لیتے۔ ایسی حالت میں کبھی آپؐ کے شانے مبارک ظاہر ہو جاتے تو کیفیت یہ ہوتی ،

فکانما النظر حین بد امنکیہ کاندھے سفیدی کی وجہ سے یوں
الی شقة القمر من بیاضہ صلی محسوس ہوتے جیسے ہم چاند کو تک لہے
اللہ علیہ وسلم (بل اللہ والرشاد ۲: ۶۲) ہیں۔

۴۷۔ حجرِ اسود کعبہ جانِ دل
یعنی مہرِ نبوت یہ لاکھوں سلام

حجرِ اسود۔ بیت اللہ کی دیوار میں ایک صنتی پتھر ہے جسے طواف کرنے والا بوسہ

دیتا ہے۔

پچھلے شعر میں آپ کے مبارک کاندھوں کا ذکر تھا۔ اب ان دونوں کے درمیان موجود مہرِ نبوت کا تذکرہ ہے۔ آپ کی مہرِ نبوت کو حجرِ اسود اور دل و جان کا کعبہ قرار دینا محض تشبیہ ہے درتہ شعر عام کے تحت گذرا کہ کعبہ اور حجرِ اسود دونوں آپ کا ادب و احترام بجالاتے ہیں۔

مہرِ نبوت

آپ کے مبارک شانوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی جو پشت اور کاندھوں کے حسن کو دو بالا کر رہی تھی۔ یہ سراپا نور ہونے کے ساتھ ساتھ خوشبو کا بھی مرکز تھی حضرت سائب بن یزید بیان کرتے ہیں کہ مجھے میری خالہ حبیبہ خداصلی اللہ

علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ میرا بھتیجا ہے۔ اس کے پاؤں میں تکلیف ہے۔ آپ نے میرے سر پر دست اقدس پھیرا۔ برکت کی دعا کی۔ وضو فرمایا۔ میں نے آپ کے وضو سے سچا ہوا پانی پیا۔

شم قمت خلف ظہرہ فنظرت
میں اتفاقاً آپ کی پشت اقدس کی طرف
الی خاتم النبوة بین کتفیہ
کھڑا ہوا تو میں نے دونوں کاندھوں کے
مثل زر الحجلة۔
درمیان ہنر نبوی دیکھی جو مسہری کی گھنڈیوں جیسی تھی۔

حضرت عبداللہ بن سرحبنؓ سے روایت ہے کہ میں حضور علیہ السلام کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا۔ آپ صحابہ کے ساتھ مجلس میں تشریف فرما تھے۔ میں نے آپ کے پس پشت چکر لگایا۔ آپ میرا منشا اور آرزو بجا نہ گئے۔

فالقی الرداء عن ظہرہ صلی
آپ نے پشت انور مبارک چادر سہاڑی
اللہ علیہ وسلم فرأیت موضع
تو میں نے کاندھوں کے درمیان مہر
المخاتم علی کتفیہ مثل الجمجمة
نبوت کی جگہ کو مٹھی کے ہم شکل دیکھا۔
حولہا خیلان کانهاتالیل
جس کے چاروں طرف تل تھے جو مسوں
(شمال ترمذی، باب ما جاء فی ختم النبوة)
کے برابر معلوم ہوتے تھے۔

پھر میں نے آپ کے سامنے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کے مزید درجات بلند فرمائے۔ فرمایا اللہ تیری بھی مغفرت فرمائے۔ لوگوں نے مجھے (بطور مبارک) کہا کہ حضور نے تیرے لیے دعائے مغفرت فرمائی ہے میں نے کہا کہ حضور تو سب کے لیے دعا کرتے ہیں۔ پھر یہ آیت پڑھی۔ اے حبیب اپنے لئے، مومن مردوں اور عورتوں کے لیے دعائے مغفرت کیجئے۔

علبا بن احمد کہتے ہیں کہ مجھے حضرت عمرو بن الخطب انصاریؓ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: میرے قریب ہو جاؤ،

فامسح ظہری فمسحت
ظہرہ فوقعت اصابعی علی
اور میری پشت طو۔ میں نے آپ کی
پشت مبارک ملنا شروع کی تو اچانک
میری انگلیاں مہر نبوت کو لگ گئیں۔
الخاتم۔

علما کہتے ہیں میں نے ان سے پوچھا کہ مہر نبوت کیسی تھی؟ انہوں نے فرمایا وہ
چند بالوں کا مجموعہ تھی۔

روایات میں تطبیق

مہر نبوت کی مقدار اور رنگ کیا تھا؟ اس بارے میں روایات مختلف ہیں۔
بعض میں اسے کبوتری کے انڈے کی مانند، بعض میں بالوں کا مجموعہ، بعض میں
گوشت کا ٹکڑا اور بعض میں مٹھی کی مانند بیان کیا گیا
امام قرطبی نے ان میں یوں تطبیق دی ہے کہ مہر نبوت کم و بیش ہو جاتی اور اس
کا رنگ بھی مختلف اوقات میں مختلف ہوتا رہتا تھا جس طرح کسی صحابی نے زیارت
کی اسی طرح بیان کر دیا۔

دیگر علماء نے تطبیق دیتے ہوئے کہا کہ یہ فی الحقیقت تمام تشبیہات ہیں اور
ہر شخص اپنے ذہن کے مطابق تشبیہ دیتا ہے۔
شیخ عبد اللہ سراج الدین شامی اختلاف روایات کی حکمت اور ان میں تطبیق
دینے ہوئے لکھتے ہیں:

واختلاف اقوال الرواة	اوصاف مہر نبوت کے بارے میں
فی اوصاف خاتم النبوة	راویوں میں جو اختلاف ہے اس
لیس من باب التنافی	میں منافات نہیں۔ ہر ایک نے
بینہما و انما ہی باعتبار	اپنے ذہن و فہم کے مطابق تشبیہ

ان کلامہم شہہ بما
سئلہ و ظہر لانہ
کان یستہ باعتبار
انہ فی ظہرہ الشریف
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فواصفہ اما راہ من غیر
قصد او انہ صلی اللہ علیہ
وسلم ارادہ مع ملاحظۃ الرائی مقام الحیۃ والوقار والادب
مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم - (سیدنا محمد رسول اللہ، ۱۷۲)

مہر نبوت اور خوشبو

امام ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ
ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر شفقت فرماتے ہوئے اپنے پیچھے سوار
فرمایا۔

فالتقت خاتم النبوة یعنی
فکان ینم علی مسکاً۔
رسول اللہ (۲۰: ۷۳)

میں نے آپ کی مہر نبوت کو منہ میں
لے لیا تو اس میں سے خوشبو کے حلے
پھوٹ رہے تھے۔

روئے آئینہ علم پشت حضور
پشتی قصر ملت پہ لاکھوں سلام

۷۸

پشتی - نگہبان، سہارا، قصر - محل، عمارت، ملت - دین اور امتِ مسلمہ

اعلیٰ حضرت نے اس شعر میں آپ کی پشت انور کا ذکر کرتے ہوئے اسے آئینہ علم اور تمام ملت اسلامیہ کا پشتی بان (ناخدا) قرار دیا ہے۔

رُوئے آئینہ علم پشت حضورؐ

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خالص ہیں سے ہے کہ روشنی اور تاریکی میں جس طرح آپ آگے دیکھتے تھے اسی طرح پیچھے بھی دیکھتے تھے۔ اسی لیے اعلیٰ حضرت نے پشت انور کو آئینہ علم کہا۔

آگے کی طرح پیچھے دیکھنا

۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انی لانظرا لی ما وراء ظہری میں آگے کی طرح پیچھے کا بھی مشاہدہ کرتا ہوں۔

کما انظرا لی امامی۔ (سبل اللہ، ۲: ۳۵)

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

ایہا الناس انی امامکم فلا تسبقونی اسے لوگو! میں تمہارا امام ہوں۔ رکوع

بالرکوع ولا یالسجود فانی اراکم اور سجد میں مجھ سے سبقت نہ لے جاؤ

امامی ومن خلقی۔ میں آگے اور پیچھے یکساں دیکھتا ہوں۔

(المسلم، کتاب الصلوٰۃ)

۳۔ بخاری شریف میں بیہنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے رسول خدا صلی اللہ

علیہ وسلم کا یہ فرمان منقول ہے:

هل ترون قبلتی ہا هنا تم میرا چہرہ صرف قبلہ کی طرف دیکھتے ہو۔

فواللہ ما ینحی علی رکوعکم اللہ کی قسم مجھ پر تمہارا کوع اور نہ دل کی

ولا خشوعكم اني لادراكم من
وراء ظهري - البخاري، باب الخشوع في الصلاة
کیفیت پوشیدہ ہے۔ بلاشبہ میں
تمہیں اپنے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔

تاریکی میں دن کی طرح دیکھنا

۴۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آپ کی خصوصیت ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم
عليه وسلم يرمى بالليل في الظلمة
سول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رات کی تاریکی میں بھی
اسی طرح دیکھتے جیسا کہ دن کے اجالے میں۔

كما يرمى بالنهار في الضوء - (المختصر الكبير ۱: ۹)

اسی حدیث کی تشریح کرتے ہوئے امام زرقانی لکھتے ہیں:

اعنى ان رؤيته في النهار
الصافي والليل المظلم
متساوية لان الله تعالى بما
رزقه الاطلاع بالباطن و
الاحاطة بادراك مدركات
القلوب جعل له مثل ذلك
اس مقصود یہ ہے کہ آپ کا روشن دن اور
تاریکی رات میں دیکھنا برابر اس لئے کہ جب اللہ پاک نے
آپ کو باطن اور دل کی باتوں کا مل اور اک
عطا فرمادیا تو ایسے ہی آپ کی مبارک آنکھوں
کو ادراک عطا فرمادیا۔ چنانچہ آپ پیچھے کے
پیچھے بھی سامنے کی طرح دیکھتے ہیں۔

في مدركات العيون ومن ثم كان يرمى المحسوس من وراء ظهري كما

يراه من امامه - (زرقانی علی الموابہ، م: ۸۶)

۵۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم
يومي في ظلمة كما يرمى في الضوء -
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اجالا اور
تاریکی یکساں تھی۔ یعنی تاریکی دیکھنے میں
حائل نہ ہوتی۔

(الوفاء باحوال المصطفى، ۱: ۳۴۴)

ہاتھ جس سمت اٹھا غس کر لیا
۴۹۔
موج بحرِ سماحت پہ لاکھوں سلام

سمت . طرف ، بحر . سمندر ، سماحت . عطا .
اس شعر میں آپ کے دستِ کرم اور وجود و سخاوت کا تذکرہ ہے

سب سے سخی ہاتھ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی سخاوت کا بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:
کان رسول اللہ صلی
محبوبِ خدا کا دستِ مبارک
اللہ علیہ وسلم اجود الناس
سب سے زیادہ سخی تھا۔
کفًا۔

(النور المحمّدیہ : ۲۶)

واقعہً اس کائناتِ بہت و بورد میں آپ سے بڑھ کر کوئی سخی نہیں۔ آپ نے
اللہ کی مخلوق فقراء، مساکین، بیوگان اور محتاجوں پر جس طرح خرچ فرمایا۔ اس کی مثال
نہیں بلکہ آپ کی ہی واحد ہستی ہے جس کی زبان پر کسی سائل کے سوال پر لاد نہیں،
کبھی نہیں آیا۔

واہ کیا جو دو کرم ہے!

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی سخاوت کا تذکرہ یوں کرتے ہیں:
ما سئل رسولہ اللہ صلی
کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ صلی اللہ

اللہ علیہ وسلم قطقال فقال لا۔ علیہ وسلم سے کسی نے مانگا ہو تو آپ نے
(المسلم، باب سخا، نسبی) انکار فرمایا ہو۔

ایک مقام پر اس حدیث کا ترجمہ اعلیٰ حضرت یوں کرتے ہیں -
واہ کیا جو دو کرم ہے شہ لبطی تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

حاجت مند اور قرض

آپ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ اگر کسی وقت پاس کچھ نہ ہوتا کسی سے قرض لے
کر حاجت مند کی ضرورت کو پورا فرما دیتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک
شخص آپ کی خدمت میں آیا اور اس نے سوال کیا۔ آپ نے اسے فرمایا:

ما عندی شیئ ولكن ابع اس وقت کوئی شی موجود نہیں۔ جا
علی فاذا جاءنی شی قفیتہ فلاں سے میرے نام پر وہ شی بطور
قرض خرید لے۔ میرے پاس جیسے ہی
رقم آئی میں ادا کر دوں گا۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کیوں تکلیف اٹھاتے ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ
نے اس کا مکلف نہیں بنایا کہ آپ قرض لے کر لوگوں کی ضروریات پوری فرمائیں۔ یہ
بات آپ پر نہایت شاق گزری۔ ایک انصاری صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ!
آپ مخلوق خدا پر خوب خرچ فرمائیں اور صاحب عرش (اللہ) سے قلت و کمی کا خوف
نہ کریں۔

فتیسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعرف فی وجہہ
اس پر آپ نے تبسم فرمایا اور آپ کا
چہرہ اقدس خوشی سے چمک اٹھا دنیا

البشر ثم قال صلى الله عليه وسلم بهذا الموت -
 "مجھے اللہ تعالیٰ نے اسی بات کا حکم دیا ہے۔"

(الترمذی، اخلاق النسبی، ذکر جود النسبی)

سیکرٹری مال کا بیان

محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام مالی معاملات کی ذمہ داری حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمائی ہوئی تھی۔ ایک مقام پر اسی ذمہ داری کا ذکر حضرت بلال نے یوں کیا ہے۔

انا المتولی امر مالہ صلی اللہ علیہ وسلم منذ بعثہ اللہ تعالیٰ حتی توفی - (سیدنا محمد رسول اللہ، ۱۸۳)

حضرت عبداللہ ہوزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت بلال سے مل کر پوچھا کہ حضور علیہ السلام کے اخراجات اور دیگر مالی معاملات سے مجھے آگاہ کیجئے تو انہوں نے آپ کے مبارک احوال سے آگاہ کرتے ہوئے بیان کیا کہ جب آپ کے پاس کچھ نہ ہوتا، اس کے باوجود بھی آپ کا معمول تھا۔

اذا اتاہ الانسان مسلماً
 فراه عارياً یا مرفئاً
 فالطلق فاستقرض
 فاشترى له البردة
 فاكسوة واطعمه۔
 کہ آپ جب بھی کسی مسلمان کو حالتِ ناقہ میں تنگ یا بھوکا دیکھتے تو مجھے حکم دیتے کہ فی الفور قرص لیکر اس کے لیے کھانا اور کپڑے خرید کر ان کو دے۔ لہذا میں فی الفور اس پر عمل کیا کرتا۔

یہ منصب ان کو کیوں دیا گیا

حضرت بلالؓ کو یہ منصب عطا کرنے کی متعدد حکمتیں تھیں لیکن ان میں سے ایک کا ذکر ضروری ہے اور وہ یہ، تاکہ آپ کے تمام مالی معاملات سے غلام آگاہ رہیں۔ کہیں ان کے ذہن میں یہ نہ آئے کہ شاید ہمارے آقاؐ ظاہری حیات بڑے آرام سے بسر کر رہے ہیں اور ہم بھوک اور فاقہ کی حالت میں رہ رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے گھر کی ہر شے اصحابِ صفہؓ اپنی تصور کرتے تھے اور ان پر اسی وقت بھوک و فاقہ آتا جب آپ کے ہاں کچھ نہ ہوتا۔ اور ہونے کی صورت میں پہلے انہیں کھلاتے اور پھر خود کھاتے۔

یہاں سے ہاتھ خالی غیر بھی جایا نہیں کرتے

کوئی یہ نہ سمجھے کہ آپ کا یہ کرم و سخاوت صرف مسلمانوں تک محدود تھا بلکہ اللہ کی تمام مخلوق اس سے مستفید ہوتی۔ حتیٰ کہ کافر دشمن اسلام بھی اگر سائل بن کر آجاتے تو ان کی حاجت سے بڑھ کر عطا فرماتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ خدمت میں صفوان بن امیہ نے سوال کیا تو آپ نے اسے دو پہاڑیوں کے درمیان جتنی بکریاں تھیں اسے دے دیں۔ وہ واپس اپنی قوم کے پاس گیا اور کہنے لگا اے میری قوم مسلمان ہو جاؤ۔ محمدؐ اتنا عطا کرتے ہیں کہ انہیں اپنے فقر کی فکر ہی نہیں۔ حضرت سعید بن مسیب صفوان بن امیہ کے الفاظ نقل کرتے ہیں:

لقد اعطانی رسول اللہ	مجھے حضور علیہ السلام نے خوب عطا
صلی اللہ علیہ وسلم ما اعطانی	فرمایا آپ کی ذات مجھے نہایت ہی ناپسند
وانہ لا بغض للناس الی فما	تھی مگر آپ نے مجھے اتنا عطا فرمایا

بِرَحْمَةِ اللَّهِ لِيُعْطِيَ نِيَّ إِذْ هُوَ لِأَحِبِّ النَّاسِ
 الْحَقِّ - (سیدنا محمد رسول اللہ، ۱۸۱، بحوالہ ترمذی)

کسی نے کیا سچ کہا ہے

یہ دربارِ محمدؐ ہے یہاں اپنوں کا کیا کہتا
 یہاں سے ہاتھ خالی غیر بھی جا یا نہیں کرتے

۴۰ جس کو بارِ دو عالم کی پروا نہیں

ایسے بازو کی قوت پہ لاکھوں سلام

۴۱ کعبۂ دین ایمان کے دونوں ستوں

ساعدین رسالت پہ لاکھوں سلام

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک بازو، کلاٹیوں اور ان کی ہمت و طاقت کا

تذکرہ ہے۔

بازو مقدس

آپ کے مقدس بازو نہایت ہی خوبصورت اور موزونیت کے ساتھ طویل

تھے۔ اور ان کی کلاٹیوں پر بال تھے۔

بازو لمبے تھے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم دونوں بازو عظیم
عظیم الساعدین - (ابن سعد: ۱۵: ۴۱۵) تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضور علیہ السلام کے بازو اور پند لیاں
لبسط القصب (سبل اللہ، ۱: ۱۰۰) طویل تھیں۔

بازو نہایت چمک دار تھے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ کی نعت کہتے ہوئے یہ کلمات بھی کہا کرتے
کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس بازو
عبل الذراعین - (سبل اللہ، ۱: ۱۰۰) نہایت سفید تھے۔

حافظ ابو بکر بن ابی خثیمہ رضی اللہ عنہم آپ کے مقدس بازوؤں کے بارے میں لکھتے ہیں:
کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عضدین والذراعین حضور علیہ السلام کی دونوں مچھلیاں
طویل الزندین - (سبل اللہ، ۱: ۱۰۰) اور کلاٹیاں سفید تھیں۔

بازو کی قوت

شیخ حناطی نے تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو چالیس نبیوں کی طاقت عطا
کی تھی۔ واضح رہے کہ ایک پیغمبر میں باعتبار بشریت چالیس آدمیوں کی قوت ہوتی ہے۔

کان: اس دور کا ایک نامور پہلوان تھا۔ اس نے آپ کو کشتی کی دعوت دی
جو آپ نے قبول کر لی۔ تین دفعہ کشتی ہوئی۔ آپ نے تینوں دفعہ اسے شکست دی۔
اسی طرح ابوالسود جحیمی سے بھی کشتی ہوئی۔ یہ شخص تنہا طور پر تھا کہ اگر

چمڑے پر کھڑا ہو جاتا اور دس قوی آدمی اطراف سے پکڑ کر اسے کھینچتے، چمڑہ بھٹ جاتا لیکن اس کے پاؤں کے نیچے سے نکال نہیں سکتے تھے لیکن آپ نے اسے مثالی شکست دی۔ (بے مثل بشر، ۸۳)

بازو کی کلاٹیاں لمبی تھیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم یبیم الذراعین (الوقاف: ۲: ۳۹۹) طویل تھیں۔

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم طویل الزندین (ایضاً) لمبی تھیں۔

”زند“ کے دو معنی کیے گئے ہیں۔ علامہ زحمتی نے فائق میں کہا
الزند ما انحسر عنه اللحم وہ مقام جہاں بازو کا گوشت ختم
من الزراع۔ ہو جاتا ہے۔

اور ”مغرب میں اس کا معنی ان الفاظ میں بیان ہوا۔

الزند ہا طرفا عظم الساعدین بازو کی ہڈی کی دونوں اطراف مراد
رجع الوسائل، ۱: ۴۱) ہیں۔

کلاٹیوں پر بال تھے

جسم اطہر کے جن مبارک حصوں پر بال تھے ان میں سے آپ کی کلاٹیاں بھی ہیں۔

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس

وسلم اشعر الذراعین - کلائیوں پر بال تھے -
(شمالی ترمذی، ماجاء فی خلق رسول اللہ)

۷۲ - جس کے ہر خط میں ہے موجِ نورِ کرم
اس کفِ بحرِ ہمت پہ لاکھوں سلام

خط - نقش، موج - بہر، کف - ہتھیلی، بحر - سمندر
اس شعر میں آپ کے دستِ اقدس کی مبارک ہتھیلی پر سلام ہے۔

ہاتھوں کی ہتھیلیاں پر گوشت تھیں

سیدنا علی رضی اللہ عنہ آپ کے دستِ اقدس کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:
کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ آپ کی ہتھیلیاں پر گوشت تھیں۔
وسلم شثن الکفین - (شمالی ترمذی، ماجاء فی خلق رسول اللہ)
سیدنا ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ آپ کے مبارک ہاتھ موزونیت کے
وسلم ضخم الکفین (ابن عساکر: ۱: ۳۲۰) ساتھ بڑے تھے۔

ہتھیلیاں کشادہ تھیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:
کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ آپ کی ہتھیلیاں خوبصورتی کے ساتھ
وسلم بسط الکفین - (بخاری) کشادہ تھیں۔
حضرت ہند بن ابی مالہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ آپ کے مبارک ہاتھ واسع تھے۔
وسلم رجب الواحة۔ دشائل ترمذی، باب ماجاء فی خلق رسول اللہ.

نور کے چشمے لہریں دریا بہیں - ۷۲

انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

عیدِ مشککشائی کے چمکے ہلال - ۷۳

ناخنوں کی بشارت پہ لاکھوں سلام

عید - خوشی، مشککشائی - مشکل دور کرنا؛ ہلال - پہلی سے تیسری تاریخ تک کا
چاند، بشارت - خوشخبری۔

ان دو اشعار میں سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک انگلیوں کی برکات ان
سے پتھوں کی صورت میں پانی کا جاری ہونا اور ان کے خوبصورت ناخنوں کا تذکرہ ہے۔

انگلیاں لمبی تھیں

مبارک ہاتھوں کی انگلیاں کوتاہ نہیں تھیں بلکہ لمبی تھیں اس لیے سیدنا علی
رضی اللہ علیہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ آپ کی انگلیاں نہایت ہی خوبصورت
وسلم سائل الاطراف (شمال ترمذی) اور لمبی تھیں

سائل کا معنی بیان کرتے ہوئے شیخ محمد بن یوسف الصالحی فرماتے ہیں:

یعنی انہا طوال لیست بمعقدۃ یعنی آپ کی انگلیاں لمبی تھیں نہ وہ کوتاہ
ولا منقبضۃ۔ (سبل اللہ ۲: ۱۰۵) تھیں اور نہ ہی خمیدہ۔

چاندی کی ڈلیاں

حافظ ابو بکر بن ابی خثیمہؓ نے آپ کے مبارک بازو اور کلاٹیوں کا ذکر کرنے کے بعد بیان کرتے ہیں:

کان اصابعہ قضبان الفضة۔
(سبل اللہ، ۲: ۱۰۰)

آپ کی انگلیاں ایسے تھیں جیسے
چاندی کی خوبصورت ڈلیاں ہوں۔

رحمت کی ندیاں

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم تین سو کی تعداد میں مقام زور پر تھے۔ وضو کرنے اور پینے کے لیے پانی نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں ایک برتن پیش کیا گیا جس میں سھوڑا سا پانی تھا۔ آپ نے اپنا دست اقدس اس برتن میں رکھا۔

فجعل الماء ينبع من بين اصابعه
فتوضأ القوم (البخاری، کتاب المناقب)

تو آپ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے
اگلنے شروع ہو گئے۔ جس سے تمام
لوگوں نے وضو کیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک سفر میں رحمت کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ دورانِ سفر پانی ختم ہو گیا۔ آپ کو اطلاع دی گئی تو آپ نے ارشاد فرمایا: اگر کسی کے پاس کچھ پانی موجود ہے تو لے آؤ خواہ وہ کم ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ ایک سفر کا حسین منظر بیان کرتے ہیں کہ لسنہ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرہ کے ارادے سے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ مقام حدیبیہ پر قافلے نے پڑاؤ کیا۔ آدمیوں کی کثرت کی وجہ سے حدیبیہ کا کنواں

خشک ہو گیا۔ قافلہ کے شرکاء پانی دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے نہایت پریشان ہوئے۔ آپ کو اطلاع دی گئی۔ اس وقت آپ کے پاس لوٹنے کے برابر برتن میں پانی موجود تھا۔

فوضع النبي صلى الله عليه وسلم في الاناء فجعل الماء ليفور بين اصابعه كأمثال العيون قال فشربنا وتوضأنا۔

آپ نے اپنا دست اقدس اس برتن میں رکھ دیا تو آپ کی مبارک انگلیوں سے پانی کے چشے پھوٹ پڑے۔ ہم سب نے اس سے پانی پیا اور

(ابن خاری، کتاب المناقب) وضو کیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا۔ اس وقت آپ کتنے افراد تھے تو انہوں نے فرمایا کہ اتفاقاً پندرہ صد تھے۔ اگر وہاں ایک لاکھ آدمی بھی ہوتے تب بھی پانی کم نہ ہوتا۔

ناخنوں کی بشارت

مسند احمد میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :
 قام رسول الله صلى الله عليه وسلم في مكة
 وسلم اظفاره وقسم بيت
 ترشواتے اور پھر وہ لوگوں کے درمیان
 تقسیم کر دیے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ ناخن مبارک تھے انہوں نے وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد یہ میرے کفن کے اندر ناک کے آگے رکھ دینا۔ (الکمال فی اسما الرجال)

۷۵۔ رفیع ذکرِ جلالت پہ ارفع درود شرح صدرِ صدارت پہ لاکھوں سلام

رفع۔ بلند، جلالت۔ عظمت و بزرگی، ارفع۔ سب سے بلند، شرح صدر۔
سینہ کا کھلنا، صدارت۔ صدر نشینی۔

یہاں رفعتِ ذکر اور شرح صدرِ نبوی کا بیان کرتے ہوئے سورۃ الانشراح
میں ذکر کردہ شانوں کی طرف اشارہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانشراح میں اپنے جیب پر کئے گئے جن بے پایاں الطاف
کا ذکر کیا ہے ان میں سے دو یہ ہیں: آپ کے ذکر کو بلند کرنا اور شرح صدر کی دولت
عطا کرنا۔

رفعتِ ذکرِ نبوی

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ
ہم نے آپ کا ذکر آپ کی خاطر بلند کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو جن مقاماتِ عالیہ پر فائز فرمایا ان میں سے ایک یہ
بھی ہے کہ آپ کے ذکرِ اطہر کو وہ بلندی اور رفعت عطا ہوئی ہے کہ ایسی بلندی کا کسی
دوسرے کے لیے تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ حضور علیہ السلام کو جو جو صفات اللہ رب العزت
نے عطا کی ہیں ان کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ وہ علی الاطلاق عطا ہوئیں۔ اگرچہ حقیقتاً وہ
صفاتِ اضافیہ ہوتی ہیں۔ مثلاً قرب ایک اضافی امر ہے جو بعض کی بعض سے نسبت کے
اعتبار سے کم و بیش ہو سکتا ہے۔ جیسے زید کا گھر خالد کے گھر سے مسجد کے زیادہ قریب

ہے۔ یعنی قرب دونوں کو حاصل ہے مگر زیہ کے گھر کا فاصلہ بہ نسبت خالد کے گھر کے کم ہے۔

یہی بات ورفعنا لك ذكرك میں ہے۔ (ہم نے تمہارا ذکر تمہاری خاطر بلند کر دیا، رفعت فی نفسہ اضافی امر ہے۔ اس میں مد مقابل کا ذکر کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ فلاں فلاں کے مقابل بلند ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو اللہ تعالیٰ نے رفعت بخشی مگر کس کے مقابلے میں؟ مخلوق کے ذکر کے مقابلے میں، ملائکہ کے ذکر کے مقابلے میں، انبیاء علیہم السلام کے ذکر کے مقابلے میں یا رسل عظام کے ذکر کے مقابلے میں۔

اس آیت مبارکہ میں مد مقابل کا ذکر ہی نہیں۔ عدم ذکر واضح طور پر دال ہے کہ یہاں رفعت سے مراد رفعت مطلقہ ہے جس کا معنی یہ ہے کہ مخلوق میں جتنے بھی صاحب رفعت ہیں ان میں سے کوئی بھی حضور علیہ السلام کے مقام رفعت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ لفظ لك (تیری خاطر) کا تقاضا بھی یہی ہے کہ یہ رفعت ذکر اس طور پر ہو کہ کوئی اس میں آپ کا شریک و سہم نہ ہوتا کہ یہ آپ کی خصوصیت بن سکے۔

آپ بلند ہی نہیں بلکہ بلندیوں کے مالک ہیں

بعض مفسرین نے لفظ لك کے اضافے کا فائدہ ذکر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ رفعت، رتبہ اور بلندی کا آپ کو اس طرح مالک بنا دیا گیا ہے کہ آپ جس کو چاہیں رتبہ عطا کر دیں اور جس کو چاہیں پست کر دیں۔ حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی ورفعنا لك ذكرك کے تحت لکھتے ہیں۔

”لك اس لیے بڑھایا گیا کہ جس سے معلوم ہو کہ بلندی اور رتبہ آپ کی ملک کر دیا گیا کہ جس کو آپ بلند فرمائیں وہ بلند ہو جائے اور جس کو حضور علیہ السلام دھتکار دیں

اس کو دونوں جہان میں کہیں پناہ نہ ملے :

(شان حبیب الرحمن من آیات القرآن، ۲۸۰)

رفعتِ ذکر کی بعض صورتیں

اللہ تعالیٰ نے آیتِ مذکورہ میں یہ اعلان فرمادیا ہے کہ ہم نے اپنے محبوب کا ذکر محبوب کی خاطر بلند فرمادیا ہے۔ یہاں یہ ذکر کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے ذکر کی بلندی کے لیے کون سی صورتیں اختیار فرمائی ہیں۔ ہم ان میں بعض کا تذکرہ کریں گے۔

جب بھی اللہ کا ذکر ہوگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بھی ہوگا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا:

اتانہ جبریل فقال ان
رب ورب یقول کیف رفعت
ذکرک قال اللہ اعلم قال اذا
ذکرت ذکرت معی
(ابن کثیر، ۴: ۵۲۲)

میرے پاس جبریل امین آئے اور آکر
کہا کہ رب کریم آپ پر سلام فرماتے ہیں
اور پوچھتے ہیں کہ بتائیے میں نے آپ
کا ذکر کس طرح بلند کیا ہے؟ میں نے
کہا کہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے تو اللہ
نے فرمایا اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم
آپ کی رفعتِ ذکر یہ ہے کہ (جب بھی
میرا ذکر ہوگا۔ آپ کا بھی ہوگا۔

حضرت مجاہدؒ سے مروی روایت کے الفاظ یہ ہیں :

لا اذکس الا ذکرت معی
جب میرا ذکر کیا جائے گا تو اس کے
ساتھ لازماً تمہارا ذکر کیا جائے گا۔
(ایضاً)

اے محبوب! تیرے ذکر کے بغیر میرا ذکر ایمان نہیں بنتا

حضرت ابوالعباس احمد بن محمد بن عطاء البغدادی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سنے جو
رفتہ ذکر آپ کو عطا فرمائی ہے اس کا معنی یہ ہے :

جعلت تمام الایمان بذكری میرا ذکر ایمان تب قرار پائے گا جب
معلث - (الشفاء ۱: ۲۴) ساتھ تیرا ذکر بھی ہوگا۔

یعنی اگر کوئی شخص ساری زندگی اللہ اللہ کرتا رہے مگر وہ اس کے محبوب کا ذکر نہ
کرے تو اس کے ذکر کو رد کر دیا جائے گا۔ یہ ایمان نہیں بلکہ اسے منافقت قرار دیا
جائے گا۔

حضرت طاعلی قاری مذکورہ قول پر دلیل ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

لا یصح ولا یعتد بہ شرعاً کہ واقعہً جب تک کہ کوئی آدمی دونوں
مالہ یلفظ بکلمتیہ اقرار باتوں توحید باری اور رسالت محمدی کہ
حقیۃ وحدانیتہ تعالیٰ و حقیۃ نہ مانے اس کے ایمان کا اعتبار نہیں
رسالتہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا جاسکتا۔

(شرح الشفاء، ۱: ۲۶)

اے محبوب! تیرے ذکر کو میں اپنا ذکر قرار دیتا ہوں

حضرت ابن عطاء ہی سے ایک اور مقام پر منقول ہے
جعلتک ذکر امت ذکری میں نے تجھے سزا پانا ذکر قرار دے
فمن ذکرک ذکر فی دیا ہے پس جس نے تجھے یاد کر لیا اس
نے مجھے یاد کر لیا (الشفاء ۱: ۲۴)

حضرت ملا علی قاری رفعت ذکر پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں :
 لا یبعد ان یقال المراد برفع رفعت ذکر سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
 ذکرہ انہ جعل ذکرہ ذکرہ نے اپنے محبوب پاک کے ذکر کو اپنا
 کما جعل طاعته طاعته ۔ ذکر قرار دیا ہے جس طرح آپ کی اطاعت
 کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے ۔

یہ بات لکھنے کے بعد فرماتے ہیں :

ولا مقام فوق هذا فی المرتبہ اس سے بڑھ کر مرتبہ میں کوئی مقام
 لا شرح الشفا : ۱۰ : ۲۴ نہیں ہو سکتا ۔

جب اللہ تعالیٰ نے محبوب کریم کے ذکر کو اپنے ذکر کا عین قرار دیدیا ہے یعنی
 حضور کی نعت اور آپ پر درود و سلام اللہ ہی کا ذکر ہے تو واقعہً اس سے بڑھ کر اس
 کائنات میں کوئی مرتبہ و مقام نہیں ہو سکتا ۔

الشفاء کے محشی علامہ علی محمد البجاوی اس معنی کی تصریح کرتے ہیں :
 کان ذکرک عین ذکری آپ کا ذکر میرے ذکر کا عین ہے

کائنات کے ہر ذرے پر اسم محمد ﷺ لکھا ہے

آپ کے ذکر کی رفعتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق
 جنت، عرش و لوح، کرسی، قلم حتیٰ کہ ہر ذرے سے اپنے محبوب کا نام ثبت فرما دیا
 تاکہ لوگوں پر یہ واضح ہو جائے کہ جہاں تک میری ربوبیت کا دائرہ ہے وہاں تک اس
 رسول کی رسالت ہے۔ اگر میں رب العلمین ہوں تو اس کو میں نے رحمۃ للعالمین بنایا ہے۔
 اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ بے شک پیدا کرنے والا میں ہوں لیکن ان کا
 مالک میں نے اپنے محبوب کو بنا دیا ہے۔ کیونکہ مالک کے علاوہ کسی دوسرے کا نام

شے پر نہیں لکھا جاتا۔

یہاں ہم ان روایات کا تذکرہ کرتے ہیں جن میں بعض اہم مخلوقات کے بارے میں آیا ہے کہ ان پر آپ کا اسم گرامی ثبت ہے۔

اب تیرا نام بھی آئے گا میرے نام کے ساتھ

رفعت ذکر کی ایک اہم صورت یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے آپ کے نام کو اپنے مبارک نام کے ساتھ متصل فرمادیا۔ مثلاً کلمہ طیبہ میں جہاں توحید کا اعلان ختم ہوتا ہے وہاں سے رسالت کی بات شروع ہو جاتی ہے۔ درمیان میں واؤ عاطفہ کا ذکر بھی نہیں حالانکہ دو ذاتوں کا ذکر ہے۔ جس کا تقاضا عطف ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہیں کہ میرے اور میرے محبوب کے ناموں کے درمیان واؤ آجائے۔ یعنی ہم اگرچہ دو ہیں مگر ہم میں دوئی کا تصور نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اطاعت، اتباع، محبت وغیرہ میں جہاں اپنا ذکر کیا ہے وہاں اپنے محبوب کا ذکر بھی متصل کیا ہے۔ اس پر بیسیوں آیات قرآنی شاہد و عادل ہیں۔

سید قطب مصری وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

رفعناہ فی الملاء الاعلیٰ	ہم نے آپ کا ذکر ملاء اعلیٰ میں بلند کر دیا
ورفعناہ فی الارض	اسی طرح زمین میں اور اس تمام روئے
ورفعناہ فی ہذہ الوجود	کائنات میں بھی اور ہم نے آپ کے اسم
جمیعاً رفعناہ فجعلنا اسمک	گرامی کو اپنے ساتھ اس طرح پیوست
مقروناً باسم اللہ کلما	کر دیا ہے کہ جب بھی اللہ کا نام کوئی
تحرکت بہ الشفاہ	لے گا آپ کا بھی لے گا۔

وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ بِمَنْ رَفَعْتَ ذَكَرَكَ إِذَا نَظَرْتَهُ

اللہ تعالیٰ نے سورہ الضحیٰ میں حضور علیہ السلام کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ لوگوں کا یہ کہنا کہ محمدؐ کے رب نے اسے چھوڑ دیا ہے، غلط ہے کیونکہ میں تو بعد میں آنے والی ہر گھڑی میں آپ کے ذکر کو بلندی عطا کرنے والا ہوں۔

یہاں مفسرین کرام نے یہ معنی لکھا ہے کہ آخرت آپ کے حق میں دنیا سے بہتر ہوگی۔ وہاں انہوں نے اس کا یہ معنی بھی بیان کیا ہے کہ ہر آنے والا وقت آپ کی بلندی کا دور ہوگا۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ یہی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لِلْآخِرَةِ أَى الْمَحَالَةِ الْآخِرَةِ خَيْرٌ
لِلْأُولَىٰ نَهَايَةَ أَمْرِكَ
خَيْرٌ مِنْ بَدَايَةِ يَعْنِي
لَا تَزَالُ تَتَّصَعَدُ فِي الرَّفْعَةِ
أَيْ كِي هَرْدُوسِي كَهْرِي پَهْلِي سِي بَهْتَرِ
أَوْرَآپْ كَا بَعْدُ كَا مَعَالَمِ پَهْلے سِي كَهِيں
بَهْتَرِ يَعْنِي آپْ كے مَرَاتِبِ رَفْعِيہِ مِيں بَمِشْتِ
تَرْقِي ہوتی رھے گی۔

والکمال (المنہجی، ۱۰: ۲۸۴)

ہمیشہ سے امت مسلمہ میں وسیع پیمانے پر محافل میلاد و نعت کا انعقاد اور آپ کی آمد کی خوشی میں جشن، جلوس یہ سب اللہ تعالیٰ کے وعدے کا اظہار ہے۔ یہ سلسلہ روز بروز ترقی افزوں ہے۔

امام فخر الدین رازیؒ رفعت ذکر کی مختلف صورتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

املاء العالم من اتباعك
كلهم يثنون عليك ويصلون
عليك ويحفظون سنتك
یہ کائنات تیرے ایسے غلاموں سے
بھر جائے گی جو تمام کے تمام آپ کی
تعریف اور آپ کی بارگاہ اقدس میں

فالقراء يحفظون الفاظ
منشورك والمفسرون
يفسرون معاني فرقانك و
الوعاظ يبلغون وعظك
بل العلماء والسلاطين
يصلون الى خدمتك ويسلمون
من وراء الباب عليك
ويسحون وجوههم بتراب
روضتك ويرجون شفاعتك
فشرفك باقى اليوم
القيامة۔

درود و سلام عرض کرتے رہیں گے
اور آپ کی سنتِ مبارکہ کے محافظ
ہوں گے۔ قرآنِ آپ کے منشور کے
الفاظ کی حفاظت کریں گے۔ مفسرین
معانی قرآن واضح کریں گے۔ مبلغین
آپ کی تبلیغ کے امین ہوں گے۔ بلکہ
تمام علماء و سلاطین آپ کی بارگاہِ عالیہ
میں درود عرض کریں گے اور آپ کی
مبارک چوکھٹ پر کھڑے ہو کر سلام عرض
کریں گے۔ اور آپ کے روضہ مبارک
کی خاک کو آنکھوں کا سرمہ بنائیں گے۔

رتفیر کبیر، ۲۲ : ۶۵) اور آپ کی شفاعت کے امید دار ہوں
گے اسی طرح آپ کا شرف تا قیامت باقی

رہے گا۔

اسی رفعتِ ذکر کا مظاہرہ ساری کائنات نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، دیکھ
رہی ہے اور مستقبل میں اس سے کہیں بڑھ کر دیکھے گی۔

دلِ سب سے ذرا ہے مگر یوں کہوں
غنیچہ رازِ وحدت پر لاکھوں سلام

۷۶۔

وراء۔ بالاتر، غنیچہ۔ شگوفہ، رازِ وحدت۔ اللہ تعالیٰ کے اسرار و رموز کا سرکنز

یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب النور کی عظمت اور اس کے اسرار و رموز الہیہ کا مرکز ہونے کا بیان ہے۔

قلب النور

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب النور اللہ تعالیٰ کی خصوصی تجلیات و انوار اور علوم و معارف کا مرکز ہے۔ سب سے اعلیٰ وحی کے نزول کا محل اور مہبط و مرکز یہی قلب النور ہے۔ تمام کائنات کے دلوں سے بہتر، پاکیزہ، نرم و رقیق، وسیع و قوی اور تقویٰ و لطافت کا سرچشمہ آپ ہی کا قلب النور ہے۔ یہ دل صرف حالتِ بیداری میں نہیں بلکہ حالتِ نیند میں بھی بیدار رہتا ہے۔ تمام کائنات اسی کے انوار و کمالات سے فیضیاب ہو رہی ہے۔

محل راز

اللہ تعالیٰ نے دلوں کو اپنے راز و نیاز اور اخلاص کا محل بنایا ہے اور اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اپنے لیے منتخب فرماتا ہے۔ سب سے اولین دل جو اللہ کے خصوصی راز و دل کا محل و مرکز بناوہ حضور علیہ السلام کا قلب النور ہی تھا۔ امام قسطلانی رقمطراز ہیں:

اول قلب اودعیما الی قلب	سب سے پہلا دل جسے اللہ تعالیٰ
محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	نے اپنے راز کا مرکز بنایا وہ قلب
لانہما اول خلق۔	مصطفوی ہے۔ کیونکہ آپ کی
(المواہب مع زرقانی ۴: ۲۱۸)	تخلیق سب سے پہلے ہوئی۔

قلبِ نور اور وسعتِ علمی

آپ کا قلبِ نور اسرارِ الہیہ کا خزانہ ہونے کے ساتھ ساتھ علوم و معارف کا ایک بحرِ بے کنار ہے۔ اولین و آخرین کے علوم آپ کے سامنے ایک قطرہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتے۔ اور آپ کو عطا شدہ علوم کو سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔

۱۔ حافظ ابو بکر بن عائد حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ ہوئی تو جنت کے خازن رضوان نے حاضر ہو کر آپ کے کان میں یہ کلمات کہے:

الْبَشَرِ يَا مُحَمَّدَ مَا لَقِيَ بِنَبِيٍّ
عِلْمَ الْاَوْقَدِ اعْطِيَتْهُ فَا نْت
اَكْثَرَهُمْ عِلْمًا وَا شَجَعَهُمْ قَلْبًا۔
رسیدنا محمد رسول اللہ (۱۹۰)

اے اللہ کے حبیب آپ کو مبارک ہو جو
علوم اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو عطا نہیں
کیے وہ تمام آپ کو عطا فرمائے ہیں پس
آپ علوم کے لحاظ سے تمام انبیاء میں
زیادہ اور قلب کے لحاظ سے سب سے

زیادہ بہادر ہیں۔

دستِ قدرت کا فیض

حضرت عبدالرحمن بن عائش رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب کریم کو نہایت ہی خوبصورت اور من بھاتی صورت میں دیکھا تو رب کریم نے مجھ سے پوچھا اے محمد ملائکہ مقربین کس بات میں جھگڑ رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا مولیٰ آپ ہی بہتر جانتے ہیں اس کے بعد

فوضع كفه بين كفتي فوجدت
 بردها بين ثديي فعلمت ما في
 السموات وما في الارض وتلا
 وكذلك نرى ابراهيم ملكوت
 السموات والارض وليكون
 من الموقنين .

اللہ نے اپنا دست قدرت میرے
 دونوں شانوں کے درمیان رکھا تو
 میں نے اپنے سینے میں ٹھنڈک محسوس
 کی اس کے بعد میں نے ہر اس شے کو
 جان لیا جو آسمانوں اور زمین میں ہے
 اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت
 کی اور اس طرح ہم نے ابراہیم کو آسمانوں
 اور زمین کے تمام ملکوت دکھائے اور تاکہ
 وہ یقان والوں میں ہو جائیں ۔

دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں :

فتجلی لی کل شیء وعرفت .
 پس کائنات کی ہر شے مجھ پر روشن
 ہو گئی اور میں نے پہچان لیا ۔

روایت طبرانی کے الفاظ ملاحظہ ہوں :

فعلمنی کل شیء
 پس اللہ تعالیٰ نے مجھے ہر شے کا علم
 عطا فرمایا ۔

(سیدنا محمد رسول اللہ ، ۱۰۴)

حضرت ملا علی قاریؒ نے حافظ ابن حجر کے حوالے سے حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے
 کہا کہ اس سے تمام کائنات کا علم مراد ہے خواہ وہ آسمان کے اندر یا اوپر ہے یا زمین
 کے اوپر یا اس کے نیچے ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں
 اور زمینوں کے تمام ملک بطور مکاشفہ دکھائے اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ
 تعالیٰ نے غیب کے دروازے کھول دیے ۔

یہی وجہ ہے کہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداءً خلق سے لیکر انتہائے

خلق تک صحابہ کے سامنے بیان فرمایا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے درمیان خطبہ ارشاد فرمایا اس میں

فاخبرنا عن بدء الخلق
حتى اهل الجنة منازلهم
واهل النار منازلهم
حفظ ذلك من حفظه و
نسبه من نسبه۔ (البخاری، کتاب بدء الخلق)

آپ نے ہمیں ابتداءً خلق سے
لے کر جنتیوں کے مقامات اور
اہل دوزخ کے ٹھکانوں تک بتایا۔
بعض کو یاد رہا بعض نے بھلا دیا۔
حتیٰ کہ حضرت ابوذر غفاریؓ سے مروی ہے۔
لقد تركنا رسول الله صلى
الله عليه وسلم وما يحرك
طائر جناحيه الا ذكر لنا منه
علماً۔ (مسند احمد، طبرانی)

قلب النور کی آنکھیں اور کان

امام ابو نعیم نے یونس بن میسرہ سے نقل کیا ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا۔ میرے پاس ایک فرشتہ آیا جس کے ہاتھ میں سونے کی پلیٹ تھی۔ اس نے میرے سینے کو چاک کیا۔ اس میں سے کچھ نکال اور کچھ رکھ کر کہا۔
قلب وکعب یعنی ما وضع فیہ
عینان بصیرتان واذنان
تسمعان۔ (سبل اللہ، ۱۸۰:۲۱)

یہ ایسا قلب اقدس ہے اس میں جو
کچھ فیضان کیا جاتا ہے۔ یہ محفوظ
کر لیتا ہے۔ اس میں دیکھنے والی

دوا نہ لکھیں اور سننے والے دوکان ہیں

اسے جا نہیں ہے بولن دی

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ امام لغت حضرت اسمعیٰ سے ایک شخص نے پوچھا حضور علیہ السلام کے فرمان "انما لیغان علی قلبی (میرے دل پر بعض اوقات بوجھ آتا ہے) سے کیا مراد ہے تو انہوں نے فرمایا:

اگر از غیر قلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 غیبی اور پرسیدید میگفتم آنچه میدستم اما این
 جادم نتوانم زد کہ حقیقت آنرا حسد
 علام الغیوب کس نداند۔
 (مدارج النبوة، ۱: ۱۹)

اگر حضور کے علاوہ کسی کے قلب اور
 اس کے بوجھ کے بارے میں سوال ہوتا
 تو اس پر گفتگو کرتا مگر یہاں میں دم نہیں
 مار سکتا کیونکہ آپ کے قلب انور کے
 معاملہ کو سوائے اللہ کے کوئی نہیں

جان سکتا۔

۷۷ - کل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا
 اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

ملک - ملکیت، شکم - پیٹ، قناعت - تھوڑی چیز پر راضی ہونا۔
 آپ کی شان بالکیت، سادگی اور کفایت شعاری کا تذکرہ مہایت ہی احسن پیرائے
 میں کیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک دن رسالتاب

صلی اللہ علیہ وسلم اور جبریل امین مکہ معظمہ میں کوہ صفا پر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے جبریل قسم ہے اس ذات کی جس نے تجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے محمد کے گھر والے اس حال میں شام کرتے ہیں کہ ان کے پاس ایک مٹھی بھر آٹا اور ایک ہتھیلی بھر ستو بھی نہیں ہوتے۔ ابھی آپ نے گفتگو ختم نہیں فرمائی تھی کہ آسمان کی طرف سے ایک خوفناک قسم کی آواز آئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبریل کہیں قیامت کے قیام کا حکم تو نہیں۔ جبریل نے عرض کیا: یا رسول اللہ نہیں بلکہ اسرافیل کو آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے کا حکم ہوا ہے۔ چنانچہ وہ حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے جبریل کے ساتھ ابھی جو گفتگو کی ہے اللہ تعالیٰ نے اسے سنا ہے

فبعثنی الیہ بمفاتیح خزائن
الارض وامرنی ان اعرض
علیہ ان شدت ان اسیر
معدن جبال تھامہ زمردا
ویاقوتاً و ذہباً و فضة
فعلت فان شدت نبیاً ملکا
وان شدت نبیاً عبدا
فاؤما الیہ جبریل ان
تواضع۔ فقال بل نبیاً
عبداً ثلاثاً۔

(الانوار المحمدیہ، ۲۴۲ الطبرانی)

مجھے اللہ تعالیٰ نے زمین کے خزانوں کی چابیاں آپ کے حوالے کرنے کے لیے بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ میں آپ کی خدمت میں پیش کش کروں کہ اگر آپ چاہیں تو سرزمین عرک کے تمام پہاڑ زمر و یاقوت اور سونے کے بن کر آپ کے ساتھ چلیں، اگر آپ چاہیں تو آپ کو نبوت کے ساتھ تمام دنیا کی تاجداری عطا کر دوں یا آپ نبی عبد نبیاً پسند کرتے ہیں جبریل امین نے تواضع کی طرف اشارہ کیا تو آپ نے تین دفعہ فرمایا میں نبی عبد نبیاً پسند کرتا ہوں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لو شدت لسارت معی جبال - اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے
الذہب - (مشکوٰۃ المصابیح) کے پہاڑ چلیں۔

ایک روایت کے الفاظ ہیں :
فواللہ لو شدت لاجری اللہ
معی جبال الذہب و الفضة
(الترغیب، ۵ : ۱۶۲)

اللہ کی قسم اگر میں چاہوں تو اللہ تعالیٰ
میرے ساتھ سونے اور چاندی کے
پہاڑ کرے۔

جو کی روٹی غذا

آپ کے کھانے میں ہماری طرح تکلفات نہیں بلکہ جو چیز مل جاتی اسے بڑی ہی
ہی خوشی کے ساتھ استعمال میں لے آتے۔ اکثر آپ کے کھانے میں جو کی روٹی ہوتی
وہ بھی پیٹ بھر کر نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کے بارے
میں بیان کرتے ہیں:

کان اکثرہم خبزہم خبز
الشعیر - (الترمذی، کتاب الزہد)

آپ کے گھر والوں کا کھانا اکثر جو کی
روٹی ہوا کرتا تھا۔

شکم کی فنا عت

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ بنی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم نے تمام حیات مبارکہ کبھی بھی مسلسل دو دن جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔
کھانا جو کھانا جو کی روٹی ان چھینا آٹا روٹی موٹی
وہ بھی شکم بھر روز نہ کھانا صلی اللہ علیہ وسلم
میں آپ کے فاقہ کی حالت دیکھ کر رو پڑتی اور اپنا ہاتھ مبارک پیٹ پر

پھیر کر کہتی کہ یہ فاتحے کی وجہ سے کتنا دب گیا ہے۔

ایک دن میں نے یہ کیفیت دیکھ کر عرض کیا:

نفسی لك الفداء تبلغت میں قربان جاؤں آقا اس دنیا میں سے

من الدنيا بما يقوتك آتا تو قبول فرما لیجئے جو جسمانی قوت

کے قائم رکھنے کے لیے ضروری ہے۔

اس پر آپ نے فرمایا:

يا عائشة مالي وللدنيا اخواني عائشہ مجھے دنیا سے کیا کام، میرے

من اولي العزم من مرسل صبروا بھائی اولوالعزم رسول تو اس سے سخت

على ما هو اشد من هذا حالت پر صبر کیا کرتے تھے۔

(الشفاء ۱۰ : ۱۸۴)

مالک دین و دنیا ہو کر، دونوں جہاں کے داتا ہو کر

فاتحے سے ہیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

جو کہ عزمِ شفاعت پہ چرخِ کربندی

اس کمر کی حمایت پہ لاکھوں سلام

-۷۸-

عزمِ پختہ ارادہ - شفاعت، گناہ گاروں کی سفارش -

پختلے شعر میں آپ کے شکمِ نور کا ذکر تھا۔ اب آپ کی مبارک کمر کا بیان ہے۔

آپ کی کمرِ نور نہایت ہی حسن و جمال کا مرقع، اعتدال کے ساتھ باریک اور چاندی کی

طرح سفید تھی۔ "کھنچ کر بندھی" سے مراد کسی کام کا عزم مصمم ہوتا ہے کیونکہ عام دستور ہے

جب انسان کسی معاملہ میں انتھک کوشش کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اپنی کمر باندھ لیتا ہے۔

جس طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اپنے آقا کی عبادت کے بارے میں ہیں کہ جب یہ آخری عشرہ آجاتا تو

احیا اللیل و ایقظ اہلہ آپ تمام رات شب بیداری فرماتے
و شد المٹرز گھر والوں کو بیدار رکھتے اور اپنا تہ بند
رہکذا اصام رسول اللہ (۱۲۹)

عزم شفاعت پہ کھینچ کر بندھی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی شفاعت کا جو بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ یہ اس کی طرف اشارہ ہے۔ آپ نے فرمایا میرا اگر ایک امتی بھی دوزخ میں ہوا تو میں راضی نہ ہوں گا۔ باقی عزم شفاعت پر کھینچ کر کسی طرح بندھی اس پر بعض احادیث کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ یہاں ہم اس حدیث کا آخری حصہ بیان کر رہے ہیں جس کا ابتدائی حصہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے شروع کے تحت گذر چکا ہے۔

فرمایا: میں سجدہ سے سر اٹھا کر عرض کروں گا "یا رب امتی امتی" حکم ہوگا آپ جائیں اور ہر اس شخص کو دوزخ سے نکال لیں جس کے دل میں ایک جو کے برابر ایمان ہے۔ میں ایسے لوگوں کو نکال کر پھر بارگاہِ خداوندی میں دوبارہ سجدہ ریز ہو جاؤں گا پھر آواز آئے گی اے محمد سر اٹھاؤ

قل یرسم لک و سل تعط
داشفع تشفع۔

کہو سنا جائے گا، مانگو عطا کیا جائے گا، شفاعت کرو قبول کی جائے گی۔ حکم ہوگا جاؤ ہر اس شخص کو دوزخ سے نکال لو جس کے دل میں رائی کے برابر ایمان ہے۔ میں نکال کر واپس آؤں گا پھر سہ بارہ سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جب سب سر اٹھاؤ کہو سنا جائے گا۔ میں عرض کروں گا "یا رب امتی امتی"

حکم ہوگا جاؤ ہر اس شخص کو دوزخ سے نکال لو جس کے دل میں رائی سے کم اور کم از کم ایمان ہے۔ میں جا کر ایسے لوگوں کو دوزخ سے نکال لوں گا۔

وہ وفد وہاں سے فارغ ہو کر حضرت حسن بصری کے پاس گیا اور حدیث شفاعت کے بارے میں بیان کیا تو انہوں نے فرمایا حضرت انس نے بیس سال پہلے مجھے یہ حدیث سنائی تھی اور اس میں یہ اضافہ بھی تھا شاید وہ بھول گئے یا اس لیے بیان نہیں کیا تاکہ تم عمل چھوڑ نہ دو۔ وفد نے انہیں بقیہ حصہ سنانے کو کہا تو انہوں نے بتایا کہ سرور عالم نے فرمایا میں چوتھی دفعہ پھر سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے محمد سر اٹھاؤ کہہو سنا جائے گا مانگو عطا کیا جائے گا شفاعت کرو قبول کی جائے گی اس پر میں عرض کروں گا

یا سب ائذنی لی فمن قال
لا الہ الا اللہ
رب کریم ارشاد فرمائے گا:

و عزت و جلال و
کبریائی و عظمتی
لا اخرجن منها من قال لا الہ
الا اللہ۔
مجھے میری عزت، جلال، کبرائی اور
عظمت کی قسم میں ہر اس شخص کو آگ
سے نکال دوں گا جو پڑھنے والا ہے
لا الہ الا اللہ محمد رسول
اللہ۔

(البخاری، باب کلام الرب)

۷۹۔ نبیاء تہ کریں زانواں کے حضور

زانوؤں کی وجاہت یہ لاکھوں سلام

تہ کرنا، استفادہ کرنا۔ حضور، بارگاہ۔ وجاہت، مقام و مرتبہ۔

اس شعر میں آپ کے مبارک گھٹنوں اور زانوؤں کے مقام و عظمت کا اظہار ہے۔
انبیاءِ متہ کریں زانو ان کے حضور

سلام کے ابتدائی اشعار کی تشریح میں گذر چکا ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے سربراہ اور تاجدار ہیں۔ یہاں صرف اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ جس طرح باقی تمام مخلوق سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے استفادہ کر رہی ہے اسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام بھی آپ کی بارگاہ سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے:
او تبت علم الاولین والآخرین مجھے اللہ تعالیٰ نے اولین و آخرین کے علوم کا جامع بنایا ہے۔

اس ارشادِ نبوی سے استدلال کرتے ہوئے شیخ محی الدین ابن عربی لکھتے ہیں:

لیس لاحد من الخلق علم	مخلوق خدا کو دنیا و آخرت میں
ینالہ فی الدنیا و الاخرۃ الا	علم سے جو حصہ ملا ہے وہ حضور
دھو من باطنیۃ محمد صلی	صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی فیض ہے۔
اللہ علیہ وسلم سواء الانبیاء	خواہ وہ اس دنیا میں تشریف لائے
والعلماء المتقدمون علی	والے سابقہ انبیاء و علماء یا آئندہ
زمن بعثتہ والمتاخرون	آنے والے علماء ہیں۔

عنها (حجۃ اللہ علی العالمین، ۴۵)

معلم و مرتبی اول

اس کائنات ہست و بود میں سب سے پہلے معلم، استاد اور مرتبی آپ ہی کی ذات ہے۔ قرآن و سنت کی متعدد نصوص و تصریحات اس پر شاہدِ عادل ہیں۔

سورہ احزاب میں میثاق انبیاء کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا :
 وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَ مِنْ نُوْحٍ وَإِبْرَاهِيْمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ ابْنِ مَرْيَمَ وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا لِّيُثَلِّ الصُّدِيقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ وَأَعَدَّ لِلْكَافِرِيْنَ عَذَابًا أَلِيْمًا

اور اے حبیب یاد کیجئے جب ہم نے انبیاء سے عہد لیا تم سے اور نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے اور ہم نے ان سے سخت عہد لیا تاکہ سچوں سے ان کے سچ کا سوال کرے اور اس نے کافروں کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

(الاحزاب، ۷۱-۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں پیدائش میں تمام انبیاء سے مقدم ہوں اور مبعوث ہونے میں، آخری ہوں۔

فبداء بہ قبلہم
 اسی لیے میثاق میں آپ کا ذکر تمام انبیاء سے پہلے ہوا۔

اس کی تفصیل قاری محمد طیب دیوبندی کی زبانی سنئے !
 ”چنانچہ عہد الست میں کہ ساری نوع بشری سے سوال کیا گیا کہ اَلست بربکم کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو سب ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے سب سے پہلے جس نے بلی کہہ کر اقرارِ ربوبیت کیا وہ آنحضرت خاتم النبیین ہی کی ذات بابرکات تھی جن کی صدائے خقی سن کر سب نے بلی کی آوازیں لگائیں کہ کیوں نہیں بے شک آپ ہمارے رب ہیں جس سے واضح ہے کہ آغازِ بشریت کے وقت حضور ہی عالمِ بشریت کے معلمِ اول اور اس کی معرفت

ربوبیت کے مربی تھے۔ بالفاظِ دیگر آپ ہی کی عملی رہنمائی سے سارے اولین
 و آخرین کی ایما پر استعدادیں کھل سکیں اور بروئے کار آگئیں جن میں نبیاً
 علیہم السلام بھی شامل ہیں۔ پس یہ آپ کی پہلی تربیت اور بہ عنوان مختصر آپ
 کی شانِ قیادت و سیادت ہے جو تعلیم و تربیت کے دائرے میں کھلی اور
 آپ کی شانِ خاتمیت کا پہلا ظہور ہوا۔ ورنہ اگر محض نبوت کا اثر ہوتا تو سارے
 انبیاء اک دم بلی کے کلمہ سے بول اٹھتے اور آپ کے کلمہ کا انتظار نہ کرتے۔
 لیکن سب کا سکوت اور آپ کا نطق آپ کے معلمِ اول اور مربیِ اول کی
 کھلی دلیل ہے جو محض نبوت کا اثر نہیں بلکہ ختم نبوت کا اثر ہے۔ یہ اثر پھر عہد
 الست تک ہی محدود نہیں بلکہ عالم دنیا پھر عالم برزخ پھر عالم حشر و نشر اور
 پھر عالم جنت تک خاتمیت کی یہ شان مختلف پیرایوں میں نمایاں کی جاتی رہی
 تاکہ تمام انبیاء علیہم السلام پر آپ کی فضیلت و سیادت کھل کھل کر انبیاء و
 امم کے سامنے آتی رہے۔ (آفتاب نبوت، ۸۳)

ساقِ اصل و شامِ نخلِ کرم

شمعِ راہِ اصابتِ پہ لاکھوں سلام

ساق - پنڈلی، اصل - جڑ، نخل - کھجور کا درخت، شمع - چراغ، راہِ اصابت -
 منزل تک پہنچانے والا راستہ۔

جو احادیث میں آئے ہیں۔ حدیث کے الفاظ "کانھا جمارۃ نخل" کا ترجمہ
 اعلیٰ حضرت نے "شاخِ نخلِ کرم" کیا ہی خوب کیا ہے۔

مبارک پنڈلیاں

آپ کی پنڈلیاں پُر گوشت نہ تھیں بلکہ نرم، باریک، نہایت ہی چمکدار اور خوبصورت تھیں۔ جن جن صحابہ نے مبارک پنڈلیاں دیکھیں وہ جب بھی تذکرہ کرتے تو انہیں ان کی چمک دمک یاد آجاتی اور وہ پکاراٹھتے کہ میں آج بھی اس چمک کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔

پنڈلیاں باریک تھیں

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی مبارک پنڈلیوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

کان فی ساقی رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم حموشة۔

آپ کی مبارک دونوں پنڈلیاں ضخیم
نہیں بلکہ موزونیت کے ساتھ تھیں۔

(الترمذی، کتاب المناقب)

حافظ ابن کثیر حموشة کا معنی کرتے ہیں:

لہو یكونا ضخمین۔
آپ کی پنڈلیاں ضخیم نہ تھیں۔

کھجور کے تازہ خوشے کی طرح

حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ہجرت کی راستہ
جب حضورؐ کا بیچھا کرتے ہوئے آپ کے قریب پہنچا تو میں نے دیکھا کہ آپ اونٹنی
پر سوار ہیں۔ آپ کی مبارک پنڈلی سے کپڑا ہٹا تو میں نے پنڈلی کی زیارت کی۔ یوں
محسوس ہوا جیسے کھجور کا تازہ خوشہ ابھی اپنے پرے اور شکوے سے باہر آیا ہے۔

روایت کے الفاظ ملاحظہ ہوں :

ایت رسول اللہ فلما دوت
من رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم وهو علی ناقہ جعلت
الظلالی ساقہ کاہنا جمارۃ
نخل۔ (شمائل رسول، ۱۲)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
قریب سے دیکھا۔ آپ اونٹنی پر سوار تھے۔
آپ کی پنڈلیاں یوں معلوم ہو
رہی تھیں جیسے کھجور کا خوشہ اپنے پرے
سے باہر نکل آیا ہے۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ تشبیہ خوشہ کے ساتھ سفیدی اور چمک

میں ہے۔

ساقِ اصلِ قدمِ شاخِ نخلِ کرم
شمعِ راہِ اصابتِ پہ لاکھوں سلام

پنڈلیوں کی چمک دمک

حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ابلیح کے مقام پر دوپہر
کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ خیمہ میں تشریف
فرماتے تھے۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے خیمہ سے نکل کر اذان دی۔ پھر دوبارہ خیمہ میں
جا کر واپس آئے تو ان کے ہاتھ میں آپ کے وضو سے بچا ہوا پانی تھا۔

فوقف الناس علیہ یاخذون اطلاق ہوتے ہی غلام آگئے اور ان

سے برکت کیلئے پانی لینا شروع کر دیا۔

اس کے بعد حضرت بلال دوبارہ خیمے میں گئے اور باہر آئے تو ان کے ہاتھوں

میں نیرہ تھا۔ ان کے پیچھے پیچھے آقاؐ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم بھی نماز کیلئے باہر تشریف

لائے اور موقع پر مجھے آپؐ کی مبارک پنڈلیوں کی زیارت کا شرف ملا اور ان کا حسن

جمال آج بھی میرے دماغ میں راسخ ہے۔
 کافی النظر الی و بیض ساقیہ
 میں آج بھی ان مبارک پنڈلیوں
 کی چمک کا مشاہدہ کر رہا ہوں
 (البنجاری، کتاب المناقب)

کھائی قُراں نے خاکِ گزر کی قسم
 اس کفِ پاکی حرمتِ پہ لاکھوں سلام

- ۸۱

کھائی۔ اٹھائی، خاکِ گزر۔ گزرگاہ، کف۔ تلوے، پا۔ پاؤں، حرمت۔

عظمت و عزت۔

سابقہ شعر میں پنڈلی کا ذکر تھا۔ اب آپ کے قدیم شریفین اور ان کی عظمت

و مقام کا بیان ہے۔

قدم مبارک

حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دونوں پاؤں مبارک نرم، پر گوشت
 تھے، ان کے تلوے تر سے گہرے تھے۔ ان کی انگلیاں تناسب کے ساتھ لمبی تھیں۔
 قدم اس طرح ہوا کہ پانی ان سے فی الفور ڈھل جاتا۔ خوبصورتی میں اپنی
 مثال آپ تھے۔

پر گوشت تھے

حضرت ہند بن ابی مالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔
 کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں پاؤں مقدس

تعالیٰ علیہ وسلم شتن القدین پر گوشت تھے۔
(شمالی ترمذی، باب ماجاء فی خلق رسول اللہ)

مرقح حسن بمیثال

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قدین کی خوبصورتی بیان کرتے ہیں:
کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احسن البشر قدماً مبارکہ تمام انسانوں سے خوبصورت تھے
(شمالی ترمذی، باب ماجاء فی خلق رسول اللہ)

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کے مبارک قدم پر گوشت
اور تناسب کے ساتھ بھاری تھے۔

لہذا بعدہ شبہاً بہ۔
میں نے اتنے خوبصورت پاؤں آپ کے بعد کسی کے نہیں دیکھے۔
(دلائل النبوة للبیہقی، ۱: ۲۴۲)

قرآن اور خاکِ پاکی قسم

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کے ہاں جو مقام و مرتبہ ہے اس کا اندازہ
اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں اپنے پیارے حبیب کے زمانے
گفتگو، چہرہ، زلف اور زندگی کی قسم کھائی ہے وہاں اس نے آپ کی خاکِ گذر کی
بھی قسم کھائی ہے۔ ارشاد رب العزت ہے:

لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ وَأَنْتَ
میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں جس میں
حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ
آپ رونق افروز ہیں۔

کسی شہر کی قسم کھانے سے خاکِ پاہی مراد ہوتی ہے۔ کیونکہ شہر سے مراد وہی سرزمین ہے

جو اس شخصیت کے قدموں سے مس کر رہی ہوتی ہے۔
اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو قول منقول ہے وہ نہایت ہی قابلِ توجہ ہے اور اہل ایمان و محبت کے دل کی ٹھنڈک ہے۔ آپ اپنے پیارے آقا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرتے ہیں :-

بابی انت وامی یا رسول اللہ
قد بلغت من الفضیلۃ عندہ
ان اقسام بتراب قدمیک
فقال لا اقسام بهذا البلد
یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر
نداموں اللہ تعالیٰ کے ماں باپ کا
کتنا عظیم مرتبہ ہے کہ اس نے آپ کے
قدموں کی خاک کی قسم اٹھاتے ہوئے
فرمایا: لا اقسام بهذا البلد۔

المواہب اللدنیہ میں روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ آپ نے عرض کیا میرے آقا
آپ پر میرے ماں باپ قدام ہوا۔

لقد بلغت من فضیلتک عند
اللہ ان اقسام بحیاتک دون
سائر الانبیاء ولقد بلغت من
فضیلتک عندہ ان اقسام
بتراب قدمیک فقال لا اقسام
بهذا البلد۔

فرمایا :
لا اقسام بهذا البلد

(المواہب اللدنیہ للقسطلانی)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی پہلے یہ بیان کر کے کہ اس آیت میں آپ کے
خاک پاکی قسم اٹھائی گئی ہے لکھتے ہیں کہ بظاہر یہ معالہ نہایت ہی سخت و عجیب ہے کہ اللہ رب

العزت آپ کی خاک پاکی قسم اٹھائے لیکن اگر غور و فکر کیا جائے تو معاملہ بڑا واضح ہے۔
 و تحقیق این سخن آنست کہ سوگند
 خوردن حضرت رب العزت جل جلالہ
 پیچھے کہ غیر ذات و صفات بود
 برائے اظہار شرف و فضیلت و
 تمیز آن چیز است نزد مردم و نسبت
 بایشان تا بدانند کہ آن امر عظیم
 و شریف است نہ آنکہ اعظم است
 بوی تعالیٰ۔ (مدارج النبوة: ۱۰: ۶۵)

اس بات کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ
 تعالیٰ کا اپنی ذات و صفات کے علاوہ
 کسی بات کی قسم کھانا اس لیے نہیں
 ہوتا کہ وہ شی اللہ تعالیٰ سے بڑی ہے
 بلکہ حکمت یہ ہوتی ہے کہ اس شی کی
 فضیلت و عظمت کو واضح کیا جائے۔
 تاکہ لوگوں کو علم ہو کہ اس شی کی اللہ
 تعالیٰ کے ہاں بڑی قدر و منزلت ہے۔

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند

اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

سہانی خوبصورت ، طیبہ شہر مدینہ کا نام ، دل افروز۔ دل زندہ کرنیوالی
 ساعت۔ وقت، گھڑی

اس شعر میں اس ساعت مبارکہ کا ذکر ہے جس میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیا
 میں تشریف آوری ہوئی۔

طیبہ شہر مدینہ کا نام ہے

شہر مدینہ کے مبارک ناموں میں سے ایک نام طیبہ (پاکیزہ) ہے۔ سابقہ نام اگرچہ یشرب

تھا مگر حضور علیہ السلام کے ہجرت کرتے ہی اللہ تعالیٰ نے اس کا نام تبدیل فرمادیا۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ تعالیٰ سمي المدينة
اللہ تعالیٰ نے مدینہ کا نام طابہ
رکھا ہے۔

طابہ اور "طیبہ" کا ایک ہی معنی ہے۔

یشرب کہتا منع ہے

اس کے بعد اسے یشرب کہنے سے منع کر دیا گیا۔ مسند احمد میں حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

من سٹی المدينة بیثرب
فلیستغفر اللہ ہی طابہ

جس کسی نے مدینے کو یشرب کے نام سے پکارا اسے چاہیے کہ وہ اللہ سے معافی مانگے کیونکہ یہ تو طابہ ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

من قال یشرب فکفارته
ان یقول المدينة عشر

جس کسی نے مدینے کو یشرب کے نام سے پکارا اس کے لئے کفارہ یہ ہے کہ مدینہ دس مرتبہ کہے۔

(الذخائر المحمّدیہ، ۹۳)

طیبہ کہنے کی وجہ

امام نور الدین سمہودی مدینہ پاک کے نام طیبہ کی وجہ تسمیہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اما جن الطیب لطیب یہ لفظ طیب (خوشبو) سے مشتق

امورہا کلہا وطیب رائحتھا
 وجود ریح الطیب بہا۔
 ہے اس شہر کے تمام ذرات اور اسکی
 آب دہوا میں مہک کیوجہ سے اس کا
 نام طیبہ رکھ دیا گیا ہے۔

۸۔ امام محمد بن یوسف الصالحی بیان کرتے ہیں۔

ان من اقام بہا یجد من
 تربہا وحیطانہا رائحتھا
 طیبتا لا تکاد توجد فی
 غیرہا۔
 مدینہ میں اقامت پذیر لوگ مدینہ کی
 مبارک خاک اور دیواروں سے
 ایسی مہک محسوس کرتے ہیں جو کسی اور
 خوشبو میں نہیں ہو سکتی۔

ابتک مہک ہے ہیں مدینہ کے راستے

آپ جن راستوں سے گزر جاتے وہ آپ کے جسم اطہر کی خوشبو سے مہک لٹھتے
 تھے۔ آج چودہ سو سال گزر جانے کے باوجود مدینہ طیبہ کی ہرزین اور آب دہوا اسی
 راحت جان خوشبو سے معطر ہے اور اب بھی مدینہ منورہ کے سبزہ زار اور درو دیوار سے
 ایسی دلاؤینہ مہک اٹھتی محسوس ہوتی ہے جو عاشقان رسول کے مشام دل و جاں کے لیے
 کیف و سرور کا سامان ہے۔

۱۔ علامہ یاقوت حموی لکھتے ہیں:

ومن خصائص المدینۃ انہا
 طیبۃ الریح وللعطر فیہا فضل
 رائحة لا توجد فی غیرہا۔
 مدینہ پاک کی خصوصیات میں سے ایک
 یہ ہے کہ اسکی آب دہوا خوشبودار ہے اور
 وہاں کے عطر میں ایسی مہک ہوتی ہے جو
 اس کے علاوہ کہیں اور نہیں۔

۲۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں:

بدانکہ ہمنوز از درو یوارِ مدینہ طیبہ ارواح
 فایحست کہ مجبان بشامہ محبت آنزای
 دریا بند و شاید کہ استشمام شممہ ازین شامہ
 ذوق بعضی اند جو یائے مشتاق نیز
 اب بھی مدینہ کے درو یوار خوشبوؤں
 سے رچے بسے ہوئے ہیں اور اہل محبت
 اپنے شامہ محبت کے ذریعے ان سے
 لطف اندوز ہوتے ہیں۔

رسیدہ باشد۔

کوچے کوچے میں، مہکتی ہے یہاں بوئے قمیص
 یوسفستان ہے ہر ایک گوشہ کنعانِ عرب
 "طیبہ کا چاند سے مرد سرورِ عالم کی ذات ہے۔ اس کی تفصیل شعرِ یاد کے تحت گزر
 چکی ہے کہ صحابہ اکثر طور پر آپ کے چہرہ اقدس کو چاند سے تشبیہ دیا کرتے تھے۔
 ولادت کی گھڑی

آپ ۱۲ ربیع الاول بروز پیر بوقت طلوع فجر، پاکستانی وقت کے مطابق چار بج کر بیس
 منٹ پر اس دنیا میں جلوہ افروز ہوئے۔ شمسی حساب سے ۲۱ اپریل اور سی حساب سے یکم صیٹھ
 کی سہانی اور مبارک صبح تھی۔ اس دن جیسی صبح نہ کبھی پہلے ہوئی اور نہ قیامت تک ہوگی کیونکہ یہی
 وہ گھڑی ہے جس کے سدا سے تمام کائنات کو نور اور روشنی نصیب ہوئی اور ابتداءے آفرینش
 سے ہر کوئی اس مقدس گھڑی کے انتظار میں تھا۔

وقتِ ولادت عجائبات کا ظہور

آپ کی ولادت مبارکہ کے موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم قدرتوں کا اظہار فرمایا تاکہ لوگوں
 کو سید الانبیار کی تشریف آوری کا علم ہو۔ ان میں سے چند کا تذکرہ کیا جاتا ہے:
 آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جب ہادی
 نور ہی نور: کو نین کی میرے ہاں تشریف آوری ہوئی

خروج معاً نوراً اضاراً
 مابین المشرق الی المغرب و
 اضاء لی به تصور الشام -
 (طبقات ابن سعد ۱۰ : ۱۰۲)

تو مشرق تا مغرب نور پھیل گیا اس
 کی غیبی پاشیوں سے ہر زمین شام کے
 محلات میری نظروں کے سامنے روشن
 اور واضح ہو گئے۔

خالق کائنات نے اپنے حبیب کی آمد پر جہاں مشرق و مغرب میں
 ستاروں کے چراغاں : نور ہی نور برسیا وہاں آپ کی جائے ولادت پر ستاروں سے
 چراغاں فرمایا۔

حضرت عثمان ابن ابی العاص کی والدہ حضرت فاطمہ بنت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان
 کرتی ہیں کہ میں ولادت کے وقت آپ کے گھر تھی۔
 میں نے دیکھا تمام گھر نور سے معمور ہو گیا
 اور ستارے زمین کے اتنے قریب آ گئے
 کہ میں محسوس کرنے لگی کہ میں مجھ پر گرے
 (سیرت حبیبہ ۱۰ : ۹۴) پڑیں۔

پرچم لہرانے لگے : آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں آپ کی ولادت کے وقت اللہ تعالیٰ
 نے میری آنکھوں کے سامنے سے حجابات اٹھا دیئے۔ میں نے

تمام روئے زمین کو مشرق تا مغرب دیکھا نیز
 و رأیت ثلاثہ اعلام مصرو بات
 علماً بالمشرق و علماً بالمغرب
 و علماً علی ظہر الکعبہ -
 میں نے تین جھنڈے دیکھے۔ ان میں
 سے ایک مشرق، دوسرا مغرب اور تیسرا
 خانہ کعبہ کی چھت پر گاڑا گیا تھا۔

(الانوار المحمدیہ ۲۳)

دل فرور ساعت

اس وقت کی برکات و عظمت کی طرف اشارہ ہے کہ یہی وہ گھڑی ہے جس کی برکات سے مردوں کو دوبارہ زندہ ہو گئے۔ محدثین و مفسرین نے تصریح کی ہے کہ وہ رات جس کے ایک حصہ میں آپ کی تشریف آوری ہوئی وہ لیلة القدر سے افضل ہے۔ اس کی متعدد وجوہ بیان کی گئیں، ان میں سے تین درج ذیل ہیں :

- ۱۔ لیلة المیلاد میں آپ کی تشریف آوری ہوئی اور لیلة القدر آپ کو عطا کی گئی ہے۔ جس رات کے وسیلے سے یہ عطا ہوئی وہ رات اس سے افضل ہوگی۔
- ۲۔ لیلة القدر کو اس لیے فضیلت ہے کہ اس میں خصوصی ملائکہ کا زمین پر نزول ہوتا ہے اور جس رات میں حضور رحمۃ اللعالمین کی تشریف آوری ہوئی وہ لیلة القدر سے کیونکر افضل نہ ہوگی کیونکہ آپ کی تشریف آوری سب سے بڑھ کر رحمت ہے۔
- ۳۔ لیلة القدر کی فضیلت صرف امت محمدیہ کو نصیب ہوئی مگر آپ کے وجود مسعود کی فضیلت موجودات کی ہر شے کو نصیب ہوئی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ اللعالمین بنا کر مبعوث فرمایا۔

(ذخائر المحجریہ ، ۲۶)

یہی وجہ ہے کہ امت مسلمہ اس دن کو بطور عید مناتی ہے۔

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ علماء امت کی یہ رائے ہے کہ جمعہ کی رات لیلة القدر سے افضل ہے اور اس کی حکمت یہ بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اس رات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ اطہر سیدہ کائنات حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا کے رحم میں منتقل ہوا تھا۔ امام احمد بن حنبل ارشاد فرماتے ہیں۔

ان لیلة الجمعة افضل من جمعہ کی رات لیلة القدر سے افضل ہے کیونکہ اسی میں ذات اقدس کا

حل النور الباهر الشريف نور اپنی والدہ سیدہ آمنہ کے بطن طہر
فی بطن المکرمۃ آمنہ - میں جلوہ افروز ہوا۔

(مولد خیر خلق اللہ: ۱۵۸)

جس رات آپ کا نور رحم مادر میں منتقل ہوا جب وہ لیلۃ القدر سے افضل ہے
تو آپ کی ولادت کی رات اس سے بطریق اولیٰ افضل ہوگی۔

یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ جمعہ کے دن کی وجہ فضیلت احادیث میں یہ بیان
ہوئی ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو جس دن حضرت
آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی وہ دن سیدالایام دونوں کا سردار بن گیا تو جس رات
سیدالانبیاء کی ولادت ہوئی وہ تمام راتوں کی سرداریوں نہ ہوگی۔

اسی بات کو امام اہل محبت نے ان الفاظ میں بیان کیا:

دوشنبہ مصطفیٰ کا جمعہ آدم سے بہتر ہے
سکھانا کی لحاظ حیثیت خوئے تامل کو

پہلے سجدہ پہ روزِ ازل سے درود

- ۸۳

یادگاری اُمت پہ لاکھوں سلام

روزِ ازل - وہ وقت جسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے یادگاری - یاد رکھنا
اس شعر میں ولادت کے وقت آپ کا سجدہ کرنا اور امت کی غم خواری کا ذکر ہے۔

وقتِ ولادتِ سجدہ

آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب آپ کی ولادت مبارکہ ہوئی

تو آپ اسی وقت سجدہ ریز ہو گئے اور اپنی انگشت شہادت اٹھا کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا شکر ادا کرنے لگے۔

فوضعت محمدًا فنظرت
الیہ فاذا هو ساجد قد
رفع اصبغہ الی السماء
کالمتضارح المبتهل۔
جب حضور کی میرے ہاں ولادت ہوئی
تو میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ سجدہ
کی حالت میں تھے۔ دونوں شہادت
کی انگلیاں آسمان کی طرف اٹھی ہوئی تھیں
اور آپ پر تضرع و انکساری کی حالت طاری
تھی۔ (الوار المحمدیہ ۲۲۰)

بعض روایات میں حالت سجدہ میں امت کے لیے بخشش کی دعا بھی منقول ہے۔

یادگاری امت

آب امت کے معاملے میں ہمیشہ منموم و فکر مند رہتے ہر موقعہ پر اللہ تعالیٰ کے حضور اس کی بخشش و مغفرت کے لیے دعا کرتے۔

اے اللہ میری امت میری امت

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آقائے
دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیات کی تلاوت کی جن میں حضرت ابراہیم اور
حضرت عیسیٰ علیہما السلام نے رب کریم کی بارگاہ میں عرض کیا تھا حضرت ابراہیم کی
کی دعا ہے:

فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي
وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ كَافِرٌ بَدِيعٌ
پس جس نے میری اتباع کی وہ میرا
ہے اور جس نے میری نافرمانی کی

تَّحِيْمٌ - بیشک تو بخشش فرمایو والا اور رحم فرمایو والا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا ہے :
 اِنْ تَعَذَّبْتُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ
 وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ
 الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ -
 اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بند
 ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو یقیناً
 غالب حکمت والا ہے۔

ان دو دعاؤں کے بعد رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کیفیت تھی۔
 فرفع عليه السلام يديها و
 قال اللهم امتي امتي وبكى -
 آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا دیے اور
 عرض کرنے لگے اے اللہ میری امت
 میری امت۔ اور رو پڑے۔

اس پر رحمتِ باری جوش میں آگئی اور جبرئیل سے فرمایا:
 "میرے محبوب کے پاس جا اور ان سے پوچھ کہ وہ کیوں رو رہے ہیں۔"
 اس اثناء میں جبرئیل امین علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:
 یا رسول اللہ آپ کیوں پریشان ہیں؟ آپ نے فرمایا: مجھے امت کے بارے میں
 غم ہے۔ اس پر رب کریم نے جبرئیل امین سے فرمایا:

يا جبريل اذهب الى محمد
 فقل له انا سترضيك
 في امتك ولا تسوءك
 اے جبرئیل آپ کے پاس جاؤ اور
 جا کر یہ خوش خبری سناؤ۔ اے محبوب
 ہم آپ کی امت کے بارے میں آپ
 کو خوش کریں گے پریشان نہیں کریں گے۔

زَنَعِ شَادَابٍ وَبِرْضِ زَنَعِ بِرْشِيرِ -۸۴

برکاتِ رضاعتِ پہ لاکھوں سلام

بھائیوں کے لیے ترکِ پستان کریں -۸۵

دودھ پیتوں کی نصفت پہ لاکھوں سلام

زَنَعِ - کھیت شاداب - ہرا بھرا فَرَعِ - پستان شیر - دودھ

رضاعت - شیرخوارگی ترک - چھوڑنا نصفت - انصاف کرنا

ولادت کے چند دن بعد حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، دودھ پلانے کی غرض سے آپ کو اپنے ماں بنی سعد کے قبیلے میں لے گئیں۔ وہاں اور راستے میں جن برکات کا ظہور ہوا اس مقام پر ان کی طرف اشارہ ہے۔

کثرتِ دودھ

حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میری گود میں آپ کی جلوہ افروزی سے پہلے حال یہ تھا کہ میرے ایک پستان میں دودھ نہ تھا۔ اس لیے بچوں کو سیر ہو کر دودھ پینا نصیب نہ ہوتا۔ امام ہمدانی بیعیات میں حضرت حلیمہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں۔

ان احد ثديي كان لا يدر

میرے ایک پستان سے دودھ نہیں آتا

اللبن منه فلما وضعته

تھا۔ جب میں نے آپ کو دودھ پیش کیا

فی فم رسول الله صلى الله

تو آپ کی برکت سے اس سے بھی دودھ

تعالیٰ علیہ وسلم در اللبن

جاری ہو گیا۔

والناب العون ۱ : ۱۴۷

آپ کی برکت سے میرے دوسرے بچے کو بھی سیر ہو کر دودھ پلنا نصیب ہوا۔ میرا خاندان جب اونٹنی کا دودھ دوہنے لگا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کے تھن پہلے سے کہیں زیادہ بھرے ہوئے ہیں اور اس نے اتنا دودھ دیا کہ ہم تمام نے سیر ہو کر پیا۔ اسی طرح بکریوں کے دودھ میں بھی اضافہ ہو گیا۔

علاقہ کی شادابی

حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب آپ کو لے کر بنی سعد کے علاقہ میں پہنچیں تو وہ علاقہ جہاں قحط سالی کی وجہ سے گھاس تک نظر نہیں آتی تھی، آج اتنا سرسبز و شاداب ہو چکا تھا کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس شادابی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت حلیمہ فرماتی ہیں۔

لا اعلم ارضا من اراضی اللہ
اجدب منها۔
اللہ کی وسیع زمین میں ہماری زمین سے
بڑھ کر کوئی سرسبز نہیں۔

(النسان العیون ۱۰: ۱۳۸)

راستوں کا سرسبز و شاداب ہونا

روایات میں آیا ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ آپ کو لے کر جس راہ سے گزرتیں اگر وہ ویران ہوتی تو شاداب ہو جاتی۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقل کرتے ہیں:

اذا صورت بہ علی وادیابس
اخصر فی الوقت
جن راستوں سے وہ آپ کو لے کر
گزریں وہ اسی وقت سرسبز و شاداب
ہوتے گئے

(المظہری ۴: ۵۲۸)

بعض اوقات آپ اپنے بھائیوں کے ساتھ بکریاں چرانے تشریف لے جاتے جب چراگاہ سے واپس آتے تو آپ کی رضاعی والدہ دیگر بچوں سے دریافت کرتیں۔

ان کے بیان کردہ تاثرات کی چند جھلکیاں تفسیر منظری کے حوالے سے ملاحظہ ہوں:

۱۔ ان اخى الحجازى اذا وقف
بقدميه على الوادى يخضر
لوقته۔
ہمارے حجازی بھائی کے جہاں جہاں
قدم پڑتے ہیں وہاں سبزہ اگ آتا ہے۔

۲۔ اذا جاء الى البئر ونحت
نسقى الاغنام لعلوا الماء الى قم
البئر۔
جب ہم بکریوں کو پانی پلانے کے لیے
کنویں پر لے جاتے ہیں تو ہمیں پانی
نکالنے کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ پانی
از خود اوپر آ جاتا ہے۔

۳۔ اذا قام فى الشمس ظلته الغمامہ۔
دھوپ کے وقت بادل ان پر سایہ کر
لیتا ہے۔

۴۔ تاتى الوحوش اليه وهو قائم
فتقبله۔ (المنظرى ۱۸)
تمام جنگلی جانور آپ کے قدموں کو بوسہ
دیتے ہیں۔

دوران شیرخواری آپ فقط اپنے حصہ کا دودھ پیتے۔ اگر آپ کی رضاعی والدہ دوسرا دودھ
پیش کرتی تو آپ اس سے دودھ نہ پیتے۔ آپ کی اس شانِ عدل کا تذکرہ اس شعر میں کیا گیا
ہے۔

بھائیوں کے لیے ترکِ پستان

امام ابن سبغہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے بچپن
کے احوال بیان کرتی ہوئی فرمایا کرتی تھیں۔
کنت اعطيه صلى الله تعالى
میں آپ کو دایاں دودھ پیش کرتی

علیہ وسلم الشدی فی شرب
منہ ثم احوله الی الشدی
الایسیر فی ابی ان یشرب منہ
تو آپ نوش فرماتے پھر بائیں جانب رخ
انور کرتی تو آپ دودھ پینے سے انکار
فرمادیتے۔

(سبل الہدی والرشاد، ۱: ۴۷۷)

اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے علماء امت نے تصریح کی ہے کہ یہ اعراض و انکار عدل
و انصاف کے تقاضے پورا کرنے کے لیے تھا۔

لانه علم ان له شریکاً فی
الرضاعۃ
آپ کو اس بات کا علم تھا کہ میرے ساتھ
دودھ پینے میں دوسرا بھائی بھی شریک

(سبل الہدی والرشاد، ۱: ۴۷۷) ہے۔

یعنی سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعراض فرما کر واضح کر دیا کہ میں کسی کا حق لینے
کے لیے نہیں آیا بلکہ "دینے اور دلانے آیا ہوں"۔

آج ہمیں بھی اپنے اعمال پر نظر کرنی چاہیے کہیں ہم دوسروں کے حقوق پر ڈاکے تو
نہیں ڈال رہے؟

۸۶ - مہدِ والا کی قسمت پہ صد ہا درود

برجِ ماہِ رسالت پہ لاکھوں سلام

مہدِ گود، پنگھوڑا، والا بلند مرتبہ، قسمتِ خوش بختی، برجِ آسمان، ماہِ چاند

رسالتِ پیغمبری۔

جس گود اور گہوارے میں آپ کا بچپن گزرا، ان کے بخت رسا اور خوش نصیبی

پر سلام ہے۔ مہد سے مراد اگر گود ہے تو یہ آپ کی والدہ کی خدمت میں سلام ہے اور

اگر گہوارہ ہے تو آپ کے پنگوڑے پر سلام ہوگا۔ دونوں ہی قابل رشک ہیں۔
پنگوڑے کو فرشتے حرکت دیتے

اس کائنات میں آپ ہی کی وہ عظیم ہستی ہے جس کے پنگوڑے کو فرشتے حرکت دیتے تھے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی آپ کے خصائص شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ان مہدۃ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم کان یتحرك یتحرك
 الملائکة۔ (المظہری ٹیپ)
 ستر ڈھانپنے والا نظر نہ آتا

یہی وجہ ہے، حضرت حلیمہ فرماتی ہیں، بعض اوقات آپ کا پنگوڑے میں ستر ننگا ہوتا اور میں ڈھانپنے کے لیے اٹھتی تو مجھ سے پہلے ستر ڈھانپ دیا جاتا مگر ڈھانپنے والا نظر نہ آتا۔ وہ ملائکہ تھے جو آپ کو نظر نہ آتے تھے۔

انگلی اٹھاتے مہدی میں

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ جب آپ بچپن میں جھولے میں تھے تو میں نے ایک ایسی بات دیکھی تھی جو آپ کی نبوت پر دلالت کرتی تھی۔ آپ نے فرمایا: اسے چچا محترم وہ کیا بات تھی؟ اسے بیان کیجئے۔ میں نے عرض کیا:

رأیتک فی المہد تناخی
 القمر و تسید الیہ۔
 آپ گہوارے میں لیٹے ہوئے چاند
 سے باتیں کر رہے تھے۔ آپ کی

باصبعك فحيت اشرف
الیہ مال۔
انگلی جس طرف حرکت کرتی چاند
اسی طرف جھک جاتا۔

اس پر آپ نے فرمایا: چچا!
كنت احدث و يحدثني و
یلہینی عن البكاء (انوار محمدیہ ۴۶)
میں اس باتیں کرتا تھا اور وہ مجھ سے اور
وہ مجھے رونے سے بہلاتا تھا۔

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہدی میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

اللہ اللہ وہ بچنے کی پھین! -۸۷

اُس خدا بھاتی صورت پہ لاکھوں سلام

اٹھتے بوٹوں کے نشوونما پر درود -۸۸

کھلتے پتھوں کی نکبت پہ لاکھوں سلام

پھین۔ حسن و جمال بھاتی۔ من موہنی نشوونما۔ بڑھنا غنچے یکلیاں
نکبت۔ مہک۔

امام اہل محبت اپنے پیارے آقا کے بچپن کی پھین اور بڑھوتی پر جھوم اٹھتے ہیں کہ وہ
مبارک صورت کیسی ہوگی جو خود خالق کی محبوب ہے۔

یاد آتا ہے خدا دیکھ کے صورت تیری

حضرت حارث بن عمرو السہمی رضی اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں منی کے

مقام پر اپنے آقا علیہ السلام کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا تو لوگ آپ کے ارد گرد حلقہ بنائے حاضر تھے۔

میں نے دیکھا:

فتیٰ الاعراب فاذا راوا
وجہہ قالوا هذا وجه مبارک
جو بھی کوئی دیہاتی آپ کے چہرہ الود
کی زیارت سے مشرف ہوتا وہ پکار اٹھتا
(ابوداؤد، ۱: ۲۲۲)

سے دیکھنے والے کہا کرتے ہیں اللہ اللہ!
یاد آتا ہے خدا دیکھ کے صورت تیری

یہ تو اللہ کے نبی ہیں

حضرت ابورمثہ اتمیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ میرے ساتھ میرا بیٹا بھی تھا۔ لوگوں نے مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نشاندہی کی۔

فلما رأیت قلت هذا نبی
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
جب میں نے آپ کی زیارت کی تو
میں پکار اٹھا یہ تو اللہ کے نبی ہیں۔
(شمائل ترمذی، باب ماجاء فی شیب رسول اللہ)

آپ کی نشوونما

آپ کی نشوونما بھی دوسرے بچوں سے اللہ تعالیٰ نے ممتاز فرمائی۔ دن میں آپ اتنا بڑھتے کہ کوئی بچہ مہینے میں اتنا بڑا نہیں ہوتا۔ مہینے میں آپ سال کے برابر بڑھتے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یوں بیان فرماتی ہیں:

کان یشب فی الیوم شباب
آپ ایک دن میں اتنا جوان ہوتے جتنا

الصبي في الشهر و ليشب في
 الشهر شباب الصبي في ستة
 دوسرا بچہ مہینے میں اور مہینے میں آنا
 بڑھتے جتنا دوسرا بچہ سال میں بڑھتا

(الوفاء، ۱: ۱۰۹)

کھلتے پنچوں کی نہکت

اعلیٰ حضرت آپ کے جسم اطہر کی بڑھوتی کے بارے میں کہہ رہے ہیں جس طرح کلیوں کے
 کھلنے چکنے کے وقت خوشبو پھیلتی ہے اسی طرح ولادت کے وقت ہی سے آپ کا جسم اطہر
 معطر و مطہر تھا۔ جیسے جیسے آپ جوان ہوئے نہکت و جہک میں بھی جوانی آئی۔ معراج کے
 بعد آپ کے جسم سے دو لہا جیسی خوشبو آتی تھی۔ اس کی تفصیل شعر ۹۳ کے تحت آرہی
 ہے۔

یہاں صرف ان روایات کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن کا تعلق آپ کے بچپن سے ہے:

آغوشِ آمنہ میں سراپا خوشبو

آپ کے جسم اطہر کے جملہ اعجازات میں سے ایک اعجاز یہ بھی ہے کہ وہ خوشبودار
 تھا۔ آپ اگرچہ خوشبو استعمال فرماتے تھے لیکن خوشبو کی محتاجی نہ تھی۔ آپ کے جسم
 اقدس کی خوشبو اتنی نفیس و دلربا تھی کہ خوشبو اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔
 یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ آپ کے جسم اطہر کو یہ اعجاز بعد کے کسی دور
 میں حاصل نہیں ہوا بلکہ آپ کا مبارک جسم ولادت کے وقت سے ہی معطر و خوشبودار تھا۔
 ۱۔ امام ابو نعیم اور خطیب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ
 رضی اللہ عنہا کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
 کا اس کائنات میں ظہور ہوا۔

میں نے زیارت کی تو میں نے آپ کے جسمِ اقدس کو چودھویں رات کے چاند کی طرح پایا جس سے تروتازہ کستوری کی خوشبو کے جلے پھوٹا رہے تھے۔

نظرت الیہ فاذا هو كالقمر
لیلة البدر ریجہ یسطع
کالمسک الاذفر۔

(رزرقانی علی المواہب، ۲: ۲۲۳)

حلیمہؓ کے دس میں خوشبوؤں کی بارات

۲۔ آپ کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

جب میں آپ کو لے کر اپنے دیہات پہنچی تو قبیلہ بنی سعد کے تمام گھروں میں کستوری کی خوشبو آنے لگی۔ لوگوں کے دلوں میں آپ کی محبت اس قدر پیدا ہو گئی کہ اگر ان میں سے کوئی بیمار ہوتا تو آپ کے دستِ اقدس کو بکڑ کر اپنے جسم پر لگاتا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ فی الفور صحت مند ہو جاتا۔ اسی طرح ان کا اگر کوئی اونٹ بکری وغیرہ بیمار ہو جاتا تو آپ کے دستِ اقدس کو اس کے جسم پر لگاتے۔ جس سے وہ تندرست ہو جاتا۔

لما دخلت بہ الی منزل
لم یبق منزل من منازل
بنی سعد الا شممتا منہ ریجہ
المسک والقیت محبتہ صلی
اللہ علیہ وسلم فی قلوب
الناس حتی ان احدہم کان
اذا نزل بہ اذی فی جسده
اخذ کفہ صلی اللہ علیہ وسلم
فیضعہا علی موضع الاذی
یتبرأ باذن اللہ تعالیٰ سرلیاً
وکذلک اذا اعتل لم یعیزاً
او شاةً فعلوا ذلک۔

(رسال اللہ، ۱۰: ۲۷۲)

فضل پیدائشی پر ہمیشہ درود

-۸۹

کھیلنے سے کراہت پہ لاکھوں سلام

اعتلائے جبلت پہ عالی درود

-۹۰

اعتدال طوئیت پہ لاکھوں سلام

فضل - کمال - کراہت - ناپسندیدگی و نفرت ، اعتلا - بلند ، جبلت - خلقت و فطرت

عالی - بلند و بالا ، اعتدال - موزوں ، طوئیت - طبیعت

اللہ تعالیٰ نے پیدائشی طور پر آپ کی فطرت و طبیعت اس طرح کامل بنائی کہ کھیل کود

بیکاری اور ہر لغو و بے فائدہ عمل سے آپ نے ہمیشہ پرہیز فرمایا۔

فضل پیدائشی

تمام امت کا اتفاق ہے کہ نبوت و سببی شے ہے کسبی نہیں۔ یعنی یہ محض اللہ تعالیٰ کا کرم و فضل ہوتا ہے۔ اس میں بندے کی کسی عبادت و تقویٰ کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ البتہ ولایت میں دیگر چیزوں کا بھی دخل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے جب حضور علیہ السلام کی نبوت پر لوگوں نے اعتراض کیا کہ ان کو کیوں دی گئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ

رِسَالَتَهُ (الانعام) کو کہ اپنا رسول کسے بنانا ہے۔

گویا نبی ہر حال میں نبی ہوتا ہے خواہ وہ ماں کے شکم میں ہو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کے باپ سے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمایا کہ جب ان کی والدہ پر لوگوں نے برائی کی تہمت لگائی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق پنگوڑے میں کھیلنے والے

اپنے بچے کی طرف اشارہ کیا: اس سے پوچھو! یہ میرے بارے میں بتائے گا۔
انہوں نے کہا:

كَيْفَ نَكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ
صَبِيًّا؟
پنگوڑے میں بچہ کیسے گفتگو کر سکتا ہے؟

اتنے میں عیسیٰ علیہ السلام بول اٹھے:

اِنِّي عَبْدُ اللَّهِ اٰتٰنِي الْكِتٰبَ
وَجَعَلَنِي نَبِيًّا وَجَعَلَنِي
مُبَارَكًا اَيُّنَ مَا كُنْتُ
وَاَوْصَانِي بِالصَّلٰةِ وَالزَّكٰوٰةِ
مَا دُمْتُ حَيًّا۔ (مریم)

میں اللہ کا بندہ ہوں مجھے اس نے کتاب
دی ہے۔ مجھے اس نے نبی بنایا اور
مبارک بنایا ہے میں جہاں بھی رہوں
اور مجھے اس نے نماز اور زکوٰۃ کا حکم
دیا ہے جب تک میں زندہ رہوں۔
تصور کیجئے جب دیگر انبیاء علیہم السلام کا یہ عالم ہے تو اللہ کے حبیب کے
بچپن کا کیا عالم ہوگا۔ اعلیٰ حضرت نے اسے فضل پیدائشی کا نام دیا ہے۔ آپ کے بچپن
کی پاکیزگی و طہارت کی چند جھلکیاں ملاحظہ ہوں۔

بت پرستی سے نفرت

آپ نے جس سرزمین پر آنکھ کھولی اس پر ہر طرف شرک ہی شرک تھا مگر اللہ
تعالیٰ نے آپ کی طبیعت میں ولادت سے ہی اس عمل کے خلاف نفرت پیدا فرمادی تھی
حضرت ام امین رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ کے خاندان کے لوگ آپ کو
جب بھی بت پرستی کی دعوت دیتے آپ انکار فرمادیتے۔ امام ابن جوزی لکھتے ہیں:

كان رسول الله صلى الله
عليه وسلم في زمن الصبا
بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بچپن ہی سے
بتوں سے نفرت کرتے اور کبھی ان

یَبْغِضُ الْاَصْنَامَ وَلَا يَلْتَقِ
کے طرف متوجہ نہ ہوتے۔

ایھا۔ (الوفا، ۱۱۹ : ۱۲۹)

لغو مجالس اجتناب

عربوں کے ہاں اس وقت اکثر ایسی مجالس منعقد ہوا کرتی تھیں جن میں شراب اور رقص و سرود ہوتا مگر ان میں آپ نے کبھی بھی شرکت نہیں کی۔ جب بھی کوئی شخص آپ کو اس بات کی دعوت دیتا تو آپ نفرت کا اظہار فرماتے۔ حضرت علی بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے دو دفعہ ایسی مجالس میں شرکت کا ارادہ کیا مگر دونوں مرتبہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نیند طاری فرمادی۔

کھیل کود سے اجتناب

ہر وہ عمل جس سے کوئی فائدہ نہ ہو آپ نے کبھی نہیں کیا۔ حضرت حلیمہ سعدیہ کا بیان ہے کہ دیگر بچے کھیل کود میں اپنا وقت ضائع کرتے مگر آپ نے اس طرح کبھی وقت ضائع نہیں کیا۔ حضرت ابوطالب آپ کے بچپن کے بارے میں فرماتے ہیں:

لم ارمنه كذبة لا ضحكا

ولا وقت مع صبيان يلعبون

میں نے آپ سے کبھی جھوٹ نہیں

سنایا، نہ وقت متفرکہ رہتے، کبھی کھل کر

بہتے ہوئے نہیں دیکھا اور نہ بچوں کے

ساتھ فضول کھیل میں وقت ضائع کرتے

(تفسیر کبیر، ۳۱ : ۲۱۴)

دیکھا۔

البتہ بچپن میں آپ نے تیراکی، تیر مچھینکنا، گھوڑا دوڑانا اور نشانہ لگانا سیکھ لیا تھا۔ یہ وہ کمالات و جواہر تھے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی بلند مقام جبلت و فطرت میں پیدا فرمائے تھے۔

بے بناؤٹ ادا پر ہزاروں روڈ
بے تکلف ملاحظت پہ لاکھوں سلام

-۹۱

ادا۔ انداز، بے تکلف۔ جس میں تصنع نہ ہو، ملاحظت۔ نمکینی
آپ کی تمام ظاہری زندگی کے ہر معاملے میں تکلف کو قطعاً دخل نہ تھا۔ آپ کے
ہاں نظافت و طہارت تو تھی مگر زیب و آرائش نہ تھی۔ اس کے باوجود آپ کی ہر ہر ادا
دل کو اس طرح بھا جاتی کہ دیکھنے والا تار ہو جاتا۔ آپ کے دیگر معمولات کے ساتھ ساتھ
پیاری پیاری اداؤں کو قرآن و حدیث نے اپنے اندر محفوظ کر دیا۔

قرآن اور حفاظتِ ادائے رسول

اللہ رب العزت کو آپ کی ذاتِ اقدس سے جو پیار ہے اس کا اندازہ اس سے
لگائیے کہ اس نے قرآن مجید میں تعلیمات کے ساتھ ساتھ آپ کی مبارک اداؤں کو بھی
محفوظ فرمایا، ہم یہاں ان میں سے چند قرآنی مقامات کا تذکرہ کرتے ہیں۔

رُخِ النور کی سمت تبدیلی قبلہ

مکہ المکرمہ اور مدینہ منورہ کے ابتدائی دور میں مسلمان بیت المقدس کی طرف منہ
کر کے نماز ادا کرتے تھے۔ اس پر یہود نے طعن کیا کہ مسلمان اور ان کا نبی ہمارے دین
کی تو مخالفت کرتے ہیں مگر نماز کے وقت ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرتے ہیں۔ اگر ہم نہ
ہوتے تو ان کو قبلہ کی خبر تک نہ ہوتی۔ یہ عنقریب ہمارے دین کو اختیار کر لیں گے۔ اس
طعن کی وجہ سے رسالتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل اقدس پر بوجھ ہوا۔ آپ نے
تبدیلی قبلہ کی خواہش کرتے ہوئے جبریل امین سے فرمایا۔

میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرا قبلہ
تبدیل فرما کر کعبہ کو قبلہ قرار دیں کیونکہ یہی
میرے والد ابراہیم علیہ السلام کا
قبلہ ہے۔

وودت لوجولنی اللہ الہی
الکعبۃ فانہا قبلۃ الہی
ابراہیم۔

حضرت جبرائیل امین نے عرض کیا:

یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی
ایک عبد ہوں اور آپ بارگاہ ایزدی
میں معزز ہیں۔ آپ تبدیلی قبلہ کے
بارے میں سوال کریں کیونکہ یہ اللہ کے
ہاں آپ ہی کا مقام ہے۔

انما انا عبد مثلك و انت
کیم علی ربک فسئل انت
ربک فانک عند اللہ بمکان۔
رلباب التاویل فی معانی التنزیل، ۱: ۹۹

یعنی میں بندہ مامور ہوں اور آپ بندہ محبوب۔ میں صرف ماننے والا ہوں۔

آپ ماننے والے ہیں اور منوانے والے بھی ہیں۔ میں فقط اللہ کی رضا چاہنے والا ہوں
اور آپ کی رضا اللہ کو مطلوب ہے۔

یہ کہہ کر جبریل امین آسمان پر چلے گئے۔ حضور علیہ السلام نے نماز کی نیت باندھ
لی اور آرزوئے شوق میں کہ تبدیلی قبلہ کا حکم آئے، چہرہ اقدس اٹھا کر بار بار آسمان
کی طرف دیکھا۔ بس چہرہ اقدس کو اٹھانے کی دیر تھی کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب علیہ
السلام کے انداز پر پیار آگیا۔ فرمایا:

اے محبوب ہم آپ کے چہرہ اقدس کے
بار بار آسمان کی طرف اٹھنے کو دیکھ
رہے ہیں۔ ہم آپ کا چہرہ آپ کے پسندیدہ
قبلہ کی طرف پھیر دیں گے۔

قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ
فَلَنُوَلِّينَاكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ
وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔

(البقرہ ۲: ۱۴۲)

پس اپنا چہرہ اب مسجد حرام کی طرف پھیر ہی لیجئے۔
یہاں مقصود تبدیلی قبلہ کا حکم نازل کرنا تھا جو فقط ان الفاظ "قَوْلٍ وَجْهِكَ
شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ" (اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیرئے) سے پورا ہو جاتا ہے۔
حالانکہ قرآن نے یہ حکم دینے سے پہلے دو باتوں کا تذکرہ کیا :
۱۔ قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي
السَّمَاءِ .
۲۔ اے حبیب ہم آپ کے چہرہ اقدس
کے بار بار آسمان کی طرف اٹھنے کو دکھ

رہے ہیں۔
یعنی تبدیلی قبلہ کے ساتھ اپنے پیارے محبوب کی اس ادا کو بھی تاقیامت محفوظ کر دیا
جو موقعہ پر سب بنی تھی۔
۲۔ فَلَنُؤَلِّقَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا
ہم آپ کو ضرور پھیر دیں گے اس قبلہ کی
طرف جو آپ کا پسندیدہ ہے۔

یہاں قرآنی الفاظ نہایت ہی قابلِ توجہ ہیں۔ لفظ "قبلة" نکرہ لایا گیا ہے۔
اس سے مراد کوئی بھی سمت ہو سکتی ہے۔ "ترضها" (جو تجھے پسند ہے) اس لفظ
نے قبلہ کا تعین کیا ہے یعنی اے محبوب ہم اس سمت کو قبلہ بنا دیں گے جسے آپ پسند
کرتے ہیں تو آپ نے ملاحظہ کیا، حکم دینے سے پہلے اپنے حبیب کی ادا کو محفوظ کیا
اور پھر اس بات سے لوگوں کو آگاہ فرمایا کہ قبلہ کی تبدیلی اور اس کا تعین محبوب کی رضا
کے پیش نظر کر رہے ہیں اس کے بعد تبدیلی پر والی الفاظ کا ذکر کیا۔

اے کملی اوٹھنے والے

جب سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کریم کا پیغام اہلِ مکہ کے سامنے
پیش کیا اور انہیں ایک ایسے عذاب سے ڈرایا جو ان کے سروں پر منڈنار ہا تھا۔

اس پر لوگوں کی بے گانگی کا یہ حال تھا کہ بات سننا تو درگنار اٹا منہ نوچنے کو دوڑتے۔ آپ کی فکر مندی بے قراری اور ہمدردی و غم خواری کو و جنون قرار دینے لگے۔ آپ چونکہ خلق خدا کے لیے سر ایا رحمت و شفقت اور اپنے رب کی عطا کردہ ذمہ داریوں کے معاملے میں نہایت حساس تھے، اس پر آپ نہایت پریشان ہوتے۔ اس موقع پر اپنی سب سے بڑی غمگسار چادر میں لپٹ کر گوشہ گیر ہوتے اور اپنے خالق و مالک سے تعلق و توسل کے لیے سکون و اطمینان حاصل کرتے۔ ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ آپ کو رسول، نبی یا دیگر کسی منصب یا لقب سے مخاطب نہیں فرماتا بلکہ ارشاد ہوتا ہے:

يَا أَيُّهَا الْمُزْمِلُ قِمِ اللَّيْلُ
الْأَقْلِبِلَا۔ اے چادر اوڑھنے والے رات میں
قیام کر مگر تھوڑا سا۔

چادر میں بیٹھے والے کو عربی میں "مزمل" کہتے ہیں۔
دوسرے مقام پر آپ کی اسی ادا کو سامنے رکھتے ہوئے یوں خطاب فرمایا
يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ذَرِّذْ اے چادر اوڑھنے والے اٹھ اور
لوگوں کو خبردار کر!

"دثار" عربی میں چادر ہی کو کہا جاتا ہے۔

تصور کیجئے اللہ تعالیٰ نے فکر و پریشانی دور کرنے کے لیے نہایت پیار سے
آپ کو مزمل اور مدثر سے خطاب فرمایا تاکہ خطاب ہی سے حبیب کو تسلی و اطمینان
حاصل ہو جائے۔ ان خطابات اور آیات میں آپ کی "چادر اوڑھنے کی ادا" کو محفوظ
کر دیا گیا۔

بھیننی بھیننی مہک پر ہسکتی درود

-۹۲

پیاری پیاری نفاست پہ لاکھوں سلام

بھیننی بڑی لطیف و عمدہ خوشبو، نفاست۔ پاکیزگی و نظافت

شعر ۸۸ کے تحت گزرا ہے کہ خوشبودار ہونا آپ کے جسم کا اعجاز ہے۔
یہاں خوشبو کے علاوہ آپ کی مقدس لطافت کا بھی ذکر ہے۔

رہ گئی ساری زمیں عنبر سارا ہو کر

آپ کے جسم اقدس کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح خوشبودار بنایا تھا کہ جس جگہ،
گلی، راستے سے آپ کا گزر ہو جاتا وہ خوشبو سے مہک اٹھتے۔ بعد میں گزرنے والا
ہر شخص محسوس کر لیتا کہ اس راہ سے اللہ تعالیٰ کے محبوب کا گزر ہوا ہے۔ کیونکہ وہ
ان راستوں پر ایسی خوشبو پاتا جو آپ ہی کے جسم اطہر کا حصہ تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ اس کیفیت کا ذکر یوں کرتے ہیں:

کان رسول اللہ اذا مر في طريق
من طرق المدينة وجدوا منه
رائحة الطيب وقالوا مر رسول
الله من هذا الطريق۔

محبوب کریم صمدینہ طیبہ کے کسی راستے
سے گزر جاتے تو لوگ اس راہ میں
ایسی پیاری مہک پاتے کہ پکار اٹھتے
کہ ادھر سے اللہ کے پیارے رسول
کا ہی گزر ہوا ہے۔

والخصائص کبریٰ ۱: ۹۷ بحوالہ ابو یعلیٰ بزانہ

امام بخاری تاریخ کبیر میں حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں:

لم يكن النبي يمر في طريق
في تبعه احد الا عرف انه
سلكه ان هذه الرائحة رسول
الله من غير طيب۔

آپ جس راستے سے بھی گزر جاتے
بعد میں آنے والا شخص خوشبو سے
محسوس کر لیتا کہ ادھر سے آپ کا گزر ہوا
ہے۔ یہ پیاری مہک آپ صلی اللہ علیہ وسلم
کے جسم اطہر کی تھی نہ کہ اس خوشبو کی جسے
آپ استعمال فرماتے تھے۔

الشفاء ۱: ۸۷ بحوالہ تاریخ کبیر

امام خفاجیؒ اسے آپ کی خصوصیت قرار دیتے ہیں :
 ریحها الطيبة طبعياً خلقياً اللہ تعالیٰ نے بطور کرامت و معجزہ
 خصه الله به مكرمة و معجزة آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر میں
 له (نیم الریاض ۱: ۳۲۸) خلقتاً اور طبعاً مہک رکھ دی تھی۔

گزرے جس راہ سے وہ سید والا ہو کر
 رہ گئی ساری زمیں عنبر سارا ہو کر

یہ خوشبو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کا حصہ تھی

یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ مہک اور خوشبو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کی
 تھی نہ کہ استعمال کردہ خوشبو کی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس خوشبو کے محتاج نہ تھے۔ بلکہ
 آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو استعمال نہ بھی فرماتے تو پھر بھی یہی کیفیت رہتی۔
 ۱۔ شیخ الاسلام امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جن خصوصیات سے نوازا ان
 میں سے آپ کے جسم اطہر کا خوشبودار ہونا بھی ہے۔

كانت هذه الريح الطيبة صفته مہک آپ کے جسم اطہر کی صفات میں
 صلى الله عليه وسلم وان لم يمس سے تھی اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو
 طيباً. (المسلم ۲: ۲۵۶) استعمال نہ فرماتے۔

۲۔ امام اسحاق بن راہویہؒ اس بات کی تصریح ان الفاظ میں فرماتے ہیں:
 "احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم
 اطہر سے خوشبو کی دلدازینہ مہک بغیر خوشبو لگائے آتی رہتی۔ لہٰذا آپ خوشبو
 کا استعمال فقط اضافہ کے لیے کرتے تھے۔"

کیا آپ کے جسم اطہر میں خوشبو واقعہ معراج کے بعد پیدا ہوئی؟

مذکورہ بالا جتنی روایات ہیں یہ تمام کی تمام اس بات پر دال ہیں کہ خوشبو ہمیشہ سے آپ کے جسم اطہر کا حصہ تھی۔ خصوصاً سیدہ آمنہ، سیدہ حلیمہ اور حضرت ابوطالب کی روایات میں تو اس بات کی تصریح ہے کہ ولادت کے وقت ہی سے بدن خیر البشر^{۱۰} معطر و خوشبودار تھا جس کا تذکرہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے "ریحنا یسطح کامسک الاذفر" آپ کی خوشبو تروتازہ کستوری سے بڑھ کر تھی (اور سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا نے۔ "لحریبق منزل من منازل بنی سعد الا شمیمنا منہ ریح المسک" آپ کی برکت کی وجہ سے بنی سعد کے تمام گھروں میں کستوری سے بڑھ کر خوشبو آتی تھی) کے الفاظ میں کیا ہے۔

لیکن بعض لوگوں کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت سے مغالطہ ہوا جس کی وجہ سے انہیں نے یہ قول کیا کہ خوشبو معراج سے پہلے آپ کے جسم کا حصہ نہ تھی بلکہ واقعہ معراج کے بعد حاصل ہوئی۔ لہذا ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ اس روایت کا تفصیلاً ذکر کریں اور یہ واضح کریں کہ وہ روایت ہرگز ہرگز ان مذکورہ روایات کے منافی نہیں اور نہ ہی حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہ مقصد تھا۔ وہ روایت یہ ہے:

ابن مردویہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ	جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو
وسلم منذ اسری بہ ریحما	شب اسرے کا دو لہا بنایا گیا تو اس کے
ریح عروس و اطیب من ریح	بعد آپ کے جسم اطہر سے دہن کی خوشبو
عروس۔	کی طرح خوشبو آتی تھی بلکہ آپ کی خوشبو
(سبل الہدی، ۲: ۱۲۱)	دہن کی خوشبو سے زیادہ نفیس تھی۔

مذکورہ روایت کا مفہوم

اس روایت میں حضرت انسؓ کا مقصد معراج سے پہلے خوشبو کی نفی نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ معراج کے بعد آپؐ کی جسمانی خوشبو میں مزید اضافہ ہوا اور پہلے سے بھی زیادہ عجیب بہک کا حامل ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ اسے دلہن کی خوشبو سے بڑھ کر قرار دے رہے ہیں چونکہ خوشبود و طرح کی ہوتی ہے۔ ایک تو عام خوشبو ہے جو ہر کوئی ہر موقع پر استعمال کرتا ہے لیکن خوشبو کی ایک دوسری خصوصی قسم ہے جسے مخصوص اوقات میں استعمال میں لایا جاتا ہے جیسے جملہ عروسی کے لیے مخصوص خوشبو جسے بالعموم دلہنیں ہی استعمال کیا کرتی ہیں۔ حضرت انسؓ یہ واضح فرما رہے ہیں کہ جب ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو شبِ معراج دو لہا بنایا گیا تو اس کے بعد آپؐ کے جسم اطہر کی خوشبو پہلے سے بھی زیادہ عجیب تھی۔ اس بات کی تصریح مختلف ائمہ دین نے کی ہے۔

۱۔ امام قسطلانیؒ اس بارے میں تصریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت انسؓ سے مروی روایت کی دلائل	لا دلالة فيه على ان مبدأ
اس بات پر ہرگز نہیں کہ آپؐ کا جسم اقدس	طيب ريح جسده من ليلة
معراج کے بعد خوشبودار ہوا بلکہ ان کا مقصد	الاسراء كما زعموا ذريحة عروس
ہے کہ اب آپؐ کے جسم اقدس کی بہکت میں	اخص من مطلق رائحة طيبة
اس طرح اضافہ ہوا کہ اب دلہن کی خوشبو سے	فلا ينافي انه طيب الرائحة من
بڑھ کر خوشبو محسوس ہوتی۔ کیونکہ دلہن کی خوشبو	حصين ولد - (ذرقانی ۴: ۲۲۳)

دوسری خوشبوؤں سے ممتاز ہوتی ہے۔ لہذا آپؐ کا یہ قول ان روایات کے منافی نہیں جن میں یہ موجود ہے کہ آپؐ کے جسم اقدس میں ولادت کے وقت سے خوشبو تھی۔

یہ خوشبو بعد از وصال بھی قائم رہی

انسانی جسم سے جب روح پرواز کر جاتی ہے تو اس کے بعد وہ بے اختیار ہو جاتا ہے۔ جسم کی ترد تازگی بحال نہیں رہتی۔ جسم مصطفویٰ کا یہ بھی امتیاز ہے کہ وصال کے بعد وہ نہ صرف ترد تازہ رہا بلکہ اس کی وہ مہک بھی اسی طرح قائم رہی جس طرح قبل از وصال تھی۔

شفا شریف میں حضرت علیؑ سے مروی ہے:

غسلت النبیؐ فذہبت الطرما
میں نے رسالتؐ تَاب کو غسل دیا۔ جب
یكون من المیت فلم اجد شیئا
میں نے آپؐ کے جسم اطہر سے خارج
فقلت طبت حیا ومیتا۔
ہونے والی کوئی ایسی چیز نہ پائی جو دیگر اموات
سے خارج ہوتی ہے تو پکارا اٹھا کہ اللہ کے
(الشفا: ۱۰: ۸۹)

محبوب ظاہری حیا اور بعد از وصال دونوں
حالتوں میں پاکیزگی کا منبع ہیں۔

اور اس کے بعد آپؐ نے فرمایا:

وسطعت منه ریح طيبة لم
مجد مثلها قط۔ (ایضاً)
(غسل کے وقت ہی) آپؐ کے جسم اطہر
سے ایسی خوشبو کے محلے شروع ہوئے کہ
ہم نے کبھی ایسی خوشبو نہ سونگھی نہ سنی۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب میں نے آپؐ کے مبارک پیٹ پر ہاتھ پھیرا تو
بس ہاتھ پھیرنے کی دیر تھی

فاج ریح المسک فی البیت لما
تمام گھر خوشبو سے مہک اٹھا۔
فی بطنہ۔ (شرح الشفاء، ۱: ۱۶۱)

تمام مدینہ مہک اٹھا

حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب آپ کے پیٹ مبارک پر ہاتھ پھیرا

قیل وانتشر فی المدینۃ تو تمام شہر مدینہ خوشبو سے مہک اٹھا۔
(شرح الشفاء، ۱: ۱۶۱)

میٹھی میٹھی عبارت پر شیریں درود
اچھی اچھی اشارت پہ لاکھوں سلام

-۹۳

عبارت بیان گفتگو، شیریں میٹھا، اشارت اشارہ
شعر ۶ کے تحت آپ کی دلکش فصاحت و بلاغت کے بارے میں گزرا۔ یہاں آپ
کی گفتگو کے پیارے انداز اور مٹھاس کا بیان ہے۔

شہد سے میٹھی گفتگو

حضرت ام معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے حسن تکلم کا بیان اپنے ان اراد
میں کرتی ہیں:

اذا صمت فعليه الوقار و اذا
تکلم سما وعلاۃ البما حلو
المنطق۔
(سائل الرسول، ۱: ۵۸)

جب آپ خاموشی اختیار فرماتے
تو چہرہ اقدس سے وقار و عظمت جھلکتی
اور جب کلام فرماتے تو اہل مجلس پر چھا جاتے
اور آپ کی گفتگو شہد کی طرح میٹھی ہوتی۔

اصحاب سیر آپ کی پیاری گفتگو کے بارے میں لکھتے ہیں:

کان اعذبہم کلاماً حتی کانت
 کلامہ یاخذ بالقلوب۔
 آپ کا کلام اتنا میٹھا ہوتا تھا کہ دلوں
 میں اتر جاتا۔
 شیخ عبد اللہ سراج الدین شامی آپ کی مبارک گفتگو کی حلاوت کے بارے میں لکھتے ہیں۔
 کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم حلوا لمنطق حسن الکلام
 آپ کی گفتگو نہایت ہی خوبصورت
 اور شیریں ہوتی جب آپ کلام فرماتے تو
 دلوں کو تسکین ہوتی اور روح و عقل
 اذ الکلم اخذ بمجامع القلوب
 اس میں گرویدہ و گرفتار ہو جاتے۔
 وسبی الارواح والعقول۔
 (سیدنا محمد رسول اللہ، ۲۰)

دشمنوں کی گواہی

یہ تو اپنیوں کا بیان تھا۔ اب آئیے ان لوگوں کی زبان سے سنیں جو آپ کے دشمن
 اور ذات کے دشمن تھے۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ولید بن مغیرہ آپ کی
 خدمت میں آیا، اس کے ساتھ حضور نے گفتگو فرمائی۔ بعض آیات قرآنی بھی آپ نے
 اسے سنائیں۔ جب واپس گیا اور لوگوں نے اس سے پوچھا تو کہنے لگا:
 واللہ ان لقولہ الذی یقول
 خدا کی قسم ان کے پیش کردہ کلام میں
 حلاوتہ وان علیہ لطلوۃ
 نہایت ہی حلاوت و مٹھاس ہے۔

دورانِ گفتگو ہاتھ سے اشارہ

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب گفتگو فرماتے تو حسبِ حال اس میں ہاتھ کو حرکت
 بھی دیتے۔ حضرت ہند بن ابی مالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی گفتگو کے اس حسین انداز کو یوں بیان
 کرتے ہیں:

اذا تعجب قلبها اذا تحدث
 اتصل بها وضرب براحته
 اليمنى بطن اجمامه اليسرى
 دشائل الترمذی : باب کیف کان کلام
 رسول اللہ -
 اندرونی حصے پر مارتے ۔

اس حسین انداز پر امام اہل محبت نے سلام عرض کیا ہے ۔

سیدھی سیدھی روش پر کروڑوں درود
 سادی سادی طبیعت پہ لاکھوں سلام

- ۹۲

روش - رفتار ، چلنا ، برتاؤ کرنا
 چلنے اور رفتار کی حسین کیفیت اور آپ کی طبیعت مبارکہ کا تذکرہ ہے ۔

رفتار مبارک

آپ کی رفتار مبارک میں کسی قسم کا غرور و تکبر کا شاہدہ نہ تھا ۔ چلتے وقت پاؤں گھسیٹ کر نہ چلتے ۔ زمین پر قدم آہستہ رکھتے ۔ آگے کی طرف جھک کر چلتے ۔ آپ تیز رفتار اور قدم ذرا کشادہ رکھتے ۔ حضرت ہند بن ابی لالہ رضی اللہ عنہ آپ کی چال کے بارے میں بیان کرتے ہیں :

اذا زال زال قلعا يخطوا تكلفيا
 ديمشى هوفا ذريع المشية
 اذا مشى كما يخط من
 جب آپ چلتے تو قوت سے قدم اٹھاتے ۔ جھک کر چلتے ۔ قدم زمین پر آہستہ پڑے تازور سے نہیں پڑتا تھا ۔ آپ

صبب - تیز رفتار تھے۔ جب چلتے تو محسوس ہوتا
 (شمائل ترمذی، باب ماجاء فی خلق رسول اللہ)

اس حدیث کے تحت عظیم محدث میرک شاہ نے کیا خوب کہا کہ یہاں تینوں چیزوں کا بیان ہے "زال قلعاً" زمین سے پاؤں اٹھانے کا بیان ہے۔ "یمشی ہوناً" زمین پر قدم رکھنے اور "ذویع المشیہ" سے چلتے وقت قدموں کا کشادہ رکھنا مراد ہے۔ (شرح شمائل للقاری، ۱: ۲۳)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

اذا مشی تعلق کانما ینخط
 ما جب آپ چلتے تو سمیت وقوت سے پاؤں
 اٹھاتے ایسا معلوم ہوتا گویا بلندی سے
 اتر رہے ہیں۔

ماجا فی مشیة رسول اللہ
 رفتار میں معجزاتی کیفیت

آپ بغیر مشقت کے تیز چلتے تھے۔ صحابہ ساتھ چلنے کے لیے اہتمام کرتے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی کیفیت کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

ما رأیت احداً اسرع فی
 مشیة من رسول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم کانما الامراض
 تطوی له انا لنجمعه الفسنا
 و انه لغير مکثوت
 میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 سے بڑھ کر تیز رفتار کسی کو نہیں پایا گویا زمین
 آپ کے لیے لپیٹی جا رہی ہے۔ ہم پوری
 طاقت صرف کر کے آپ کے ساتھ ہوتے
 تھے اور آپ اپنے معمول کے مطابق
 چلتے۔

(شمائل ترمذی، باب ماجاء فی مشیة

رسول اللہ)

صحابہ کو پیچھے چلنے کی اجازت نہ تھی

چلتے وقت آپ کے معمولات میں سے ایک یہ تھا کہ صحابہ کو اپنے پیچھے چلنے کی اجازت نہ دیتے بلکہ وہ آپ کے دائیں بائیں ہو کر چلتے۔
حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

یسوق اصحابہ ویبدء من آپ صحابہ کو آگے چلنے کا حکم دیتے
لقی بالسلام۔ (شمائل ترمذی) اور ملاقات کے وقت سلام میں پہل

باب ماجاء فی خلق رسول اللہ (فرماتے۔

اس کی مختلف حکمتیں تھیں:

۱۔ آپ کے پیچھے فرشتے چلتے تھے۔ مسند دارمی میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خلوا ظہری للملائكة میری پشت فرشتوں کے لیے خالی کرنا
کرو۔

مسند احمد میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کا معمول بیان کرتے ہیں:

کان اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یشون امامہ ویدعون
بجائے آگے چلتے اور آپ کی پشت
ظہرہ للملائكة انور ملائکہ کے لیے مچھوڑ دیتے۔

(شرح شمائل القاری، ۱: ۴۴)

۲۔ یہ عمل آپ کی تواضع کا مظہر ہے۔ ساتھیوں کو پیچھے چلانا متکبرین کی علامت ہے۔
اس لیے آپ نے غلاموں کو حکم دیا کہ تم میرے دائیں بائیں ہو کر چلا کرو۔ حضرت
ملا علی قاریؒ اس مبارک معمول کے بارے میں لکھتے ہیں:

وفیه مرد علی ارباب الجبہ
من الجہلاء واصحاب التکبر
والخیلا (شرح شمائل لقاری، ۱: ۲۲)

اس میں ایسے لوگوں کی مذمت ہے جو جاہل اور متکبر قسم کے صاحب اقتدار و مسند ہوتے ہیں۔
کیونکہ ایسے لوگ دوسروں کو پیچھے چلانے میں خوش ہوتے ہیں۔
اس میں صاحب اقتدار و منصب، مشائخ، اساتذہ اور علماء کرام کے لیے نہایت اعلیٰ درجہ ہے کہ دوسروں کو غلام تصور کرنے کے بجائے اپنے ساتھی تصور کرتے ہوئے ان کا بھی اکرام قائم رکھیں۔

سادگی سادگی طبیعت

یہ آپ کی طبیعت مبارکہ کا بیان ہے۔ شعرین: میں بھی آپ کی طبیعت کی نرمی و لینت کا ذکر آرہا ہے۔ ہم یہاں آپ کی طبیعت مبارکہ کی سادگی کا تذکرہ کر رہے ہیں۔

آپ کی طبیعت مبارکہ میں کسی قسم کا کوئی تکلف نہ تھا۔ ہر معاملہ میں آپ سادگی اور کفایت شعاری کو اپناتے۔ آپ کی قمیص اور تہ بند پر متعدد پیوند ہوتے۔ جب آپ نے حجۃ الوداع کا سفر کیا۔ حالانکہ اس وقت آپ عرب کے حاکم تھے۔ ہر جگہ سے لوگ حج کے لیے آئے۔ آپ نے خود ایک سو اونٹ اللہ کی راہ میں ذبح فرمائے لیکن آپ کا ذاتی معاملہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی زبانی سنئے! حج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی رحل رث و قطیفۃ لاساوی اربعۃ درہم (علاقہ انہی و آدابہ، ۱: ۱۲۰)

آپ نے ایسے کجاوے پر حج فرمایا جو نہایت ہی بوسیدہ اور پرانا تھا اور اس پر جو چادر تھی اس کی قیمت چار درہم کے برابر بھی نہ تھی۔

روزِ گرم و شبِ تیرہ و تار میں کوہ و صحرا کی خلوت پہ لاکھوں سلام

شب - رات ، تیرہ و تار - سیاہ ، تاریکی ، کوہ - پہاڑ ، صحرا - جنگل ، بیابان ، خلوت -
گوشہ نشینی ، تنہائی -

بخاری و مسلم میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کہ اعلانِ نبوت سے کچھ عرصہ پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر سچے خوابوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ آپ جو خواب دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح پوری ہو جاتی۔

ثو حجب الیہ الخلاء
(البخاری، باب بدالوحی)
اس کے بعد خلوت و تنہائی آپ کو محبوب
ہو گئی۔

ان دنوں آپ ایک ایک ماہ تک غارِ حرا میں خلوت گزین رہتے۔ امام اہلِ محبت نے آپ کی اس خلوت و تنہائی پر سلام عرض کیا ہے۔

مقامِ خلوتِ نشینی

آپ جس غار میں خلوت گزین ہوئے وہ مکہ شریف سے چند میل کے فاصلے پر ایک عظیم پہاڑ کی چوٹی پر ہے۔ اس مبارک غار کا نام "حرا" اور پہاڑ کا نام "جبلِ نور" ہے۔ حدیث میں اس غار کا نام محفوظ ہے

وکان یخلو بغارِ حرا
آپ غارِ حرا میں خلوت گزین ہوتے۔
آج بھی امتِ مسلمہ اس مقام کی زیارت کے لیے کشاں کشاں جاتی ہے۔

اس غار کے انتخاب کی حکمتیں

- اس مقام کے انتخاب کی ائمہ نے مختلف حکمتیں بیان کی ہیں :
- ۱۔ وہ غار قبلہ رخ ہے۔ یعنی اس میں بیٹھنے والے کا رخ از خود کعبہ کی طرف ہو جاتا ہے۔
 - ۲۔ وہاں سے اللہ کا مبارک گھر کعبہ " نظر آتا ہے۔ اس غار کے سامنے جو سوراخ ہیں ان سے کعبہ اللہ کی زیارت کی جا سکتی ہے۔ امام ابن ابی جمہرہ وجہ تخصیص ذکر کرتے ہیں
- ان المقیم فیہ کان یمکنہ رؤیۃ
الکعبۃ فیجتمع لمن ینخلو فیہ
ثلاث عبادات الخلوۃ والتعبد
والنظر الی البیت۔
- قیام کرنیوالا وہاں سے اللہ کے گھر کا دیدار
کر سکتا ہے۔ لہذا اس مقام پر خلوت نشین
کے لیے تین عبادات جمع ہو جاتی ہیں۔
خلوت عبادت اور بیت اللہ کا دیکھنا۔

(فتح الباری ۱۲۰: ۲۹۸)

- ۳۔ آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب بھی اسی غار میں خلوت نشین ہوا کرتے تھے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

ان جدہ عبدالمطلب اول من
کان من قریش فکان صلی اللہ
علیہ وسلم ینخلو بکان جدہ

قریش میں سے آپ کے دادا وہاں خلوت
نشین ہوا کرتے تھے پس ان ہی کی
جگہ آپ خلوت نشین ہوئے۔

(فتح الباری ۱۲۰: ۲۹۸)

- ۴۔ اس پہاڑ نے آپ کو یہاں آنے کی خود دعوت دی تھی۔ جیسے سرور عالم نے قبول فرمایا۔ امام بدرالدین عینی بیان کرتے ہیں۔ ایک دن آپ جبل ثبیر پر تشریف فرما تھے تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں بار نبوت اٹھانے سے معذور ہوں تو
- ان حرا هو الذی نادى رسول اللہ اس موقعہ پر حرا ہی وہ پہاڑ تھا جس

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حین
قال له تبیر (عمدة القاری ۱۱: ۶۲)
نے آپ کی خدمت اقدس میں عرض کیا
کہ آپ مجھے شرف بخشئے۔

۹۶۔ جس کے گھیرے میں ہیں انبیاء و ملک
اُس جہانگیرِ بعثت پہ لاکھوں سلام

انبیاء۔ نبی کی جمع، ملک۔ فرشتہ، جہانگیر۔ عالمگیر، تمام جہاں، بعثت۔ رسول ہونا
ہر نبی کسی قوم، قریہ، شہر، قبیلہ یا کسی مخصوص خطہ کے لیے آیا مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کی نبوت و رسالت تمام مخلوق کے لیے ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات رب العالمین ہے
اسی طرح سرورِ عالم کی ذات رحمة للعالمین ہے۔

جہانگیرِ بعثت

آپ کی بعثت عالم گیر ہے۔ آپ کے دائرہ نبوت و رسالت سے کوئی فرد، شہر،
قریہ، خطہ اور زمانہ خارج نہیں۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس کی تصریح ہے۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ
اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا۔ (اعراف، ۱۵۸)

کہہ دیجئے اے لوگو! میں تم تمام کی طرف
اللہ کا پیغامبر بن کر آیا ہوں۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ

اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے

بَشِيرًا وَنَذِيرًا

بشارت دینے والا اور خبردار کرنے والا بنا

(سباء، ۲۸)

کہ بھیجا ہے۔

سورہ فرقان میں فرمایا:

تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ
عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ
نَذِيرًا (الفرقان، ۱)

بلند و بالا ہے وہ ذات جس نے اپنے
بند سے پتہ قرآن نازل فرمایا تاکہ وہ تمام
عالمین کو بیدار کرے۔

خود آپ کا ارشادِ گرامی ہے :
ارسلت الى المخلوق كافة و ختم
لبي النبيون
مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا
ہے۔ اور مجھ پر انبیاء کی آمد کا اختتام
کر دیا گیا۔ (شکوٰۃ المصابیح، باب فضائل سید المرسلین)

جس کے گھیرے میں ہیں انبیاء و ملک

آپ کی نبوت و رسالت اتنی کاملہ و عامہ ہے کہ اس کے تحت دیگر مخلوق کے
علاوہ تمام انبیاء اور ملائکہ بھی ہیں۔ اس پر تفصیلی گفتگو "شمع بزم ہدایت" کے عنوان کے
تحت گزر چکی ہے۔ یہاں صرف ایک روایت کا تذکرہ نہایت ضروری ہے۔ حضرت
عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے

ما بعث الله نبيا من الانبياء
من لدن نوح الاخذ ميثاقه
ليؤمنن بمحمد و لينصرنه
ان خرج و هم احياء۔
اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھی اس کائنات
میں مبعوث فرمایا اس سے یہ عہد لیا کہ
اگر آپ کی زندگی میں حضور علیہ السلام کی
تشریف آوری ہو جائے تو وہ آپ پر ایمان
لا کر آپ کی مدد کرے گا۔ (دلائل النبوة، ۵: ۳۸۴)

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ آپ اول المخلوق ہونے کی وجہ سے سب سے
پہلے اور دنیا میں ظہور کے اعتبار سے آخری نبی ہیں گویا آپ کی نبوت کا دائرہ اتنا وسیع
ہے کہ اس سے کسی کو خارج کیا ہی نہیں جاسکتا۔

خدا جس کا خالق محمد اس کے رسول

اکابر امت نے ان آیات قرآنیہ " وما ارسلناك الا رحمة للعالمین " "تبارک الذی انزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیراً" کے تحت تفسیر کی ہے کہ ہر وہ شے جس کا خالق اللہ تعالیٰ ہے حضور اس کے رسول ہیں یعنی کائنات ارض و سما کی ہر شے کے آپ رسول ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

مقصود نہ گمراہی رسالت اور انبیا
بلکہ عام گمراہی جن و انس را بلکہ برجن و
انس نیز مقصود نہ گمراہی تا آنکہ عام شد
تمامہ عالمین را پس ہر کہ اللہ تعالیٰ پروردگار
اوست محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول اوست۔
آپ کی رسالت فقط انسانوں تک
نہیں بلکہ تمام جن و انس کو شامل ہے۔
اس پر بھی محدود نہیں بلکہ تمام عالمین
کے لئے ہے پس ہر وہ شے جس کا
پروردگار اللہ تعالیٰ ہے محمد صلی اللہ علیہ
وسلم اس کے رسول ہیں۔

(مدارج النبوة)

اندھے شیشے جھلا جھل دیکھنے لگے

-۹۷-

جلوہ ریزی دعوت پہ لاکھوں سلام

اندھے شیشے مردہ دل، جھلا جھل۔ نہایت تیز روشنی، دیکھنے۔ چمکنے، جلوہ ریزی۔
نور کا بکھیرنا، دعوت۔ اسلام کا پیغام۔

وہ معاشرہ جس میں برائی، قتل اور عداوت کا دور دورہ تھا۔ انسانیت کی تذلیل
عروج پر تھی، باپ اپنی بیٹی کو زندہ درگور کر دیتا تھا۔ حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی تعلیمات نے وہاں ایسا جلا بکھیرا کہ وہ معاشرہ نور علی نور اور قابل رشک بن گیا۔

فکر بدلا ، سوچ بدلی ، نقطہ نظر بدلا ، اقدار بدلیں ، عزائم بدلے ، امنگیں بدلیں ، شوق بدلے ، کردار بدلے ، خلوت بدلی ، جلوت بدلی ، انفرادیت بدلی ، اجتماعیت بدلی ، دن بدلا ، رات بدلی حتیٰ کہ تبدل الارض غیر الارض والسموات کے مصداق آسمان بدلا زمین بدلی ۔

عزت لوٹنے والے ایک دوسرے کی عزت کے پاسبان بن گئے ۔
 آپ کی تعلیمات نے آنا بڑا انقلاب برپا کر دیا کہ اس کی کوئی مثال پیش نہیں کر سکتا لوگوں کے ظاہر بدلے ، باطن بدلے ۔ انسانیت کے لیے یہ لوگ پیغام رحمت بن گئے

ان کے مقام کا یہ عالم کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :
 اصحابی کالنجوم باہم اقتدیتم میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان
 میں سے جس کی پیروی کرو گے وہ نجات
 اہدیتم ۔
 مشکوٰۃ المصابیح ، باب المناقب ، پاؤ گے ۔

آپ کی تعلیمات کی ہی وجہ سے ایسے افراد پیدا ہوئے جن پر انسانیت تاقیامت فخر کرتی رہے گی ۔ آپ کی تعلیمات ، زندہ تعلیمات ہیں اگر آج بھی کوئی متاثرہ اپنے اندر انہیں پیدا کرے تو حالات سنور سکتے ہیں ۔

اندھے شیشے جھلا جھل دکھنے لگے

آپ کی پرے تاثر اور پر نور دعوت و تعلیمات سے غیر محذور ، مردہ دل لوگوں نے روشنی پائی اور تاقیامت پاتے رہیں گے ۔ یہاں صرف ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے : جس سے آپ کی پر حکمت و دعوت کی جھلک اور اس کی اثر پذیری کا اندازہ کیا جاسکتا ہے ۔ امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا

کہ ایک نوجوان نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں آکر کہا مجھے آپ زنا کی اجازت دیدیں۔ لوگوں نے اسے جھڑکا اور برا بھلا کہا کہ تجھے شرم نہیں آتی۔ تم اللہ کے حبیب کی بارگاہ میں ایسی بات کرتے ہو۔ رحمۃ للعالمین آقا نے فرمایا۔ عزیز میرے قریب ہو کر بیٹھ۔ جب وہ بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا کیا یہ عمل تو اپنی والدہ سے کرے گا؟ کہنے لگا ہرگز نہیں۔ فرمایا دوسرے لوگ بھی تو اپنی والدہ کے ساتھ ایسا عمل پسند نہیں کرتے۔ پھر کیا تو اپنی بیٹی کے ساتھ کرے گا؟ کہنے لگا، قربان جاؤں ہرگز نہیں فرمایا دوسرے لوگ بھی اپنی بیٹی کے ساتھ ایسا عمل پسند نہیں کرتے۔ کیا تو اپنی بہن پھوپھی یا خالہ سے کرے گا؟ کہنے لگا ہرگز نہیں فرمایا دوسرے لوگ بھی اسے پسند نہیں کریں گے۔ یہ فرمانے کے بعد آپ نے دستِ رحمت اس نوجوان کے سر پر رکھا اور دعا کی :

اللهم اغفر ذنبه و طهر

قلبه و احصن فرجه

اسے اللہ اس کی گناہوں کی زندگی بدل دے، اس کا دل پاک کر دے اور اس کو شرگاہ کی حفاظت کی توفیق دے۔ (الرسول، ۱: ۱۲۵)

اس کے بعد اس نوجوان کے قدم کبھی بھی غلط نہیں اٹھے بلکہ وہ شرم و حیا کا پیکر بن گیا۔ ملاحظہ کیجئے آپ ناراض نہیں ہوئے بلکہ احسن انداز میں اسے سمجھایا کہ جس کے ساتھ تو برائی کرے گا وہ بھی کسی کی ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی یا خالہ ہوگی۔ جیسے تو اپنے ان رشتوں کی عزت ریزی کو برا جانتا ہے اسی طرح دوسروں کی عزت ریزی کو بھی برا جان۔ اس کے بعد خدا کے حضور دعا فرمائی جس سے اس کی کایا ہی پلٹ گئی۔

کاش ہمارے علماء و واعظین بھی یہی طرز عمل اپنائیں تاکہ وہ محبت و شفقت کی بہاریں پھرنوٹ آئیں۔

لطفِ بیداری شب پہ بید درو

۹۸

عالمِ خوابِ راحت پہ لاکھوں سلام

لطف - لذت ، بیداری - جاگنا ، شب - رات ، عالم - کیفیت ، خواب - نیند

راحت - آرام

اس مقام پر آپ کی شب بیداری اور مبارک نیند پر سلام ہے ۔

لطفِ بیداری شب

اس عالم ہست و بود میں اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ عبادت اور اس میں لطف و

لذت پانے والے رحمتِ دو جہاں ہیں ۔ آپ نے نماز کے بارے میں فرمایا :

جعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ نماز میں میری آنکھوں کی ٹفنڈک ہے

جب نماز کا وقت ہوتا تو آپ اپنے مؤذن بلال سے فرماتے :

قم یا بلال ارحنا بالصلوٰۃ اے بلال اذان پڑھ اور نماز سے ہمیں

راحت پہنچا ۔

آپ کی لذتِ عبادت اور شب بیداری تا یہ عالم تھا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ

سے مروی ہے :

آپ رات بھر اتنا قیام کرتے کہ آپ کے پاؤں سو ج جاتے ۔ آپ سے عرض کیا

گیا یا رسول اللہ ! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں ؛ حالانکہ رسول کریم نے آپ کو بخشش کا ثرہ

سنا دیا ہے ۔ آپ نے فرمایا :

افلا اکون عبدًا شکورًا میں اس کا شکر گزار بندہ کیوں نہ ہوں ؛

میری چاہت شب بیداری ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ تعالیٰ جعل لكل
نبی شہرۃ وان شہوتی قیام
اللیل۔
(الوقا، ۵۰۳)

اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کے لیے ایک
چاہت بنائی۔ میری چاہت رات کو
اپنے رب کی بارگاہ میں قیام و عبادت
کرناسی۔

عالم خواب راحت

آپ کی مبارک نیند دوسروں کی طرح نہ تھی۔ آپ کی آنکھیں سوتیں لیکن دل
یادِ الہی میں بیدار رہتا۔
بیداری قلب النور

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے قلب النور کو اسی طرح بیداری عطا فرمائی ہے کہ
وہ ہر وقت ہر حال میں باری تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ نہ تو اس پر نیند کا غلبہ ہو سکتا
ہے اور نہ ہی اس پر غفلت طاری ہو سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا خواب بھی سراپا وحی
ہے اور نیند آپ کی وضو میں خلل واقع نہیں کرتی۔

حضرت ابوسلمہؓ سے مروی ہے کہ میں نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہا سے پوچھا کہ رمضان المبارک میں حضور کی نماز کی کیا کیفیت تھی؟ تو انہوں نے
بتایا آپ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نماز نہیں

پڑھتے تھے۔ چار چار رکعتیں اتنے اطمینان، وقار و سکون، فروتنی و عاجزی اور
تعدیل ارکان کے ساتھ ادا کرتے کہ ان کے حسن و طوالت کا کیا کہنا۔ اس کے بعد آپ
تین رکعات وتر ادا فرماتے۔ ایک دفعہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ!

اتنام قبل ان تو تر؟ کیا آپ وتر ادا کرنے سے پہلے

سو جاتے ہیں؟

سوال کی غرض یہ تھی کہ بعض اوقات آدمی کی نیند نہیں کھلتی جس کی وجہ سے وتر

قضا بھی ہو سکتے ہیں۔ آپ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: عائشہ!

ان عینی تنامان ولا ینام

یقیناً میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا

قلبی۔ (شمائل ترمذی باب ماجاء فی ظلی رسول اللہ) دل نہیں سوتا۔

یعنی کسی اور کو نماز وتر کے فوت ہونے کا خطرہ ہو سکتا ہے، مجھے ایسا کوئی خوف

نہیں کیونکہ میرا دل ہر حال میں بیدار رہتا ہے۔

قلوب انبیاء اور مشاہدہ جمال حق

حضرت ملا علی قاری اور امام عبدالرؤف مناوی نے اس حدیث کے تحت خوب

کہا:

انما فعلت ذلك لاني لا اخشى

فوت الوتر وهذا من

خصائص الانبياء عليهم

السلام لحياسة قلوبهم واستغراق

شهود جمال الحق المطلق۔

(مجمع الرسائل، ۲: ۷۴)

میں یہ عمل اس لیے کرتا ہوں کہ مجھے
وتروں کی قضا کا اندیشہ نہیں (میرا
دل بیدار رہتا ہے) یہ انبیاء علیہم السلام
کا خاصہ ہے کہ ان کے مبارک دل ہر
وقت ہر حال میں بیدار اور جمال حق
تعالیٰ کے مشاہدہ حق میں مستغرق رہتے
ہیں۔

نیند کے بعد وضو کی حاجت

حضرات انبیاء علیہم السلام کی بیداری کا عالم یہ ہوتا ہے کہ حالت نیند میں وہ اس بات سے بھی آگاہ رہتے ہیں کہ ان کا وضو قائم ہے یا نہیں؟ یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہو کر نماز ادا فرماتے تو تجدید وضو نہ کرتے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گہری نیند سوئے ہوئے تھے۔ بلال نے حاضر ہو کر نماز کے بارے میں عرض کیا تو آپ اٹھے۔

صلیٰ و لہو یتوضا نماز ادا کی لیکن تجدید وضو نہ کی۔
 دشائل ترمذی، باب ماجاء فی صفة نوم رسول اللہ

۹۹۔ خندہ صبح عشرت پہ نوری درو
 گریہ ابر رحمت پہ لاکھوں سلام

خندہ مسکراہٹ، عشرت خوشی، گریہ رونا، ابر رحمت رحمت کے بادل
 احادیث میں سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دو کیفیات کا تذکرہ آیا ہے۔

۱۔ آپ ہمیشہ دائم الفکر رہتے

۲۔ صحابہ سے ملاقات پر آپ ہمیشہ خوش و خرم ہوتے

اعلیٰ حضرت نے انہی دو کیفیات کو یوں بیان کیا کہ امت کی خاطر ساری ساری آگریہ کے
 باوجود صبح آپ ہر ایک سے خندہ پیشانی سے پیش آتے۔

آپ کا دائم الفکر رہنا

اس کائنات میں آپ سے بڑھ کر اپنی ذمہ داریوں کا کامل طور پر احساس اور نبھانے والا کوئی نہیں۔ آپ ہر وقت انسانیت اور مخلوقِ خدا کی بھلائی کے لیے سوچتے اور تفکر کرتے۔

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا

صفیٰ منطلق رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
انہوں نے فرمایا:

مجھے حضور علیہ السلام کی گفتگو کے بارے
میں آگاہ کیجئے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم متواصل
الاحزان دائم الفکر لیست
لہ راحت طویل السکت

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ
صاحبِ حزن و فکر رہے آپ نے کبھی
لاحت نہ پائی۔ آپ کا سکوت طویل ہوتا
ضرورت کے بغیر گفتگو نہ فرماتے۔

لا یتکلم فی غیر حاجة۔ (شمائل الرسول، ۱: ۶۵)

فکر مند رہنے کی حکمتیں

آپ کا فکر مند ہونا اپنی ذات سے بڑھ کر امت کے لئے تھا یعنی آپ کی فکر مندی دنیا کی خاطر نہ تھی بلکہ اللہ تعالیٰ کے سچے دین اور مخلوقِ خدا کے حوالے سے تھی۔ کتاب و سنت نے آپ کے غمگین ہونے کے جو اسباب بیان کئے ہیں ان میں سے سب سے اہم "لوگوں کا اپنے خالق و مالک کو نہ ماننا" ہے۔ اللہ رب العزت

نے اپنے پیارے کی اسی پریشانی کا اظہار یوں فرمایا:

لَعَلَّكَ بِأَخِي نَفْسًا أَنْ لَا
ان کا ایمان نہ لانا آپ کو اتنا شاق

يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ
گزرتا ہے کہ آپ اپنے کو ہلاک کر دیں

اور دوسری وجہ آپ کی امت کے معاملات تھے۔ اس کا تفصیلی تذکرہ شعر ۸۳

کے تحت آچکے ہیں۔

گر یہ ابر رحمت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم حیاتِ ظاہری میں بنتے کم تھے۔ محبت و خشیتِ الہی میں اکثر
آنکھیں برسات کی طرح برستی تھیں۔ امت کی یاد اور اس کی بخشش و نجات کے
لیے آپ کا رونا کسی ذی شعور سے مخفی نہیں۔

صحابہ نے بیان کیا ہے کہ آپ تمام ظاہری زندگی میں دائم الفکر رہے۔ ہم یہاں
صرف چند کیفیات کا ذکر کرتے ہیں۔

سینۃ اقدس کا ہنڈیا کی طرح کھولنا

حضرت عبداللہ بن الشیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ
آپ کی خدمت اقدس میں حاضر تھا، آپ نماز ادا فرما رہے تھے۔

لجوفہ ازین کا زین المرجل من
آپ کے سینۃ اقدس سے رونے

البكاء۔
کی آواز اس طرح آرہی تھی جس طرح

رشرح شمائل للفقاری ۲۰: ۱۱۶
ہنڈیا کے کھولنے کی آواز آتی ہے

آنسوؤں کی برسات

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم مسجد نبویؐ میں منبر پر تشریف فرما تھے۔ مجھے مخاطب ہو کر فرمایا عبد اللہ اللہ کا کلام سناؤ۔ میں نے دست بستہ عرض کیا۔ آقا میری کیا حیثیت ہے؟ آپ کے قلب اقدس پر قرآن نازل ہوا ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

انی احبان اسمعه من غیرتی میں پسند کرتا ہوں کہ غیر سے محبوب کی بات سنوں۔

میں نے آپ کے ارشاد کے مطابق سورہ نساء کی تلاوت شروع کی۔ جب میں

اس آیت پر پہنچا،

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ
بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ
شَهِيدًا۔

وہ کیسا سماں ہوگا جب ہم ہر امت سے
ایک ایک گواہ لائیں گے اور آپ ان
تمام پر گواہ بنائیں گے۔

تو حال یہ تھا:

فَرَأَيْتُ عَيْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَهْمَلَانِ۔ (شماثل ترمذی، باب ماجاء فی بقاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)
اسی طرح کا واقعہ حضرت محمد بن فضالہؒ سے بھی مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
اپنے صحابی عبد اللہ بن مسعودؓ کو ساتھ لے کر ہمارے قبیلہ بنی نضیر میں تشریف لائے۔
آپ نے انہیں تلاوت قرآن کا حکم دیا۔

جب وہ اس آیت پر پہنچے فیکف اذا جئنا من کل امۃ (الایہ) تو آپ

کی کیفیت یہ تھی

فبکی حتی ضرب لِحیاءہ ووجنتاہ
(شرح شماثل للقاری، ۲: ۱۱۲، بحوالہ طبرانی)

آپ روپڑے یہاں تک کہ آپ کی مبارک
داڑھی اور مقدس رخسار تر ہو گئے۔

خندہ بصر عشرت

اس تمام فکر مندی اور گریہ کے باوجود آپ کی طبیعت مبارکہ میں انقباض نہ تھا۔ بلکہ ہشاش بشاش دکھائی دیتے اور ہر ایک کے ساتھ بڑھی ہی خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آتے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی یا آپ وعظ و نصیحت فرما رہے ہوتے تو ایسا محسوس ہوتا جیسے آپ قوم کو کسی آنے والے عذاب پر متوجہ کر رہے ہیں۔ جب یہ کیفیت ختم ہو جاتی دایتہ اطلق الناس وجہاً و اکثرہم ضحکاً واحسنہم بشرًا
تو آپ تمام لوگوں سے ہشاش بشاش نظر آتے، مسکراہٹ اور حسن و جمال میں آپ کی مثال نہیں۔

(مجمع الزوائد، ۹: ۱۷۰)

نرمی خوئے لینت پیہ دائم درود
گرمی شان سَطوٰت پیہ لاکھوں سلام
جس کے آگے کھنچی گردنیں جھک گئیں
اُس خداداد شوکت پیہ لاکھوں سلام

خوئے۔ عادت، لینت۔ غصہ نہ آنا، دائم۔ ہمیشہ، گرمی۔ رونق، سطوت۔ رعب و دیدہ، خداداد۔ اللہ کی عطا، شوکت۔ قدر و منزلت۔

اللہ تعالیٰ نے ہادی کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طبیعت میں نہایت نرمی و شفقت پیدا فرمائی۔ اس کے باوجود آپ کی ذات کا ایسا رعب و دبر بہ تھا کہ بڑے بڑے جاہل مرعوب ہو جاتے۔

طبیعت مبارکہ کی نرمی

آپ کی خدمت اقدس میں بدوی اور دیہاتی لوگ آتے جو آداب سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے نہایت اکھڑے اور سخت لہجہ میں گفتگو کرتے مگر آپ ہمیشہ بڑی ہی نرمی اور شفقت سے ان کے معاملات نپٹاتے۔

گردن میں کپڑا ڈالنے والے کے ساتھ نرمی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک دفعہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا۔ آپ نے بخراں موٹی چادر اوڑھ رکھی تھی۔ راستے میں ایک یہودی ملا اس نے آپ کی چادر انور کو اس قدر کھینچا :

حتی نظرت الی صفحة
عنق رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم وقد
اثر فیہ ثم قال یا محمد
سرلی من مال اللہ الذی
عندک۔ (خلاق نسبی، ۳۸)

میں نے آپ کی مبارک گردن
کو دیکھا تو اس پر چادر کا نشان
نظر آ رہا تھا۔ پھر کہنے لگا اے محمد
مجھے وہ مال دینے کا حکم دے
جو اللہ نے تجھے دیا ہے۔

حضور اسے دیکھ کر مسکرائے اور پھر اسے اس کی حسب خواہش عطا فرمایا۔

مسجد میں پیشاب کرنے والے کے ساتھ نرمی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے ایک اعرابی نے مسجد میں پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ صحابہ اسے منع کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو (پیشاب کرنے دو) پانی سے اسے صاف کر دو۔

انما بعثتم ميسرين ولم
تبعثوا معسرين .
تہیں اللہ نے آسانی دینے والا بنا کر
بھیجا ہے تنگ کرنے والا بنا کر نہیں
بھیجا۔

(بخاری، باب حسب الماء علی البول فی المسجد)

مسلم کی روایت میں یہ ہے کہ آپ نے اس اعرابی کو بلا کر فرمایا:

ان هذه المساجد لا تصلح
مساجد میں بول و براز جائز نہیں، یہ

لشي من هذا البول
اللہ کے ذکر، نماز اور قرأت

ولا القدر، وانما هي لذكر
قرآن کے لیے ہوتی ہیں۔

الله والصلوة وقراءة القرآن

(المسلم)

آپ کا حسن سلوک صرف اپنوں تک محدود نہ تھا بلکہ جانی دشمنوں کے ساتھ بھی
اتنا محبت بھرا سلوک کیا کہ اس کی مثال نہیں۔

فطرتی رعب و جلال

جس طرح آپ کی طبیعت میں نرمی اور شفقت تھی اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ
کو فطرتی رعب و دیدہ بنا لیا تھا۔

آپ کو حسن صورت و سیرت کی وجہ سے قدرتی وقار حاصل تھا۔ آپ کے شخصی وقار و ہیبت کا یہ عالم کہ ایک ماہ کی مسافت تک اس کا رعب و دبدبہ تھا۔ آپ کی ہیبت سے بڑے بڑے جابر کانپ اٹھتے اور آپ نے اپنے شخصی وقار و جاہت کے لیے کبھی تکلف نہیں فرمایا۔

۱۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ آپ کے وقار کے بارے میں بیان کرتے ہیں:
 من راہ بدیہۃ حابہ ومن خالطہ
 معرفۃً احبہ۔
 جو شخص آپ کو اچانک دیکھتا وہ مرعوب ہو جاتا اور جو آپ کے ساتھ میل جول رکھتا وہ آپ کو محبوب بنا لیتا۔

۲۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ آپ کی عظمت و وقار کو یوں بیان کرتے ہیں۔
 حتیٰ کہ اسے اپنے والدین اور تمام لوگوں سے بڑھ کر آپ سے محبت ہو جاتی۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم فحماً مفضلاً۔
 رسالتہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات والا
 صفات کے لحاظ سے عظیم تھے اور دوسروں کے
 ذمہ کے نزدیک معظم اور باوقار تھے۔

فحماً مفضلاً کا معنی شارحین حدیث نے یہ تحریر کیا ہے۔

هو عظیم فی نفسه معظم فی القلوب
 والعیون عند کل من راہ صلی اللہ
 علیہ وسلم۔ (زہر الخصال علی اشمال، ۲۹)

امام عبد الرؤف مناویؒ یہ معنی بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ یہی قدرتی وجاہت تھی کہ مخالف بھی آپ کی تعظیم نہ چاہنے کے باوجود کرنے پر مجبور ہو جاتا اور ان الفاظ کا ایک اور معنی بھی بیان کیا:

فحماً عظیم عند اللہ مفضلاً
 آپ اللہ کے ہاں عظیم اور لوگوں کے

معظم عند الناس شرح شمال: ۳۲) ہاں معظم ہیں۔

۳۔ حضرت خارجہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
رسالتاب صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں تمام
وسلم اوقوالناس فی مجلسہ۔
شراکاء سے باوقار ہوتے۔

۴۔ حضرت ام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے حسن و جاہت اور شخصی وقار کے بارے
میں فرماتی ہیں :

ان صحت فعلیہ الوقار وان تکلم
نہی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بوقت سکوت
سماہ و علاہ البہاہ اجمل
حد درجہ متین اور سراپا وقار دکھائی دیتے۔
الناس و ابہاہ من بعید و احسنہ
جب گفتگو فرماتے تو رخ انور پر شکفتگی پھیل
واحلاہ عن قریب۔
جاتی۔ دور سے ذی وجاہت اور بارعب
دالمسدرک للحاکم، ۳: ۹)

اور من ٹھارتھے۔

آپ کو آنکھ بھر کر نہیں دیکھا جاسکتا تھا

۵۔ آپ کے حسن و جاہت و وقار کا یہ عالم تھا کہ کسی کو بھی آپ کے چہرہ اقدس کو آنکھ
بھر کر دیکھنے کی طاقت نہ تھی۔ اسی بات کا تذکرہ آپ کی بارگاہ سے فیض پانے والے
صحابی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ یوں بیان کرتے ہیں۔

دماکان احد احب الی من
مجھے حضور کی ذات سے بڑھ کر کوئی محبوب
رسول اللہ وکلاجل فی عینی
نہ تھا نہ ہی کوئی میری نظروں میں آپ سے
منہ و ما کنت اطیق ان املاء
بڑھ کر کوئی بزرگ تھا۔ آپ کی جلالت و
عینی منہ اجلا لہ ولو سئل
ہیبت کی وجہ سے مجھ میں آپ کے چہرہ

ان اصفه ما اطلقت لاني لم
اكن املاء عيني منه -
(الشفاء ۲۱: ۹۲ بحوالہ مسلم)

اودس کو نظر بھر کر دیکھنے کی طاقت نہ تھی۔
اگر کوئی شخص آپ کے حسن و جمال کے بار میں
مجھ سے پوچھتا تو میں کیونکر بیان کر سکتا تھا
کیونکہ آپ کے حسن جہاں تاب کی چمک دیکھا
کیونکہ میں آپ کو آنکھ بھر کر دیکھ
ہی نہیں سکتا تھا۔

۴۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے
صحابہ میں تشریف فرما ہوتے تو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے علاوہ کوئی آپ
کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا تھا۔

فلا يرفع احد منهم اليه
بصره الا ابوبكر وعمر فانهما
كان ينظران وينظر اليهما و
يتبسمان اليه ويتبسم اليهما -
(الشفاء ۲۱: ۵۹۲ بحوالہ ترمذی)

آپ کی طرف کوئی نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا
تھا۔ ماسوائے ابوبکر و عمر کے۔ یہ دونوں
آپ کو تکتے اور آقا ان پر شفقت فرماتے
وہ آپ کی زیارت کر کے تبسم کرتے آپ
انہیں دیکھ کر خوش ہوتے۔

۷۔ حضرت عمرو بن مسعود نے صلح حدیبیہ کے موقع پر بارگاہ نبوی اور صحابہ
کے آداب کے بارے میں جو رپورٹ پیش کی تھی اس میں ایک جملہ یہ بھی تھا۔

وما يحدون اليه النظر
تعظيماً له -
(الشفاء ۲۱: ۵۹۳)

آپ کی تعظیم و وقار کی وجہ سے
کوئی شخص آپ کی طرف تیز نگاہ
نہیں کرتا تھا۔

۸۔ حضرت قبیلہ بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتی ہیں کہ میں نے
ایک دن آپ کو حالت خشوع میں بیٹھے ہوئے دیکھا کہ آپ نے دونوں بازو

ٹلا کر پیٹ کو رانوں کے ساتھ لگا رکھا تھا۔ میرے جسم پر ہیبت و خوف طاری ہو گیا۔ میں لرزاٹھی اور میں آپ کی پشت کی طرف تھی۔ ایک شخص نے آپ سے میری حالت کے بارے میں عرض کیا تو آپ نے یہ کلمات فرمائے۔
یا مسکینۃ علیک السکینۃ اے خاتونِ مسکین! تجھے سکون و
اطمینان حاصل ہو۔

جب آپ نے یہ کلمات فرمائے،

اذہب اللہ ما کان دخل قلبی من الرعب۔
میرے دل میں جو رعب و دبدبہ تھا وہ
تمام اللہ تعالیٰ نے دور فرما دیا۔

(مخبر الانسان الکامل، ۲۰)

حضرت حسانؓ کا آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر زیارت کرنا

۱۔ شاعر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
آپ کے چہرہ اقدس کے انوار و تجلیات اور ہیبت و وقار کا تذکرہ کرتے ہوئے
کہتے ہیں:

لما نظرت الی انوار صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم وضعت کفی
علی عینی خوفاً من ذہابِ نصیری
میں نے جب آپ کے انوار کا مشاہدہ
کیا تو میں نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ
رکھ لی تاکہ کہیں میری بینائی ہی نہ جاتی

رہے۔

(جوہر البیاری، ۲: ۳۲۷)

آپ کا سر ایسا کبار صحابہؓ سے کثرت کیسا تھا کیوں مروی نہیں؟

ذکورہ گفتگو سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ آپ کا سر ایسا وحلیہ اکثر طور پر کبار

صحابہ سے کیوں مروی نہیں۔
 وہ چونکہ سرورِ عالم کی ہیبت و وقار، تعظیم و اجلال کی وجہ سے آپ کی طرف نظر
 بھر کر نہیں دیکھتے تھے اس لیے وہ خود آپ کے حلیہ و سراپا کے بارے میں ایسے
 لوگوں سے پوچھا کرتے جن کا بچپن حضور علیہ السلام کی صحبت میں گزرا ہو یا ایسے لوگوں
 سے جو بچپن میں حضور کے زیر تربیت رہے۔

شیخ محمد علوی مالکی رقمطراز ہیں :

وقد كان الصحابة رضي الله
 عنهم لا يستطيعون امعان النظر
 فيه لقوة مهابة ومزید وقارة
 ومن ثم لم يصفه الا صغارهم
 او من كان في تربيته قبل النبوة
 كعند بن ابي هالة وسيدنا علي
 رضي الله عنهم - (محمد الانسان الكامل، ۲۰)
 آپ کی کامل ہیبت و وقار کی وجہ
 سے کبار صحابہ میں یہ جرأت نہ تھی کہ
 وہ آپ کو نظر بھر کر دیکھتے۔ یہی وجہ ہے
 آپ کا سراپا دہی صحابہ بیان کرتے ہیں
 جو اس وقت بچے تھے یا اعلان نبوت
 سے پہلے آپ کے زیر تربیت تھے۔
 مثلاً عند بن ابي ہالہ اور سیدنا علی
 رضی اللہ عنہ

کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی
 آنکھ والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام

موسیٰ۔ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر نبی کا نام ہے، ہمت۔ حوصلہ
 اس شعر میں امام اہلِ محبت نے قصہ طور و معراج بیان کرتے ہوئے مقامِ کظیم اور
 مقامِ حبیب میں فرق کی طرف اشارہ کیا ہے۔

واقعة طو

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب رب کریم سے بلا واسطہ ہمکلام ہونے کا شرف
ملا تو عرض کیا اے اللہ مجھے اپنا دیدار عطا فرما اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ میرا دیدار نہیں کر
سکتے۔ میں اس پہاڑ پر اپنی ایک تھلی کا اظہار کرتا ہوں اگر آپ اسے برداشت کر کے تو
پھر دیدار کا مطالبہ کرنا۔

فَلَمَّا تَصَلَّىٰ رَبُّهُ لِلْجَبَلِ
جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَىٰ
صَعِقًا فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ سُبْحَانَكَ
إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ -
(الاعراف)

جب رب تعالیٰ نے پہاڑ پر تھلی کا
ہار فرمایا تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور
موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے جب
ہوش آیا تو عرض کرنے لگے اے اللہ
تو بلند تر ذات ہے میں تیری طرف رجوع
کرتا ہوں۔

واقعة معراج

معراج کی رات حضور آرام فرماتے تھے۔ جبریل امین کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا کہ میرے محبوب
کو لا مکان کی بلندیوں پر معراج کی دعوت دو۔ چنانچہ سرور عالم کو معراج کی صورت میں
اللہ تعالیٰ نے عرش، جنت اور لامکان کی بلندیوں تک عروج کے علاوہ اپنے دیدار و
قرب کا وہ درجہ عطا فرمایا جو آپ کا ہی حصہ تھا۔

سورۃ النجم میں اس واقعہ کو نہایت ہی پیارے انداز میں بیان کرتے ہوئے

فرمایا:

شَقَرَدْنِي فَنَسَدَتْنِي فَكَانَ
پھر وہ قریب ہوا پھر اور قریب ہوا

قَابَ تَوَسَّيْنِ اَوْ اَوْفَى
 فَاَوْحَىٰ اِلَىٰ عَبْدِهٖ مَا اَوْحَىٰ
 مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاى
 اَفْتَرُوْنَهُ عَلٰى مَا يَرٰى
 وَلَقَدْ مَرَّ اِنَّ نَزْلَهُ اٰخِرٰى
 عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى
 عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاوٰى
 اِذْ يُغْشٰى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى
 مَا زَاغَ الْبَعْرُ وَمَا طَفٰى
 (النجم)

دو کمانوں کی مانند فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بند پر وحی فرمائی جو فرمائی تھی۔ جو کچھ دیکھا دل نے اسے جھٹلایا نہیں کیا تم ان کی دیکھی ہوئی چیز میں نزاع کرتے ہو اور انہوں نے اسے دوسری دفعہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا اس کے قریب جنت الماویٰ ہے۔ اس کو ڈھانپ رکھا تھا جس نے ڈھانپا۔ نگاہ نہ جھپکی نہ حد سے بڑھی۔

معراج کی رات جب سرور عالم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو انہیں معلوم ہوا کہ یہی وہ ذات ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنا دیدار مختص فرمایا ہے حضرت عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ کا دیدار کیا ہے تو انہوں نے فرمایا :
 نعم جعل الکلام لموسى
 عليه السلام والمخلة لابراهيم
 عليه السلام والنظر لمحمد
 صلى الله عليه وسلم
 (شهادة لالہ الا اللہ، ۱۲۷)

ہاں، بلا واسطہ ہمکلام ہونے کا شرف
 حضرت موسیٰ علیہ السلام، خلیل ہونے
 کا شرف حضرت ابراہیم علیہ السلام اور
 دیدار ذات کا شرف سرور عالم کے
 لیے ہے۔

یہی وجہ ہے جب آپ معراج کے موقع پر سچا پس نمازیں لے کر امت کے لیے آ رہے تھے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درخواست کی :

ارجع الی مراتب فاسألہ الخفیف
فان امتک لا تطیق ذلک۔
اپنے رب کے حضور واپس جائیے
اور کئی کا سوال کیجئے کیونکہ آپ کی امت
اتنی نمازیں ادا نہیں کر سکے گی۔

آپ فرماتے ہیں :

فلما ازل ارجع بین ربی و
بین موسیٰ۔
میں اپنے رب اور موسیٰ کے درمیان
آتا جاتا رہا۔

یہاں تک پانچ نمازیں رہ گئیں،

اہل معرفت نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے اس مبارک عمل کی جو حکمتیں بیان
کیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دیدار کی درخواست
کی تھی اس میں کامیاب نہ ہوئے مگر شوق دیدار ہمیشہ تڑپاتا تھا۔

فلما تحقق ان سیدنا حمداً
المجیب منع الرؤیة وفتح
له باب المزیة اکثر السوال
لیسعد برؤیة من قد
رأی (المواہب اللدنیہ ۳ : ۱۱۰)
جب اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام
کو زیارت کا شرف بخشا اور خصوصی
کرم سے نوازا تو موسیٰ علیہ السلام
نے بار بار واپسی کی درخواست کی تاکہ
ہیں اس ذات کی زیارت کر لوں جس نے
میرے رب کو دیکھا ہے۔

اعلیٰ حضرت نے اسی پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے کہا موسیٰ علیہ السلام تجلی
کی زیارت کی تاب نہ لا سکے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے کو وہ حوصلہ و ہمت دی
کہ بار بار ذات کے موقع پر بھی بہرہ ریش نہ ہوئے۔

موسیٰ زہوش رفت بیک پر توصفات
تو عین ذات می نگری در تبستی

مولانا اختر الحامدی نے تفسیر میں شعر کا معنی خوب واضح کیا

فرق مطلوب و طالب کا دیکھے کوئی قصہ طور و سراج سمجھے کوئی
کوئی بیہوش، جلوؤں میں گم ہے کوئی کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی
آنکھ والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام

گردِ مہ دستِ انجم میں رخشاں ہلال

-۱۰۳

بدر کی دفعِ ظلمت پہ لاکھوں سلام

شورِ تکبیر سے تھر تھرائی زمیں

-۱۰۴

جیشِ جیشِ نصرت پہ لاکھوں سلام

نعرہ ہائے دلیراں سے بن گونجتے

-۱۰۵

غرشِ کوسِ جرات پہ لاکھوں سلام

چاقِ خنجر سے آتی صدا

-۱۰۶

مہمے تیری صولت پہ لاکھوں سلام

گردِ مہ - چاند کے ارد گرد ، دستِ انجم - ستاروں کا جھرمٹ ، رخشاں - روشن ،
ہلال - چاند ، بدر - مقام بدر ، دفع - دور کرنا ، ظلمت - تاریکی ، شورِ تکبیر - نعرہ یا تکبیر ،
جیش - حرکت و روانگی ، جیشِ لشکر ، نصرت - مدد ، دلیراں - جرات مند ، بن - صحرا ،
میدان ، غرش - غرانا ، کوس - نقارہ ، چقاچاق - تلوار یا تیر لگنے کی آواز ، صدا - آواز

صولت - بیعت -

ان اشعار میں سالارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غزوات، جرات و بہادری اور آپ کے صحابہ کے کارناموں کا تذکرہ ہے۔

اسلام و کفر کا پہلا معرکہ

خصوصاً بدر کا ذکر اس لیے کیا کہ یہی وہ پہلا معرکہ ہے جو حق و باطل کے درمیان فرق کے لیے برپا کیا گیا۔ مسلمان تعداد اور اسلحہ کے اعتبار سے بے سرو ساماں اور کافر یمن گنا زائد تعداد اور اسلحہ کے مالک تھے۔ ظاہری طور پر کافروں کی شکست کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا مگر تاریخ شاید ہے جب محمد عربی کے تربیت یافتہ اللہ اور اس کے دین کے شیدائی حق کی خاطر میدانِ بدر میں اترے تو کفر کو ایسی شکست ہوئی کہ اس کا تمام زور ٹوٹ گیا۔ تمام بڑے بڑے کافر ابو جہل، شیبہ، عقبہ اور امیہ بن خلف ماسے گئے، اسلام کا جھنڈا بلند ہو گیا۔

گردمہ دستِ انجم میں خشاں ہلال

یاد ہی کو نہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب اطلاع ملی کہ کافروں کا ایک عظیم لشکر مقامِ بدر میں مسلمانوں کو ختم کرنے کے لیے آ رہا ہے تو آپ نے لشکرِ اسلام کو خطاب کیا اور ان سے رشتے لی۔ حضرت ابو بکر اور دیگر مہاجرین نے جاں نثاری کا اعلان کر دیا لیکن رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی طرف دیکھا کیونکہ انصار نے بیعت کے وقت صرف یہ اقرار کیا تھا کہ وہ اس وقت تلوار اٹھائیں گے جب دشمن مدینہ پر حملہ آور ہوں گے، اس موقع پر دو انصاری صحابہ نے — جو گفتگو کی وہ من و عن کتب سیر میں محفوظ ہے۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حضرت مقداد بن اسود نے

کھڑے ہو کر عرض کیا، ہم قوم موسیٰ نہیں جنہوں نے کہہ دیا تھا اسے موسیٰ تو اور تیرا
رب جا کر جہاد کرو پیم یہاں بیٹھیں گے یا رسول اللہ!

کنا لقاتل عن یمینک و عن
شمالک و بین یدیک و
خلفک فرأیت النبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم اشرق
اٹھا۔

وجہہ وسرہ

(ابن خاری، کتاب المغازی)

صحابی کے ان الفاظ کو سامنے رکھتے ہوئے اعلیٰ حضرت کا یہ مصرعہ پڑھیے :
”گر دمہ دست انجم میں رخشاں ہلال“ ہر وقت صحابہ، مدنی چاند کے ارد گرد ستاروں
کی مانند رہتے، اور یہ کیفیت میدان جہاد میں بھی قائم رہتی۔

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہاجرین میں سے حضرت سعد بن عبادہ
اٹھے اور عرض کیا آپ ہم سے مشورہ چاہتے ہیں یا رسول اللہ!

والذی نفسی بیدہ لو امرتنا
ان نخيضها البحر لا خضناها
قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے
قبضہ میں میری جان ہے اگر آپ سمندر
میں گھوٹے داخل کرنے کا حکم دیں گے
(اسلم، باب غزوه بدر)

تو ایسا کر گزریں گے۔

صحابہ کرام کی یہ حیأت و بہادری آقاؐ کے فیض کرم کا صدقہ ہے۔

رحمت عالم کی سجدہ ریزی اور دعا

صحابہ کرام کا لشکر اگرچہ ظاہری ساز و سامان سے لیس نہ تھا مگر حسن نیت، اخلاص

اور سرورِ عالم کی دعائیں انکے شامل حال تھیں۔ حضرت عمرؓ بیان فرماتے جب سرورِ عالم نے دیکھا کہ کافر مسلمانوں سے تین گنا زیادہ اور ان کے پاس اسلحہ وافر مقدار میں موجود ہے تو آپ نے رخِ انورِ قبلہ کی طرف کر لیا۔

ثم مدید یہ فجعل یتف
بربہ اللہم انجز لی ما وعدتہ
اللہم ات ما وعدتہ اللہم ان
ان تہلک ہذہ العصابة من
اہل الاسلام لا تعبد فی
الارض
دالمسلم، باب الامداد بالملائکہ فی
غزوة البدر

پھر آپ نے ہاتھ اٹھا کر اپنے کریم
رب کے حضور بڑے ہی الحاح کے
ساتھ بار بار یہ دعا کی اے اللہ میرے
ساتھ کیے ہوئے وعدے کو آج پورا
فرما۔ اے اللہ اپنے وعدے کی مطابقت
مجھے عطا فرما۔ اے اللہ اگر تو نے اس
اسلامی لشکر کو ہلاک کر دیا تو تیری عبادت
زمین پر نہیں ہوگی۔

بڑی دیر تک آپ کی یہی کیفیت رہی یہاں تک کہ آپ کی چادر انور کا ندھوں سے نیچے گر گئی۔ حضرت ابو بکرؓ آگے بڑھے، چادر انور کا ندھوں پر رکھی،

ثم التزمہ من ورائہ وقال
یا نبی اللہ کفناک مناشدک
ربک فانہ — لک ما وعدک
فانزل اللہ عزوجل
دالمسلم، باب الامداد بالملائکہ
فی غزوة البدر

اور پیچھے سے آپ کو دونوں بازوؤں میں
لے کر چمٹ گئے اور عرض کیا اے اللہ
کے پیارے نبی رب کے حضور آپ کی
اتنی مناجات کافی ہے۔ یقیناً وہ اپنا
وعدہ ابھی پورا فرمائے گا۔ بس اس
کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرشتے نازل فرمادیے۔

بدر کی تمام رات روتے ہوئے بسر ہوئی

سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوة بدر کے احوال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

بدر کی رات ہم میں سے کسی نے نہ قیام کیا اور نہ ہی نوافل ادا کیے مگر رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام رات آرام نہ فرمایا بلکہ :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت
تحت شجرة یصلی ویسکی کے نیچے نماز ادا کرتے رہے اور روتے
حتیٰ اصبح (الوفاء: ۲۰: ۵۲۰) رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔

تلواروں کی آواز

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اور ان کے غلاموں کی مدد کے لیے جب فرشتے نازل کیے تو صحابہ کہتے ہیں ہم میں سے کوئی مسلمان کسی کافر کے پیچھے بھاگتا تو وہ ایک سوار کی آواز سنتا تو اچانک دیکھتا اس کافر کا سرتن سے جدا ہے۔ سرورِ عالم کی خدمت میں عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ فرشتوں کی مدد ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے۔

مصطفیٰ تیری صولت پہ لاکھوں سلام

ابی بن خلف مکہ میں حضور سے کہا کرتا تھا کہ میرے پاس ایک گھوڑا ہے جسے میں بلاتانہ روزانہ آٹھ دس شیر خچتے جوار کھلاتا ہوں اس پر سوار ہو کر میں آپ کو قتل کر دوں گا۔ آپ فرماتے اللہ کی مہربانی سے میں تجھے قتل کروں گا۔

غزوہ احد میں زخمی حالت میں جب سرورِ عالم پہاڑ پر چڑھے تو ابی بن خلف سامنے آ کر کہنے لگا اے محمد اگر تم بچ گئے تو میں نہ بچوں گا۔ صحابہ نے اجازت چاہی کہ ہم اس کا فیصلہ کر دیں۔ آپ نے اجازت نہ دی۔ بذات شریف حضرت حارث بن صحمہ سے نیزہ لے کر اس کی گردن پر مارا جس سے فقط خراش آئی۔ لہو تک نہ نکلا۔ لیکن گھوڑے سے گر گیا۔ جب ساتھیوں نے اٹھایا تو اس نے چیخ و پکار کرتے ہوئے کہا اللہ کی قسم مجھے محمد

نے قتل کر دیا۔ وہ کہنے لگا تو ایسے ہی دل چھوڑ گیا ہے۔ اس معمولی خراش کا کیا ڈر؟
کہنے لگا مکہ میں مجھے محمد نے کہا تھا کہ میں تجھے قتل کروں گا۔ اللہ کی قسم اگر وہ مجھ پر صرف تھوکی
ہی دیتے تو بھی میں مر جاتا۔ قریش اس دشمن خدا کو مکہ کی طرف لے جا رہے تھے کہ راستے
میں مقام سرف پر مر گیا۔ (غزوات النبی، ۱۱۲)

۱۰۷۔ ان کے آگے وہ حمزہ کی جانبازیاں

شیرِ غزوانِ سطوت پہ لاکھوں سلام

حمزہ - نبی اکرم کے چچا کا اسم گرامی، جانبازیاں - جاں نثار کرنا، غزان - دھلنے
والا شیر، سطوت - دبہ بہ

اس شعر میں حضور علیہ السلام کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی خدمات، بہادری
پر سلام ہے۔ حمزہ نام، ابوعمارہ کنیت اور لقب سید الشہداء ہے۔ اعلان نبوت کے بعد
چھٹے سال (حضرت عمر کے مسلمان ہونے سے تین دن پہلے) اسلام لائے۔

اسلام لانے کا واقعہ

آپ کو بچپن سے ہی حضور علیہ السلام سے نہایت ہی محبت تھی۔ ایک دن آپ
شکار پر گئے ہوئے تھے۔ واپس پر خادمہ نے بتایا کہ آج ابو جہل نے تیرے بھتیجے محمد کو نہایت
ہی اذیت دی ہے جو ناقابل بیان ہے۔ اسی وقت حرم کعبہ میں پہنچے اور ابو جہل کے سر پر
کمان سے ماری۔ اور اعلان کر دیا میں آج سے محمد عربی کے مشن کا معاون ہوں۔ پھر رسول
خدا کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا میں نے ابو جہل سے آپ کا بدلہ و انتقام لے لیا ہے۔ رحمت
عالم نے فرمایا چچا مجھے اس سے کوئی خوشی نہیں ہوئی۔ عرض کیا آپ کی خوشی کس بات میں ہے؟

فرمایا مجھے اس وقت خوشی ہوگی جب تم اپنے رب پر ایمان لے آؤ گے۔ عرض کیا اے اللہ کے رسول آج سے میں مسلمان ہونے کا اعلان کرتا ہوں۔ آپ نے فرط مسرت میں اپنے چچا کو گلے لگا لیا۔ اس سے مسلمانوں کے اندر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اس کے بعد دار ارقم کے دروازے پر تلوار لیے پہرہ دیتے تھے۔ جب حضرت عمر دار ارقم میں حاضری کے لیے آئے تو لوگ پریشان ہوئے کہ اب کیا بنے گا؟ آپ نے فرمایا مت گھبراؤ اگر عمر اچھے ارادے سے آیا ہے تو الحمد للہ اور اگر برے ارادے سے آیا ہے تو اس کی تلوار اور اسی کا سر ہوگا۔

اللہ ورسول کا شیر

یہی وہ آپ کی جرات، بہادری اور شجاعت تھی جس کی بنا پر آپ کو اللہ ورسول کا شیر کہا جاتا تھا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ معجم بغوی میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے مکتوب است نزد خدای عزوجل در اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان پر یہ لکھا آسمان ہفتم حمزہ اسد اللہ و اسد رسولہ ہے کہ حمزہ اللہ اور اس کے رسول کے شیر ہیں۔ (مدارج النبوة ۲۰ : ۲۹۰)

سید الشہداء کا لقب

حضور علیہ السلام نے فرمایا حمزہ میرے بہترین چچا ہیں اور فرمایا : سید الشہداء حمزہ بن عبدالمطلب حمزہ بن عبدالمطلب شہداء کے سربراہ ہیں۔ (مدارج النبوة ۲۰ : ۲۹۰)

حمزہ کی جانبازیاں

میدان بدر میں اجتماعی جنگ سے پہلے جو واقعات پیش آئے ان کی طرف اشارہ

- ۱۔ مشرکین کی صف سے اسود بن عبدالاسد مخزومی جو نہایت ہی بدخلق تھا آگے بڑھا۔ اور کہنے لگا میں سہرا کرتا ہوں کہ مسلمانوں کے حوض سے پانی پیوں گا، اسے ویران کروں گا یا مر جاؤں گا۔ ادھر سے حضرت حمزہ نکلے، اسود حوض تک پہنچے نہ پایا کہ آپ نے اس کا پاؤں نصف ساق تک کاٹ دیا۔ وہ حوض کے اندر گر پڑا تاکہ اس کی قسم پوری ہو جائے۔ حضرت حمزہ نے حوض میں اس کا کام تمام کر دیا۔
- ۲۔ اس کے بعد شیبہ بن ربیعہ، عقبہ بن ربیعہ اور ولید بن عقبہ نکلے اور چلا کر کہا اے محمد ہمارے طرف اپنی قوم میں سے ہمارے برابر اور جوڑے آدمی بھیج۔ یہ سن کر حضور نے حضرت حمزہ، حضرت علی اور حضرت عبیدہ بن حارث کو مقابلے کا حکم دیا۔ جب انہوں نے پوچھا تم کون ہو حضرت حمزہ نے بتایا میں اللہ اور اس کے نبی کا شیر سونہا ہوں۔ یہ علی اور عبیدہ ہیں حضرت حمزہ نے عقبہ، حضرت علی نے ولید اور حضرت عبیدہ نے شیبہ کو ڈھیر کر دیا۔
- اعلیٰ حضرت نے انہی جاں بازیوں اور جاں نثاریوں پر سلام عرض کیا ہے۔

الغرض ان کے ہر مویہ لاکھوں درود -۱۰۸-

ان کی ہر خوں خصلت پہ لاکھوں سلام

ان کے ہر نام و نسبت پہ نامی درود -۱۰۹-

ان کے ہر وقت و حالت پہ لاکھوں سلام

مو۔ بال، خو و خصلت۔ عادت و ادا، نسبت تعلق۔ واسطہ، نامی مبارک۔

اس سے پہلے حضور علیہ السلام کی ذات اقدس، سرایا اور اوصافِ کاملہ پر سلام عرض کیا گیا۔ اس کے اہتمام پر عرض کیا کہ آقا کے ہر بال، ادا، عادت، نام، وقت، حالت، ساتھیوں اور آپ کی تمام اولاد بلکہ ہر اس شئی پر سلام جس کی آپ کی طرف نسبت ہے۔ یعنی آپ کے شہر، سواری، لباس اور آپ کے استعمال میں آنے والی ہر شے پر سلام۔

بیمثل ہے ان کا اسم گرامی

آپ کے اسماء مبارکہ متعدد ہیں۔ بعض علماء نے ننانوے، بعض نے تین سو چالیس، بعض نے ہزار اور بعض نے ہزار با جمع کیے ہیں۔ امام اہلِ محبت نے ان تمام پر صلوٰۃ و سلام عرض کیا۔

ان میں سے اعلیٰ و افضل اور ذاتی نام "محمد" ہے۔ یہ بے مثال نام آپ ہی کی بے مثال ذات کا ہے اس کا معنی "وہ ذات جس کی بار بار اور کثرت کے ساتھ تعریف کی جائے اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارکہ میں سے ایک "محمود" ہے اس کا معنی بھی یہی ہے۔ شاعرِ دربارِ رسالت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہی بات نہایت ہی خوبصورت انداز میں کہی ہے۔

و ضم الالہ اسم النبی الی اسمہ اذا قال فی الخمس المؤذن اشہد
و شق لہ من اسمہ لیجملہ فذوالعرش محمود و ہذا محمد
اللہ تعالیٰ نے پیارے نام اپنے مبارک نام کے ساتھ اس طرح متصل فرمادیا
ہے کہ ہر مؤذن پانچ وقت اس کی شہادت دیتا ہے اور اپنے نام سے حضور کا نام
بنایا تاکہ یہ سب سے اعلیٰ اور عزت والا ہو جائے پس عرش والا (اللہ تعالیٰ)
محمود اور یہ محمد ہیں۔

آپ کا نام الہامی ہے

آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں جب حضور علیہ السلام میرے شکم میں جلوہ افروز ہوئے تو مجھے آگاہ کیا گیا کہ یہ بچہ اس امت کا سربراہ ہے انجیل میں ان کا نام احمد اور فرقان میں محمد ہے۔

فاذا ولدته فسمیہ محمداً
 (دلائل نبی نعیم، ۱: ۱۳۶)

جب تیری گود میں یہ جلوہ افروز ہوگا
 تو اس کا نام محمد رکھنا۔

پس میں نے آپ کا نام محمد رکھا۔

آپ کے دادا جان حضرت عبدالمطلب کے بارے میں بھی ہے کہ انہوں نے جب آپ کا حقیقہ کیا اور محمد نام رکھا تو لوگوں نے کہا ان کا نام تو نے اپنے آباؤ اجداد کے نام پر کیوں نہیں رکھا؟ تو انہوں نے فرمایا

اردت ان یحصده اللہ فی
 السماء و یحصده الناس فی
 الارض (دلائل النبوة للبیہقی، ۱: ۹۳)

میں چاہتا ہوں اللہ تعالیٰ آسمان پر
 اور مخلوق زمین پر ان کی تعریف کئے۔

تمام النسائیت کا وسیلہ، نام محمد

یہ تمام کائنات آپ ہی کے نام کا صدقہ ہے۔ سیدنا آدم سے لے کر تاقیامت اور بعد از قیامت اسی نام کا صدقہ، اللہ تعالیٰ عطا فرما رہا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے جب لغزش ہوئی تو انہوں نے اسی مبارک و مقدس نام کا واسطہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے پوچھا تم نے محمد کے بارے میں کیسے جانا؟ عرض کیا یا اللہ تیرا نام نہایت ہی بابرکت ہے جب

تو نے مجھے پیدا فرمایا

رفعت راسی الی عرشک فاذا
 فیہ مکتوب لایلہ الا اللہ محمد
 رسول اللہ فعلمت انہ لیس احد
 اعظم عندک قدرا مما جعلت
 اسمہ مع اسمک۔
 میں نے عرش کی طرف دیکھا تو اس پر
 تحریر تھا اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں
 محمد اللہ کے رسول ہیں۔ میں اسی وقت
 جان گیا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس ہستی
 سے بڑھ کر عظیم کوئی نہیں ہو سکتا جن کا
 نام اس کے ساتھ متصل ہے۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یا آدم انہ اخرا النبیین من
 ذریئک ولولاه یادم ما خلقتک
 (الطہرانی بصیغہ ۲: ۸۶)
 اے آدم ہی وہ شخصیت ہیں جو آپ
 کی اولاد میں سے آخری نبی ہوں گے
 اور اے آدم اگر یہ نہ ہوتے تو میں تجھے
 پیدا نہ کرتا۔

مولانا عبدالرحمن جامی نے اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا۔

اگر نام محمد رانیا اور سے شفیع آدم نہ آدم یا فتنے توبہ نہ نوح از غرق بچنا
 حضرت آدم اگر آپ کا اسم گرامی بطور وسیلہ پیش نہ کرتے تو ان کی توبہ قبول نہ ہوتی اور
 نہ ہی حضرت نوح طوفان سے نجات پاتے

آپ کا نام صرف عرش پر ہی نقش نہیں، نوح محفوظ، جنت اور حوران بہشتی بلکہ
 کائنات کی ہر شے کا حسن اسی نام سے ہے۔

نوح محفوظ کی پیشانی کا جھومر۔ نام محمد

سیدنا ابن عباس سے نوح محفوظ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ کربلا کے مومنین
 سے بنا ہوا ہے۔ اس کی لمبائی آسمان و زمین کے درمیانی فاصلے اور چوڑائی مشرق و

مغرب کے فاصلے کے برابر ہے۔ اس کے اطراف میں موٹی اور یا قوت جڑے ہوئے ہیں۔ اس کا قلم فوری اور اس کی پیشانی پر یہ الفاظ نقش ہیں۔

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ اللہ کی ذات وحدہ لا شریک ہے اس کا
دینہ الاسلام و محمد
عبدہ و رسولہ۔
پسندیدہ دین اسلام ہے محمد اس کے
برگزیدہ بندے اور رسول ہیں۔

(روح المعانی، ۳۰: ۱۰۷)

مشہور مفسر قرآن امام قرطبی نے حضرت ابن عباس کے یہ کلمات نقل کیے ہیں:

اول شی کتبہ اللہ تعالیٰ
فی اللوح المحفوظ انی انا اللہ
لا الہ الا انا محمد رسولی۔
سب سے پہلے لوح محفوظ پر جو الفاظ
لکھے گئے وہ یہ تھے میں ہی اللہ ہوں
میرے سوا کوئی معبود نہیں محمد میرے
رسول ہیں۔

(القرطبی، ۱۹: ۲۹۸)

پتہ پتہ بوٹا بوٹا نام تمہارا جانے

امام ابو نعیم حلیہ میں حضرت ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما فی الجنة شجرة علیہا
ورقة الامکتوبة علیہا
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
جنتی درخت کے ہر پتے پر یہ تحریر ہے
اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں
محمد اللہ کے رسول ہیں۔

(الریاض الایقہ، ۴۹)

جگ ہو یا سو ہوتا ہے کز ناں نال سو ہنیا

شیخ المحرمین حضرت ملا علی قاری آپ کے اسم گرامی کے بارے میں روایات اور

مختلف واقعات کہ ہم نے ایسے درخت، جانور اور پتھر دیکھے جن پر حضور کا نام نقش تھا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ ظاہر و باطن تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ میرا یہ خیال ہے کہ ان تمام واقعات کا تعلق کشف سے ہے اس لیے ان کا مشاہدہ بھی اہل کشف ہی کر سکتے ہیں اور بہت سے اہل کشف نے یہ بیان کیا ہے کہ

ان اسمہ سبحانہ و تعالیٰ	اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا مبارک نام
علی اسم رسول اللہ صلی	اور اس کے ساتھ نبی اکرم کا نام
اللہ علیہ وسلم مرسوم	کائنات کی ہر شے فرشتہ، فلک، زمین
علی کل شیئی من ملک و	عرش، فرش، پتھر، ریت کے ذرات
فلک و بناء و سماء و فرش	درخت پھل وغیرہم پر نقش ہے لیکن
و عرش و حجر و مدر	اکثر لوگ اسے دیکھ نہیں پاتے اور نہ
و شجر و ثمر و نحو ذلك	وہ اس منظر سے آگاہ ہیں۔ اسے اللہ
و لكن اکثر الخلق لا يبصرون	تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی کے حوالے
تصويروهم و نظير قوله	سے سمجھا جاسکتا ہے کہ ہر شے اللہ تعالیٰ
سبحانہ و تعالیٰ وان من	کی تسبیح کرتی ہے لیکن تم اسے سمجھ
شیئی الا يسبح بحمده	نہیں سکتے۔
و لكن لا تفقهون تسبيحهم	(شرح الشفا، ۱: ۳۷۸)

کسی نے پنجابی میں کیا خوب کہا :
 کید اسوہنا ناں تیرا رنی من موہنیا
 جگ موہیا سوہنا تیرے ناں نال موہنیا
 غولیاں نہیں سمجھیاں سو دیاں تیرناں دیاں
 ہر پاپے مپاں نے دہانیاں تیرناں دیاں

آپ کی مبارک نسبت

اللہ کے حبیب کے ساتھ جو بھی نسبت ہو اس پر انسان اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر کسی کافر کو یہ تعلق نصیب ہوا۔ تو اسے بھی اس کی برکات میں سے حصہ ملے گا۔ رہا یہ سوال کہ کافر کا کوئی عمل بھی قابلِ اجر نہیں تو اس کا جواب محدثین نے یہ دیا ہے کہ ہر وہ عمل جس کا تعلق رسولِ خدا سے ہے وہ رائیگاں نہیں جائے گا اور یہ آپ کا خاصہ ہے اس بات کی تائید احادیث سے ہوتی ہے۔

عذابِ البوطالب میں تخفیف

آپ کے چچا البوطالب نے آپ کی بے مثال خدمت کی۔ جب وہ فوت ہوئے تو رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ کیا آپ کی خدمت کے صلہ میں البوطالب کو کچھ نفع ہوا۔ انہوں نے آپ کی خاطر اپنی ذات پر لوگوں کے ظلم سہے اس پر آپ نے فرمایا:

نعم هوني ضحاضح من
نار ولولا انا لكان في
الدرك الاسفل
(المسلم ۱۱: ۱۱۵)

ہاں (انہیں فائدہ ہوا ہے) ان کے
عذاب میں تخفیف کر دی گئی ہے اگر
میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے سب سے
نیچے والے طبقہ میں ہوتے۔

عذابِ البولہب میں تخفیف

بولہب کے فوت ہونے کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اسے خواب میں دیکھا تو اس نے کہا میں سخت عذاب میں ہوں کبھی راحت نہیں ملتی۔

الا ان العذاب يخفف حسني كل يوم اثنين -
 لیکن سو موار کے دن میرے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے۔
 وجہ تخفیف، حضرت عباس نے جو بیان فرمائی وہ یہ ہے کہ سو موار کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تھی۔ اس نے اس خوشی میں ثویبہ کو آزاد کیا تھا جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ انعام فرمایا کہ اس کے عذاب کو ہلکا کر دیا۔ (فتح الباری، ۹: ۱۴۵)
 یہ بات ذہن نشین رہے کہ حضرت عباس نے وجہ تخفیف ثواب میں بیان نہیں کی بلکہ بیداری میں کی ہے۔

محدثین کی تصریحات

انہی روایات کے پیش نظر محدثین نے تصریح کی ہے کہ ہر وہ عمل خیر جس کی نسبت حضور کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ آخرت میں بھی اس کا اجر عطا فرمائے گا۔
 امام کرمانی اعمال کفار پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان پر آخرت میں کوئی اجر نہیں ہوگا۔ البتہ

العمل الصالح والخیر الذی
 يتعلق بالرسول صلی اللہ علیہ
 وسلم مخصوصاً من ذلك لما
 ان اباطالب ایضاً ینتفع بتخفیف
 العذاب (الکرمانی، ۱۹: ۷۹)
 کافر کا وہ عمل و سبلائی جس کا تعلق
 نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو
 اس پر اس کو اجر و ثواب دیا جاتا ہے
 جیسا کہ ابوطالب کے عذاب میں کمی
 آپ کی خدمت کی وجہ سے ہوئی۔

علیہ وسلم مخصوص من
 ذلك بدلیل قصه ابی طالب
 حیث خفف عنه فنقل من
 الخمرات الی ضحاح
 (عمدة القاری، ۲۰، ۹۵)

صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے اس پر
 یہ حدیث شاہد ہے کہ ابوطالب کے
 عذاب میں تخفیف ہوئی انہیں پچھلے
 درجے سے تھوڑے عذاب میں منتقل
 کر دیا۔

سب سے بہتر وقت

اوقات میں سب سے بہتر وقت وہ ہے جو آپ کی ظاہری حیات کا تھا کیونکہ اس
 وقت نے آپ کی صحبت سے فیض پایا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ سرور عالم
 نے فرمایا

خیر الناس قرنی ثم الذین
 یلونہم ثم الذین یلونہم۔
 (الترمذی، باب ماجاء فی فضل من
 رآی النبی)

سب سے بہتر لوگوں کا زمانہ میرا ہے
 پھر اس کے بعد کے لوگوں کا پھر اس
 کے بعد کے لوگوں کا۔

یہی وہ وقت تھا جس میں اللہ تعالیٰ کا وہ مبارک کلام وحی کی صورت میں صبح و شام
 حضور کے قلب اقدس پر جبریل امین لے کر آتے تھے جو تاقیامت انسانوں کے لیے
 رہنمائی کا ذریعہ ہے۔

اس حسین وقت کی یادیں

صحابہ کرام ہمیشہ اس مبارک وقت کا تذکرہ کیا کرتے۔ آپ کی صحبتوں، شفقتوں
 اور مہربانیوں کی جب یاد آتی تو زار و قطار رونے لگ جاتے۔ حضرت انس رضی اللہ

تعالیٰ اعنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور کے مرض وصال کے دنوں میں انصار کٹھے ہو کر رو رہے تھے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا گزر ہوا اور پوچھا رونے کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے کہا:

ذکرنا مجلس النبی صلی اللہ علیہ وسلم منا۔
ہمیں حضور کے ساتھ گزائے ہوئے دن یاد آ رہے ہیں۔

یعنی ان پر کیف لمحات کو یاد کر رہے ہیں جب اللہ کے حبیب ہمارے درمیان جلوہ افروز ہوتے، اب وصال کے بعد ہمارا کیا بنے گا؟

انہی سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ایک دن حضرت ابوبکر صدیق نے سیدنا فاروق اعظم سے کہا چلیں حضرت امین رضی اللہ عنہما سے ملاقات کر آئیں کیونکہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ جب یہ دونوں حضرات ان کے ہاں پہنچے تو انہوں نے دیکھ کر رونا شروع کر دیا۔ پوچھا آپ کیوں روتی ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے ہاں ایسے مقام پر ہیں جو اس دنیا سے کہیں بہتر ہے۔ یہ سن کر حضرت امین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:

انی لاعلم ما عند اللہ تعالیٰ
خیر الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولكن ابکی ان
الوحی قد انقطع من السماء
یہ میں بھی جانتی ہوں کہ وہاں آپ
اعلیٰ مقام پر ہیں لیکن میں اس لیے روتی
ہوں کہ ہم اللہ پاک کی عظیم نعمت وحی
سے محروم ہو گئے جو آپ کے سبب
صبح و شام میسر آتی تھی۔

(سیدنا محمد رسول اللہ، ۱۲۱)

جب ان حضرات نے یہ بات سنی تو وہ حسین یادیں ان کے سامنے بھی آ گئیں۔
اس پر وہ دونوں بھی رو دیئے۔

وصال حبیب کے بعد حضرت انس اپنی کیفیت کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

ما من ليلة الا وانا اری فیہا جیبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم یبکی۔
 کوئی ایسی رات نہیں جب مجھے پیائے
 آقا کی زیارت نہ ہوتی ہو (یہ کہہ کر)
 زار و قطار رونے لگ جاتے۔

(سیدنا محمد رسول اللہ، ۴۱۲)

عاصم بن محمد اپنے والد گرامی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام
 کے ہجر و فراق میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ عالم تھا کہ
 ما سمعت ابن عمر ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 الا ابتدر عیناہ تبکیان۔
 جب بھی ان کے سامنے محبوب خدا
 کا حسین تذکرہ ہوتا تو ان کی آنکھوں
 سے آنسو جھلک پڑتے۔

(ایضاً)

آپ کی ہر حالت مبارک ہے

شعر کے تحت آپ کی مبارک اداؤں کا ذکر قرآن کے حوالے سے گذرا۔
 اعلیٰ حضرت نے یہاں آپ کی خود خصلت اور حالت کا تذکرہ کیا یعنی آپ کے تمام اخلاق
 حسنہ پر سلام ہو۔

قرآن مجید نے آپ کے اخلاقِ کریمہ کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا:
 إِنَّكَ لَعَلَىٰ خَلْقٍ عَظِيمٍ (تہم، ۵) اے حبیبِ آپ اعلیٰ کردار کے مالک ہو

آپ کا اخلاق تعلیمات قرآنی کا سربراہ تھا

آپ اخلاقِ حسنہ کے اس عظیم درجہ پر فائز ہیں گویا آپ سربراہِ قرآن ہیں۔ حضرت سیدہ
 عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب آپ کے اخلاق کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے

فرمایا :

كَانَ خَلْقَهُ الْقَرَامُ يَغْضِبُ آپ کا اخلاق سراپا قرآن اس کی نارنگی
بغضیہ و بیوضی لرضاء۔ پر ناراض اور اس کی خوشی پر خوش ہوتے
یعنی قرآن کی تعلیمات کا سراپا اور ان کلبے مثال منظر و پیکر کسی نے دیکھنا ہو تو وہ
محمد عربی کے اقوال و افعال کو دیکھ لے جسے قرآن و سنت کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے تاقیاً
محفوظ فرما دیا ہے۔

آپ کے اس اعلیٰ کردار کو قرآن نے "اسوۂ حسنہ" کا نام دیا ہے۔
لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ
أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب) یقیناً تمہارے لیے اللہ کا رسول اسوۂ
حسنہ ہے۔

اہم نوٹ جس طرح ہر مسلمان پر آپ کی سیرت پر چلنا لازم و ضروری ہے۔ اسی طرح یہ
عقیدہ بھی ضروری ہے کہ کامل سیرت صرف اور صرف آپ ہی کی ہے اور یہی اسوۂ حسنہ
حسنہ ہے۔ اس کے علاوہ کسی کی سیرت اسوۂ نہیں ہو سکتی بلکہ ہر کسی کی سیرت کو اس سیرت
مبارکہ کے آئینہ میں دیکھا جائے گا اگر وہ اس کے مطابق ہے تو اچھی ہے۔ ورنہ مسترد کر دی
جائے گی۔ امت مسلمہ کا آج یہ المیہ ہے کہ وہ ہر ایسے غیرے کی سیرت کو کامل سمجھ کر اسے
اپنانے کی کوشش کرتے ہوئے زندگی ضائع کر دیتے ہیں اور کچھ حاصل نہیں ہوتا کاش ہم
ان خود تراشے ہوئے بتوں سے بالاتر ہو کر اللہ کے حبیب کی صورت و سیرت کو اپنائیں تاکہ
دنیا و آخرت میں سرخروئی نصیب ہو۔

۱۱۰۔ اُن کے مولیٰ کے اُن پر کروڑوں درود

اُن کے اصحاب و عترت پہ لاکھوں سلام

مولیٰ۔ اللہ تعالیٰ، اصحاب، ساتھی، عترت۔ اولاد

آپ نے اس آیت مبارکہ کی طرف توجہ دلائی ہے جس میں اس بات کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب پر ہر وقت درود و صلوة بھیجتا ہے۔

ان اللہ وملتہ یصلون یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی اکرم
 علی النبی یا ایہا الذین امنوا پر صلوة بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی
 صلوا علیہ وسلموا تسلیماً ان پر صلوة و سلام بھیجا کرو۔

(الاحزاب)

اللہ تعالیٰ نے درود و صلوة میں آپ کو کسی کا محتاج نہیں رکھا جو بھی آپ کی خدمت میں صلوة و سلام عرض کرے گا اس کا اپنا ہی بھلا ہے۔

درود و سلام کی فضیلت

سرور عالم کا ارشاد ہے جس نے مجھ پر ایک دفعہ صلوة و سلام پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ دس گناہ معاف اور دس درجات بلند ہو جاتے ہیں۔
 آپ نے فرمایا:

اولی الناس بی یوم القيامة قیامت کے روز وہ شخص میرے سب سے
 اکثرهم علی صلوة زیادہ قریب ہوگا جو مجھ پر زیادہ درود
 و سلام پڑھنے والا ہوگا۔

اس سے بڑھ کر امتی کو کیا مرتبہ چاہیے کہ اسے ہر مقام پر اپنے آقا کا قرب نصیب ہو جائے اور اسکے حصول کا ذریعہ بھی درود و سلام ہی ہے۔

درود و سلام اور قبولیت دعا

اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ عمل اتنا محبوب و پسندیدہ ہے کہ اس کے بغیر وہ کسی کی دعا قبول

ہی نہیں فرماتا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس مسئلہ کو ان الفاظ میں بیان کیا۔

ان الدعاء موقوف بین
السماء والارض لا یصعد
منہا شئی حتی تصلی علی نبیک
دعا زمین و آسمان کے درمیان ردھکتی
رہتی ہے اس وقت تک اوپر نہیں جاتی
جب تک آپ کی خدمت میں صلوٰۃ و سلام
ر مشکوٰۃ المعاصیح، باب صلوٰۃ علی النبی، نہ عرض کیا جائے۔

اس حدیث کے الفاظ پر غور کیجئے، یعنی دعا کی قبولیت کہاں اس کے لیے آسمان
اور رحمت کے دروازے ہی نہیں کھلتے جب تک اللہ کے حبیب کی خدمت میں صلوٰۃ و سلام
نہ پڑھا جائے۔

اصحابِ نبی کا مقام

وہ لوگ جنہوں نے ایمان کی حالت میں اللہ کے حبیب کو ایک نظر دیکھ لیا وہ صحابی
کہلائے۔ ان کا مقام و مرتبہ اتنا عظیم ہے کہ تمام دنیا کے ابدال، اقطاب اور اولیاء
ان کی گردِ راہ کو نہیں پہنچ سکتے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی
خوشنودی کے لیے اپنی جان و مال ہر شے وقف کر دی۔ حضور علیہ السلام کے مبارک دستوں
مشن کی اپنے خون سے آبیاری کی۔ یہی وہ دل تھے جو حضور کے بعد اللہ کو سب سے زیادہ
پسند تھے۔

پارہ ہائے صُحُفِ غُنْجِ ہائے قُدُس

۱۱۱۔

اہلِ بَیْتِ نَبُوْتِ پَہِ لاکھوں سَلام

آپِ تَظْہِیْرِ سَہْ جِسِّ مِیْلِ پُودِے جَمَے

۱۱۲۔

اَسْ رِیَاضِ نِجَابَتِ پَہِ لاکھوں سَلام

خون خیر الرسل سے ہے جن کا خمیر!

۱۱۳

ان کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام

پارہ ہائے ٹکڑے ، اوراق ، صحف۔ صحیفہ کی جمع ، مقدس کتاب ، قدس۔
مقدس و پاک ، اہل بیت۔ گھر والے ، آب۔ پانی ، تطہیر۔ پاکیزگی ، جے۔ اگے ،
ریاض۔ باغ ، نجابت۔ عمدہ ، خیر الرسل۔ نبی اکرم ، خمیر۔ اصل ، بے لوث۔ عیب سے
پاک ، طینت۔ خلقت و طبیعت۔

یہاں سے حضور علیہ السلام کی اہل بیت نبوی پر سلام شروع ہو رہا ہے جن کے
حق میں آیہ تطہیر نازل فرمائی :

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ
عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ
وَيُطَهِّرَكُمُ تَطْهِيرًا

اے اہل بیت اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ
تم سے گندگی کو دور کر کے تمہیں نہایت
ہی پاکیزہ بنا دے۔

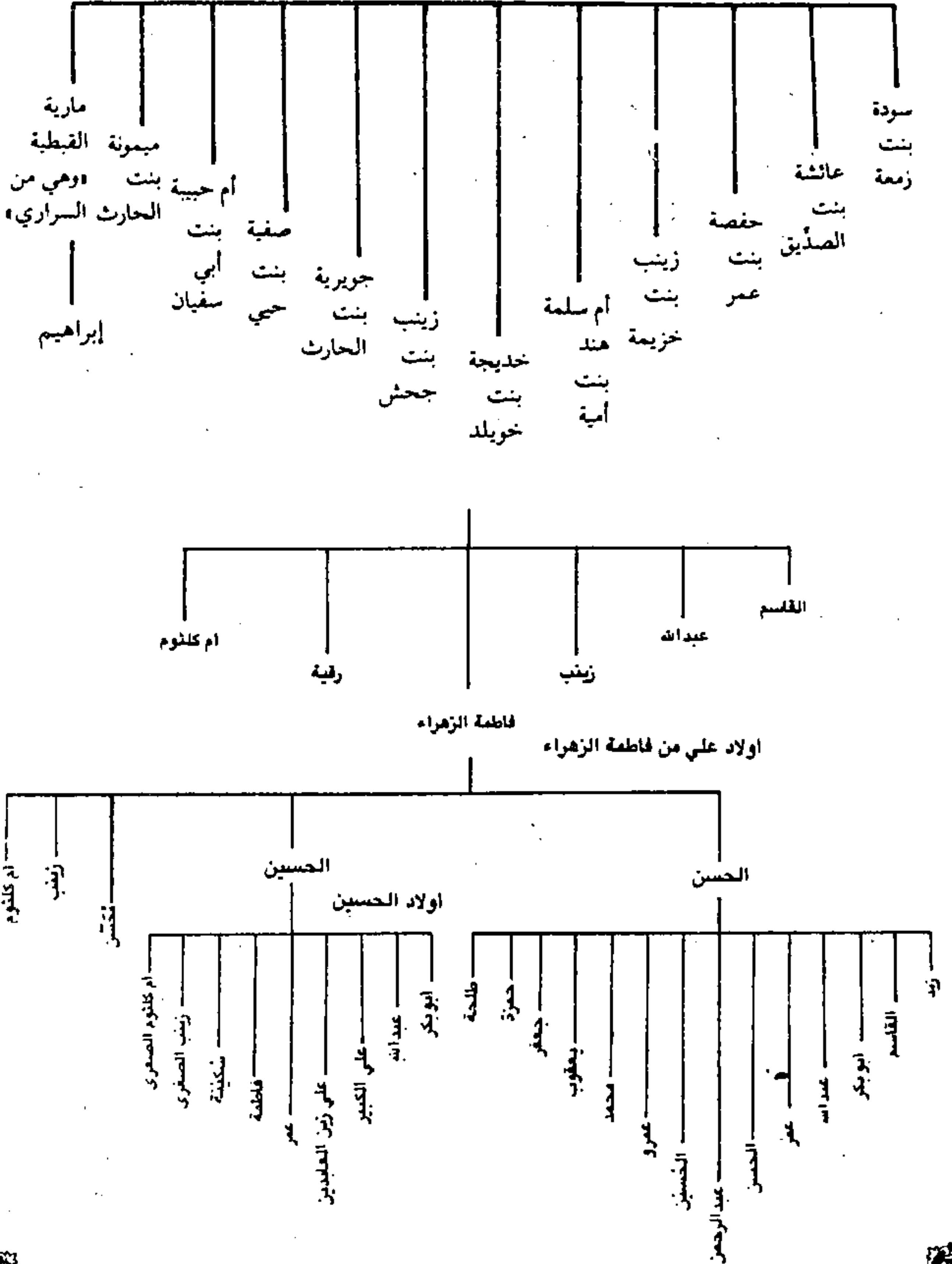
(الاحزاب)

دوسرے شعر میں "آبِ تَطْهِيرٍ" سے اسی آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے۔

اہل بیت نبوی کون ہیں

اہل بیت نبوی میں آپ کی ازواج مطہرات ، حضرت علی ، حضرت فاطمہ اور
دیگر صاحبزادیاں ، امام حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم شامل ہیں۔ یہاں صرف بیٹیاں
اور نواسے مراد ہیں کیونکہ ازواج مطہرات اور خلفاء پر آئندہ اشعار میں سلام آ رہا ہے۔
سامنے صفحہ پر ڈاکٹر محمد عبدہ میمانی کی کتاب علو اولاد کو حجة ال بیت النبوی
سے اہل بیت نبوی پر نقشہ کا عکس دیا جا رہا ہے۔

زوجاته وأولاده وأحفاده ﷺ



اہل بیت نبوی کا قرآن و سنت میں مقام

اہلبیت کے بارے میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات نہایت ہی قابل توجہ ہیں :

۱۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگو! میں بھی ایک انسان ہوں، عنقریب اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا۔

انی تارک فیکم الثقلین کتاب میں تمہارے اندر دو چیزیں چھوٹے

اللہ و اہل بیتی۔ جارہا ہوں اللہ کی کتاب (قرآن) اور

(المسلم۔ باب فضائل علی) اپنے اہل بیت۔

۲۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا :

والذی نفسی بیدہ لا یبغضنا قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے

اہل البیت احد الا ادخلہ قبضہ میں میری جان ہے اہل بیت کے

اللہ النار ساتھ جو بھی بغض رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ

(المستدرک، ۲ : ۱۵۰) اسے جہنم میں داخل فرمائے گا

۳۔ ایک دن حضرت ابوذر غفاری نے کعبہ کا دروازہ پکڑ کر فرمایا جو مجھے پہچانتا ہے

قبھا ورنہ جان لو میں ابوذر ہوں، میں نے حضور کو یہ فرماتے ہوئے سنا :

الا ان مثل اہل بیتی فیکم مثل میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی

سفینة نوح من قومہ من طرح ہے جو اس میں سوار ہو گیا وہ نجات

رکھا نجا من تخلف عنها غرق۔ پا گیا اور جو پیچھے رہ گیا وہ غرق ہو گیا۔

(المستدرک، ۳ : ۱۵۰)

۱۱۳۔ اس بتول چگر پارہ مصطفیٰ

حجۃ آرائے غفقت پہ لاکھوں سلام

۱۱۵۔ جس کا آنچل نہ دیکھا منہ وہ نہ

اس رائے نزاہت پہ لاکھوں سلام

۱۱۶۔ سیدہ زاہرہ، طیبہ، طاہرہ

جان احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

بتول یقین سیدہ، پارہ حصہ ٹکڑا، مجلہ۔ پاکلی، آراء۔ ستون نے والی، آنچل۔ سرکا کپڑا،

منہ۔ چاند، مہر۔ سورج، رواد۔ چادر، نزاہت۔ پاکیزگی، سیدہ۔ سردار، زاہرہ۔ تروتازہ
پھول، طیبہ۔ پاکیزہ، جان۔ دل، احمد، حضور کا اسم گرامی، راحت۔ سکون۔

پہلے اشعار میں اہل بیت نبوی پر اجتماعی طور پر سلام تھا۔ یہاں سے ایک ایک فرد کی
خدمت میں علیحدہ علیحدہ سلام عرض کیا جا رہا ہے۔ آپ کی اولاد اطہار میں سے سب سے
اعلیٰ و ارفع سیدہ کائنات حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ذات ہے۔ لہذا ان ہی سے
ابتدا کی گئی ہے۔ احادیث و روایات میں سیدہ کے جن مقامات عالیہ کا تذکرہ ہے ان
اشعار میں ان تمام کی طرف اشارہ ہے۔

حضور کی نظر میں آپ کا مقام

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے ساتھ نہایت ہی محبت و پیار تھا۔ جتنی شفقت انہیں
حاصل تھی کوئی دوسرا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا، حضور علیہ السلام کو سب سے زیادہ کس کے ساتھ

فاطمہ۔ قیل من الرجال؟ وہ فاطمہ ہے۔ پوچھا گیا مردوں میں
قالت زوجها۔ (الترمذی باب مناقب فاطمہ) کون؟ فرمایا ان کے شوہر (علی)۔

ہتول بگر پارہ مصطفیٰ

حضرت مسور بن محزمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کے بارے میں فرمایا:

فاطمہ بضعة متی فمن
اغضبها فقد اغضبني
فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جو اسے
ناراض کرتا ہے اس نے مجھے ناراض
کیا۔ (البخاری، مناقب فاطمہ)

سیدۃ نساء العالمین

آپ کو یہ لقب اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کر دیا ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ مجھ سے میری والدہ نے پوچھا تم کب سے حضور کی بارگاہ میں حاضر نہیں ہوئے؟ میں نے عرض کیا تو سخت ناراض ہوئی اور فی الفور آپ کی بارگاہ میں پہنچ کر نماز مغرب آپ کی اقتداء میں ادا کرنے اور اپنے لیے دعا کی درخواست کرنے کا حکم دیا۔ میں نے نماز مغرب آپ کی اقتداء میں پڑھی۔ آپ مغرب کے بعد نماز ہی میں مشغول رہے۔ حتیٰ کہ عشاء کی نماز پڑھائی۔ اس کے بعد گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ میں بھی ساتھ ہو لیا۔ راستہ میں ایک شخص آپ کو ملا۔ اس نے آپ سے سرگوشی کی اور چلا گیا۔ آپ پھر چلے۔ میں بھی پیچھے ہی تھا۔ آپ نے چلنے کی آہٹ محسوس فرما کر

میری طرف توجہ کی اور فرمایا کون؟ عرض کیا حذیفہ بن یمان فرمایا: حذیفہ کیا معاملہ ہے؟ والدہ کی درخواست عرض کی فرمایا: اللہ تجھے اور تیری والدہ کو بخش دے۔ پھر فرمایا: تو نے راستے میں ملتے والے شخص کو دیکھا؟ عرض کیا: ہاں۔ فرمایا یہ ایک ایسا فرشتہ تھا جو پہلے کبھی زمین پر نہیں آیا۔ آج میرے رب کا سلام اور یہ پیغام لے کر آیا تھا۔

ان الحسن والحسين سيد شباب
اهل الجنة وان فاطمة سيدة
نساء العالمين۔
حسن اور حسین جنتی نوجوانوں کے سردار
اور فاطمہ تمام جہانوں کی خواتین کی سربراہ
ہیں۔

(الترمذی، باب مناقب الحسن والحسين)

آپ کے انہی ارشادات کے پیش نظر متعدد محدثین، امام سبکی، امام سیوطی، امام زرکشی اور امام مناوی رحمہم اللہ نے تصریح کی ہے کہ آپ تمام خواتین حتیٰ کہ حضرت مریم سے بھی افضل ہیں۔ امام مناوی کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

قال جمع من السلف والخلف
لا تعدل ببضعة المصطفى
صلى الله عليه وسلم
ر الشرف الموبد، ۲۵۴
متقدمين ومتأخرين کی ایک جماعت
کا قول ہے کہ ہم حضور کے جسم کے
ٹکڑے کے برابر کسی کو قرار نہیں دے
سکتے۔

زاہرہ کی وجہ تسمیہ

آپ کو زاہرہ کہنے کی مختلف وجوہ بیان کی گئیں ہیں۔ ان میں سے اہم یہ ہے کہ آپ جنتی خواتین کی طرح حیض سے محفوظ تھیں۔ امام نبھانی آپ کے خصائص میں بیان کرتے ہیں:

انہا لا تحيضن وکانت اذا
ولدت طهرت من نفاسها
ساعة حتى لا تفوتها صلاة
ولذلك سميت الزهرا۔
(الشرف المؤید، ۵۵)

آپ کو حیض نہیں آتا تھا۔ جب آپ
کے بچہ پیدا ہوتا تو اسی وقت پاک
ہو جاتیں حتیٰ کہ کبھی آپ کی نماز قضا
نہ ہوتی اسی وجہ سے آپ کو زہرا کہا
جاتا ہے۔

بتول کی وجہ تسمیہ

زہرا کی طرح آپ کا ایک لقب بتول بھی ہے۔
بتل کا معنی کٹ جانے کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:
وَ اذْکُرْ اِسْمَ رَبِّکَ وَ تَبْتَئِلْ
اِلَيْهِ تَبْتِیْلًا۔ (المزل)
اپنے رب کے نام کا ذکر کرو اور تمام
سے کٹ کر اسی کے ہو جاؤ۔

بتول کہنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ آپ نے تمام مقامات عالیہ کے مالک ہونے کے
باوجود دل کو دنیا سے منقطع کر کے اپنے مولیٰ کی طرف پھیر لیا تھا۔

جان احمد کی راحت

آپ کے ساتھ حضور کی محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ کی عدم ملاقات پر بے چین
ہو جاتے۔ اس لیے اکثر ملاقات کے لیے تشریف لے جاتے اور کافی دیر تک
آپ کے ہاں تشریف فرما رہتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس گہرے
تعلق و محبت کے بارے میں بیان کرتی ہیں

اذا دخلت علی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فقام

جب آپ حضور علیہ السلام کی خدمت
میں آتیں تو حضور استقبال کے لئے کھڑے

یہاں قبلہا واجلسہا فی
مجلسہ وکان النبی صلی
اللہ علیہ وسلم اذا دخل
علیہا قامت من مجلسہا
فقبلتہ واجلستہ فی مجلسہا
ہوتے چوتے اور اپنے مقام
پر بٹھاتے۔ اسی طرح جب حضور
ان کے گھر تشریف لاتے تو کھڑے
ہو کر استقبال کرتیں آپ کا بوسہ لیتیں
اور اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔

(الترمذی باب فضل فاطمہ)

آپ سفر پر جاتے وقت حضرت فاطمہ کے ہاں جاتے۔ جب آپ واپس تشریف
لاتے تو پہلے ان کے ہاں جاتے اس کے بعد ازواجِ مطہرات کے ہاں تشریف آوری
ہوتی۔ ایک مرتبہ ازواج میں سے کسی نے رشک کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا:
ان فاطمۃ الزہراء احب
فاطمہ زہرا مجھے تمام گھر والوں میں محبوبا
اہل بیٹی الی۔

(مسند احمد، ۱: ۱۵۵)

حضور کی صورت و سیرت کا مکمل نمونہ

حضور علیہ السلام کے خونِ اقدس کی برکت، تربیت اور فطرت سلیمہ کی وجہ سے
آپ سر ایا زید و تقویٰ تھیں۔ آپ محنت و جدوجہد، دنیا سے بے رغبتی اور شریعت
کی پیروی میں اپنے والد گرامی کی مکمل تصویر، رہن سہن، چال ڈھال میں کامل نمونہ تھیں۔
ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں:

ما رأیت احداً اشبه سمّاً
ودلاً وهدیاً برسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم صنمہا فی
میں نے بیٹھنے، اٹھنے، چال، ڈھال
اور برتاؤ میں فاطمہ سے بڑھ کر حضور
کے مشابہ کسی کو نہیں دیکھا۔

قیامہا و قعودہا من فاطمہ

بنت رسول اللہ

(الترمذی، باب فضل فاطمہ)

حضور کی تربیت

حضور علیہ السلام نے اپنی اولاد کی جس مثالی انداز میں تربیت فرمائی تھی اس کی ایک جھلک کا ذکر یہاں ضروری ہے۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور علیہ السلام اپنی بیٹی فاطمہ کے گھر تشریف لائے میں آپ کے ساتھ تھا۔ حضرت فاطمہ کے گلے میں جو سونے کا ہار تھا اس طرف اشارہ کرتے ہوئے فاطمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ مجھے ابو حسن (علی) نے دیا ہے اس پر رسالتاب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فاطمہ!

ایسوا ان یقول الناس
ہذا فاطمہ بنت محمد
وفی جیدہا سلسلۃ من
کیا تجھے یہ پسند ہے لوگ کہیں یہ دیکھو
محمد کی بیٹی کے گلے میں آگ کی زنجیر
ہے۔

نار۔

یہ کہہ کر حضور واپس تشریف لے گئے تو سیدہ فاطمہ نے اس ہار کے عوض غلام خرید کر آزاد کر دیا۔ جب آپ کو اطلاع ہوئی تو اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہوئے کہا۔

الحمد لله الذی ذبح فاطمہ

تمام تعریف اللہ کے لیے جس نے فاطمہ

من النار (النسائی، باب الزینۃ) کو آگ سے نجات عطا فرمائی۔

ذرا غور کیجئے وہ ہار جائز کمانی سے بنایا گیا تھا۔ مگر حضور علیہ السلام نے اپنی بیٹی

کے لیے اتنی آرائش کو بھی پسند فرمایا۔ اسی تربیت کی ایک اور مثال بھی ملاحظہ ہو۔

سیدنا ابو ہریرہؓ اور ان کی بیٹی کا مکالمہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دنیا سے بے رغبتی کی وجہ سے گھر میں سونے کے استعمال کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کی اکلوتی بیٹی نے کہا: ابا جان میری سہیلیاں سونے کے زیورات پہنتی ہیں اور مجھے کہتی ہیں کہ تمہارے ابو تیرے لیے زیورات کیوں نہیں خریدتے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیٹی! قولی لهن ان ابی یخشی علی ان سے کہو میرے والد دوزخ کے شعلوں کی گرمی سے ڈرتے ہیں۔

حر اللہب۔
پھر بیٹی کو دلاسا دیتے ہوئے فرمایا:

لا تلبسی الذہب فانی اخشی
سونانہ پہن میں تجھ پر آگ کی گرمی سے
علیٰ حر اللہب۔
ڈرتا ہوں۔

(البدایہ والنہایہ ۸۰: ۱۱۱)

اے ہم سب اپنے گریبانوں میں جھانکیں کہ کیا ہم دنیا کے بندے نہیں؟ کیا ہم نے دنیا کی زیب و زینت کو اپنا مقصود اور منزل نہیں بنا لیا؟ کاش ہمارا دل دنیا سے نفرت کرے اور اس میں اللہ و رسول کی محبت جاگزیں ہو جائے۔

چاکر پیس پیس کہ ہاتھوں پر چھالے

آپ کے شوہر حضرت علی کے بارے میں بھی معلوم ہے کہ انہوں نے مال کا جمع کرنا اپنے اوپر حرام کر رکھا تھا۔ آپ فرمایا کرتے ہم پر زکوٰۃ کیسے لازم آئے گی ہم نے کبھی جمع ہونے ہی نہیں دیا۔ حضرت فاطمہ جب ان کے ہاں گئیں تو تمام کام اپنے ہاتھوں سے کرتیں۔ بچوں کی تربیت کے علاوہ چکی پیسنا، پانی لانا اور گھر کی صفائی ستھرائی کا کام خود

میا کرتیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضرت ابن مسعود سے کہا کہ تمہیں فاطمہ کے پاس آگاہ کرتا ہوں جو حضور کو سب سے محبوب ہیں۔ میرے ہاں ان کا عالم یہ تھا

فجرت بالروحی حتی اثرت	چکی پیٹے سے ان کے ہاتھوں پر نشان
فی یدھا واستقت بالقربة	مشکیزہ اٹھانے سے سینے، گھر کی
حتى اثرت فی نحرھا و قیمت	صفائی اور ہانڈی روٹی سے کپڑوں پر
البیت حتی اغبرت ثیابھا و	نشان پڑ جاتے۔ بعض اوقات کھانا
اوقدت القدر حتی وکنت	پکاتے وقت ان کا رنگ متغیر ہو
ثیابھا و خبزتا حتی تغیر	جباتا تھا۔

وجہا۔

(ابوداؤد، کتاب الادب)

فاطمہ! اصحابِ صفہ کا حق پہلے ہے

انہی حالات میں حضور کے پاس کچھ غلام آئے۔ میں نے فاطمہ سے کہا آپ سے درخواست کرو کہ ہمیں ایک خادم مل جائے۔ آپ میرے کہنے پر گئیں مگر حیا کی وجہ سے کچھ عرض نہ کر سکیں۔ اس کے بعد میں خود گیا اور سارا ماجرا عرض کیا۔ آپ نے دونوں کو بلا کر فرمایا:

لا واللہ لا اعطیکما و ادع	خدا کی قسم میں یہ نہیں کر سکتا کہ تمہیں
اہل الصفة تطوی بطونہم	خادم دوں اور اصحابِ صفہ کو حالت
لا اجدمما الفق علیہم و لکن	بھوک میں چھوڑ دوں۔ میرے پاس
ابیعہم و الفق علیہم اثمانہم	ان پر خرچ کرنے کے لیے کوئی چیز
رفیع الباری، ۱۱: ۱۱۱	نہیں میں انہیں بیچ کر اہلِ صفہ پر خرچ کرنا

چاہتا ہوں۔

تسبیحات کی تعلیم

شام کو ہمارے ہاں آپ تشریف لائے۔ سردی کا موسم تھا۔ ہم دونوں پر ایک ہی چادر تھی وہ بھی اس قدر کہ اگر سر ڈھانپتے تو پاؤں ننگے ہو جاتے اگر پاؤں ڈھانپتے تو سر ننگے۔ یہ تمام معاملات دیکھ کر آپ نے فرمایا۔ دن میں تم میرے پاس خادم لینے آئے تھے میں تمہیں ایک ایسا وظیفہ نہ بتا دوں جو تمہارے اس سوال سے بہتر ہے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ضرور بتائیے۔ فرمایا مجھے یہ عمل جبریل امین نے بتایا ہے۔ ہر نماز کے بعد سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر بیس بیس دفعہ اور سونے سے پہلے ہی الفاظ تینتیس تینتیس دفعہ پڑھ لیا کرو یہ فرما کر آپ واپس ہو گئے۔

(البخاری، باب عمل المرأة فی بیت زوجها)

جس کا انچل نہ دیکھا نہ وہ مہرنے

یہ آپ کے پیکر جیاء اور پردہ و حجاب کا ذکر ہے۔ آپ کی ظاہری حیات میں پردہ کا عالم کیا ہوگا اس کا اندازہ آپ کی درج ذیل وصیت اور واقعہ سے لگائیے۔ حضرت اسماء بنت عمیس کہتی ہیں کہ آپ کے وصال کا وقت قریب آیا فرمایا اسماء مجھے چار پائی پر نہ اٹھانا، میں یہ پسند نہیں کرتی کہ مجھ پر بھی اسی طرح کپڑا ڈال کر لے جایا جائے جس سے اعضاء کا اظہار ہو۔ میں نے عرض کیا ہرگز ایسا نہیں ہوگا بلکہ آپ کے لیے میں اسی طرح بناؤں گی جس طرح حبشہ میں بناٹی جاتی ہے۔ فرمایا مجھے آپ بنا کر دکھائیں تاکہ مجھے اطمینان ہو جائے۔ میں کھجور کی شاخیں اکٹھی کر کے جب بنایا اور آپ نے دیکھا تو تبسم فرمایا۔ میں اس سے پہلے آپ کو تبسم کی حالت میں نہیں دیکھا۔ فرمایا: یہ مجھے پسند ہے۔

ستوك الله كما ستوتني اذا الله تعالى تجھے ڈھانپنے جس طرح تو

مت فغسلیتی انت و علی و
لا یدخلن احد علی -
نے مجھے دھانپا ہے۔ تو اور علی مجھے
غسل دو کسی اور کو داخلے کی اجازت
نہیں۔
(الدرقطنی، ۱: ۱۹۴)

نگاہیں جھکاؤ محمدؐ کی بیٹی تشریف لارہی ہے

یہی وہ آپ کا مقام حیا و عصمت ہے جس کی وجہ سے جب آپ کی میدانِ حشر
میں تشریف آوری ہوگی تو تمام اہلِ حشر سے کہا جائے گا اپنی اپنی نگاہیں جھکا لو محمدؐ کی بیٹی
طیبہ طاہرہ بیٹی کی سواری گزر رہی ہے۔

امام نبھانیؒ لکھتے ہیں متعدد صحابہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا اہلِ عرش میں سے ایک آواز دینے والا کہے گا۔

یا اهل الجمع نکسوا رؤوسکم
و غضوا البصار کم حتی تمرد
فاطمۃ بنت محمد علی الصراط
اے اہلِ حشر تمام سر جھکاؤ، آنکھیں
نیچی کر لو کہ محمدؐ کی بیٹی فاطمہؑ پلِ صراط سے
گذر کر جنت میں داخل ہو جائے۔

الجنة - (الشرف المؤبد لال محمد، ۵۳)

حضرت ابو ایوب سے اس منظر کے بارے میں یہ الفاظ بھی منقول ہیں۔

فتمر مع سبعین الفجاریۃ
من الحور العین کمر البوق -
آپ ستر ہزار حورانِ بہشتی کے جلو میں
بجلی کی طرح تیز رفتار کلمے سے گذر جائیں گی۔

(الشرف المؤبد، ۵۳)

۱۱۷۔ وہ حسن مجتبیٰ سید الاستخیاء

راکب دوش عزت پہ لاکھوں سلام

۱۱۸۔ اوج مہر بندے موج بحر ندی

روح روح سخاوت پہ لاکھوں سلام

۱۱۹۔ شہد خوار لعاب زبان نبی

چاشنی گیر عصمت پہ لاکھوں سلام

مجتبیٰ منتخب ، سید الاستخیا۔ سخیوں کے سردار ، راکب سوار ، دوش ۔
 کندھا ، اوج ۔ بلندی ، مہر مورج ، ہدی ۔ ہدایت ، بحر ۔ سمندر ، ندی ۔ سخاوت ،
 روح ۔ راحت ، شہد ۔ نہایت میٹھا شیرہ ، خوار ۔ پینے والا ، لعاب ۔ منہ کی تری ، چاشنی ۔
 ذائقہ ، گیر ۔ بکڑنے والا ، عصمت ۔ پاکیزگی ۔

ان اشعار میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے نواسے کے اوصاف و کمالات کا
 تذکرہ ہے۔ آپ کا اسم گرامی حسن ، کنیت ابو محمد ہے۔ ہجرت کے تیسرے سال آپ کی
 ولادت ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے "حرب" نام رکھا مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
 "حسن" رکھا۔

ولادت سے پہلے خواب

ابھی امام حسن پیدا نہیں ہوئے تھے تو حضرت ام الفضل کو خواب آیا انہوں نے
 حضور کی خدمت اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے جسم کا ایک حصہ میرے گھر آیا

ہے۔ آپ نے سنتے ہی فرمایا تم نے اچھا خواب دیکھا۔ فاطمہ کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا تو اس کو دودھ پلائے گی۔

فولدت الزهراء الحسن فارضته
ام الفضل۔ (الذریۃ الطاہرہ ۷۲)

تو جب سیدہ زہرا کے ہاں حسن پیدا
ہوئے تو ام الفضل نے انہیں دودھ پلایا

ناتاجبان سے مشابہت

امام حسنؑ کی شکل و صورت رحمتِ عالم کے مشابہ تھی۔ آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو لوری دیتے ہوئے فرمایا کرتی تھیں:

بابی شبیہ النبی ولیس
شبیھا بعلی۔

یہ میرا بیٹا نبی اکرم کے مشابہ ہے، اپنے
والد علی کے مشابہ نہیں۔

(مسند احمد، ۶: ۲۸۳)

حضرت عقبہ بن حارث سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت ابوبکر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نماز عصر ادا کر کے نکلے۔ امام حسن بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ حضرت ابوبکر نے انہیں کاندھوں پر اٹھالیا اور فرمایا:

بابی شبیہ بالنبی ولیس
شبیھا بعلی وعلی یضعل۔

ان کی حضور کے ساتھ مشابہت ہے
علی کے ساتھ نہیں۔ اس پر علی مکرانے۔

دفعۃ الباری، ۷: ۹۶)

حضرت علی فرمایا کرتے تھے حسن سر سے سینے تک اور حسین سینے سے پاؤں تک حضور کے مشابہ ہیں۔ (الترمذی)

آپ کی سخاوت

اہل بیت کے تمام افراد ہی سخی تھے۔ مگر ان میں امام حسن کا نام سرفہرست ہے۔

آپ کی سخاوت کے واقعات کو اگر جمع کیا جائے تو ایک کتاب تیار ہو جائے۔ یہاں
صرف دو واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے :

۱۔ ایک شخص کو آپ نے سنا وہ اللہ تعالیٰ سے دس ہزار درہم کا سوال کر رہا تھا۔

آپ نے گھر جا کر اسے مطلوبہ ساری رقم بھجوادی۔ (سیر اعلام النبلاء)

۲۔ ایک شخص نے آپ سے اپنی تنگی حال کا بیان کیا۔ آپ نے خازن کو بلایا اور فرمایا

کیا ضروریات ہیں اور فاضل کتنی رقم ہے، وہ لے آؤ۔ وہ پچاس ہزار درہم لے

کر حاضر ہوا۔ فرمایا پانچ صد دینار بھی تھے وہ بھی لے آؤ۔ تمام رقم اس شخص کو

عطا کر دی اور فرمایا میں کچھ نہ کر سکا معاف کر دینا۔ (مشکوٰۃ المصابیح باب منابہا بیت النبی)

راکبِ دوش عزت

حنین کریمین کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مبارک کاندھوں پر سوار فرمالتے۔ اس

مصرعہ میں اسی طرف اشارہ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ امام حسن کو حضور علیہ السلام

اپنے کاندھوں پر اٹھائے ہوئے تشریف لارہے تھے تو ایک شخص نے کہا:

نعم المرکب دکت یا غلام اے نوجوان یہ سواری بہت ہی خوب ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر سواری اچھی ہے،

و نعم الواکب هو تو سوار بھی اچھا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح)

حضرت براء رضی اللہ عنہ اسی کیفیت کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں

رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں نے حضور علیہ السلام کو اس حال

والمحسن بن علی علی عاتقہ میں فرماتے ہوئے سنا حسن بن علی آپ

يقول اللهم اني احبه فاحبه کے کا ذہن پر تھے کہ اے اللہ میں اس
 سے محبت کرتا ہوں تو بھی اسے محبوب بنائے۔
 (ابن خاری)

دوسرے مقام پر اعلیٰ حضرت نے اس ادا کو یوں بیان کیا ہے
 حبذا صلی علیٰ حسین کا ذہنوں پر سوار مرحبا دوشِ نبی پر ہے دوشالہ نور کا

شہد خوار لعابِ زبانِ نبی

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نو اسوں کو ازراہ شفقت و محبت گلے لگاتے
 سو گتھتے چومتے، منہ پر منہ رکھ دیتے۔ بعض اوقات جب بھوک اور پیاس سے نڈھال
 ہوتے اور کوئی شے کھانے یا پینے کے لیے نہ ہوتی تو اپنی زبان مقدس ان کے منہ
 پر رکھ دیتے۔ نواسے آپ کی زبان اطہر چوس کر اپنی بھوک پیاس ختم کر لیتے۔

طبرانی و ابن عساکر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک
 دفعہ سفر میں تھے۔ دریں اثنا آپ نے حسن اور حسین دونوں کے رونے کی آواز سنی۔
 آپ نے سیدہ فاطمہ الزہراء سے پوچھا بچے کیوں رو رہے ہیں؟ عرض کیا پیاس کی وجہ
 سے آپ نے تمام ساتھیوں سے پانی کے بارے میں پوچھا مگر پانی نہ ملا۔ فرمایا ان دونوں
 کو میرے پاس لاؤ۔ سیدہ اور ہنسی کے اندر ایک ایک کو لائیں۔

فاخذہ وضمہ الی صدرہ آپ نے ہر ایک کو لیا۔ سینے کے ساتھ

فاولع لسانہ فجعل بیصہ لگایا اور اپنی زبان ان کے منہ میں ڈالی

حتی ہدا و سکن دیمثل لثیرہم انہوں نے چوسا اور خاموش ہو گئے۔

ابن عساکر میں ابو جعفر سے مروی ہے کہ دورانِ سفر امام حسن کو سخت پیاس لگی۔ پانی

نہ ملا۔

فاعطاه لسانہ فمصہ آپ نے زبان عطا کی۔ انہوں نے

حتیٰ روی (بے مثل بشر، ۶۵) اے چوسایہاں تک کہ وہ سیراب ہو گئے۔

حضور علیہ السلام کی خادمہ زینہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کے دن سیدہ فاطمہ کے تمام بچوں کو بلایا اور ان کے مونہوں میں لعاب ذہن ڈالا اور ان کی والدہ کو فرمایا اب اگر رات تک دودھ نہ پلاؤ تب بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ لعاب ذہن آج ان کے لیے کافی ہے۔ (بے مثل بشر، ۶۵)

۱۲۰۔ اُس شہیدِ بلا شاہِ گلگوں قبا

بیکسِ دشتِ غربت پہ لاکھوں سلام

۱۲۱۔ دَرِ دَرِجِ نجفِ مہرِ برجِ شرف

رنگِ رومی شہادت پہ لاکھوں سلام

بلا۔ آزمائش، شاہ۔ سردار، گلگوں۔ سرخ، دشت۔ ویرانہ، غربت۔ مسافری،

دَر۔ موتی، درج۔ بلندینار، نجف۔ نجف اشرف، مہر۔ سورج، برج۔ بلندی۔

شرف۔ بلندی، بزرگی و عظمت۔

یہ سید الشہداء و امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سلام عرض کرتے ہوئے آپ

کے مقاماتِ کاملہ، شہادت اور مظلومیت کا تذکرہ ہے۔

مقامِ حسین

اسم گرامی حسین کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ آپ کا نام بھی حضور علیہ السلام نے خود رکھا

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت و پیار کے ان گنت مظاہر ہیں۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم حضور کے ساتھ ایک دعوت میں شرکت کے لئے جا رہے تھے۔ گلی میں امام حسین کھیل رہے تھے۔ حضور آگے بڑھے اور پکڑنے کے لیے ہاتھ پھیلا دیئے۔ حسین کبھی ادھر بھاگتے کبھی ادھر۔ آخر آپ نے ایک ہاتھ ٹھوڑی اور دوسرا سر پر رکھ کر پکڑ لیا، چوما اور فرمایا :

الحسین منی وانا من الحسین
احب الله من احب حسينا
حسین میرا ہے اور میں حسین کا ہوں
اللہ سے محبوب بنائے جو حسین سے
محبت کرتا ہے۔
الترمذی باب مناقب الحسن والحسین

۲۔ حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسین کا مرتبہ بیان کرتے ہوئے فرمایا :

من سرہ ان ينظر الی
سید شباب اهل الجنة
جو شخص جنتی نوجوانوں کے سر راہ کو
دیکھنا چاہتا ہو وہ میرے حسین کو
دیکھے۔
الترمذی مناقب الحسن والحسین

۳۔ اہل کوفہ میں سے ایک شخص نے حضرت عبد اللہ بن عمر سے پوچھا اگر کپڑے پر مچھر کا خون لگ جائے تو کیا وہ ناپاک ہو گا یا نہیں؟ آپ نے سن کر فرمایا مچھر کے خون کے بارے میں سوال کرتے ہو اور رسول اللہ کے بیٹے کو شہید کرتے ہو جن کے بارے میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔

ان الحسن والحسین ہمارے بچائے
حسن اور حسین دونوں، میرے دنیا

من الدنيا - (ذخائر العقبی) میں پھول ہیں ۔
 بعض اوقات حسین کریمین سجدہ کی حالت میں حضور علیہ السلام کی پشت پر
 چڑھتے تو سرورِ عالم سجدہ لمبا فرمادیتے ۔

شہادت کی خبر جبرائیل نے دی

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا سے روایت ہے ایک دن میں رسول خدا صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ نے امام حسین کو اٹھا کر میری گود میں رکھا اور
 آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے ۔ میں نے عرض کیا میرے والدین قربان آقا
 کیا معاملہ ہے ۔ فرمایا :

انا فی جبرئیل علیہ	میرے پاس جبرئیل آئے اور انہوں نے
السلام فاخبرنی ان امتی	اطلاع دی کہ میری امت عنقریب میرے
ستقتل ابی هذا و انا فی	اس بیٹے کو شہید کر دے گی اور وہ میرے
بتربة من تربته حمراء	پاس وہاں کی سرخ مٹی بھی لائے ہیں۔
(مشکوٰۃ المصابیح مناقب اہل بیت)	

سائخہ ذکر بلا

یزید نے جو کہ سراپا بد عمل اور بد کردار تھا تخت نشین ہو کر آپ سے بیعت کا
 مطالبہ کیا مگر آپ نے انکار کیا اور فرمایا شریعت کے باغی فتنخس کے ساتھ کسی طرح
 کا بھجوتہ نہیں کر سکتا۔ اس پر اس نے آپ کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا۔ آپ شہر مدینہ
 کے ادب کی خاطر کوفہ چلے گئے۔ یزید نے وہاں اپنا لشکر بھیجا یا۔ آپ نے بڑی
 کوشش کی کہ جنگ نہ ہو مگر یزید اور اس کے حواری نہ مانے پھر میدانِ کربلا میں ایک

تاریخی معرکہ ہوا۔ اہل بیت کے تمام افراد اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر ظلم کے خلاف
 ڈٹ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں استقامت عطا فرمائی۔ آپ نے اپنا تمام خاندان
 اللہ کی راہ میں قربان کر دیا۔ دس محرم الحرام آپ کی شہادت کا دن ہے۔ شریعت کی
 پیروی حسنینیت اور اس کی مخالفت یزیدیت ہے۔

قتلِ حسین اہل میں مرگِ یزید ہے
 اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

۱۲۲۔ اہل اسلام کی مادرانِ شفیق !!

بانوانِ طہارت پہ لاکھوں سلام

۱۲۳۔ جلوہ گئی ان بیتِ الشرف پر درو

پرد گئی ان عفت پہ لاکھوں سلام

اہل اسلام۔ مسلمان، مادران۔ ماہیں، شفیق۔ مہربان، بانوان۔ بیویاں، طہارت
 پاکیزگی، جلوہ گیاں۔ تشریف فرما، بیت الشرف۔ بزرگی والا گھر، پردگیاں۔ پرے
 والیاں۔

یہاں سے حضور علیہ السلام کی ازواجِ مطہرات کی خدمت میں سلام عرض کیا گیا ہے۔

ازواجِ مطہرات کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ سیدہ خدیجہ، سیدہ عائشہ، سیدہ حفصہ، سیدہ

میمونہ، سیدہ ماریہ، سیدہ ام سلمیٰ، سیدہ ام حبیبہ، سیدہ سودہ، سیدہ زینب، سیدہ

جویریہ، سیدہ صفیہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

اہل اسلام کی مادرانِ شفیق

سرورِ کون و مکان کی ازدواجِ مطہرات کو اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کی مائیں قرار

دیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ
أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُمْ
أَقْرَبُ مِنْكُمْ
(الاحزاب، ۶)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کی
جانوں سے بھی زیادہ حق دار ہیں اور
آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔

امام اہلِ محبت نے اپنے اس مصرعہ "اہلِ اسلام کی مادرانِ شفیق" میں اسی
آیتِ قرآنی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس آیت میں دو باتوں کا ذکر ہے۔ پہلی یہ کہ نبی اکرم
کا حق ہر مسلمان پر دوسرے تمام لوگوں سے زیادہ ہے یہاں تک کہ خود اس کی جان
سے بھی زیادہ ہے۔ اسی کی وضاحت، اسی سورت میں ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ
إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا
أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ
أَمْوَالِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ
وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلًّا
مُبِينًا (الاحزاب، ۳۶)

جب اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا
فیصلہ کر دیں تو کسی مومن اور مومنہ کے
لئے ان کے معاملے میں کوئی اختیار باقی
نہیں رہ جاتا اور جو اللہ اور اس کے
رسول کی نافرمانی کرے گا تو وہ کھلی ہوئی
گمراہی میں گر پڑا۔

اس آیت نے واضح کر دیا کہ اللہ اور اس کا رسول مومنوں کی جان کے مالک ہیں،
اس سے بڑھ کر کیا ملکیت ہوگی کہ مومن اپنا فیصلہ از خود نہیں کر سکتا بلکہ اس پر ہر قسم کے معاملات
میں شریعت سے رہنمائی ضروری ہے۔ دوسری بات اسی تعلق کا نتیجہ ہے کہ جب نبی کا مومنوں
کے ساتھ اس قدر گہرا اور قریب کا تعلق ہے تو آپ کی ازدواج کا تعلق مومنوں سے بھی

اسی قدر ہو گا تو فرمایا وہ مومنوں کی مائیں ہیں۔

ازواجِ مطہرات کی دنیا سے نفرت

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مالکِ کون و مکان ہوتے ہوئے فقر کی زندگی بسر فرمائی آپ کے ساتھ آپ کے تمام خاندان خصوصاً ازواجِ مطہرات، صاحبزادیاں اور نو اسوں نے بھی اسی فقر کو اختیار کیا۔ آپ کی مبارک تربیت نے ان کے دلوں سے دنیا کا حرص و لالچ کھرتج کر نکال دیا تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ہمارے چولہوں میں مہینہ مہینہ آگ نہیں جلتی تھی۔ پانی اور کھجور پر گزارہ ہوتا

رہا یہ معاملہ کہ سورہ احزاب کی درج ذیل آیات کا شانِ نزول یہ بیان کیا جاتا ہے کہ فتح خیبر کے بعد جب مسلمانوں کو فی الجملہ معاشی کشادگی حاصل ہوئی تو آپ کی ازواج نے بھی آپ سے مطالبہ کیا کہ ان کو بھی زندگی اور دنیاوی زینتوں سے متمتع ہونے کا موقعہ دیا جائے۔ ان کے اس مطالبے پر بطور عتاب یہ آیات نازل ہوئیں۔

اے نبی اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر	يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَ أَجِدُكَ
تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت	إِنْ كُنْتُمْ تُرِيدُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا
کی طالب ہو تو آؤ میں تمہیں دسے دلا کر	وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمْتَعَنَّ
خوبصورتی کے ساتھ رخصت کر دوں	وَأَسْرَحَنَّ سَرًا حَاجِبِيًّا وَإِنْ
اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور	كُنْتُمْ تُرِيدُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
دارِ آخرت کی طالب ہو تو اطمینان رکھو	وَالذَّاكِرَةَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ
کہ اللہ نے تم سے خوبی کے ساتھ نباہنے	أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنكُنَّ أَجْرًا
والیوں کے لئے اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔	عَظِيمًا۔ (الاحزاب ۲۸، ۲۹)

یہ بات متعدد دلائل کی بنا پر کمزور ہے۔

۱۔ جن حالات پر تبصرہ ہو رہا ہے وہ ہجرت کے چوتھے یا پانچویں سال سے تعلق رکھتے ہیں کیونکہ اس سورت میں غزوہ خندق بنو قریظہ، حضرت زید اور زینب کا واقعہ بیان ہوا ہے۔ ان واقعات کا تعلق ۵ھ سے ہے خیر ابھی فتح نہیں ہوا تھا۔ آیت نمبر ۲۷ کے الفاظ "ارضنا لم تطلوها" کے تحت خود مفسرین نے تصریح کر دی ہے کہ یہ فتح خیبر کی پیشگی بشارت ہے۔

۲۔ یہ مطالبہ اگر نان نفقہ میں فی الجملہ توسیع کے لئے تھا تو یہ کوئی ایسی بات نہیں کہ جس پر ان کو یہ نوٹس دے دیا جائے کہ ان کو دے دلا کر ہمیشہ کے لئے رخصت کر دیا جائے۔ اس طرح کی بات پر اول تو کسی تنبیہ کی سزاوار ہی نہیں تھیں اور اگر تھیں بھی تو زیادہ سے زیادہ اس نصیحت کی مستحق تھیں کہ نبی کی معیت مطلوب ہے تو انہیں بھی صبر و قناعت مصطفوی کا مظہر ہونا چاہیے۔

۳۔ حضور کی ازواج مطہرات کے متعلق یہ سوئے ظن نہیں کیا جاسکتا کہ آپ کی تربیت کے باوجود ان پر دنیا کی راحتوں اور زینتوں کا شوق کسی دور میں اتنا غالب آگیا ہو کہ اس کا مطالبہ لے کر اٹھ کھڑی ہوں اور معاملہ اتنا سنگین ہو گیا ہو کہ خود اللہ تعالیٰ کو اس میں مداخلت کرنی پڑی اور نوبت اس نوٹس تک جا پہنچی جو ان آیات میں ان کو دیا گیا ہے۔

الغرض بیان کردہ شان نزول کی تائید نہ ان آیات کے الفاظ کرتے ہیں اور نہ ہی اوقات و حالات سب سے اہم معاملہ یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت و صحبت پر حرف آتا ہے۔

اگر ان آیات کا صحیح موقعہ و محل سمجھ لیا جائے تو مذکورہ معاملہ از خود حل ہو جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس پوری سورت کے مطالعے کے بعد انسان پر از خود یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اس دور میں منافقین کی ریشہ دوانیاں جس طرح عام مسلمانوں کو اسلام اور نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم سے بدگمان اور برگشتہ کرنے کے لئے بہت بڑھ گئی تھیں۔ اسی طرح منافقات کے ذریعے انہوں نے حضور علیہ السلام کی گھر یلو زندگی کے سکون کو درہم برہم کرنے کے لئے بھی بڑی خطرناک مہم چلا رکھی تھی۔ منافق عورتیں امہات المؤمنین کے گھروں میں جاتیں اور نہایت ہی ہمدردانہ انداز میں ان سے کہتیں کہ آپ لوگ شریف اور معزز گھرانوں کی بیٹیاں ہیں لیکن آپ لوگوں کی ہر راحت و لذت سے محروم بالکل قیدیوں کی طرح زندگی گزار رہی ہے۔ اگر آپ دوسرے گھروں میں ہوتیں تو آپ کے زندگی بیگمات کی طرح نہایت عیش و آرام اور مٹھاٹ باٹھ کے ساتھ گزرتی۔ ساتھ ہی وہ یہ وسوسہ اندازی بھی کرتیں کہ اگر یہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کو طلاق دیدیں تو بڑے بڑے رئیس اور سردار آپ لوگوں سے نکاح کریں گے اور آپ لوگوں کی زندگیاں قابل رشک ہو جائیں گی۔ منافقین و منافقات کی ان چالوں سے اگرچہ امہات المؤمنین بالکل بے خبر نہیں تھیں بعض تلخ تجربے بھی ان کو ہو چکے تھے، مثلاً حضرت عائشہ پر تہمت لیکن شریف، کریم نفس اور باجیا لوگوں کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ کوئی شخص ان کے سامنے اگر ہمدردی و خیر خواہی کے انداز میں بات کرتا ہے تو وہ اس کے کھوٹ سے واقف ہوتے ہوئے بھی اس کو جواب نرمی سے دیتے ہیں۔ امہات المؤمنین بھی اپنی کریم انما کے سبب سے ان لوگوں کو نرمی ہی سے جواب دیتیں جس سے یہ کہنے لوگ اس طمع خام میں مبتلا ہو جاتے تھے کہ ان کا پر و پگنڈہ کامیاب ہو رہا ہے اور وہ بہت جلد اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے۔

یہ حالات تھے جن میں یہ آیات اتری تھیں۔ ان میں جو باتیں فرمائی گئی ہیں ان کو سنانا تو مقصود ہے دراصل ان منافقین اور منافقات کو، جن کی ریشہ دوانیوں کے تار پود ان میں کھیرے گئے ہیں۔ لیکن وہ پس پردہ تھے اس وجہ سے قرآن نے ان کو مخاطب کرنے کے بجائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور انہیں مٹھرات کو مخاطب کر کے جو کچھ

کہنا تھا کہہ دیا۔ تمام روایات اس پر شاہد ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آزادی کا یہ اختیار نامہ ازواجِ مطہرات کے سامنے رکھ دیا اور سب سے پہلے حضرت عائشہ صدیقہ کے سامنے رکھا جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں اور فرمایا جو اب میں جلدی نہ کریا بلکہ اپنے والدین سے بھی مشورہ کر لیں۔ اس کے بعد جواب دیں لیکن حضرت عائشہ نے بغیر کسی توقف کے عرض کیا کہ مجھے اس معاملے میں کسی کے مشورے کی کیا ضرورت؟ میں اللہ اور اس کے رسول ہی کو اختیار کرتی ہوں۔

اس طرح قرآن نے ایک طرف تو منافقین کی ان ریشہ دوانیوں کا ہمیشہ کے لئے سدباب کر دیا جو ازواجِ مطہرات کے درمیان کر رہے تھے۔ دوسری طرف اس امتحان کے ذریعے سے یہ حقیقت بھی واضح کر دی کہ ازواجِ مطہرات تمام کی تمام اللہ و رسول اور آخرت ہی کی طلب گار ہیں۔ اسی چیز نے ان کو اللہ کے رسول سے وابستہ کیا تھا اور وہ دستگی اتنی مستحکم تھی کہ اس دنیا کی کوئی طمع اس کو توڑ نہیں سکتی تھی۔ اس ساری بحث کا خلاصہ یہ نکلا کہ ان آیات میں ازواجِ مطہرات پر دنیا طلبی کے جرم میں کوئی عتاب نہیں ہوا ہے جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھا ہے جبکہ یہ اللہ اور رسول کی طرف سے ان کو آزادی کا پروانہ دے کر ان کے اعلیٰ کردار کا مظاہرہ کرایا گیا تاکہ ان منافقین کے حوصلے ہمیشہ کے لئے پست ہو جائیں جو اس طمع خام میں مبتلا تھے کہ ازواجِ نبی کو دنیا کی کسی طمع کے پھندے میں پھنسا کر اپنی طرف مائل کیا جاسکتا ہے۔ ازواجِ مطہرات کے اعلان کے بعد یہ ثابت ہو گیا کہ اہل بیت رسالت کا انتخاب خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور اس حرم کے اندر کسی کے لیے کسی رخنہ اندازی کی کوئی گنجائش نہیں۔

تمہاری مانند کوئی خاتون نہیں

جب ازواجِ مطہرات نے اللہ و رسول سے محبت اور دنیا سے بے رغبتی و نفرت

کا اعلان و اظہار کر دیا تو خالق کائنات نے فرمایا:

يُنِيَا۟ النَّبِيَّ لَسْتَنَّ كَاحِدٍ
مِّنَ النَّسَائِرِ اِنَّ الْبَقِيَّتَٰنِ
(الاحزاب، ۳۲)

اے نبی کی بیویو تمہاری مثل کوئی عورت
نہیں اگر تم (بھی) تقویٰ اختیار
کیے رکھو۔

جلوہ گیاں بیت الشرف

ان ازدواجِ مطہرات کو ان گھروں اور حجروں میں رہنے کا شرف حاصل ہے جو
اس کائنات میں سب سے بلند مقام تھے۔ انہی حجروں میں صبح و شام سرورِ عالم کس
تشریف آوری ہوتی اور انہیں دیدار کا شرف نصیب ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان
مبارک حجروں کا ذکر کیا اور اس سورت کا نام بھی حجرات رکھا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ
مِّنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ
اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ
یقیناً جو لوگ حجروں کے باہر سے آپ
کو پکارتے ہیں ان کی اکثریت بے کجھ
ہے۔

ان میں داخل ہونے کے آداب بیان کرتے ہوئے فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتِ النَّبِيِّ
اِلَّا اَنْ يُّوْذَنَ لَكُمْ
اے ایمان والو! نبی اکرم کے گھروں
میں بغیر اجازت لئے داخل نہ ہو کر دو۔

یہی وہ گھر تھے جن میں رہائش پذیر ذوات کے لئے آیتِ تطہیر نازل ہوئی۔

اِنَّمَّا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ
عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ
وَلِيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا
اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ وہ تم سے
گندگی کو دور کرے۔ اے نبی کے
گھر والو! اور تمہیں خوب پاک کرے۔

اس سے بڑھ کر ان حجروں کو کیا شرف مل سکتا ہے کہ وہ حضور کے حجرے کہنے

پردگیانِ عفت

قبل از اسلام پاکیزگی و عصمت کا کوئی تصور ہی نہ تھا۔ اسلام نے عصمت و حفاظت کے لئے خواتین کو پردہ کا حکم دیا اور اس نعمت کا وسیلہ ازواجِ مطہرات ہی تھیں۔ قرآن مجید میں ہے

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ
وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ
يُذُنِينَ عَلَيْهِنَ مِنْ جَلَابِئِهِنَّ -
اے نبی اپنی بیویوں، بیٹیوں اور
تمام مومن خواتین کو فرمادو وہ اپنے
اوپر اوڑھنیاں لیں

سِیْمَا پہلی ماں کہفِ اَمْنِ وَا مَانِ

-۱۲۴

حق گزارِ رفاقت پہ لاکھوں سلام

عرش سے جس پہ تسلیم نازل ہوئی

-۱۲۵

اِس سِرَائے سلامت پہ لاکھوں سلام

مَنْزِلٌ مِنْ قَصَبٍ لَانْصَبَ لِاصْحَابِ

-۱۲۶

ایسے گوشک کی زینت پہ لاکھوں سلام

سِیْمَا - خصوصاً، کہف - پناہ، رفاقت - سنگت، تسلیم - سلامتی و رحمت، سِرَائے -

محل، سلامت - پرسکوں، مَنْزِلٌ - گھر، قَصَبٌ - موتی، نَصَبٌ - مشقت، اصْحَابِ - شور،

کوشک - حجرہ -

رحمۃ للعالمین کی ازواجِ مطہرات پر اجتماعی سلام کے بعد خصوصی طور پر دو سیدہ خدیجہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما کی خدمت میں سلام عرض کیا جا رہا ہے۔ ان اشعار میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ ہے

پہلی ماں ہونے کا شرف

پیچھے گزر چکا کہ قرآن مجید نے حضور علیہ السلام کی بیویوں کو مومنوں کی ماؤں کا درجہ دیا ہے۔ ان میں سے جس پہلی خاتون کو پوری امتِ مسلمہ کے ماں ہونے کا شرف حاصل ہے وہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ سرورِ عالم نے پہلا عقد انہیں سے فرمایا اور جب تک یہ زندہ رہیں کسی دوسری خاتون کو یہ شرف نہ ملا۔ آپ کی اولاد بھی انہیں سے ہے۔

کہفِ امن و اماں

آپ مکہ میں سب سے بڑی تاجرہ اور دولت مند تھیں۔ حضور علیہ السلام کے ساتھ عقد کے بعد تمام مال حضور کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اس سے آپ ظاہری طور پر بھی غنی ہو گئے۔ اسی کرم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

وَوَجَدَكَ عَابِلًا فَأَغْنَى . اس نے آپ کو محتاج پایا تو غنی کر دیا۔

جب آپ نے اعلانِ نبوت فرمایا تو اہل مکہ جانی دشمن بن گئے۔ اس موقع پر آپ کا سہارا آپ کی یہی اہلیہ تھی۔ خود آقائے دو جہاں اس کا تذکرہ فرمایا کرتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ہمیشہ حضرت خدیجہ کی تعریف کرتے رہتے۔ ایک دن میں نے کہا آپ ہمیشہ اس خاتون کا ذکر کرتے ہیں جو بوڑھی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو

ان سے بہتر بیویاں عطا فرمادی ہیں۔ مجھ پر آپ اتنے ناراض ہوئے کہ میں نے دعا کی
اے اللہ اگر آج تیرے محبوب کی ناراضگی ختم ہو جائے تو میں کبھی بھی ایسی جرأت نہیں
کروں گی۔ جب آپ نے میری پریشانی دیکھی تو فرمایا تو نے یہ بات کیوں کی؟ تجھے علم ہونا
چاہیے،

واللہ لقد امنت بی اذ
کذبتنی الناس و اوتنی
اذ رفضنی الناس و رزقت
منھا الولد۔
اللہ کی قسم وہ مجھ پر اس وقت ایمان
لائیں جب تمام لوگ مجھے جھٹلا رہے
تھے۔ میرا وہ اس وقت سہارا بنیں
جب تمام لوگ مخالف ہو گئے تھے اور
انہیں سے مجھے اولاد عطا کی گئی۔
(مسند احمد ۴ : ۱۱۷)

اس روایت کے انہی الفاظ " اوتنی اذ رفضنی الناس " کا ترجمہ اعلیٰ حضرت
نے " کہف امن و اماں " کیا ہے۔ کیوں نہ عرض کیا جائے۔
حق گزارِ رفاقت پہ لاکھوں سلام

عرش سے تسلیم کا نزول

آخری دونوں اشعار بھی اس مبارک حدیث کا ترجمہ ہیں جو بخاری و مسلم میں حضرت
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں جبریل امین
نے حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ!

فاقرأ علیہا السلام من ربھا
ومنی و لبشرھا بیت فی
الجنة من قصب لا صحب
فیہ لا نصب۔
خدیجہ کو رب کریم اور میرا سلام دیجئے
اور انہیں جنت میں ایسے گھر کی بشارت
دیجئے جو موتیوں سے بنا ہوا ہے
وہاں نہ تکلیف ہے اور نہ ہی کوئی شہ

علمحضرت نے ان اشعار میں حدیث مذکورہ کے ہی الفاظ (تصب، صعب، نصب) استعمال کئے ہیں۔

حضور علیہ السلام نے اس بات کی اطلاع سیدہ کو دی تو انہوں نے کہا:

اللہ هو السلام و منہ اللہ سرایا سلام ہے، سلامتی وہی عطا

السلام و علی جبریل السلام کرنے والا ہے اور جبریل پر سلام ہو۔

(ابن خاری باب تزویج ابی خدیجہ و فضلہا)

اس جواب سے آپ کے علمی کمال کا اندازہ بھی کیا جاسکتا ہے۔ آپ نے اللہ کے

بارے میں یہ کہا کہ وہ سرایا سلام ہے۔ اس پر اس طرح سلام بھیجنا جائز نہیں جس طرح

مخلوق پر سلام دیا جاتا ہے۔

بنت صدیق آرام جانِ نبیؐ

-۱۲۷

اُس حَیْمِ بَرَاوَتِ پَہ لاکھوں سلام

یعنی ہے سُورَةُ نُورِ جن کی گواہ

-۱۲۸

اُن کی پُر نُورِ صُورَتِ پَہ لاکھوں سلام

جن میں رُوحُ الْقُدُسِ بے اجازت نہ جائیں

-۱۲۹

اُس سُورَاتِ قِ کی عِصْمَتِ پَہ لاکھوں سلام

شمعِ تابانِ کاشانہٗ اجتہاد!

-۱۳۰

مفتی چار ملتِ پَہ لاکھوں سلام

بنت۔ بیٹی، صدیق۔ حضرت ابوبکر صدیق، حرم۔ بیوی، برأت۔ پاکباز ہونا، سورۃ نورا۔
قرآن کی ایک سورۃ کا نام ہے، روح القدس۔ جبریل امین، سرادق۔ خیمہ و حجرہ، عصمت۔
طہارت و عفت، شمع۔ چراغ، تاباں۔ روشن، کاشانہ۔ گھر و مرکز، اجتہاد۔ مسائل کا استخراج،
مفتی۔ درپیش مسائل کا حل پیش کرنے والا، نلت۔ مسلک۔
یہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے صفات عالیہ کا ذکر ہے۔ امام اہل محبت
نے ام المؤمنین کی عظیم شانوں کی طرف خصوصی طور پر اشارہ کیا ہے۔

بنتِ صدیق

آپ کے والد کا نام عبداللہ، کنیت ابوبکر، والدہ کا نام ام رومان ہے۔ حضرت
ابوبکر صدیق کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔ والدہ کے بارے میں حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد
گرامی پیش نظر ہے۔

من سرہ ان ينظر الى امرأة
من المحور العين فلي نظر الخ
جو کسی صنتی حور کو دیکھنے کی خواہش رکھتا
ہے وہ ام رومان کو دیکھ لے۔

ام رومان - (الاستیعاب ۴: ۲۲۹)

وفات کے وقت حضور ان کی قبر میں اترے اور ان کے لیے دعا و مغفرت کی (الاستیعاب ۴: ۲۲۹)
آپ کے والد گرامی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
پوچھا آپ کی دلی آرزو کیا ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ! میری تین آرزوئیں ہیں ایک یہ کہ
مجھے آپ کا دیدار نصیب رہے۔ دوسری یہ کہ مجھے اللہ مال دیتا رہے میں آپ کے مشن پر
خرچ کرتا رہوں اور تیسری یہ کہ میری بیٹی عائشہ کو اپنے — عقد کا شرف عطا فرمائیے۔
اللہ تعالیٰ نے آپ کی تینوں خواہشیں پوری فرمائیں۔ اس سے سیدنا ابوبکر کو آپ کے
سر ہونے کا بھی شرف نصیب ہو گیا۔

آرام جان نبی

رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عائشہ سے نہایت محبت کرتے تھے۔ اس بات کا علم تمام صحابہ کو تھا۔ چنانچہ صحابہ قصداً اسی روز کثرت کے ساتھ ہدایا اور تحائف بھیجتے جس روز آپ کا حضرت عائشہ کے ہاں قیام ہوتا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب غزوہ سلاسل سے واپس آئے تو انہوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ! آپ دنیا میں سب سے زیادہ کس کو محبوب رکھتے ہیں؟ فرمایا: عائشہ کو۔ عرض کیا یا رسول اللہ! مردوں کی نسبت سوال ہے؟ فرمایا: عائشہ کے والد کو۔

(البخاری باب مناقب ابی بکر)

ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی حضرت حفصہ سے فرمایا: عائشہ کی ریس نہ کیا کر دوہ تو حضور کو محبوب ہے۔

(البخاری، باب حب الرجل لبعض نساہ)

جب حضور کا مرض وصال شروع ہوا تو آپ دریافت فرماتے آج کون سا دن ہے؟ لوگ سمجھ گئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا انتظار ہے۔ چنانچہ آپ کو حضرت عائشہ کے حجرے میں لے جایا گیا۔ آپ تا وصال وہیں مقیم رہے اور وصال کے وقت آپ کا سراقدس حضرت عائشہ کے سینے کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ آپ فرماتی ہیں اللہ تعالیٰ نے نواہسی باتیں عطا کی ہیں جو دنیا میں میرے سوا اور کسی کو نہیں ملیں۔ خواب میں فرشتے نے حضور کے سامنے میری صورت پیش کی، جب میں سات برس کی تھی تو آپ نے مجھ سے نکاح کیا، جب میرا سن نو برس کا ہوا تو رخصتی ہوئی، میرے سوا کوئی اور کنواری بیوی آپ کی خدمت میں نہ تھی، آپ جب میرے بستر پر ہوتے تب بھی وحی آتی تھی، میں آپ کی محبوب ترین بیوی تھی، میرے بارے میں قرآنی آیات

نازل ہوئیں، میں نے جبریل کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور
 توفی النبی صلی اللہ علیہ
 جب حضور کا وصال ہوا تو میرا گھر اور
 وسلم فی بیئتی و فی یومی و بین
 میری باری تھی اور آپ کا سراقہ کس
 سحری و نحری
 میرے سینے اور گلے کے درمیان تھا
 (البخاری، باب مرض النبی)

آپ آج بھی جس حجرہ النور میں آرام فرما ہیں وہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہے۔
 حضور علیہ السلام سے محبت

حضرت عائشہ کو حضور سے شدید محبت بلکہ شغف و عشق تھا۔ کبھی راتوں کو بیدار
 ہوتیں آپ کو حجرہ میں نہ پاتیں تو بے قرار ہو جاتیں۔ ایک بار شب کو آنکھ کھلی اور آپ کو
 نہ پایا گھر میں چراغ نہیں تھا۔ ادھر ادھر ٹھونسنے لگیں۔ آخر آپ کا ہاتھ سرور عالم کے مبارک
 قدم پر لگا دیکھا تو اللہ تعالیٰ کے حضور سر بسجود ہیں (الموطا، باب ما جاء فی الدعاء)
 ایک بار اسی طرح کا واقعہ پیش آیا رات کا نصف حصہ گزر چکا تھا۔ ادھر ادھر ڈھونڈنا
 مگر آپ کا دیدار نہ ہوا۔ آخر تلاش کرتی ہوئی قبرستان پہنچ گئیں دیکھا آپ دعا و استغفار میں
 مشغول ہیں۔ اٹے پاؤں واپس آئیں جب آپ کے سامنے واقعہ بیان فرمایا تو آپ نے
 فرمایا: کوئی کالی چیز جاتی معلوم ہوئی تھی وہ تم ہی تھیں۔ (الترمذی، باب الاستغفار)

حضور علیہ السلام نے ایک دفعہ فرمایا عائشہ جب تم مجھ سے خوش یا ناراض ہوتی
 ہو تو مجھ کو پتہ لگ جاتا ہے۔ ناراض ہوتی ہو تو "ابراہیم کے خدا کی قسم" اور خوش ہوتی ہو تو
 "محمد کے خدا کی قسم" کھاتی ہو۔ حضرت عائشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! صرف زبان سے
 نام چھوڑ دیتی ہوں۔ (البخاری، باب ما يجوز من الهجران)

جب حضور علیہ السلام کا وصال ہو گیا تو حضرت عائشہ رات کو آپ کی قبر النور کے ساتھ
 ہی سو جایا کرتی تھیں۔ (ابن سعد، ۲: ۸۵)

ہے سورہ نور جن کی گواہ

جب بعض منافقین نے اپنے خبیث باطن کا اظہار کرتے ہوئے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عصمت و پاکدامنی کے خلاف تہمت و افتراء پر دازی کا طوفان کھڑا کر دیا تو —

اگرچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی رفیقہ حیات کی معصومیت کے بارے میں باخبر تھے، جس کا ذکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جاں نثار صحابہ کے سامنے ان الفاظ میں فرمایا تھا۔

واللہ ما علمت علی اہل الای
خیراً (البخاری)

خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ میری اہلیہ کا ذمہ اس تہمت سے پاک ہے۔

حقیقت حال سے باخبر ہونے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسئلہ میں مصلحتاً سکوت اختیار فرمایا اور باس خیال کچھ کہتا گوارا نہ کیا کہ یہ بد بخت میری کہی ہوئی بات کب مانیں گے؟ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت کے بارے میں وحی الہی کے منتظر رہے۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ نور کی آیات نازل فرما کر سیدہ عائشہ کی طہارت و عفت کا تاقیامت اعلان کر دیا۔ آخری مصرعہ میں اسی گواہی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

جن میں روح القدس بے اجازت نہ جائیں

یہ اہمات المؤمنین خصوصاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ النور کا مقام بیان ہو رہا ہے کہ اس کا اتنا تقدس ہے کہ اللہ کے مقرب فرشتے اجازت لئے بغیر داخل نہیں ہوتے۔ جب آتے باقاعدہ سلام اور دستک دیتے۔ اگر اجازت مل جاتی تو داخل ہو جاتے

ورنہ کھڑے رہتے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وقت آیا تو انہوں نے ملک الموت کو حکم دیا میرے محبوب کی خدمت میں جاؤ مگر اجازت سے کہ حاضر ہونا۔ لہذا ایک اعرابی کی صورت میں تیرہ ماٹھ کے حجرے کے باہر کھڑے ہو کر اس فرشتے نے عرض کیا :

السلام علیکم اهل بیت النبوة ومعدن الرسالة ومختلف الملائكة
مجھے اندر آنے کی اجازت عطا کرو تاکہ میں تم تک اللہ تعالیٰ کا پیغام رحمت پہنچا سکوں۔
اس موقع پر حضرت فاطمہ نے فرمایا اس وقت ملاقات کی اجازت نہیں مل سکتی کیونکہ آقا اپنے حال میں محو ہیں۔ دوبارہ اجازت طلب کی پھر یہی جواب ملا۔ جب تیسری دفعہ اجازت لی تو سردار عالم نے چشمان مقدس کھول کر پوچھا کیا معاملہ ہے؟ عرض کیا ایک اعرابی اندر آنے کے اجازت مانگ رہا ہے۔ ہم نے اجازت نہیں دی۔ فرمایا: فاطمہ! جانتی ہو یہ کون ہے؟ یہ وہ فرشتہ ہے جو لذات اور تمناؤں کو ختم کر دیتا ہے۔ عورتوں کو بیوہ اور بچوں کو یتیم بنا دیتا ہے۔ اس کے بعد دروازہ کھول دیا گیا اور ملک الموت اندر آئے اور اللہ تعالیٰ کا پیغام دیا۔

(مدارج النبوة ۲۰ : ۲۳۰)

جبریل سلام کہتے

حضرت ابوسلمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

یا عائشہ ہذا جبریل یقرئک

اسے عائشہ یہ جبریل ہیں تجھے سلام کہہ

رہے ہیں۔

السلام

میں نے کہا اس پر بھی اللہ کا سلام اور رحمت ہو۔ اس موقع پر حضور جبریل کو دیکھ رہے تھے لیکن وہ مجھ سے پوشیدہ تھے

(مشکوٰۃ من مناقب ازواج النبی)

حجرہ عائشہ اور جنت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
 ما بین المنبر و بیت عائشہ میرے منبر اور حجرہ عائشہ کا حصہ جنت کے
 روضۃ من ریاض الجنۃ باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

(الوفاء ۱۱: ۲۵۷)

شمع تابان کاشت اجتہاد

آپ کا شمارہ مجتہدہ صحابیات میں ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بارے
 میں فرمایا:

خذوا شطر دینکم عن حمیرا اپنے دین کا ایک حصہ اس خاتون سے
 (الموضوعات للشوکانی ۱۳۵۱) لیکھو۔

اس ارشاد نبوی کے پیش نظر جب بھی کسی معاملہ میں صحابہ کا اختلاف ہوتا تو وہ
 آپ سے رہنمائی لیتے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے علمی مقام کے
 بارے میں فرماتے ہیں:

ما اشکل علینا اصحاب محمد حضور کے صحابہ پر جب بھی کسی مسئلہ پر
 صلی اللہ علیہ وسلم حدیث اشکل پیش آئی تو حضرت عائشہ کی طرف
 قط نألنا عائشۃ الا وجدنا رجوع کرتے تو آپ ہماری علمی رہنمائی
 عندها منه علما۔ فرماتیں۔

(الترمذی، مناقب عائشہ)

عظیم تابعی امام زہری حضرت صدیقہ کی اس فضیلت کا ذکر یوں کرتے ہیں:

لوجمع علم عائشة الى علم جميع
ازواج النبي صلى الله عليه
وسلم وعلم جميع النساء لكان
علم عائشة افضل -
(الترک ۴، ۱۱۰)

تمام ازواج مطہرات بلکہ تمام خواتین
کا علم اگر جمع کر لیا جائے تو پھر بھی سیدہ
عائشہ کا علم اس سے زیادہ ہوگا۔

مفتی چارلت

سیدہ عائشہ کے بارے میں پیچھے گزرا کہ آپ اس امت کی عظیم مجتہدہ تھیں۔ یہی وجہ ہے
کہ حضور علیہ السلام کے وصال کے بعد آپ منصب افتاء پر فائز ہو گئیں۔ ہر صحابی حتیٰ کہ خلفاء
راشدین بھی مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے۔ حضرت قاسم (جو صحابہ کے بعد مدینہ کے
سات مشہور تابعین میں سے شمار ہوتے تھے) فرماتے ہیں:

كانت عائشة قد استقلت
بافتوى في خلافة ابي بكر و
عمر و عثمان و هلم جراً
(طبقات ابن سعد ۲: ۱۲۶)

حضرت عائشہ، حضرت ابو بکر کے عہد خلافت
ہی میں مستقل طور پر افتاء کا منصب حاصل
کر چکی تھیں۔ حضرت عمر، حضرت عثمان اور
ان کے بعد آخر زندگی تک وہ برابر فتویٰ

دیتی رہیں۔
محمد بن نے کثرت و قلت فتاویٰ کی بناء پر علماء صحابہ کے جو تین طبقات بنائے ہیں ام المؤمنین
سیدہ عائشہ کا شمار ان کے طبقہ اول میں ہوتا ہے۔ (اعلام المتوہین، مقدمہ)

شاہ عبدالحق محدث دہلوی آپ کے بارے میں رقمطراز ہیں:

بودی رضی اللہ عنہا از فقہای و علماء و نصحاء
و بلقاء و از اکابر فقیہان صحابہ -
آپ اپنے دور کی عظیم فقیہ، عالمہ، واصلہ
اور اکابر مفتی صحابہ میں سے ہیں۔

(مدارج النبوة، ۲: ۲۶۹)

۱۳۱۔ جاں نثاران بذروا اُحد پرورد حق گزاران نبیث پہ لاکھوں سلام

جاں نثار، جاں قربان کرنے والے، بدر۔ غزوہ بدر، اُحد۔ غزوہ اُحد، حق گزاران۔ حق ادا کرنے والے، بیعت۔ اپنے آپ کو دوسرے کے ہاتھ بیچ دینا۔ سابقہ اشعار میں اہل بیت نبوی اور اہل بیت المؤمنین کی خدمت میں سلام تھا اب یہاں سے صحابہ کے مختلف طبقات پر سلام ہے۔ اس شعر میں اصحاب بدر، اصحاب اُحد اور اصحاب بیعت رضوان کی خدمت میں سلام عرض کیا گیا ہے۔

غزوہ بدر

بدر اس جگہ کا نام ہے جہاں حق و باطل کے درمیان پہلا فیصلہ کن معرکہ برپا ہوا۔ حضور علیہ السلام نے اپنے تین سو تیرہ ساتھیوں کی معیت میں اس غزوہ میں بنفس نفیس شرکت فرمائی۔ مقابلے میں کافر تعداد اور اسلحہ کے اعتبار سے تین گنا زیادہ تھے لیکن جب مسلمان اللہ کی ذات پر بھروسہ و توکل کر کے میدان میں اترے اور اس کے حبیب نے اپنے ہاتھ اٹھا کر دعا کی اسے اللہ ہی میری پونجی ہے۔ اب لاج رکھنا۔ اگر یہ شکست کھا گئے تو زمین پر کفر ہی کفر ہوگا۔ تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد و نصرت کیلئے فرشتے نازل فرما دیئے۔ قرآن نے اس مدد کا ذکر یوں کیا ہے۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ
وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ فَالْتَمُوا اللَّهَ
لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ
اللہ نے مقام بدر پر تمہاری مدد کی جبکہ
تم کمزور تھے۔ اللہ کا تقویٰ اختیار
کر و تا کہ تم شکر گزار بن سکو۔
دوسرے مقام پر اسے "یوم الفرقان" بھی فرمایا گیا ہے۔

اہل بدر کی فضیلت

جس طرح اس غزوہ کا فضل و شرف دیگر غزوات سے برتر ہے۔ اسی طرح اس میں شرکاء صحابہ کا مقام بھی دیگر صحابہ سے افضل ہے۔ حضرت رفاعة بن رافع الزرقی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جبریل امین نے حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر پوچھا:

ما تعدون اهل بدر فيكم اهل بدر کا آپ کے ہاں کیا مقام ہے؟
آپ نے فرمایا:

من افضل المسلمين
وہ تمام مسلمانوں سے افضل ہیں۔
جبریل امین نے عرض کیا اسی طرح وہ ملائکہ جو بدر میں مسلمانوں کی مدد کے لئے آئے
ان کو بھی دوسرے ملائکہ سے افضل شمار کیا جاتا ہے۔ (البخاری، باب شهود الملائكة بدرًا)
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے مقام پر فرمایا:

لعل الله اطلع الى اهل
اللہ تعالیٰ نے اہل بدر پر توجہ کی ہے
بدر فقال اعملوا ما شئتم
اور فرمایا تم جس طرح بھی عمل کرو تمہارے
فقد وجبت لكم الجنة
لئے جنت واجب ہو چکی ہے
البخاری، باب فضل من شهد بدرًا

اہل بدر میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائے گا

ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا يدخل النار من اهل
اہل بدر و حدیبیہ میں سے کوئی بھی

دو زخ میں داخل نہیں ہوگا۔

بدر و الحدیبیہ

(انتذکرہ ۱، ۳۸۸)

غزوہ اُحد

اُحد ایک پہاڑ کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے تین میل کی مسافت پر ہے رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ "اُحد ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اُحد سے محبت کرتے ہیں" بدر میں کفار کو جب شکست فاش ہوئی تو اس کا بدلہ لینے کے لئے تمام کفار نے مل کر حملے کا منصوبہ بنایا۔ حضرت عباس نے بذریعہ خط آپ کو اس منصوبہ کے بارے میں آگاہ کیا۔ ۳، ۴ ہجری ۱۲ شوال بروز جمعہ المبارک آپ نے خواب دیکھا کہ آپ مضبوط زرہ پہنے ہوئے ہیں آپ کی تلوار ذوالفقار ایک طرف سے ٹوٹ گئی۔ ایک گائے ذبح کی جا رہی ہے۔ آپ کے پیچھے مینڈھا سوار ہے۔ تعبیر یہ فرمائی کہ مضبوط زرہ شہر مدینہ ہے۔ تلوار کی شکستگی ذاتِ اقدس اور صحابہ پر مصیبت، گائے شہدائے صحابہ اور مینڈھے سے مراد ——— طلحہ بن ابی طلحہ ہے جسے اللہ تعالیٰ قتل کرے گا۔ صحابہ سے جنگ کے بارے میں مشورہ ہوا تو وہ نوجوان جو جنگ بدر میں شامل نہ تھے آپ سے درخواست کرنے لگے کہ مدینہ سے باہر نکل کر لڑنا چاہیے۔ ان کے اصرار پر آپ نکلنے پر مائل ہوئے۔ جمعہ کے بعد آپ دولت کدہ پر تشریف لے گئے اور دوہری زرہ پہن کر نکلے۔ یہ دیکھ کر نوجوان کہنے لگے کہ ہمیں زیبا نہیں کہ آپ کی رائے کا خلاف کریں۔ اس پر آپ نے فرمایا: پیغمبر خدا کے شایانِ شان نہیں کہ وہ زرہ پہن لے تو پھر اسے اتار دے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے اور دشمن کے درمیان فیصلہ کرے۔ اب میں جو حکم دوں وہی کرو اور خدا تعالیٰ کا نام لے کر چلو اگر تم نے صبر کیا تو فتح تمہاری ہوگی۔ ایک ہزار آدمی آپ کے ساتھ تھے۔ راستے میں رئیس المناقین عبداللہ ابن ابی تین سو آدمیوں کو لے کر لشکرِ اسلام سے الگ ہو گیا اور یہ کہہ کر مدینہ چلا گیا کہ آپ نے میرا مشورہ

کہ "مدینہ کے اندر رہ کر لڑیں" نہیں مانا۔ اب حضور کے ساتھ سات سو آدمی اور دو گھوڑے رہ گئے۔ حضور نے صف آرائی کے لئے پہاڑ کو پس پشت اور کوہ عینین کو اپنی بائیں طرف رکھا۔ ایک درہ تھا جس سے دشمن مسلمانوں پر عقب سے حملہ آور ہو سکتا تھا اس لئے آپ نے اس درے پر اپنے پچاس پیدل تیرانداز مقرر کئے اور یہ حکم صادر فرمایا "اگر تم دیکھو کہ ہم کو پرندے اچک کرنے گئے تو پھر بھی اپنی جگہ مت چھوڑو۔ یہاں تک کہ میں تمہارے پاس کسی کو بھیجوں اور اگر تم دیکھو کہ ہم نے دشمن کو شکست دے دی اور مار کر پامال کر دیا ہے تو پھر بھی یہ جگہ نہ چھوڑنا!"

(البناری، کتاب الجہاد)

گھمسان کی جنگ شروع ہوئی۔ بہادران اسلام نے خوب داد شجاعت دی۔ مشرکین کے پاؤں اکھڑ گئے۔ مرد عورتیں میدان چھوڑ کر بھاگ نکلیں۔ یہ دیکھ کر تیراندازوں نے محسوس کیا کہ دشمن بھاگ گیا اور فتح ہو گئی۔ اب دشمن ٹوٹ کر حملہ نہیں کر سکتے۔ ان سے غلطی ہوئی۔ درہ چھوڑ دیا۔ خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابی جہل شکر لے کر مسلمانوں کے عقب سے حملہ آور ہوئے تو مسلمانوں کی صفیں درہم برہم ہو گئیں۔ ابلیس لعین نے اعلان کر دیا "محمد قتل ہو گئے ہیں" معاذ اللہ! اس پر مسلمان پریشان ہو گئے۔ اب بارہ کے قریب مسلمان حضور کے ساتھ رہے، باقی ادھر ادھر بھاگ کر دفاع کرنے لگے۔ عقبہ بن ابی وقاص نے پتھر مار کر آپ کا دانت مبارک شہید کر دیا۔ ابن تمہ لعین نے چہرہ مبارک ایسا زخمی کر دیا کہ خود کے دو حلقے رخسار مبارک میں گھس گئے۔ اور آپ ایک گڑھے میں گر پڑے جو ابو عامر فاسی نے اس غرض سے کھودے تھے کہ مسلمان بے غمی میں ان میں گر پڑیں۔ اس حالت میں حضور نے فرمایا: "وہ قوم کیسے فلاح پاسکتی ہے جس نے اپنے پیغمبر کو زخمی کر دیا۔" حضرت علی نے حضور کا ہاتھ پکڑا۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے آپ کو اٹھایا۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراح نے اپنے دانتوں سے خود کے دونوں حلقے رخسار سے نکالے جس سے ان کے دودنٹ

گر پڑے۔ حضرت مالک بن سنان نے آپ کا خون چوسا اور پی لیا۔ حضور خود بھی کپڑے سے اپنے چہرہ اقدس کو صاف کرتے ہوئے فرما رہے ہیں

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَهْتَمُونَ

مَجھے نہیں جانتے۔

اس موقع پر بعض صحابہ نے جاں نثاری کی حد کر دی۔ حضرت طلحہ نے اس کثرت سے حضور سے تیر رو کے کہ ان کا ہاتھ بیکار ہو گیا۔ حضرت ابو دجانہ حضور کے آگے ڈھال بنے اور ان کی پشت تیروں سے چیلنی ہو گئی۔ حضرت قتادہ بن نعمان نے چہرہ کا دفاع کرتے ہوئے اپنا چہرہ دشمنوں کے سامنے کر دیا۔ ایک تیران کی آنکھ پر لگا۔ ڈھیلا رخسار پر آگر۔ حضور نے اپنے دست اقدس سے اس جگہ رکھ کر دعا فرمائی۔

”اے اللہ تو قتادہ کو بچا جیسا کہ اس نے تیرے نبی کے چہرے کو بچا یا ہے۔“

پس وہ آنکھ دوسری سے تیز اور زیادہ خوبصورت ہو گئی۔

اس غزوہ میں تقریباً ستر مسلمان شہید ہوئے جن میں سے چار مہاجر اور چھیا سٹھ انصار تھے۔ اختتام جنگ پر آپ نے تمام شہداء کے بارے میں فرمایا:

انا شهيد على هؤلاء يوم القيامة قيامت کے دن میں ان کی گواہی دوں گا۔

بعد ازاں دفن کا حکم دیا۔ کپڑے کی قلت کا یہ عالم تھا کہ دو دو تین تین ملا کر ایک ہی کپڑے میں دفن کر دیئے گئے۔ سید الشہداء حضرت امیر حمزہ کو صرف ایک چادر میں دفن کیا گیا مگر وہ چادر اتنی چھوٹی تھی۔ اگر منہ ڈھانپتے تو پاؤں، پاؤں ڈھانپتے تو منہ نکلا رہتا۔ آپ نے فرمایا منہ ڈھانپنا دو اور قدموں پر گھاس ڈال دو۔

بیت النعمان اور رے الہی

سنہ ۱۲۰۰ھ کو حج بیت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲۰۰ افراد کے ساتھ بیت اللہ کی زیارت اور

عمرہ کی غرض سے مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ قریش مکہ کو آپ کی روانگی کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے یہ منصوبہ بنایا کہ آپ کو شہر مکہ میں داخل نہیں ہونے دیا جائے گا۔ حدیبیہ کے مقام پر آپ پہنچے تو آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اونٹنی کو یہاں ہی روک لیا ہے۔ آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بحیثیت سفیر روانہ فرمایا تاکہ وہ اہل مکہ کو آگاہ کریں کہ ہمارا ارادہ جنگ کا نہیں بلکہ ہم صرف اور صرف اللہ کے گھر کی زیارت اور طواف کے لئے آئے ہیں۔ حضرت عثمان کے بتانے اور آگاہ کرنے کے باوجود کفار نے مانے اور کہا کہ حضور کو ہم اجازت نہیں دے سکتے۔ آپ آئے ہوئے ہیں، طواف کرنا چاہیں تو کر لیں۔ سیدنا عثمان آداب بارگاہ نبوی سے واقف تھے۔ یہ کہہ کر آپ نے طواف سے انکار کر دیا کہ میں اپنے آقا کے بغیر طواف کیسے کر سکتا ہوں۔ قریش نے آپ کو نظر بند کر دیا۔ داپسی میں تاخیر کی بنا پر مشہور ہو گیا کہ حضرت عثمان شہید کر دیئے گئے ہیں۔ صحابہ نے ببول کے درخت کے نیچے اپنے آقا کے دستِ اقدس پر بیعت کر کے اس عہد کا اعلان کیا۔ ہم کفار کے ساتھ آخری دم تک لڑیں گے۔ جب تمام صحابہ بیعت کر چکے تو رحمتِ عالم نے اپنا بایاں ہاتھ دایں ہاتھ پر رکھتے ہوئے فرمایا: صحابہ گواہ ہو جاؤ۔ یہ عثمان کا ہاتھ میرے ہاتھ پر بیعت کر رہا ہے۔ صحابہ کی اس جرأت، اخلاص اور سراپا ایثار پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ
 الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ
 الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ
 فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَنَا
 أَنَا بِهِمْ فَتَحًا قَرِيبًا
 (الفتح)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے حضور کی بیعت کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے پس اللہ تعالیٰ نے ان پر خصوصی رحمت و طمانیت نازل فرمائی اور انہیں فتحِ قریب سے نوازا۔

دوسرے مقام پر اس بیعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ اقدس پر بیعت قرار دینے
ہوئے فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا
يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ
أَيْدِيهِمْ .
بلاشبہ جن لوگوں نے آپ کی بیعت کی
(درحقیقت) انہوں نے اللہ کی بیعت
کی ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

یہاں یہ بات بھی نہایت اہم ہے کہ اللہ عزوجل نے حضور کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ
اور حضور نے حضرت عثمان کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا ہے اور حضرت عثمان ہی وہی شخصیت
ہیں جن کے ہاتھوں قرآن مجید کی وہ خدمت ہوئی جو تاقیامت آپ ہی کا حصہ ہے۔ اسی
خدمت کی بنا پر آپ کو جامع القرآن کہا جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے شعر ۱۴۱ میں حضرت
عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسی خدمت کا ذکر کرتے ہوئے "در منتور قرآن کی سلک ہی"
کہا ہے۔

اس سے بڑھ کر اہل حدیبیہ کا کیا مقام ہوگا؟ کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے راضی ہونے
کی خوشخبری قرآن مجید میں نازل فرمادی اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی بھی آپ
نے پڑھ لیا ہے کہ اہل بدر اور اہل حدیبیہ میں سے کوئی شخص بھی دوزخ میں نہیں داخل
ہوگا۔

انہی کے بارے میں یہ فرمانِ نبوی بھی ملتا ہے:

لَا يَدْخُلُ النَّارَ مَنْ بِالْعَبَا
تَحْتَ الشَّجَرَةِ .
جس نے درخت کے نیچے میرے ہاتھ
پر بیعت کی وہ آگ میں داخل نہیں ہوگا

(تکمیل الایمان ۱۴۲)

۱۳۲- وہ دسوں جن کو جنت کا مژدہ ملا

اس مبارک جماعت پہ لاکھوں سلام

دسوں۔ دس افراد، مژدہ، خوشخبری، مبارک، بابرکت
یہ ان دس صحابہ پر سلام ہے جن کے جنتی ہونے کا اعلان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
اس دنیا میں فرمادیا۔ انہیں کو عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے۔

عشرہ مبشرہ صحابہ کے نام

ان مبارک اور خوش نصیب افراد کے اسماء گرامی یہ ہیں :

۱۔ حضرت ابوبکر ۲۔ حضرت عمر ۳۔ حضرت عثمان ۴۔ حضرت علی ۵۔ حضرت طلحہ
۶۔ حضرت زبیر ۷۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف ۸۔ حضرت سعد بن ابی وقاص ۹۔ حضرت
سعید بن زید ۱۰۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم
ان میں سے چار حضرات (مخلفاء راشدین) کے بارے میں سابقہ اشعار کے تحت
گفتگو ہوئی ہے۔ باقی کے بارے میں اختصاراً یہاں گفتگو کرتے ہیں۔

۵۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح — آمین الامت

نام عامر، کنیت ابو عبیدہ، باپ عبداللہ، دادا کا نام جراح، باپ کی جگہ دادا
کا نام جراح کنیت کا حصہ بنا۔ باپ کا نام شاید اس لئے ترک کر دیا کہ وہ ان کے ہاتھوں
غزوہ بدر میں قتل ہو گیا تھا۔

قبول اسلام

سعید ریحوں کو سعید ریحوں سے قدرتی انس و لگاؤ ہوتا ہے۔ ابو عبیدہ کا

اٹھنا بیٹھنا حضرت ابو بکر صدیق کے ساتھ تھا۔ انہی کی ترغیب سے اسی سال کی عمر میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ یہ نویں مسلمان شمار ہوتے ہیں۔

جنت کی بشارت

غزوہ احد میں جب درہ پر تعینات مجاہدین کی غلطی کی وجہ سے مسلمان افراتفری میں میدان چھوڑ کر بھاگے تو درجن بھر دوسرے صحابہ کے ساتھ حضرت ابو عبیدہ بھی ثابت قدم رہے۔ جب کفار کی یورش سے رجمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہوئے اور زرہ کی دو کڑیاں رخسار مبارک میں چبھ گئیں تو حضرت ابو عبیدہ دوڑ کر آگے بڑھے اور اپنے دانتوں سے کھینچ کر کڑیاں نکال دیں۔ اس کوشش میں ان کے سامنے کے دو دانت ٹوٹ گئے۔ اس موقع پر حضور علیہ السلام نے انہیں جنت کی بشارت عطا فرمائی۔

اس امت کے امین

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لکل امة امین و امین ہر امت کے لیے امین ہوتا ہے اس

ہذہ الامۃ ابو عبیدہ امت کے امین ابو عبیدہ بن الجراح

بن الجراح۔ ہیں۔

حضرت خدیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اہل نجران کے وفد نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے پاس کسی امین شخص کو بھیجے فرمایا میں تمہاری طرف ایسا شخص بھیجوں گا جس پر امین رشک کریں گے پھر آپ نے ابو عبیدہ بن الجراح کو روانہ فرمایا۔

(مشکوٰۃ، مناقب العشرہ)

فقر کی زندگی

اسلام کے اس عظیم سپاہی کے گھر ایک دن حضرت فاروق اعظم آئے۔ وہاں ڈھال، تلوار، زرہ اور اونٹ کے پالان کے سوا کچھ نہ پایا۔ ابو عبیدہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کیا آج ہماری دعوت نہیں کرو گے؛ انہوں نے روٹی کے سوکھے ٹکڑے لاکر آگے رکھ دیئے اور کہا:

”میری تو یہی غذا ہے۔ پانی میں بھگو کر کھالتا ہوں۔“

حضرت عمر پر رقت طاری ہو گئی۔

۴۔ حضرت سعد بن ابی وقاص — جلیل صالح

نام سعد، کنیت ابواسحاق، والد کا نام مالک اور کنیت ابوقاص۔

قبولِ اسلام

حضرت سعد نے تقریباً سترہ سال کی عمر میں اعلانِ نبوت کے ساتویں دن حضرت ابو بکر صدیق کی ترغیب پر اسلام قبول کیا۔ اپنے آپ کو تیسرا مسلمان کہا کرتے تھے۔

ہزار مائیں قربان

قبولِ اسلام کے بعد جو مصائب درپیش ہوئے ان میں سے ایک ان کی والدہ کا معاملہ تھا۔ انہوں نے حلف اٹھالیا کہ اگر سعد نے اسلام کو نہ چھوڑا تو میں کھانا نہیں کھاؤں گی۔ ماں کی محبت کے باوجود ان کے پائے استقامت و عزیمت میں لغزش

نہ آئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تو اس موقع پر سورہ لقمان کے آیت نازل ہوئی کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ اور اگر وہ تمہیں شرک کی طرف لے جانے کی کوشش کریں تو ان کی اطاعت نہ کرو۔

وَصَاحِبُهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا
لیکن دنیوی معاملات میں پھر بھی
اچھا برتاؤ کرو۔

آپ ہر روز ان کی خدمت کرتے۔ کھانا پیش کرتے، مگر وہ نہ کھاتیں۔ ایک دن آپ نے فرمایا:

”ماں! تم سے مجھے بے حد محبت ہے لیکن اگر تمہارے جسم میں ہزار جاہیں ہوں اور ایک ایک کر کے ہر جاہ نکل جائے تو بھی اسلام کو نہ چھوڑوں گا۔
بیٹے کا عزم و استقلال دیکھ کر بالآخر ماں نے کھانا شروع کر دیا۔“

اے سعد تجھ پر میرے والدین قربان

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے سعد کے علاوہ کسی کے لئے حضور کو اپنے والدین کا تذکرہ کرتے ہوئے نہیں سنا۔ احد کے دن آپ حضرت سعد کو فرما رہے تھے۔

یا سعد ارم فداک ابی و
اے سعد تیرا چھٹیک تجھ پر میرے والدین
فدا ہوں۔ (امی البخاری، مناقب العشرہ)

رجل صالح

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک رات حضور آرام فرمانے ہوئے۔ اور فرمایا کاش کوئی ”رجل صالح“ ہوتا جو آج پہرہ دیتا۔ اچانک میں نے ہتھیار کی

آواز سنی۔ پوچھا کون؟ آواز آئی سعد۔ کیوں آئے ہو؟ عرض کیا آج میرے دل نے حضور کے بارے میں کچھ خوف محسوس کیا اس لئے حاضر ہو گیا ہوں۔ آپ نے سن کر دعاؤں سے نوازا اور پھر آرام فرما ہوئے۔

۷۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف — حضور کے دنیا و آخرت میں دوست

نام عبدالرحمن، کنیت ابو محمد، ان کی والدہ کا نام شفا ہے۔ یہی وہ خاتون ہیں جنہوں نے حضور کی ولادت باسعادت کے موقع پر دایہ کی خدمات سرانجام دیں اور سب سے پہلے انہی نے اللہ کے حبیب کو اپنے ہاتھوں میں لیا تھا جو شرف اس کائنات میں ان کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔

قبول اسلام

بعثت نبوی کے وقت ان کی عمر تیس سال تھی۔ ایک کامیاب تاجر تھے۔ حضرت ابو بکر کی کوشش سے اسلام کی طرف راغب ہوئے۔ یہ اور ابو عبیدہ بن الجراح ایک ہی دن اسلام لائے۔ بعض نے چھٹا اور بعض نے تیرھواں مسلمان لکھا ہے۔ ان کے اسلام لانے پر حضور نہایت ہی خوش ہوئے۔ اور فرمایا: میں ایک ایسا چہرہ دیکھتا ہوں جس کو دیکھ کر نیکی کی امید بندھتی ہے۔ ایک موقع پر فرمایا: "عبدالرحمن دنیا و آخرت میں میرے دوست ہیں۔"

حضور کی امامت کا شرف

سفر تبوک کے دوران حضور علیہ السلام بعض اہم وجوہ کی بناء پر نماز فجر پر لیٹ ہو گئے۔ وقت تنگ ہو گیا۔ صحابہ کے کہنے پر حضرت عبدالرحمن نے نماز کی امامت کی۔

حضور نے ان کی اقتداء میں، ایک رکعت ادا کی اس طرح ان کو حضور کی امامت کا شرف نصیب ہوا۔

متبرک کفن میں تدفین

انہیں کفن بھی کیا ہی خوب اور متبرک ملا۔ ایک خاتون اپنے ہاتھ سے چادر بن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ لائیں۔ آپ نے وہ چادر بطور تہمند باندھی اور بڑی تعریف کی۔ یہ ہدیہ لانے والی کی دلجوئی کا ایک حسین انداز بھی تھا۔ حضور سے یہ چادر حضرت عبدالرحمن نے اپنے لئے مانگ لی۔ آپ نے عطا فرمادی۔ انہوں نے یہ چادر سنبھال کر اپنے کفن کے لئے محفوظ کر لی پھر اسی چادر انور میں ان کو دفن کیا گیا۔

(عشرہ مبشرہ، ۹۵۵)

۸۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ — طلحہ الخیر

نام طلحہ، لقب طلحہ الخیر، والد کا نام عبید اللہ۔
حضرت طلحہ مکہ کے ان چند افراد میں سے تھے جو ظہور اسلام سے قبل لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ فن تقریر و خطابت میں مہارت رکھتے تھے۔

قبولِ اسلام

تقریباً اٹھارہ برس کی عمر میں حضرت ابو بکر کی ترغیب و تبلیغ سے ایمان لائے۔ ایمان لانے والوں میں ان کا آٹھواں نمبر ہے۔ ان کے بھائی عثمان نے ان کو اور حضرت ابو بکر کو ایک ہی رسی سے باندھ کر مارا۔ حضرت عمر اس واقعہ کی وجہ سے ان دونوں کو قرنین (ساتھی) کہا کرتے تھے۔

حضور کو اٹھانے کا شرف

غزوہ احد کے موقع پر حضور علیہ السلام نے ایک چٹان پر چڑھتے کا ارادہ فرمایا مگر دوسری ذرہ کے بوجھ کی وجہ سے نہ چڑھ سکے۔ اتنے میں خون میں نہایا ہوا ایک شخص پھرتی سے گڑھے میں اترا اور اپنی پیٹھ حضور کے آگے جھکا دی۔ آپ اس کی پیٹھ پر چڑھے اوپر سے حضرت علی نے دست مبارک پکڑا۔ اس طرح آپ محفوظ مقام پر منتقل ہو گئے۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا:

اوجب طلحة
طلو نے اپنے لئے جنت واجب کر لی

چلتا پھرتا شہید

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی کے بارے میں فرمایا :
من سرہ ان ينظر الحب
شہید یشی علی وجہ
الارض فلینظر الی طلحة بن
عبید اللہ (الترمذی، مناقب العشرہ)
جو زمین پر چلتے پھرتے شہید کو دیکھنا
چاہے وہ میرے طلحہ کو دیکھے۔

۹۔ حضرت زبیر بن العوام — حواری رسولؐ

نام زبیر، لقب حواری رسولؐ، والدہ کا نام صفیہ ہے یہ حضور علیہ السلام کی پھوپھی تھیں۔

قبول اسلام

ابن سعد کے مطابق انہوں نے حضرت ابوبکر کے چار دن بعد سولہ سال کی

عمر میں اسلام قبول کیا۔ قبول اسلام کے بعد دین حق کی خاطر ہر قسم کے مصائب و شدائد بڑی ثابت قدمی اور خندہ پیشانی سے برداشت کئے۔ ان کا چچا انہیں کھجور کی چٹائی میں لپیٹ کر ناک اور آنکھوں میں دھواں دیا کرتا تھا۔ مگر اسلام کا نشہ اور لذت ان تلخیوں سے کہاں اتر سکتا تھا۔

حواری رسول

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ احزاب کے موقعہ پر حضور علیہ السلام نے فرمایا کون ہے جو شکر کے بارے میں معلومات فراہم کرے؟ زبیر نے کہا آقا میں حاضر ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان لكل نبي حواریاً وحواری
ہر نبی کا حواری ہوتا ہے۔ میرا حواری

الزبیر۔ زبیر ہے۔

حواری مخلص اور بے غرض ساتھی کو کہا جاتا ہے۔ بقول ابن سیدہ حواری اس ساتھی کو کہا جاتا ہے جو مدد کرنے میں مبالغہ کرنے والا ہو۔

جنت میں حضور کے پڑوسی

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اپنے کانوں سے یہ الفاظ حضور علیہ السلام کے مقدس لبوں سے سنے۔

طلحة والزبیر حواری
طلحہ اور زبیر جنت میں میرے پڑوسی
ہوں گے۔
فی الجنة۔

۱۰۔ حضرت سعید بن زید — سعید الفطرباب کا سعید الفطرت بیٹا

نام سعید، کنیت ابوالاعود، والد کا نام زید بن عمرو، سعید حضرت عمر کے چچا زاد بھائی اور بہنوئی بھی ہیں۔ ان کے والد اپنے دور کے دین ابراہیمی کے واحد موجد تھے جو نہ بتوں کی پوجا کرتے نہ ان پر چڑھاوے چڑھاتے۔ انہوں نے منزل کے حصول کے لئے بڑے سفر کئے لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ آخر اللہ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھا کر کہا اے اللہ تو گواہ رہ کہ میں تیرے پیغمبر ابراہیم کے دین پر ہوں۔ زید کی ایک خوبی یہ بھی تھی کہ وہ زندہ درگور کی جانے والی معصوم بچیوں کو بچا کر اپنے تحفظ میں لے لیا کرتے اور ان کی کفالت کرتے تھے۔

قبولِ اسلام

اگرچہ ان کے والد حضور علیہ السلام سے ملنے اور آپ پر ایمان لانے کی حسرت لے کر دنیا سے رخصت ہوئے مگر سعید الفطرت باپ کے سعید الفطرت بیٹے نے ایمان لانے میں کافی جلدی سے کام لیا۔ تقریباً پندرہ سال کی عمر میں حلقہ بگوش اسلام ہو کر السابقون الاولون میں شامل ہو گئے۔ انہی سعید بن زید اور ان کی بیوی فاطمہ (جو حضرت عمر کی ہمیشہ تھیں) کا قبول اسلام حضرت عمر کے قبول اسلام کا باعث ہوا۔ اعلیٰ حضرت نے اس شعر میں انہی اہل جنت شترہ ہمشرہ پر سلام عرض کیا ہے۔

خاص اس سابق سیرِ قریبِ خدا

اوحسب کمالیت یہ لاکھوں سلام

سایہ مصطفیٰ مایہ اصطفیٰ

-۱۳۴

عز و نازِ خلافت پہ لاکھوں سلام

یعنی اس افضل المخلوق بعد الرسل،

-۱۳۵

ثانی اثین، حجت پر لاکھوں سلام

اصدق الصادقین سید المتقین،

-۱۳۶

چشم و گوشِ وزارت پہ لاکھوں سلام

سابق آگے گزرنے والا، سیر۔ چلنا۔ حاصل کرنا، اوصد۔ اکیلا، کاملیت۔

کمال حاصل کرنا، مایہ۔ فخر، اصطفیٰ۔ پاک باطن ہونا، عز۔ عزت، خلافت۔

خلیفہ بننا، افضل المخلوق۔ تمام مخلوق سے افضل، بعد الرسل۔ رسولوں کے بعد،

ثانی اثین۔ دونوں میں سے دوسرا، ہجرت۔ مکہ شہر چھوڑ کر مدینہ منورہ روانہ ہونا۔

اصدق الصادقین۔ سب سچوں میں سچے، سید المتقین۔ صاحب تقویٰ لوگوں کے

سربراہ، چشم۔ آنکھ، گوش۔ کان، وزارت۔ نائب ہونا۔

یہاں سے اعلیٰ حضرت خلفاء راشدین کی خدمت اقدس میں سلام عرض کر رہے

ہیں۔ سب سے پہلے خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر

ہوتے ہوئے ان کے وہ امتیازات بیان کئے ہیں جن پر کتاب و سنت شاہد ہیں۔

۱۔ آپ کا سابق الاسلام ہونا

مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کر کے خدا کا قرب جس عظیم شخصیت کو

حاصل ہوا وہ آپ ہی کی ذات ہے۔ چونکہ آپ نے حضور علیہ السلام کے ساتھ پچپن لڑکپن اور جوانی گزاری تھی لہذا آپ کے سچا ہونے پر ان کو کامل اعتماد تھا۔ یہی وجہ ہے جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو سب سے پہلے اس آواز پر لبیک کہنے والے ابو بکر ہی تھے۔ اس کا تذکرہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرمایا کرتے تھے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے درمیان کسی معاملہ میں ناراضگی ہو گئی۔ حضرت ابو بکر نے معذرت چاہی مگر حضرت عمر نہ مانے۔ بعد میں حضرت عمر نے نہ امدت محسوس کی۔ چل کر ابو بکر کے گھر گئے۔ ملاقات نہ ہوئی۔ لہذا وہ بھی حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ عمر کو دیکھتے ہی حضور علیہ السلام کے چہرہ اقدس پر ناراضگی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ حضرت ابو بکر گھٹنوں کے بل کھڑے ہو کر عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ قصور وار میں ہوں یا یہ نہیں۔ حضرت نے حضرت عمر سے مخاطب ہو کر فرمایا:

ان اللہ بعثنی الیکم فقلتم	جب اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ لوگوں
کذبت و قال ابو بکر صدقت	کی طرف رسول بنا کر بھیجا تو تم سب نے
و اسانی بنفسہ و مالہ	میری تکذیب کی۔ ابو بکر ہی تھا جس نے
فهل انتم تارکوا الی صاحبی	میری تصدیق کی، اپنی جان و مال مجھ
(ابن ماجہ ۱۰ : ۵۱۶)	پیششار کر دی کیا تم میری خاطر میرے
	دوست سے درگزر نہیں کر سکتے۔

ثانی شہین بھارت

کہ میں حبیب ہوں اور تم میرے دوست ہو۔ حضور علیہ السلام نے صحابہ کو مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کا فرمایا لیکن ابو بکر صدیق کو فرمایا تم میرے ساتھ ہجرت

کر دے گے؛ آپ نے اس سفر کے لئے دو اونٹنیاں خرید کر انہیں تیار کرنا شروع کر دیا تاکہ ہجرت کے موقعہ پر یہ کام آئیں۔ جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کا حکم ہوا تو آپ نے حضرت علی کو بستر پر لیٹے اور حضرت ابوبکر کو ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ دونوں مکہ کے دائیں جانب غار ثور میں جا کر ٹھہرے۔ اس دوران حضرت کا خاندان خدمت میں مصروف رہا۔ صبح قریش نے دیکھا تو چار پائی پر حضرت علی کو پایا۔ آپ کو پکڑ کر حرم لے آئے۔ تھوڑی دیر محبوس رکھ کر چھوڑ دیا۔ پھر حضور کی تلاش میں نکلے۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے غار کے دہانے تک آگئے۔ آہٹ پا کر حضرت ابوبکر پریشان ہوئے اور آقا سے عرض کیا یا رسول اللہ دشمن اس قدر قریب آگئے ہیں کہ اگر اپنے تئوں پران کی نظر پڑ جائے تو ہم کو دیکھ لیں گے۔ آپ نے فرمایا: نہ گھبراؤ۔ اللہ تعالیٰ ہمارے

ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس منظر کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:

اَلَا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ
اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
ثَانِي اَثْنَيْنِ اِذْ هَا فِي الْغَارِ
اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ
اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا

اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو اللہ نے انکی مدد فرمائی جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لیجا نا ہوا صرف دو جاں سے جب وہ دونوں غار میں تھے جب اپنے دوست سے فرماتے تھے غم نہ کر یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

قرآن مجید نے چونکہ حضرت ابوبکر کو ثانی اثنین کہا، حضرت نے اسی لفظ کو شعر میں استعمال کیا۔

سایہ مصطفیٰ

ان الفاظ میں حضرت ابوبکر کی دو شانوں کی طرف اشارہ ہے۔

۱۔ جس طرح حضور علیہ السلام مخلوق خدا پر اللہ تعالیٰ کا سایہ رحمت ہیں۔ اسی طرح حضرت ابوبکر امت مسلمہ پر حضور کا سایہ ہیں۔ جب حضور کے وصال کے موقع پر امت پر سب سے مشکل وقت آیا تو اس وقت حضرت ابوبکر ہی تھے جنہوں نے تمام معاملات کو بہتر طریقے سے سنبھال لیا۔ صحابہ کو تسلی دی۔ مرتدین کا مقابلہ کیا۔ مالعیین زکوٰۃ اور مدعیان نبوت کے خلاف پھر لوہے جہاد کر کے ان کا قلع قمع کیا۔

۲۔ حضرت ابوبکر حضور علیہ السلام کے ساتھ اسی طرح رہے جس طرح کسی کا سایہ رہتا ہے۔ واقعہً آپ کی جو معیت حضرت ابوبکر کو حاصل ہے وہ کسی اور کے حصے میں نہیں آئی۔ یہ معیت دنیا میں ہی نہیں بلکہ قبر اور حشر میں بھی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر انت صاحبی فی الغار و صاحبی علی الموض ساتھ ہے۔

الزمذی، مناقب ابی بکر

دوسرے مقام پر آپ نے خود اعلان فرمایا کہ میرے مشن پر سب سے زیادہ مال اور وقت ابوبکر نے خرچ کیا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان من امن الناس علیّ فی صحبته و مالہ ابوبکر
مجھ پر سب سے زیادہ وقت و مال خرچ کر کے جس نے احسان کیا وہ ابوبکر ہیں۔
(البناری، باب الخوض فی المسجد)

اوصلوا الحبيب الى الحبيب

سیدنا صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے وقت وصیت فرمائی کہ جنازہ اٹھا کر میرے کریم

آقا کی بارگاہ میں پیش کر دینا اور عرض کرنا آقا غلام حاضر ہے۔ اگر آپ اجازت فرمائیں تو آپ کے پہلو میں دفن کر دینا اور اگر اجازت نہ ہو تو پھر جہاں چاہو دفن کرنا۔ وصیت کے مطابق جب رحمتہ للعالمین کی بارگاہ میں پیش کیا گیا تو دروازہ از خود کھل گیا اور آواز آئی

اوصلوا الحبيب الى الحبيب
دوست کو دوست کے ساتھ ملا دو

افضل الخلق بعد الرسل

انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام مخلوق سے افضل سیدنا صدیق اکبر کی ذات گرامی ہے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں ایک دن حضرت ابو بکر کے آگے چل رہا تھا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا تو مجھے بلا کر فرمایا تم ایسے شخص کے آگے چل رہے ہو جو تم سب سے افضل ہے۔ پھر فرمایا:

فوالله ما طلعت الشمس
ولا غربت على احد افضل
من ابى بكر -
اللہ کی قسم سورج کسی ایسے شخص پر نہ
طلوع ہوا اور نہ غروب ہوا جو ابو بکر سے
افضل ہو۔

الفاظ روایت یوں بھی آئے ہیں:
ما طلعت الشمس على احد
بعد النبیین والموسلین
افضل من ابى بكر -
انبیاء و مرسلین کے بعد سورج کسی ایسے
شخص پر طلوع نہیں ہوا جو ابو بکر سے
افضل ہو۔

(الصواعق المحرقة)

اصدق الصادقین

آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سب سے زیادہ صاحب صدق ہیں

بعض روایات کے مطابق دورِ جاہلیت میں بھی آپ کو ہمیشہ سچ بولنے کی وجہ سے صدیق کہا جاتا تھا۔ امام حسن بصریؒ کی رائے یہ ہے کہ آپ کو یہ لقب معراج کے دوسرے دن ملا، جب مشرکین نے کہا آپ کو ظلم ہے تمہارے دوست نے کیا کہہ دیا ہے کہ میں رات کو حرم مکہ سے بیت المقدس تک ہو کر آیا ہوں۔ پوچھا یہ میرے آقا نے فرمایا ہے؟ مشرکین نے کہا ہاں۔ فرمایا میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ اس دن سے آپ کا لقب "صدیق" مشہور ہو گیا۔

سنن منصور میں ہے کہ معراج سے واپسی پر جب حضور مقامِ ذی طوی پر پہنچے تو آپ نے جبریل سے فرمایا لوگ واقعہ معراج کو تسلیم نہیں کریں گے۔ اس پر جبریل امین نے عرض کیا اور کوئی تصدیق کرے یا نہ کرے،

يصدقك البو بكر وهو الصدیق آپ کی تصدیق ابو بکر ضرور کریں گے
(سنن سعید بن منصور) اور وہ ہی صدیق ہیں۔

سید المتقین

اسی طرح آپ سب سے زیادہ صاحبِ تقویٰ ہیں۔ جب آپ نے حضور علیہ السلام کے مشن کی خدمت کرتے ہوئے منہ بولی قیمت دے کر بلال جیسے اسلام کے شیدائیوں کو آزاد کروایا تو مخالفین نے یہ غلط پیر و پگینڈہ کیا کہ ابو بکر اور اس کے خاندان پر بلال کا کوئی نہ کوئی احسان ہوگا جس کا بدلہ انہوں نے آزادی دلا کر دیا ہے۔ وہ ذات جو سینوں کے رازوں سے آگاہ ہے اس نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

وَسَيَجْزِيَنَّهَا الَّذِي الَّذِي اس سب سے زیادہ صاحبِ تقویٰ کو
يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ وَمَا لِأَحَدٍ اس راگ سے دور رکھا جائے جو
عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَىٰ إِلَّا مال کو پاک کرنے کے لیے خرچ کرنا

ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى
وَلَسَوْفَ يَرْضَى -
(اللیل، ۱۲، ۱۳)

ہے کسی کا اس پر کوئی احسان نہیں
وہ صرف اپنے رب اعلیٰ کی رضا چاہتا
ہے اور یقیناً اس سے راضی ہوگا۔

امام رازیؒ لکھتے ہیں:

اجمع المفسرون مناعلی
ان المراد منه ابوبکر
رضی اللہ عنہ (تفسیر کبیر، ۱۴، ۱۵)

مفسرین اہل سنت کا اتفاق ہے کہ
اس سے حضرت ابوبکرؓ ہی مراد ہیں۔

چشم و گوش وزارت

حضور علیہ السلام نے حضرت ابوبکر و حضرت عمر کی خدمات اور جاں نثاری کی وجہ
سے انہیں اپنے کان، آنکھیں اور وزیر قرار دیا۔

حضرت ابن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ابوبکر و عمر دونوں میری آنکھوں اور
السمع والبصر من الرأس
ابوبکر و عمر دونوں میری آنکھوں اور
کان کی مانند ہیں۔
(الصواعق المحرقة، ۱۴۸)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا بر نبی کے چار وزیر ہوتے ہیں۔ دو آسمانی اور دو زمینی۔

وزیرای من اهل السماء میرے آسمان پر وزیر جبریل و میکائیل
جبریل و میکائیل و اما اور زمین پر ابوبکر و عمر ہیں۔
وزیرای من اهل الارض فابوبکر و عمر۔

ان دونوں ارشادات کو سامنے رکھتے ہوئے اعلیٰ حضرت نے کہا: ۸
چشم و گوشِ وزارت پہ لاکھوں سلام

۱۳۷۔ وہ عسکر جس کے اعداؤ پہ شیدا سقر

اُس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام

۱۳۸۔ فاروقِ حق و باطل امامِ اہلِ

تینخ مسلول شدت پہ لاکھوں سلام

۱۳۹۔ ترجمانِ نبیؐ، ہم زبانِ نبیؐ،

جانِ شانِ عدالت پہ لاکھوں سلام

عمر۔ فاروقِ اعظمؓ، اعدا۔ دشمن (عدو کی جمع)، شیدا۔ قربان، سقر۔ دونخ،
خدا دوست۔ اللہ کے دوست، حضرت۔ تعظیم کا لقب، فاروق۔ فرق کرنے والے،
امامِ اہلِ حق۔ ہادی و پیشوا، تینخ۔ تلوار، مسلول۔ برہنہ تلوار، شدت۔ غیرت کی
سختی، ترجمانِ نبیؐ۔ حضور کے سفیر، جان۔ سراپا، شانِ عدالت۔ عدل و انصاف
کی عظمت۔

یہ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شانوں کا تذکرہ ہے۔

فاروقِ حق و باطل

آپ کا اسم گرامی عمر ہے۔ فاروق آپ کا لقب ہے۔ یہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ

وسلم نے انہیں عطا فرمایا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عمر سے پوچھا آپ کا لقب فاروق کیسے پڑا۔ آپ نے اپنے اسلام لانے کا واقعہ تفصیلاً بیان کرتے ہوئے کہا کہ میں نے اسلام لانے کے بعد حضور کی خدمت میں عرض کیا، کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ کیوں نہیں ہم یقیناً حق پر ہیں۔ میں نے عرض کیا پھر اب اعلانیہ عبادت ہوگی چھپ کر نہیں مسلمان دو لائٹوں میں مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ ایک لائٹ میں حضرت حمزہ تھے اور دوسری میں میں۔ جب قریش نے حمزہ اور مجھے اس حال میں دیکھا تو انہیں سخت صدمہ ہوا۔ اس دن چونکہ حق و باطل کے درمیان فرق ظاہر ہو گیا لہذا مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فاروق کا خطاب عطا فرمایا۔

حضرت ذکوان تابعی بیان کرتے ہیں میں نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہی بات پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ یہ لقب انہیں حضور علیہ السلام نے عطا فرمایا تھا۔ (تاریخ الخلفاء، ۱۴۳،)

ہم زبان نبی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو صحبت نبوی، اخلاص اور خدمت اسلام کی وجہ سے یہ درجہ عطا ہوا کہ آپ کی زبان و دل کے بارے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان الله جعل الحق على لسان عمر و قلبه

اللہ تعالیٰ عمر کے زبان و دل پر حق جاری کرتا ہے۔

(الترمذی، مناقب ابی حفص عمر)

دوسرے مقام پر فرمایا اگر میرے بعد نبی کا آنا ممکن ہوتا تو عمر نبی ہوتا۔

قرآنی آیات کا نزول

آپ کا دل و دماغ اس طرح پاکیزگی و طہارت کا مرکز تھا کہ اس کی فکر و سوچ نہایت ہی صائب ہوتی۔ آپ جب بھی اسلام کے بارے غور و فکر کر کے رائے دیتے اور خواہش کرتے کہ یوں ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اسی طرح وحی کا نزول فرمادیتا۔ مثلاً آپ نے اس خواہش کا اظہار کیا کاش مقام ابراہیم پر نماز ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی:

وَ اتَّخَذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرٰهٖمَ
مُصَلًّیٰ۔ (البقرہ)

مسلمانو! مقام ابراہیم کو جائے نماز بناؤ۔

شدتِ فاروقی

اعلیٰ حضرت نے آپ کی جس شدت کا ذکر کیا ہے، قرآن کے ان الفاظ کی طرف اشارہ ہے۔

وَالَّذِينَ مَعَهُ اشَدُّ
عَلَى الْكُفَّارِ رَحْمًاۗۤاۤ بَيْنَهُمْ
(الفتح)

حضور کے ساتھی کافروں پر نہایت سخت مگر آپس میں رحیم ہیں۔

آپ کی شدت کا وہ واقعہ نہایت ہی مشہور ہے کہ دو اشخاص میں جھگڑا ہوا۔ مقدمہ حضور اکرم کی بارگاہ میں گیا۔ آپ نے یہودی کے حق میں فیصلہ دیا۔ دوسرے نے کہا، میں اپنا یہ مقدمہ دوبارہ سماعت کے لئے عمر کے پاس لے جانا چاہیے جب وہاں پہنچے تو یہودی نے بتا دیا کہ فیصلہ کرنے سے پہلے اس بات سے آگاہ رہو کہ اس مقدمہ کا فیصلہ حضور نے میرے حق میں کیا ہے۔ آپ اندر تشریف لے گئے۔ تلوار لا کر نہ ماننے والے

کا سر قلم کر دیا اور فرمایا جو حضور کے فیصلے کو نہیں مانتا عمر کی تلوار اس کا فیصلہ کر دے گی۔ چونکہ اس نے مسلمانی کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا مشہور ہو گیا کہ عمر نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی،

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ
يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ
لَا يَجِدُوا فِيْ اَنْفُسِهِمْ
حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا
تَسْلِيمًا (النساء)

پس نہیں تیرے رب کی قسم وہ مومن
نہیں ہو سکتے جب تک اپنے جھگڑوں میں
تجھے حاکم نہ مانیں پھر اپنے دلوں میں
کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور آپ کے فیصلے
کو دل و جان سے تسلیم کر لیں۔

حیا و غیرتِ فاروقی

حیا و غیرتِ فاروقی کا اندازہ اس حدیث سے کیجئے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جب جنت میں داخل ہوا تو کسی کے چلنے کی آہٹ سنی میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ جبریل نے بتایا یہ آپ کا غلام بلال ہے پھر میں نے ایک نہایت خوبصورت محل دیکھا۔ میں نے پوچھا یہ کس کا محل ہے؟ بتایا گیا یہ عمر بن الخطاب کے لئے ہے،

فاردت ان ادخله فالظرا لیه
فذكرت غیرتک۔

میں نے چاہا کہ اس میں داخل ہو کر
اسے دیکھوں مگر مجھے تیری غیرت یاد آگئی۔

اس پر حضرت عمر نے فرمایا:

بابی انت دامی یا رسول اللہ
اعلیک اغار

یا رسول اللہ میرے والدین آپ پر ندا
ہوں آپ پر میں کیسے غیرت کھا سکتا ہوں۔

(البخاری)

شانِ عدالت

عدل و انصاف کا نام آتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ مبذول ہو جاتی ہے۔ گویا عمر نام ہی عدل و انصاف کا ہے۔ ہم یہاں صرف قیصر روم کے سفیر کی رائے نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

”ایک دن دوپہر کو دورے کے دوران غنودگی آئی تو ایک درخت کے نیچے بغیر فرش کے لیٹ کر سو گئے۔ اتفاق سے قیصر روم کا سفیر آیا اور اس نے آپ کو دارالامارت میں نہ پایا تو پوچھتے پوچھتے وہاں پہنچا جہاں آپ سو رہے تھے بے ساختہ کہا:

”میرا حاکم ظلم کرتا ہے اور اسی لئے مارے ڈر کے پیرے کے بغیر کہیں نہیں رہ سکتا۔ تم عدل و انصاف کرتے ہو اس لئے اس طرح اطمینان سے سو سکتے ہو کہ کسی محافظ کی بھی ضرورت نہیں“

رفاروق اعظم، ڈاکٹر حمید اللہ بھو الہ قومی ڈائجسٹ

تراپد مسجد احمدی پر درود -۱۴۰

دولت جیش عشرت پہ لاکھوں سلام

دور نشور قرآن کی سلک بھی -۱۴۱

زوج دو نور عفت پہ لاکھوں سلام

یعنی عثمان صاحب قمیص مدنی

-۱۲۲

حلہ پوشش شہادت پہ لاکھوں سلام

زاہد تارک دنیا، مسجد احمدی مسجد نبوی، جیش بکسر، عسرت تنگی، درختور۔
 بکھرے ہوئے موتی، سک۔ لڑی، بہی۔ بہترین، زوج۔ شوہر، دونور۔
 حضور کی دو صاحبزادیاں، عفت۔ پاکیزگی، ہدائے۔ ہدایت و نور، حلہ۔ پوشاک،
 پوش۔ پہننے والا، شہادت۔ راہِ خدا میں جان پیش کرنا۔
 یہ خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اوصاف کاملہ کا ذکر ہے۔

جنت میں حضور کی رفاقت

حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے مروی ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہرہ
 کا جنت میں ایک رفیق ہو گا :

جنت میں میرے رفیق عثمان

ورفیقی فی الجنة عثمان

ہیں۔

(الترمذی، مناقب عثمان)

زاہد مسجد نبوی اور جیش عسمرہ

یہ غزوہ تبوک کے موقع پر پیش آنے والے واقعہ کی طرف اشارہ ہے، جس کی
 تفصیل یہ ہے :-

حضرت عبدالرحمن بن خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضور علیہ السلام
 کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ جیش عسمرہ (غزوہ تبوک) کی تیاری کے بارے میں
 فرما رہے تھے۔ حضرت عثمان نے عرض کیا یا رسول اللہ ایک سوانٹ مع ساز و سامان اللہ

کی راہ میں پیش کرتا ہوں۔ آپ نے دوبارہ ضرورت بیان فرمائی۔ حضرت عثمان نے دو سوانٹ کا اعلان کیا۔ آپ نے سہ بارہ ارشاد فرمایا تو عثمان نے تین سوانٹ پیش کر دیے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے یہ کلمات کہتے ہوئے تشریف لائے۔

ما علی عثمان ما عمل بعد اس کے بعد عثمان کو کوئی عمل نقصان
ما علی عثمان ما عمل بعد نہیں دے سکتا۔

ہذا (الترمذی، مناقب عثمان)

مسند احمد میں حضرت عبدالرحمن بن سمرہ سے مروی ہے: جیش عسره کی تیاری کے وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار دینار اپنے کریم آقا کی بارگاہ میں پیش کئے۔ آپ نے انہیں اپنی جھولی میں رکھا اور انہیں اوپر نیچے کرتے ہوئے فرمایا:

ما ضر عثمان ما عمل بعد آج کے بعد عثمان جو کرے اسے
اليوم مرتين۔ نقصان نہ ہوگا۔

مشکوٰۃ المصابیح، باب مناقب عثمان

خاص طور پر زاہد کالفظ آپ کے لئے اس لئے استعمال فرمایا کہ انہوں نے تمام مال مضاربت پر دے دیا تھا۔ اس لئے اکثر وقت صحبت نبوی اور مسجد نبوی میں بسر کرتے تھے۔

ذوالنورین جوڑا نور کا

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اس کاٹنات میں امتیازی شان بھی ہے کہ آپ کے عقد میں اللہ کے حبیب کی دو صاحبزادیاں آئیں حضرت آدم سے لے کر قیامت تک حضرت عثمان کے علاوہ ایسا کوئی انسان نہیں جس کے عقد میں کسی نبی کی دو بیٹیاں آئی ہوں۔ آپ کے پہلے عقد میں سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ جب ان کا وصال

ہو گیا تو سرورِ عالم نے اپنی دوسری بیٹی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا عقد کر دیا۔ جب ان کا بھی وصال ہو گیا تو آپ نے فرمایا عثمان کا نکاح کرو
 "اگر میری تیسری بیٹی ہوتی تو اس کا بھی عثمان سے نکاح کر دیتا میں نے ان کے نکاح بھی بذریعہ وحی ہی کئے تھے۔"

(تاریخ الخلفاء بحوالہ طبرانی)

ابن عساکر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا، اے عثمان!
 اگر میری چالیس بیٹیاں بھی ہوتیں تو میں یکے بعد دیگرے ان سب کا نکاح تم سے کر دیتا۔
 (تاریخ الخلفاء بحوالہ ابن عساکر)

اسی وجہ سے آپ کو ذوالنورین (دونوروں والا) کہا جاتا ہے۔ اللہ حضرت نے دوسرے مقام پر اسے یوں بیان فرمایا:

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
 تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا
 نور کی سرکار سے پایا دوشالہ نور کا
 ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا

صاحب قمیص ہدائے

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

يا عثمان انه لعل الله يخلصك
 اے عثمان اللہ تعالیٰ تجھے قمیص پہنائے
 قمیصاً فان ارادوا على خلعه
 گا اگر لوگ اسے اتارنے پر مجبور کریں
 فلا تخلعه لهم۔
 تو تو اسے نہ اتارنا۔

(الترمذی، مناقب عثمان)

آپ نے یہ حضور کا ارشاد یاد رکھا۔ جب بلوایوں نے آپ کو شہید کرنے کے لئے گھیرا ڈالا تو ابو سہلہ بیان کرتے ہیں: ہم نے عرض کیا کہ ہمیں ان کو ختم کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں تو آپ نے فرمایا:

ان رسول اللہ قد عہد الی
عہدا وانا صابر علیہ۔
مجھ سے رسول اللہ نے وعدہ لیا تھا،
لہذا میں اس پر صبر کرنے والا ہوں۔
(الزبیدی، مناقب عثمان)

مرئضی شیر حقی الشرح الا شجاعین

-۱۲۳

ساتی شیر و شربث پہ لاکھوں سلام

اصل نسل صفا و جبر و صل خندا

-۱۲۴

باب فضل دلایت پہ لاکھوں سلام

اولیں دافع اہل رخص و خروج

-۱۲۵

چارمی رکن بلث پہ لاکھوں سلام

شیر شیر زن شاہ خیر شکن

-۱۲۶

پر تو دست قدرت پہ لاکھوں سلام

ما حی رخص و تفضیل و نصب و خروج

-۱۲۷

حامی دین و سنت پہ لاکھوں سلام

مرتضی۔ پسندیدہ، شیر حق۔ اللہ کا شیر، اشجع الاشجعین۔ دلیروں کے سربراہ، ساقی۔
 پلانے والا، شیر۔ دودھ، شربت۔ میٹھا مشروب، اصل۔ جڑ، صفا۔ طہارت، وجہ۔
 سبب و ذریعہ، وصل۔ ملاپ، فضل۔ شرف، ولایت۔ اللہ کا دوست بنا، اولیں۔ پہلا،
 دافع۔ جنگ کرنے والا، اہل رض۔ رافضی صحابہ کے دشمن، خروج۔ خارجی۔ اہلبیت
 کے دشمن، چارمی۔ چوتھے، رکن۔ ستون، ملت۔ امت، شمشیر زن۔ تلوار مارنے والے،
 خیبر شکن۔ خیبر فتح کرنے والے، پرتو۔ عکس و مظہر، دستِ قدرت۔ اللہ کی طاقت،
 حامی۔ مٹانے والا، رض۔ صحابہ کی دشمنی، تفضیل۔ حضرت علی کو جملہ صحابہ پر فضیلت دینا،
 نصب۔ حضرت علی کے دشمن، خروج۔ خارجی، حامی۔ مدد کرنے والے۔
 یہ اشعار خلیفہ چہارم مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عظیم خوبیوں اور فضائل
 و کمالات کا بیان ہیں۔

حضور سے اہم رشتہ داری

آپ حضور علیہ السلام کے چچا زاد بھائی اود و اما دہیں۔ سیدہ فاطمہ کے شوہر اور حسن و
 حسین کے والد گرامی ہیں۔ یہ بھی واضح رہے کہ حضور کی گود میں انہوں نے تربیت پائی۔
 اکثر طور پر اپنے ساتھیوں سے بطور بیانِ نعمت فرمایا کرتے تم جانتے ہو میرا اللہ کے حبیب
 کے ساتھ کیا تعلق ہے؟

حضور علیہ السلام نے مجھے اپنی گود میں	وضعنی فی حجرہ صلی
پالا۔ میں جب بچہ تھا تو آپ مجھے اپنے	اللہ علیہ وسلم وانا ولید
سینہ اقدس اور صم اظہر سے لگاتے	یضمینی الی صدرہ یمسني
اور مجھے آپ کے مبارک سینہ کی خوشبو	جسمہ ویشمتی عرقہ
سونگھنے کا شرف حاصل ہے۔	دخلوا الادم مجتہ آل بیت النبى (۱۰۱)

بچوں میں پہلا مسلمان

بچوں میں سب سے پہلے جس شخصیت نے اسلام قبول کر کے حضور علیہ السلام کا ساتھ دیا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی تھے بلکہ سب سے پہلے حضور کی اقتدار میں نماز ادا کرنے والے بھی آپ ہی ہیں۔

سب سے بہادر و جرأت مند

آپ کو اسد اللہ (اللہ کے شیر) کہا جاتا ہے۔ آپ کی جرأت و بہادری کے سینکڑوں مظاہر ہیں مگر ہم آپ کی جرأت و شجاعت کی صرف ایک مثال پر اکتفا کرتے ہیں کیونکہ اس سے بڑھ کر جرأت کا تصور ہی نہیں ہو سکتا۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے ہجرت کا ارادہ فرمایا تو ابو بکر صدیق کو ساتھ لیا اور علی کو اپنے بستر پر لیٹنے کا حکم دیا، حضرت علی آپ کا اشارہ پاتے ہی سکوں کی چادر اوڑھ کر اور موت سے بے نیاز ہو کر بیٹھی نیند سو گئے۔ ڈاکٹر محمد عبدالہ میمانی نے سچ لکھا:

حضرت علی نے ہجرت کی رات آپ کے	انہ ضعی بنفسہ من اجل
بستر پر سو کر آپ کی سلامتی کے لیے اپنی	سلامتہ رسول اللہ صلی اللہ
جان کی بازی لگادی۔	علیہ وسلم یوم الحجرتہ عندما
	نام فح فراشہ۔

(علموا اولادکم محبتہ آل بیت النبوی ۱۰۹)

شاہِ خیبر شکن

غزوہ خیبر کے موقع پر دشمن قلعہ کے اندر سے مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے۔ قلعہ کی

مضبوط دیواریں ان کی حفاظت و دفاع کا ذریعہ بن گئیں۔ شکر اسلام بڑی جدوجہد کے
 بعد بھی کامیاب نہ ہو سکا۔ ایک رات نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:
 لا عطين الراية غدا رجلاً
 کل میں ایک ایسے شخص کو جھنڈا عطا
 یحب الله ورسوله ویرجیہ
 کروں گا جو اللہ اور رسول سے محبت کرے
 الله ورسوله ینتم الله علی
 ہے اور اللہ اور رسول اس سے محبت
 یدیہ۔ کرتے ہیں۔

تمام رات ہر کوئی سوچتا اور دعا کرتا رہا کہ کاش فتح کا جھنڈا اسے نصیب ہو جیسا
 صبح ہوتی تو آپ نے پوچھا علی ابن کہاں ہے؟ عرض کیا گیا آقا! ہمیں آنکھوں
 کی تکلیف ہے فرمایا اسے میرے پاس لاؤ۔ حضرت علی حاضر ہوئے۔ آپ نے لعاب
 دہن لگایا۔ آنکھیں فی الفور صحت مند ہو گئیں۔ ان کے ہاتھوں میں حضور نے فتح کا جھنڈا
 عطا فرمایا اس کے بعد حضرت علی میدان جنگ میں اترے قلعہ کا وہ گیٹ جسے ستر طاقتور
 آدمی بھی نہ اٹھا سکتے تھے۔ آپ نے اسے ایک ہاتھ سے اٹھا کر ڈھال بنا لیا۔ ایک
 زلزلہ برپا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔ چونکہ یہ جسمانی قوت کا نہیں بلکہ روحانی
 اور دست قدرت کے ایک پر توہی کا مظاہرہ تھا۔ اٹھ حضرت نے اس پر سلام عرض کیا۔

اصل نسل صفا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زینہ اولاد بچپن میں ہی وصال کر گئی۔ آپ کے
 صاحبزادیاں جواں ہوئیں۔ جب دشمنوں نے آپ کی یہ حالت دیکھی تو انہوں نے یہ
 محسوس کرتے ہوئے کہ انسان کا نسب زینہ اولاد ہی سے جاری ہوتا ہے کہا کہ تمہارا نام و
 نشان باقی نہیں رہے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے حبیب تیرے دشمنوں کا نام و
 نشان ختم ہو جائے گا۔ تیرا نام ہمیشہ قائم و دائم رہے گا۔ لہذا آپ کا سلسلہ نسب اللہ تعالیٰ

نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے جاری فرمایا۔ سادات جو تاقیامت ہیں یہ آپ کی اولاد ہیں۔ یعنی حسین کریمین کی اولاد سادات کہلائی۔ اور اس مبارک نسل کی اصل ہونے کا شرف حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاصل ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان الله جعل ذرية كل نبي
في صلبه وان الله جعل
ذريتي في صلب علي۔

اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی اولاد اس کی اپنی
صلب میں رکھی مگر میری اولاد علی
کے صلب میں۔

(الترمذی، مناقب علی بن ابیطالب)

وجہ وصل خدا

آپ کی ذات اقدس کے ساتھ محبت و عقیدت اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت علی کے بارے میں

فرمایا:

النظر الى علي عبادة
علي كوتك لينا عبادة ہے

(الشرف المؤبد، ۱۱۱)

باب فضل ولایت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فدیر غم کے مقام پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا:

من كنت مولا فاعلى مولا
جس کا میں مولا ہوں علی بھی اس کا مولا

اللهم وال من ولاه وعاد
ہے۔ اے اللہ تو اسے دوست بنا جو علی کو

من عاداه
دوست بنائے اور اسے تو ناپسند فرما جو

علی سے دشمنی رکھے۔

(الشرف المؤبد، قول محمد، ۲۸۶)

اسی فرمانِ نبوی کے پیش نظر اہلِ محبت آپ کو مولائے کائنات کہتے ہیں، اہلِ دل کا اتفاق ہے کہ اس وقت تک کوئی شخص درجہ ولایت پر فائز نہیں ہو سکتا جب تک حضرت علی اس کی سفارش نہ فرمائیں۔ یہی وجہ ہے دوسری حدیث میں آپ کو شہرِ علم کا دروازہ قرار دیا گیا ہے

انا مدینۃ العلم والوبکر اسماھا میں علم کا شہر ہوں، ابوبکر بنیاد، عمر دیوار
وعمر حیطانہا و عثمان عثمان اس کی مچھت اور علی اس کا

سقفہا و علی بابہا۔ دروازہ ہے۔

(الصواعق، ۳۴)

ماحی رخص و فیصل

کچھ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کی آڑ میں دوسرے صحابہ پر طعن کرتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب پتہ چلا تو آپ نے فرمایا:

لا اجد احداً فضلتی علی ابوبکر و عمر پر مجھے فضیلت دیتے ہوئے
ابی بکر و عمر الا جلدتہ جس کو میں نے پایا اسے بہتان تراش
حد المفتری۔ (الصواعق، ۴۰) کی سزا دوں گا۔

ابوزناد سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی سے پوچھا: اے امیر المؤمنین آپ کے ہوتے ہوئے ہاجرین و انصار نے آپ پر ابوبکر کو کس طرح مقدم کر دیا حالانکہ مرتبہ میر آپ فائق ہیں؟ آپ نے فرمایا:

لولا ان المؤمن عاخذ اللہ لقتلتہ۔ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ مومن کو ناجائز
عمل سے بچالیتا ہے تو میں تجھے قتل
کر دیتا۔ (کنز العمال، ۴۰: ۳۱۸)

ماحی نصب و خروج

آپ کے دشمنوں کو ناہمی و خارجی کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات کو اہل

ایمان و اہل نفاق کے درمیان فاصلہ بنایا ہے۔ آپ کی محبت کو ایمان اور عداوت کو نفاق کی علامت قرار دیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے تمام مخلوق کو پیدا فرمایا مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عہد فرمایا:

لا یحبنی الا مومن ولا ینقضنی مومن مجھ سے محبت ہی کرے گا اور
الا منافق۔ میری دشمنی کرنے والا منافق ہوگا۔

چارمی رکنِ ملت

آپ خلفاء راشدین میں سے چوتھے خلیفہ ہیں۔ بعض لوگ یہ تاثر دیتے ہیں کہ خلافت کے بارے میں حضور علیہ السلام نے حضرت علی کے لئے وصیت کی تھی یہ سراسر غلط ہے آپ نے یہ معاملہ اپنے تربیت یافتہ صحابہ اور امت کے حوالے کر دیا تھا تا کہ تاقیامت لوگ اپنی مرضی سے بہتر سے بہتر افراد کو خلیفہ بنا سکیں۔ البتہ بعض اشارات حضرت ابو بکر کے بارے میں ملتے ہیں۔ مثلاً فریق الامت کا سپرد کرنا۔ حضرت علی کے دور خلافت میں کسی شخص نے آپ سے پوچھا کیا حضور نے آپ کے لئے خلافت کی وصیت کی تھی؟ آپ نے فرمایا:

لا ولو اوصی لی بما لقاتلت
علیہما حتی لولم یتق معی الا
سیفی و رحائی۔
(الشف الموبد ۱۱۲)

نہیں اگر اس کے بارے میں کوئی
وصیت کی ہوتی تو اس کے لئے لڑتا
اگرچہ میرے پاس اس تلوار و چادر کے
علاوہ کچھ نہ ہوتا۔

دوسری روایت میں الفاظ یہ ہیں:
لو عهد الی رسول اللہ عهداً
اگر رسول اللہ نے میرے لیے خلافت کے

لجھدت علیہ ولم اترك
ابن تحافہ یوقی درجہ واحدہ
بارے میں وصیت فرمائی ہوتی تو اس کے
یے جدوجہد کرتا اور ابوبکر کو منبر نبوی کی
ٹیڑھی پر بھی نہ چڑھنے دیتا۔
من منبرہ۔

دکن العمال، ۳، ۱۴۱: ۱۴۱

مومنین پیش فتح و پس فتح سب
اہل خیر و عدالت پہ لاکھوں سلام

۱۴۸

پیش۔ پہلے، فتح۔ فتح مکہ، پس۔ بعد، اہل خیر۔ اہل تقویٰ، عدالت۔
خلاف شرع اعمال سے پرہیز کرنا
حضور علیہ السلام کے اصحاب بعض وہ ہیں جو فتح مکہ سے پہلے اور بعض فتح مکہ
کے بعد اسلام لائے۔ صحابہ کے درمیان یہ تقسیم قرآن مجید نے کی ہے۔ سورۃ الحدید
میں مسلمانوں کو اللہ کی راہ میں انفاق پر ابھارتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَنْفِقُوا فِي
سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاتُ
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا يَسْتَوِي
مَنْ مِّنْ أَلْفَقٍ مِّنْ قَبْلِ
الْفَتْحِ وَقَتْلِ أَوْلِيكَ أَعْظَمُ
دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا
مِن بَعْدِ وَ قَتَلُوا وَ كَلَّوْا
وَعَدَّ اللَّهُ الْحَسَنَى وَاللَّهُ بِمَا
اور تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اللہ کی راہ میں
خرچ نہیں کرتے حالانکہ آسمانوں
اور زمین کی میراث اللہ ہی کو لوٹنے
والی ہے تم میں سے جو لوگ فتح مکہ سے
پہلے انفاق و جہاد کریں گے کیساں نہیں
ہوں گے ان لوگوں کا درجہ ان سے بڑا
ہوگا جو بعد میں انفاق و جہاد کریں گے
اگرچہ اللہ کا وعدہ ان میں سے ہر ایک

تَعْمَلُونَ خَيْرًا - سے اچھا ہی ہے اور تم جو کچھ کرتے ہو

الحمد، ۵۷ : ۱۰ اس سے اللہ اچھی طرح باخبر ہے۔

اعلیٰ حضرت نے صحابہ کے ان دونوں طبقات کی خدمت میں سلام پیش کیا ہے۔

۱۲۹۔ جس مسلمان نے دیکھا انہیں اک نظر

اس نظر کی بصارت پہ لاکھوں سلام

اک نظر۔ ایک مرتبہ دیکھنا، بصارت، دیکھنا
صحابی کی تعریف پیچھے گزری کہ ہر انسان جس نے ایمان کی حالت میں ایک
مرتبہ اللہ کے حبیب کو دیکھ لیا وہ صحابی ہوتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے صحابہ کے مختلف طبقات
خلفاء راشدین، عشرہ مبشرہ، اہل بدر واحد اور بیت رضوان کے ذکر کے بعد ہر
زیارت سے مشرف ہونے والے پر سلام اور اس نظر پر بھی سلام عرض کر رہے ہیں جس
کے ذریعے سے صحابی بن گیا۔

یہی وہ ایک مبارک نظر ہے جو انسان کو اس کائنات میں اس درجہ پر فائز کر دیتی
ہے جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی چیز نہیں کر سکتی۔ اس کائنات کے تمام عابد، زاہد، غوث،
ابدال اور اقطاب جمع ہو جائیں۔ تب بھی صحابی کے مقام کو نہیں پہنچ سکتے۔
حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا: میرے صحابہ کو برانہ کہو قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں
میری جان ہے،

لو ان احدکم الفق مثل احد
اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کی مقدار
ذہباً ما ادرك مد احدہم
سونا خرچ کرے تو وہ صحابی کے خرچ

ولا نصيفه كئى ہوئے مد بلکہ نصف مد تک بھی

(الترمذی، باب ماجاء فی فضل من راى النبی) نہیں پہنچ سکتا۔

کسی شخص نے حضرت عبداللہ بن مبارکؓ سے پوچھا کہ حضرت معاویہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کون افضل ہے؟ آپ نے فرمایا جس گھوڑے پر سوار ہو کر حضرت معاویہ حضور کے ہمراہ ہوتے اس کے ناک کا غبار عمر بن عبدالعزیز سے ہزار بار افضل ہے۔ ذرا تصور کیجئے کہ سرکار کی زیارت کا کیا مقام ہے۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ مقام صحابہ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے

ہیں:

واللہ لمشهد رجل منهم
مع النبی صلی اللہ علیہ
وسلم یخبر فیہ وجہہ
خیر من عمل احدکم ولو
عمرو عمر نوح۔

خدا کی قسم جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم کے ساتھ جہاد میں شریک ہوا اور
اس کے منہ پر جو غبار پڑا وہ تم میں
سے ہر شخص کے عمل سے بہتر ہے خواہ
اسے عمر نوح ہی کیوں نہ مل جائے۔

(ابوداؤد الترمذی)

۱۵۰۔ جس کے دشمن پہ لعنت ہے اللہ کی

ان سب اہل محبت پہ لاکھوں سلام

۱۵۱۔ باقی ساقیان شراب طہور

زین اہل عبادت پہ لاکھوں سلام

ساقیان۔ پلانے والے، شراب طہور۔ اہل جنت کے لئے خصوصی مشروب

زین - زینت ، اہل عبادت - عبادت ڈالے ۔
یہ اس امت کے تمام تابعین ، تبع تابعین ، اولیاء ، صلحاء اور عبادت گزار
لوگوں کی خدمت میں سلام ہے اور ان کے بعض مناقب کا ذکر ہے ۔

دشمن پر اللہ کی لعنت

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :
من عادى لى وليا فقد اذنته
بالمحرب (البخارى)
جس نے میرے کسی دوست دلی سے
عداوت رکھی میں اس کے ساتھ اعلان
جنگ کرتا ہوں ۔

اللہ ان کی حفاظت کرتا ہے

جو لوگ اس دنیا میں تقویٰ و اخلاص کی زندگی بسر کرتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی
خصوصی کرم نوازیاں ہوتی ہیں ۔ حدیث قدسی میں ہے کہ جب نیک اعمال کے ذریعے
بندہ میرا قرب پاتا ہے تو میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ گرفت کرتا ہے ۔
میں اس کا دل بن جاتا ہوں جس سے وہ سوچتا ہے میں اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں
جن سے وہ دیکھتا ہے ۔ یعنی اس کے تمام اعضاء کا اللہ تعالیٰ محافظ بن جاتا ہے ۔ پھر
اسے برائی کرنا ، دیکھنا اور سننا محبوب نہیں ۔ اسے نیکی ، خیر ، تقویٰ اور عبادت سے
محبت ہو جاتی ہے ۔

دنیا و آخرت میں خصوصی کرم

قرآن و حدیث نے دنیا و آخرت میں ان مقرب بندوں پر بے شمار خصوصی مہربانیاں

کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ
 وَسَقَّوْهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا
 طَهُورًا۔ (الدھر)
 شرابِ طہور کی حقیقت اللہ ہی جانتے ہیں کہ کیا ہے۔

۱۵۲۔ اور جتنے ہیں شہزادے اُس شاہ کے

أَنْ سَبَّ اِهْلِ مَكَانَتٍ بِهٖ لَآكِهٖوٓلَ سَلَامِ

۱۵۳۔ اُن کی بالا شرافت پہ اعلیٰ درود

أَنْ كِي وَالْاَسِيَادَتِ بِهٖ لَآكِهٖوٓلَ سَلَامِ

اہلِ مَکانت۔ اہل مرتبہ و اہل کمال ، بالا شرافت۔ اعلیٰ شرافت ، سیادت۔
 سرداری ، بالا شرافت۔ شرافت کا اعلیٰ درجہ
 یہ تمام سادات گھرانے پر سلام ہے۔ وہ خوش نصیب لوگ ہیں جنہیں حضور علیہ
 السلام کا خاندان نصیب ہوا۔ اسلام اگرچہ محض نسب کو ترجیح نہیں دیتا لیکن اگر اس
 کے ساتھ حسب شامل ہو جائے تو اسلام اسے بہت سراہتا ہے۔ مثلاً وہ لوگ جو مسلمان
 باعمل ہیں اور سادات بھی ہیں ان کا درجہ بہر طور دوسروں سے بلند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے
 سورہ طور میں ارشاد فرمایا :

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ
 ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ
 ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِّنْ

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی
 اولاد نے بھی ایمان میں ان کی اتباع
 کی ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے ساتھ

عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ - درجہ میں، شامل کر دیں گے اور ان

کے عمل میں کوئی کمی نہیں کریں گے

خصوصاً سرور عالم کے خاندان کا مقام و مرتبہ نہایت ہی عظیم ہے اس لیے آپ نے فرمایا: "ہر ایک ذنبوی رشتہ ٹوٹ جائے گا مگر میرا رشتہ ختم نہیں ہوگا۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی سے کہا کہ اپنی بیٹی ام کلثوم کا عقد آپ میرے ساتھ فرمادیں۔ جب ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا عقد آپ کے ساتھ ہو گیا تو آپ نے دوستوں سے کہا تم نے مجھے اس رشتہ پر مبارک کیوں نہیں دیا؟ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

ينقطع يوم القيامة كل
سبب و نسب الا سببي
و نسبى - (مجمع الزوائد، ۹: ۱۷۳)

یاد رہے یہ تعلق اسی وقت تک قائم رہے گا جب تک سید مسلمان ہو اگر خدا نخواستہ وہ کفر کا مرتکب ہو تو پھر اسے یہ نسب فائدہ نہ دے گا۔ کیونکہ قرآن مجید نے مذکورہ آیت میں ایمان کی شرط بیان کر دی ہے۔ البتہ گناہ کی وجہ سے یہ تعلق ختم نہیں ہوگا۔ جس طرح نافرمان اولاد کا والدین سے نسب تعلق ختم نہیں ہو جاتا۔ امام ابن حجر لکھتے ہیں:

من علت نسبه الى اهل
البيت النبوي والسر العلوي
لا يخرجہ عن ذلك عظیم
جنايته (الشرف الموبد، ۴۶)

جس کا تعلق اہل بیت نبوی اور علوی
خاندان سے ہو اگر وہ کسی زیادتی کا
ارتکاب کرتا ہے تو اس سے خارج
نہیں ہو جاتا۔

شافعی مالک احمد امام حنیف

۱۵۴

چهار باغِ امانت پر لاکھوں سلام

امام حنیف - امام اعظم ، امامت - پیشوائی -

اسلام نے مسلمانوں کو انسانی ضابطے و قواعد فراہم کر دیئے ہیں تاکہ امت مسلمہ ایک دائرے کے اندر رہتے ہوئے زندگی بسر کرے۔ بعض معاملات میں شریعت نے خاموشی اختیار کی ہے۔ ان کے بارے میں اہل علم و اجتہاد قرآن و سنت میں غور کے ان معاملات کا حل تلاش کرتے ہیں۔ اس جدوجہد کا بہراجن لوگوں کے سر ہے ان میں سرفہرست یہ چار ائمہ ہیں — امام اعظم ، امام مالک ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ۔ چوتھی صدی ہجری میں اہل علم نے جب محسوس کیا کہ کچھ لوگ قرآن و سنت کی من مانی تاویل کرتے ہیں تو انہوں نے اکٹھے ہو کر یہ فیصلہ دیا کہ امت کو افتراق سے بچانے کے لئے انہی چار ائمہ کے اجتہاد و فقہ پر اکتفا کیا جائے۔ کسی دور کے علماء اگر کوئی مسئلہ قرآن و سنت سے مستنبط کریں تو وہ انہیں کے اصول و قواعد کو سامنے رکھیں تاکہ امت میں انتشار و افتراق جنم نہ لے اور نظم و ضبط قائم رہے۔

یاد رہے کہ یہ تمام ائمہ اہل سنت ہیں۔ عقائد میں ان تمام کا اتفاق ہے۔ اختلاف فرعی معاملات میں ہے۔ اور ان اختلافات کے باوجود ایک دوسرے کا حد درجہ احترام کرتے تھے۔ مثلاً امام شافعی کے بارے میں منقول ہے کہ جب وہ امام اعظم کے مزار پر حاضری کے لیے جاتے تو وہاں نماز میں رفع یدین ترک کر دیتے حالانکہ ان کی تحقیق کے مطابق رفع یدین کرنا افضل ہے۔ جب ان سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: مجھے اتنے عظیم امام کے سامنے اپنی رائے و اجتہاد پر عمل کرتے ہوئے حیا آتا ہے۔ بہت سے علماء شوافع نے امام اعظم کی شان میں کتب لکھیں۔ امام جلال الدین سیوطی

شافعی ہیں مگر آپ نے امام اعظم کی شان میں تبيين الصغيفہ . لکھی . علامہ ابن حجر شافعی ہیں مگر انہوں نے " الخيرات الحسان " تحریر فرمائی . اسی طرح علماء احناف نے بھی دیگر ائمہ کے مناقب و فضائل بیان کئے ہیں .

اعلیٰ حضرت نے بھی ان کو امامت کے چار گلستان کہہ کر سلام عرض کیا یعنی ان چاروں ائمہ کی فقہ و اجتہاد الگ الگ گلستان ہیں . ہر ایک کی ہیک سے آدمی کا داغ کتاب و سنت کی خوشبو سے معطر ہو جاتا ہے . جو آدمی بھی خواہش نفس سے بالاتر ہو کر ان کے اجتہاد کی پیروی کرے گا وہ منزل پالے گا .

۱۵۵۔ کاملان طریقہ پر کامل درود!

حاملان شریعت پر لاکھوں سلام

کاملان ۔ کامل لوگ ، طریقت ۔ روحانیت ، حاملان شریعت ۔ شریعت پر عمل کرنے والے

پچھلے اشعار میں ائمہ مجتہدین کا تذکرہ تھا اس میں ائمہ طریقت کا ہے جس طرح اہل مسلمہ میں چار فقہی مکاتب فکر ہیں ۔ اسی طرح اہل تصوف میں بھی چار مشہور مسالک ہیں قادریہ ، چشتیہ ، نقشبندیہ ، سہروردیہ ۔ اعلیٰ حضرت نے کاملان طریقت کے ساتھ حاملان شریعت کا تذکرہ کر کے اس طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ طریقت میں وہی شخص کامل ہو سکتا ہے جو شریعت پر عمل کرنے والا ہے . اگر کوئی شخص حدود شریعت کی پاسداری نہیں کرتا ۔ اسے خدا و رسول کا شرم نہیں تو وہ خواہ اڑتا ہوا کیوں نہ آجائے وہ ہرگز اللہ کا دوست نہیں ہو سکتا ۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ اہل شریعت اور اہل عشق و طریقت کی راہیں جدا جدا ہیں ، غلط اور جہالت ہے ۔ ایسی کوئی تقسیم شریعت میں موجود نہیں ۔

ہمارے دور میں شریعت کا مذاق اڑانے والے روحانی بت بنے بیٹھے ہیں۔ شریعت کی غلط تعبیر کرنا ان کا مشغلہ ہے ان کے من میں جو آجائے وہ شریعت بن جاتی ہے خواہ وہ اسلام کی تعلیمات کے اعلانیہ منافی ہو۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم آنکھیں کھول کر چلیں کہیں کوئی لیٹرا لوٹ نہ لے۔

غوثِ اعظم امامِ اتقی و اتقی -۱۵۶

جلوہِ شانِ قدرتِ پہ لاکھوں سلام

قطبِ ابدال و ارشاد و ارشاد -۱۵۷

محبی دین و ملتِ پہ لاکھوں سلام

مردِ خیالِ طریقتِ پہ بحمد و -۱۵۸

فردِ اہلِ حقیقتِ پہ لاکھوں سلام

جس کی منبر ہوئی گردنِ اولیاء -۱۵۹

اس قدم کی کرامتِ پہ لاکھوں سلام

غوث۔ مدد کرنے والے، امامِ اتقی۔ متقیوں کے پیشوا، اتقی۔ طہارت والے، جلوہ۔ منظر، شانِ قدرت۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت، قطبِ ابدال۔ اہلِ طریقت کے درجہ ہیں، محبی۔ زندہ کرنے والے، خیالِ طریقت۔ طریقت کے سربراہ، فرد۔ بیکتا، اہلِ حقیقت۔ اہلِ یقین۔

پچھلے شعر میں تمام اہل طریقت پر سلام تھا۔ یہاں اہل طریقت کے سربراہ حضور سیدنا
غوث اعظم قدس سرہ کی بارگاہِ کریم میں سلام عرض کیا جا رہا ہے۔

آپ کا ام گرامی عبدالقادر، کنیت ابو محمد اور لقب محی الدین ہے۔ عظمتِ غوثِ
اعظم کے بارے میں کسی نے خوب کہا ہے

غوثِ اعظم درمیانِ اولیاءِ چوں محمد درمیانِ انبیاءِ
آپ کی بارگاہ سے ہر سلسلہ طریقت فیض پاتا ہے خواہ وہ چشتی ہو نقشبندی

سہروردی یا قادری۔

امام تقی و تقی

آپ کی مبارک زندگی سراپا تقویٰ کی زندگی تھی۔ بچپن تا وصال شریعت کی پیروی
آپ کا شعار تھا۔ شرعاً نابالغ بچہ احکام کا مکلف نہیں ہوتا لیکن حضرت شیخ چونکہ مادِ زاد
ولی تھے اس لئے شیرِ خواری کے زمانہ میں ماہِ رمضان میں دن کے وقت دودھ نہیں
پیتے تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں:

میرا بیٹا عبدالقادر رمضان المبارک میں دن کے وقت دودھ نہیں پیتا
تھا۔ ایک دفعہ رمضان المبارک کا چاند دکھائی نہ دیا۔ کچھ لوگوں نے مجھے
پوچھا تو میں نے انہیں بتایا کہ آج میرے لختِ جگر نے دودھ نہیں پیا۔
بعد میں واضح ہو گیا کہ اس دن رمضان تھا چنانچہ جیلان کے علاقے میں
مشہور ہو گیا کہ سادات کے گھرانے میں ایک بچہ پیدا ہوا ہے جو رمضان
کے دنوں میں دودھ نہیں پیتا۔ (تلاذ الجواہر)

کمالِ استقامت

تقویٰ کرامات کا نام نہیں بلکہ شریعت پر استقامت کا نام ہے۔ اس تو اس کے

جب ہم حضرت غوثِ اعظم کی مقدس زندگی کے اوراق پر نظر ڈالتے ہیں تو آپ استقامت کا عظیم پہاڑ دکھائی دیتے ہیں۔ حضرت ابو نصر موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور غوثِ اعظم دورانِ سیاحت ایک ایسے مقام پر تشریف لے گئے جہاں پانی ناپید تھا کئی دن پانی پیئے بغیر گزر گئے۔ پیاس کی شدت حد سے بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک بادل نمودار ہوا۔ بارش ہوئی اور اس کے چند قطرہوں سے سکون ملا۔ اس کے بعد ایک نور ظاہر ہوا جس نے تمام افق کا احاطہ کر لیا اور عجیب صورت نمودار ہوئی۔ اس نے کہا:

اے عبدالقادر میں تیرا پروردگار ہوں۔ میں نے تمہارے لئے وہ سب اشیاء حلال کر دی ہیں جو دوسروں کے لئے حرام کی ہیں۔ جو چاہو لے لو اور جو چاہو کرو۔

آپ نے "اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم" پڑھا اور فرمایا:

"ملعون دور ہو جا۔ تو شیطان ہے۔" اچانک وہ روشنی تاریکی میں بدل گئی اور کہا:

تسے عبدالقادر تو نے احکام کے علم اور اپنی منازل کے احوال سے باخبر ہونے کے سبب نجات پائی ہے۔ ورنہ میں اس توبے سے ستر اہل طریق کو گمراہ کر چکا ہوں؟

آپ نے فرمایا:

"ملعون تو نے پہلے سے بھی بڑھ کر حملہ کیا ہے میں اپنے علم کی وجہ سے تجھ سے محفوظ نہیں ہوا بلکہ یہ سراسر میرے اللہ کا کرم و احسان ہے۔"

(اخبار الاخیار، ۱۲۰)

درجہ قطبیت پر فائز ہونا

آپ جب اس دنیا میں تشریف لائے تو مسلمانوں پر زوال سایہ ہو چکا تھا۔ اقدار بدل چکی تھیں۔ ہمارے دور کی طرح روحانیت دوکانداری کا روپ دھار چکی تھی۔ آپ نے علم دین پڑھا اور اس ذوق و شوق اور حسن نیت و اخلاص سے پڑھا کہ پڑھتے پڑھتے درجہ قطبیت پر فائز ہو گئے۔ قصیدہ غوثیہ میں آپ فرماتے ہیں:

درست العلم حتی صرت قطبنا وملت السعد من مولی الموالی
 میں علم پڑھتے پڑھتے قطب ہو گیا اور میں نے اپنے مولیٰ کے کرم سے سعادت کھالی،
 آپ کے علمی مقام کے بارے میں شیخ عبدالوہاب الشعرانی اور شیخ عبدالحمق محدث
 دہلوی لکھتے ہیں کہ آپ کو تیرہ علوم و فنون پر کامل دسترس تھی۔ (الطبقات الکبریٰ ۱: ۱۶۷)

محی الدین و ملت

حصولِ علوم کے بعد آپ نے دین اسلام کی وہ خدمت کی کہ آپ محی الدین (دین کو زندہ کرنے والے) کے لقب سے مشہور ہوئے۔ کسی شخص نے آپ سے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا السلام میں برہنہ پاؤں بغداد آ رہا تھا۔ راستے میں ایک بیمار کنڑ شخص ملا۔ اس نے میرا نام لے کر سلام کیا اور قریب آنے کو کہا۔ جب میں اس کے قریب پہنچا تو اس نے مجھے سہارا دینے کے لئے کہا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کا جسم صحت مند و توانا ہونے لگا۔ رنگ و روپ میں تازگی چھانے لگی۔ میں دیکھ کر ڈر گیا۔ پھر اس نے کہا۔ آپ نے مجھے پہچانا ہے؟ میں نے لاطمی کا اظہار کیا تو کہنے لگا:

انا الدین کنت قدمت ودفنت دین اسلام ہوں۔ قریب المرگ ہو
 فاحیائی اللہ تعالیٰ بل بعد گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے فریضے

موتی۔ مجھے از سر نو زندہ فرمایا ہے۔
 اس ملاقات کے بعد جب میں جامع مسجد پہنچا تو لوگوں نے مجھے یاسیدی محی الدین
 کہہ کر پکارنا شروع کر دیا۔ اس سے پہلے میرا یہ لقب نہ تھا۔ قصیدہ غوثیہ میں اپنے
 اوپر ہونے والی اس کرم نوازی کا تذکرہ یوں کرتے ہیں:

ان الجیلی محی الدین اسمی داعلامی علی مرأس الجبال
 رمی جیلان کارہنے والا ہوں۔ میرا نام محی الدین ہے اور میرا جھنڈا پہاڑوں کی
 چوٹیوں پر لہرا رہا ہے۔

اعلیٰ حضرت نے محی دین دلت سے آپ کی اس شان کی طرف اشارہ کیا ہے۔

جس کی منبر ہوئی گردن اولیاء

آپ طرقت و حقیقت میں اتنے بلند مقام پر فائز ہیں کہ آپ نے بغداد میں
 خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

قدمی ہذا علی رقبۃ کل ولی اللہ یہ میرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے
 پس آپ کے یہ کلمات کہنے کی دیر تھی کہ تمام اولیاء نے اپنے سر جھکا دیئے۔
 حضرت خواجہ معین الدین اجمیری نے اپنا سر زمین پر رکھ دیا اور عرض کیا کہ آپ کا قدم
 میری گردن پر ہی نہیں بلکہ سر پر ہی ہے۔ (شام امدادیہ ۲۲۰)

شاہ برکات و برکات پیشینیاں!

نوبہا رطرقیت یہ لاکھوں سلام

سید آل محمد امام الرشد -۱۴۱

گل روض ریاضت پہ لاکھوں سلام

حضرت حمزہ شیر خدا و رسول -۱۴۲

زینت تادریث پہ لاکھوں سلام

نام و کام و تن و جان و حال و مقال -۱۴۳

سب میں اچھے کی صورت پہ لاکھوں سلام

نورِ جبالِ عطرِ محبوبہ آل رسول -۱۴۴

میرے آقائے نعمت پہ لاکھوں سلام

زیب سجادہ، سجادِ نوری نہاد -۱۴۵

احمد نورِ طہیثت پہ لاکھوں سلام

برکات پیشینیاں۔ اسلاف کی برکات، گل بھول، روض۔ باغ،

ریاضت۔ عبادت و مجاہدہ، طہنت۔ طبیعت و خصلت۔

سلسلہ قادریہ کے سرتاج حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں

سلام کے بعد اب اعلیٰ حضرت اپنے مشائخ کی خدمت میں سلام عرض کر رہے ہیں۔ ان

بزرگوں کے اسماء یہ ہیں:

سید شاہ برکت اللہ مارہروی۔ سید شاہ آل محمد مارہروی۔ سید شاہ حمزہ مارہروی۔

سید شاہ آل احمد اچھے میاں، حضرت شاہ آل رسول - سید شاہ ابوالحسین احمد نوری -
رحمہم اللہ تعالیٰ۔

ہم اختصار کے ساتھ ان تمام بزرگوں کا تعارف ضروری سمجھتے ہیں۔

سید شاہ برکت اللہ مارہروی

آپ کی ولادت ۲۶ جمادی الآخر ۱۰۷۰ھ کو بلگرام میں ہوئی۔ آپ کے والد کا نام حضرت شاہ اولیں ہے۔ تعلیم و تربیت، ریاضت و مجاہدہ کے بعد اورنگ زیب کے دور میں مارہرہ تشریف لائے۔ مارہرہ یوپی کے ضلع ایٹھ سے تقریباً سولہ میل کے فاصلے پر بجانب مغرب واقع ہے) انہی بزرگوں کی نسبت سے سلسلہ کا نام برکاتیہ ہے۔ علم و ادب میں آپ کی نظیر نہیں۔ عربی، فارسی، اردو کے علاوہ ہندی اور سنسکرت پر آپ کو عبور تھا۔ تاریخ زبان اردو کے مقدمہ میں ڈاکٹر مسعود حسین خاں تحریر کرتے ہیں:

"عہد عالمگیر کے مشہور مصنف سید شاہ برکت اللہ مارہروی کو ہندی، فارسی اور

عربی پر کامل عبور تھا۔ تصوف سے لبریز انسانیت کے پیغام کو انہوں نے دوہوں

اور کتبوں کے ذریعے پہنچایا۔" (مقدمہ تاریخ زبان اردو، ۱۹۹۰ء)

ادبی میدان میں فارسی و عربی میں اپنا تخلص عشقی اور ہندی میں بیہی فرماتے تھے۔

علمی و تصنیفی خدمات

آپ کے تبحر علمی کا اندازہ کسی قدر آپ کی تصانیف کثیرہ سے ہو سکتا ہے۔ صاحب

تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ نے ۱۹ کتب کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے بعض یہ ہیں:

۱۔ رسالہ چہار انواع ۲۔ عوارف ہندی ۳۔ دیوان عشقی ہم۔ مثنوی ریاض العاشقین

۵۔ بیاض باطن ۶۔ تفسیر سورہ فاتحہ ۷۔ ارشاد السالکین ۸۔ رسالہ عقائد صوفیہ

عربی اشعار میں سلام

صاحب البرکات نے حضور علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں عربی اشعار کی صورت میں ایک طویل سلام عرض کیا تھا اس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں

یا شفیح الوری سلام علیک یا نبی الہدی سلام علیک
 اے تمام مخلوق کی شفاعت کرنے والے آپ پر سلام۔ اے سرِ ایاہدایت آپ پر سلام)

طلعت منک کوکب العرفان انت شمس الضحیٰ سلام علیک
 ستارہ معرفت آپ سے طلوع ہوا۔ آپ چمکتا ہوا آفتاب ہیں آپ پر سلام)

مہبط الوحی منزل القرآن صاحب الاہتدی سلام علیک
 (آپ پر وحی کا نزول ہوا اور قرآن نازل ہوا اے رہنمائی فرمانے والے آپ پر سلام)

هذا قول غلامک العشقی منہ یا مصطفیٰ سلام علیک
 (یہ آپ کے ایک ادنیٰ خادم عشقی کی التجا ہے۔ اے برگزیدہ نبی اس کی طرف سے سلام)

آپ کا وصال دس محرم الحرام ۱۱۴۲ھ بوقت صبح صادق ہوا۔ مارہرہ میں آپ کا مزار زیارت گاہِ خلافت ہے۔

ابو البرکات سید آل محمد مارہرہ دی

آپ سلطان الواصلین سید شاہ برکت اللہ قدس سرہ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۸ رمضان المبارک ۱۱۱۱ھ کو بگرام میں ہوئی۔ آپ کی تعلیم و تربیت والد گرامی کی آغوش میں ہوئی۔ والدِ مکرم ہی سے شرفِ بیعت اور خرقہٴ خلافت و اجازت حاصل تھا۔ ساتھ ہی سید العارفین میر شاہ لطف اللہ قدس سرہ نے بھی شانِ خلافت سے سرفراز فرمایا۔ آپ کا عقدا اپنے چچا سید شاہ عظمت اللہ کی صاحبزادی غنیمت فاطمہ سے ہوا جن

کے لطن سے دو صاحبزادے سید شاہ حمزہ اور سید شاہ حقانی اور ایک صاحبزادی ہوئیں۔ آپ کا وصال ۱۶ رمضان المبارک ۱۱۶۴ھ کو ہوا۔ اعلیٰ حضرت نے انہیں امام الرشید اور گلِ روضِ ریاضت قرار دیا ہے۔

الشاہ سید حمزہ مارہروی

آپ کی ولادت ۴ ربیع الثانی ۱۱۳۱ھ میں ہوئی۔ والد گرامی کے علاوہ شیخ ڈاھڑھا لاہوری اور شمس العلماء مولانا محمد باقر سے علومِ ظاہری حاصل کئے۔ فنِ طب حکیم عطاء اللہ سے سیکھا۔ شیخ محی الدین ابن العربی کی کتب کے ساتھ آپ کو خصوصی ذوق تھا۔ آپ نہایت ہی ذہین تھے۔ گیارہ سال کی عمر میں جملہ علوم و فنون میں دسترس حاصل کر چکے تھے۔

تصنیفی و علمی خدمات

حضرت کے پاس ایک بہت بڑا کتب خانہ تھا جس میں سولہ ہزار کے قریب کتب تھیں۔ آپ کی تصانیف کے نام حسب ذیل ہیں:

۱۔ کاشف الاستار ۲۔ فیض الکلمات : یہ کتاب دنیا بھر کے علوم و فنون پر مشتمل ہے۔ جلد اول الہ آباد اور جلد دوم مارہرہ شریف میں ہے۔ ۳۔ مثنوی اتفاقیہ۔ ۴۔ قصیدہ گوہر یار ۵۔ رسالہ عقائد۔

آپ کا وصال ۱۴ محرم ۱۱۹۸ھ کو ہوا۔ اعلیٰ حضرت نے انہیں "زینتِ قادریت

کہا ہے۔

سید آل احمد اچھے میاں مارہروی

آپ کی ولادت ۲۸ رمضان المبارک ۱۱۶۰ھ میں ہوئی۔ اسم گرامی آل احمد اور

لقب اچھے میاں تھا۔ آپ سید حمزہ مارہروی کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی علمی وجاہت کا یہ عالم تھا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی بعض مسائل میں تسلی و تشفی کے لئے لوگوں کو آپ کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے۔ ایک شخص نے بغداد میں آستانہ عالیہ غوثیہ کے نقیب الاشراف سے مسئلہ وحدۃ الوجود کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے شاہ عبدالعزیز دہلوی کی خدمت میں جانے کو فرمایا۔ جب اس شخص نے حاضر ہو کر مدعا عرض کیا تو آپ نے فرمایا آپ مارہرہ میں حضرت اچھے میاں کی خدمت میں جائیں وہ آپ کی تشفی فرمائیں گے۔

تصانیف علمی خدمات

حضرت شاہ سید محمد میاں مارہروی کہتے ہیں کہ حضرت کی تصنیف و تالیف میں سب سے ضخیم کتاب "ائین احمدی" ہے۔ اس کی چونتیس جلدیں ہیں۔
آپ کا وصال ۱۷ ربیع الاول ۱۲۳۵ھ میں ہوا۔

سیدہ آل رسول مارہروی

آپ کی ولادت باسعادت ماہ رجب ۱۲۰۹ھ میں مارہرہ شریف میں ہوئی۔ اسم گرامی آل رسول لقب خاتم الاکابر، آپ کے والد ماجد کا نام سید شاہ آل برکات ہے۔ آپ نے اپنے دور کے جن جید علماء سے تعلیم حاصل کی ان کے اسماء گرامی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، مولانا شاہ نیاز احمد بریلوی، شاہ عین الحق، شاہ عبدالمجید بدایونی، شاہ سلامت اللہ کشفی، شاہ نور الحق رزاقی عرف ملانور، مولانا انوار احمد فرنگی محلی، مولانا عبدالواسع سیدنپوری۔

آپ کو خلافت حضرت اچھے میاں سے تھی۔ آپ کی شخصیت کے بارے میں اس سے بڑھ کر کیا کہا جاسکتا کہ امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خان قادری ان کے دستِ اقدس پر بیعت تھے اور انہی کے بارے میں کہا میرے آقائے نعمت پچھلاکھوں سلام۔

سید شاہ ابوالحسن احمد نوری

یہ سید آل رسول کے پوتے اور سید شاہ ظہور حسین کے بیٹے ہیں۔ ان کی ولادت ۱۹ شوال ۱۲۵۵ھ کو ہوئی۔

آپ ابھی اڑھائی برس کے تھے کہ والد گرامی کا وصال ہو گیا۔ اس لئے آپ کی تربیت آپ کے جد امجد حضرت شاہ آل رسول کی آغوش میں ہوئی۔ آپ نے تمام علوم دینیہ میں کمال حاصل کیا۔

تصنیفی و علمی خدمات

آپ کے علمی کمال کی ایک جھلک تصانیف ہی سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

۱۔ غسل المصنفا فی ارباب سنۃ المصطفیٰ ۲۔ تحقیق التراویح ۳۔ دلیل لبقین

۴۔ النور والبھار فی اسانید الحدیث و سلاسل الاولیاء ۵۔ النجوم ۶۔ الجفر

اعلیٰ حضرت نے متعدد علوم خصوصاً علم جفر میں انہی سے استفادہ کیا۔ ان سے آپ کی بڑی عقیدت تھی۔ جا بجا کلام رضائیں ان کا تذکرہ ملتا ہے۔ قصیدہ نور کے آخر میں لکھتے ہیں :

اے رضایہ احمد نوری کا فیض نور ہے

ہو گئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

تفصیلات کے لئے تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ کا مطالعہ کیجئے۔

بے عذاب و عتاب و حساب و کتاب

-۱۶۶

تا ابد اہل سنت پر لاکھوں سلام

بے عذاب، عذاب کے بغیر، عتاب، ناراضگی و جھڑک، تا ابد۔ ہمیشہ
یہاں بنی گروہ کی نشاندہی اور تمام اہل سنت پر سلام ہے۔

اہل سنت و جماعت ہی ملتِ ناجیہ ہے

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا: بنی اسرائیل بہتر فرقوں
میں تقسیم ہو گئے تھے اور میری امت بہتر میں بٹ جائے گی۔ ایک کے علاوہ باقی تمام
دوزخی ہوں گے۔ صحابہ نے عرض کیا:

من ہی یا رسول اللہ! یا رسول اللہ وہ جنتی لوگ کون ہونگے

فرمایا:

ما انا علیما و اصحابی جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے
و شکوۃ المصابیح، باب الاعتصام بالکتاب پر چلیں گے۔

و اسنتہ

مسند احمد اور ابوداؤد میں ہے کہ وہ جماعت ہوگی یعنی وہ فرقہ نہیں ہوگا بلکہ امت
کی اکثریت ہوگی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا میری امت کو اللہ تعالیٰ گمراہی پر جمع نہیں فرمائے گا۔

و ید اللہ علی الجماعت و اور جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے جو اس
من شد شد فی النار۔ سے جدا ہو گیا وہ جہنم میں چلا گیا۔

(الترمذی، باب فی لزوم الجماعة)

انہی سے یہ فرمانِ نبوی بھی مروی ہے

اتبعوا السواد الاعظم فانہ
من شد شد فی النار۔
بڑی جماعت کے ساتھ رہو جو جماعت
سے نکلا وہ جہنم میں گرے گا۔

(ابن ماجہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے آپ کا یہ ارشاد ان الفاظ میں مروی ہے۔

فاذا رأيتم اختلافاً فعليكم

بالسواد الاعظم۔ (ابن ماجہ) کو لازم لکھو۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضور علیہ السلام کو یہ فرماتے

ہوئے سنا:

لا يزال من امتي امة قائمة

بامر الله لا يضرهم من

خذلهم ولا من خالفهم

حتى ياتي امر الله وهم على

ذلك (البخاری) اس پر قائم ہوں گے۔

ان تمام روایات سے درج ذیل فوائد پر روشنی پڑتی ہے۔

۱۔ امت پر تفرقہ بازی سے احتراز — ضروری اور فرض ہے۔ قرآن مجید نے

اسی بات کو ان الفاظ میں بیان کیا۔

واعتصموا بحبل الله جميعاً

ولا تفرقوا۔

۲۔ اگر اختلاف و تفرقہ ہو جائے (جس طرح ہو چکا ہے) تو اس گروہ میں رہنا

جائے جو امت کی اکثریت ہو جیسے حدیث نے "سواد اعظم" کہا۔

۳۔ امت کی اکثریت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔

۴۔ امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر رہے گا۔

۵۔ صرف ایک جماعت ہی جنتی ہے باقی نہیں۔

اگر ان تمام ارشادات پر بغیر جانبداری ہو کر غور و فکر کیا جائے تو انسان از خود اس نتیجہ پر جا پہنچتا ہے کہ اس سے مراد اہل سنت و جماعت ہی ہے۔ کیونکہ تمام دنیا میں ہمیشہ سے انہی کو اکثریت حاصل رہی، بڑی بڑی طاقتوں نے انہیں مٹانے کی کوشش کی مگر ناکام رہیں۔

اعلیٰ حضرت نے اس شعر میں اسی طبقہ کی نشاندہی کی ہے جو جنتی ہے۔

بے عذاب و حساب و کتاب

یہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد گرامی کی طرف اشارہ ہے حضرت ابوامامہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

دعدنی ربی ان یدخل الجنة

میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا

من امتی سبعین الفاً

کہ میری امت کے ستر ہزار افراد جنت

لا حساب علیہم ولا عذاب

میں داخل کروں گا ان کا نہ حساب

ہوگا اور نہ ان پر عذاب۔ پھر میرے

مع کل الف سبعون الفاً

کے ساتھ ستر ہزار اور میرے

و ثلاث حثیات من حثیات

ربی۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ابی یوسف)

رب کے چلوں میں سے تین چلوں کی مقدار

جنت میں جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ایک چلو ہی کافی ہے

اسی طرح کا ایک نہایت ہی پر لطف ارشاد حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے اللہ نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ آپ کی امت میں سے چار لاکھ آدمی بغیر حساب کے جنت میں داخل کر دیں گے۔ حضرت ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے لئے اضافہ کرواٹیے۔ آپ نے دونوں ہاتھوں کو ملا کر چلو بنا کر فرمایا اس طرح اللہ تعالیٰ ایک چلو جنت میں داخل کرے گا۔ حضرت ابوبکر نے کہا آقا اس پر اضافہ فرمائیے۔ پھر آپ نے چلو کا اضافہ فرمایا۔ حضرت عمر نے کہا اے ابوبکر اب چھوڑ بھی دو حضرت ابوبکر نے کہا کہ اگر ہم تمام جنت میں داخل ہو جائیں تو تمہارا کیا بگڑتا ہے؟ اس پر حضرت عمر نے کہا:

ان اللہ عزوجل ان شاء اللہ عزوجل اگر تمام مخلوق کو جنت میں
ان یدخل خلقه الجنة بکف داخل کرنا چاہے گا تو اس کا ایک چلو ہی
واحد فعل۔ کافی ہے۔

اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا عمر نے سچ کہا۔

اعلیٰ حضرت نے حضور کے ان الفاظ "لا حساب علیہم ولا عذاب" کو اپنے شعر میں کیا حسن انداز میں ذکر کیا اور اس بات کی طرف بھی توجہ دلائی کہ وہ لوگ اہل سنت ہی ہیں۔

عظیم تہمت
ایک

بعض لوگوں نے عامۃ الناس کو دھوکہ دینے کے لئے اعلیٰ حضرت کے بارے میں یہ لکھا کہ وہ شیعہ تھے اس سلسلہ میں چند گزارشات حسب ذیل ہیں:

- ۱۔ اعلیٰ حضرت نے تقریباً بیس رسائل شیعہ کے خلاف لکھے ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی شخص اپنے ہی مسلک کے خلاف اتنا مواد جمع کرے۔
- ۲۔ اس سلام میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ اور خلفاء راشدین کے مناقب و فضائل کا تذکرہ جس حسن انداز میں اعلیٰ حضرت نے کیا ہے کسی شیعہ سے کیسے ممکن ہے۔
- ۳۔ بڑی عجیب بات ہے کہ خود شیعہ ہوں مگر اہل سنت کو فرقہ ناجیہ قرار دیتے ہوئے اس پر سلام بھیج رہے ہوں۔

۱۶۷۔ تیرے ان دوستوں کے طفیل اے خدا
بندۂ تنگِ خلقت پہ لاکھوں سلام

طفیل۔ وسیلہ، بندہ۔ اعلیٰ حضرت کی اپنی ذات مراد ہے، تنگ۔ عار، خلقت۔

مخلوق۔

اس شعر میں خود اپنے لئے اللہ تعالیٰ سے سلام کی دعا ہے کہ اے اللہ اپنے ان تمام مذکورہ بالا بندوں کے طفیل اس فقیر پر بھی رحمتیں نازل فرما۔

بندۂ تنگِ خلقت

اللہ تعالیٰ کے حضور یہ آپ کی تواضع ہے جو کہ ہونی چاہیے۔ جو شخص اس کی بارگاہ میں تواضع کرے گا وہ اسے ہی بلند کرتا ہے، متکبر اسے پسند نہیں، ابلیس نے تکبر کیا ذلیل و رسوا ہو گیا۔ حضرت آدم نے تواضع کرتے ہوئے کہا:

ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنكونن من الخاسرين

انہیں پہلے سے بھی بلندی عطا فرمادی۔

یہاں اعلیٰ حضرت نے اپنے وجود کو "مخلوق خدا کے لئے وجہ عار" قرار دیا ہے۔
دوسرے مقام پر سگ بے ہنر کہتے ہیں۔

تجھ سے چھپاؤں منہ تو کروں کس کمانے کیا اور بھی کسی سے توقع نظر کی ہے
جاؤں کہاں پکاروں کسے کس کا منہ تکوں کیا پرش اور جا بھی سگ بے ہنر کی ہے
اعلیٰ حضرت نے ساری زندگی اللہ اور اس کے حبیب کے ادب اور ناموس رسالت کی
حفاظت میں بسر کی۔ ظلم و عمل کا وہ مستحکم و مضبوط پہاڑ تھے جو بھی ان سے ٹکرایا پاش پاش
ہو گیا۔ عشق و محبت اور ادب رسول کی دولت کی وجہ سے ان کو ہر فن میں جو کمال حاصل
ہوا وہ انہی کا حصہ ہے۔ آج دنیا نے محبت انہیں برصغیر میں ناموس رسالت کا محافظ
اور مجدد دین و ملت کے نام سے یاد کرتی ہے لیکن آپ نے دیکھا وہ اپنے آپ کو
سگ بے ہنر اور بندہ ننگ خلقت سے تعبیر کر رہے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جتنا
انسان اہل معرفت ہوتا ہے اتنا ہی وہ مؤدب ہوتا ہے۔

میرے استاد ماں باپ بھائی بہن -۱۶۸

اہلِ ولد و عشرت پہ لاکھوں سلام

اہل - بیوی ، ولد - اولاد ، عشرت - قبیلہ

یہ اساتذہ ، والدین ، بھائی بہن ، اولاد اور تمام اپنے خاندان کے لئے

دعا ہے۔

قرآن و سنت نے یہ تعلیم دی ہے کہ جب تم دعا کرو تو اس میں اپنے والدین
اساتذہ اور دیگر اہل تعلق کو بھی شامل کرو۔ نماز میں اکثر طور پر جو دعا کرتے ہیں اس
کے الفاظ میں بھی یہی تعلیم ہے :

رب اجعلنی مقیم الصلوٰۃ
و من ذریعتی ربنا و تقبل
دعائے ربنا اغفر لی و لوالدی و
للمؤمنین یوم یقوم الحساب۔
(الاسراء)

اے میرے رب مجھے اور میری اولاد
کو نماز قائم کرنے والا بنا۔ اے ہمارے
رب دعا قبول فرما۔ اے ہمارے رب
میری، میرے والدین اور تمام مؤمنین
کی قیامت کے دن بخشش فرما۔

ایک مقام پر قرآن نے والدین کے لئے دعا کی تعلیم دی۔

قُلْ رَبِّ اَرْحَمُهُمَا کَمَا رَبَّیَّانِی
صَغِیْرًا۔
یہ کہہ اے میرے رب ان دونوں
پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے میرے
بچپن میں تربیت کی۔

اولاد و ازواج کے لیے دعا کرنا اپنے بندوں کی صفات میں شمار کرتے ہوئے
فرمایا :

وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ
لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّیَّتِنَا
قَرَّةَ اَعْیُنٍ وَ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ
اِمَامًا۔
اور وہ لوگ جو عرض کرتے ہیں
اے ہمارے رب ہماری بیویوں اور
ہماری اولاد کو ہمارے لئے آنکھوں
کی ٹھنڈک بنا اور ہمیں متقیین کے لئے
مقتدا بنا دے۔

اعلیٰ حضرت نے بھی انہی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے اپنے والدین، اساتذہ،
اولاد اور اہل کے لئے دعا کی ہے۔

آپ کے والد گرامی

آپ کے والد گرامی قدوة المتقین حضرت مولانا تقی علی خان ہیں۔ ماہِ رجب ۱۲۴۶ھ

(۱۸۳۰ء) میں بریلی میں پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو گونا گوں صفات سے نوازا تھا۔ امام احمد رضا خاں اپنے والد گرامی کے بارے میں رقم طراز ہیں:

”بمحمد اللہ منصب شرفی علم کا پایہ ذر وہ علیہ کو پہنچایا۔“
 مگر راست می گویم دینہ وال نہ پسند و جزا است۔ کہ جو وقت انظار وحدت
 افکار وفہم صائب و راستے ثاقب حضرت حق جل و علانے انہیں عطا فرمائی
 ان دیار و امصار میں اس کی نظیر، نظر نہ آئی۔ فراست صادقہ کی یہ حالت
 تھی کہ جس معاملہ میں جو کچھ فرمایا وہی ظہور میں آیا۔

عقل معاش و معاد دونوں کا بہ وجہ کمال اجتماع بہت کم سنا یہاں
 آنکھوں دیکھا۔ علاوہ بریں سخاوت، شجاعت و علو ہمت و کرم و مروت
 و صدقات خفیہ و مبرات جلیہ و بلندی اقبال و دبدبہ جلال و موالات
 فقر و امر دینی میں عدم مبالغات باغنیاء، حکام سے عزلت، رزق
 موروث پر قناعت و غیر ذلک فضائل جلیہ و خصائل جمیلہ کا حال وہی
 کچھ جانتا ہے جس نے اس جناب کی برکت صحبت سے شرف پایا۔“

(جواہر البیان، ۶)

نواب نیاز احمد خاں، ہوش مولانا کی کتاب ”سرور القلوب بذكر المحبوب“ پر

تقریظ میں لکھتے ہیں:

”مولوی محمد تقی علی خاں حسن ظاہری و باطنی میں بے نظیر ہیں۔ باپ دادا ان
 کے عرصہ دراز سے چمن پر اسٹے علم و دولت رہے۔ اکثر اشخاص
 کو تعلیم علم کا شوق دلاتے ہیں۔ اپنا وقت دنیات کے پڑھانے میں بہت
 صرف کرتے ہیں۔ ہنگام کلام علوم کا دریا بہہ جاتا ہے۔ ”العالم اذا تكلم
 فهو بجز توج“ کا مضمون انہیں کی ذات مجمع حسنات پر صادق آتا ہے۔

(تقریظ علی سرور القلوب، ۵-۶)

پچیس علمی تصانیف آپ سے یادگار ہیں۔ ان کے اسماء اور مکمل تعارف کے لئے
مخدوم اہل سنت حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری دامت برکاتہم کی سرور القلوب پر
تقدیم کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔

آپ کے بھائی اور بہنیں

مولانا تقی علی خاں کے تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ مولانا احمد رضا
خاں، مولانا محمد رضا خاں اور مولانا حسن رضا خاں۔ یعنی اعلیٰ حضرت کے دو بھائی اور دو
بہنیں تھیں۔

آپ کی اولاد

آپ کے دو صاحبزادے مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خاں، حجۃ الاسلام حامد رضا
خاں اور پانچ صاحبزادیاں تھیں۔

آپ کے اساتذہ

تمام علوم دینیہ کی تکمیل اپنے والد گرامی مولانا تقی علی خاں سے کی۔ ابتدائی کتب
مثلاً میزان المنشعب وغیرہ مرزا غلام قادر بیگ سے پڑھیں۔ بعض علوم مثلاً، علم تفسیر جعفر
شاہ ابوالحسین احمد نوری سے سیکھے۔

ایک عظیم بہتان

بعض لوگوں نے آپ کے اساتذ گرامی مرزا غلام قادر بیگ کے نام سے گمراہیہ
تاثیر دینے کی کوشش کی ہے کہ یہ مرزا قادیانی کا بھائی تھا اور اعلیٰ حضرت مرزائی تھے حالانکہ

یہ صراحتاً غلط، جھوٹ اور عظیم بہتان ہے۔ ایسا کہنے والا اللہ کے حضور کیا جواب دے گا۔ اس اندھیرے کو علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نے جس طرح اجالے سے بدلا ہے وہ انہیں کا حصہ ہے۔ دلچسپی کے لئے ان کا ایک اقتباس نقل کر رہا ہوں۔

"مرزا کا بھائی ۱۸۸۳ء میں فوت ہو گیا تھا جبکہ مرزا غلام قادر بیگ ۱۸۹۷ء میں کلکتہ میں حیات تھے (اس پر دلیل یہ ہے) کہ فتاویٰ رضویہ جلد سوم مطبوعہ مبارک پور انڈیا کے ص ۸ پر ایک استفتاء ہے جو مرزا غلام قادر بیگ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۲۱ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ کو ارسال کیا تھا۔"

(البرطانیہ کا تحقیقی جائزہ، ۱۲۴)

اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کے ہر فرد کو ایسے جھوٹ اور اتہام سے محفوظ رکھے اور اختلاف کو دلائل و براہین کے ساتھ بیان کرنے کی توفیق دے۔

ایک میرا ہی رحمت پہ ہے دعوائے نہیں

-۱۴۹

شاہ کی ساری اُمت پہ لاکھوں سلام

دعویٰ۔ درخواست و بھروسہ، شاہ۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے تمام اشعار میں امت کے ہر طبقہ مخصوص مثلاً خلفاء راشدین، اہل بیت نبوی، اصحاب بدر واحد، عشرہ مبشرہ، ائمہ مجتہدین و طرقت، مشائخ سلاسل اور اپنے والدین و اساتذہ پر سلام تھا۔ اس شعر میں حضور علیہ السلام کی ساری امت پر سلام ہے۔ امت محمدیہ کے لئے دعا کرنے والے پر حضور علیہ السلام نہایت ہی خوش ہوتے ہیں

اللہ کی رحمت ہر شے سے وسیع ہے

اللہ تعالیٰ کی رحمت کائنات کی ہر شے سے بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ
(الاعراف)

حدیث میں ہے:

سبقت رحمتی علی غضبی میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔
یہی وجہ ہے کہ اس کے اسم ذاتی " اللہ " کا متبادل اگر کوئی لفظ اس کی صفات میں سے ہے تو " رحمن " ہے۔

قُلِ ادْعُوا اللَّهَ أَدْعُوكُمُ الرَّحْمٰنَ
(الاسراء)

اے نبی فرمادیجئے اس ذات کو اللہ کہو یا رحمن کہو۔

اللہ کی رحمت کو محدود نہ کرو

جب رحمت وسیع اور ہر شے سے بڑھ کر ہے تو ہر انسان پر لازم ہے وہ اس کا سوال بھی ہر شے سے بڑھ کر کرے اور ہر ایک کے لئے کرے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے اللہ تعالیٰ کے حضور ان کلمات سے دعا کی۔

اللهم ارحمني وحمداً اے اللہ مجھ پر اور میرے آقا محمد پر
ولا ترحم معنا۔ رحم فرما اور کسی پر رحم نہ فرما۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا اے اعرابی!

لقد جحزت واسعاً تو نے اللہ کی وسیع رحمت کو محدود

سمجھ لیا ہے۔

(البخاری، باب رحمة الناس)

اولس قرنی اور امت کیلئے دعا

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 یمن میں ایک ہمارا غلام ہے وہ والدہ کی خدمت کی وجہ سے ہمارے ساتھ ملاقات نہ
 کر سکا تم میں سے جس کی ملاقات بھی اس کے ساتھ ہو اسے کہنا

فلیستغفر لکم
 تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی
 دعا کرے۔ (المسلم باب فضائل اولس قرنی)

بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ اولس ربیعہ و مضر کی بکریوں کے برابر میری امت
 کی شفاعت کرے گا۔ جب تم اس سے ملو تو میرا سلام پہنچا کر کہنا کہ میری امت کے لئے
 دعا کریں۔ (کشف المحجوب، ۱۲۸)

جب اولس قرنی رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع پہنچی تو انہوں نے ساری زندگی اس
 دعا کو وظیفہ بنا لیا "اے اللہ تمام مومن مرد اور تمام مومن عورتوں کو بخش دے۔
 اللہ نے اسی راہ پر چلتے ہوئے سلام کے آخر میں تمام امت کے لئے
 دعا کی ہے۔ کاش ہمارا بھی یہ وظیفہ ہو جائے۔"

۱۷۰۔ کاش محشر میں جب اتنی آمد ہو اور

بھیجیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام

۱۷۱۔ مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں ضمنا

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

کاش۔ برائے اظہارِ تمنا، محشر۔ روزِ قیامت، آمد۔ تشریف آوری، شوکت۔ شان و شکوہ، قدسی۔ فرشتے، ہاں۔ شروع کر دو پڑھو۔

امام اہل محبت نے اللہ و رسول کی بارگاہ میں اپنی دلی اور آخری خواہش کا اظہار کیا ہے کہ اس دنیا میں جس طرح مجھے اپنے رؤف درحیم آقا کی بارگاہ میں سلام پڑھنے اور لکھنے کی توفیق نصیب ہوئی ہے اسی طرح قیامت کے روز بھی آپ کا قرب نصیب ہو اور حسب آپ کی محشر میں تشریف آوری ہو تو مجھے حکم ہو اسے احمد رضا اب تو وہ سلام پڑھ جس کا مطلع ہے ۴ مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

سرِ محشر آپ کی تشریف آوری اور خدمت کے قدسی

ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میدانِ محشر کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے فرمایا جب لوگ قبور سے نکلیں گے تو ان میں اول نہیں ہوں گا۔ جب اللہ کے حضور جائیں گے تو میں ان کی قیادت کر رہا ہوں گا۔ جب وہ خاموش ہوں گے تو میں ان کی نمایندگی کروں گا۔ جب وہ ناامید ہوں گے تو میں شفاعت کروں گا اور جب وہ پریشان حال ہوں گے تو میں انہیں خوش کروں گا۔ کرم کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اولادِ آدم میں سے میرا مقام اللہ کے ہاں سب سے بلند ہوگا۔

یطوف علی الف خادم کا ہم چمکدار موتیوں سے بڑھ کر خوبصورت
لو لو مکنون (الترمذی) ہزار خادم میرے ارد گرد ہوں گے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہر روز بارگاہِ نبوی میں ستر ہزار صبح اور ستر ہزار شام فرشتے حاضر ہو کر اپنے پیروں کو قبرانور کے ساتھ لگا کر زیارت و برکت حاصل کرتے ہوئے درود و سلام عرض کرتے ہیں حتیٰ کہ آپ جب میدانِ محشر میں تشریف لائیں گے

خرج فی سبعین الفاً من تو ستر ہزار فرشتوں کے بھر مٹ میں

للملائكة يُوقرونه صلى الله عليه وسلم - ہوں گے۔

(التذکرہ للقرطبی ۲/۶۱۴)

انہی فرشتوں اور خدام کو اعلیٰ حضرت نے "خدمت کے قدسی" کہا ہے۔
یعنی جب فرشتوں کے جھرمٹ میں میدان محشر میں میرے کریم آقا کی تشریف آوری
ہو تو فرشتے مجھ سے کہیں اے احمد رضا اب جھوم جھوم کر اور وجد کرتے ہوئے پڑھئے
ع مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام۔

اور واقعہً اعلیٰ حضرت ہی نہیں ہر وہ شخص جس نے خلوص نیت سے اپنے آقا کے
حضور کثرت کے ساتھ درود و سلام پڑھا ہوگا اسے قیامت کے روز یہ موقع ملے گا
کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا:

روزِ قیامت میرے سب سے قریب
وہ شخص ہوگا جو تم میں سے کثرت کے
ساتھ درود و سلام عرض کرنے والا ہوگا۔

اولی الناس بی یوم القیامة
اکثرهم علی صلاة
(الترمذی)

ابتدا اور انتہائے سلام

کتنا ادب اور احترام ہے کہ بات شروع بھی سلام سے کی اور اختتام بھی سلام
پر کیا۔ ابتدائی مصرعہ ع مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام ہے اور یہی سلام کا آخری
مصرعہ ہے۔ جب اول و آخر درود و سلام ہے جو مقبول ہے تو درمیانی حصہ از خود مقبول
ہوگا۔

اعلیٰ حضرت کو یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ عالم اسلام کے گوشے گوشے میں لوگ
انہی الفاظ میں سلام عرض کرتے ہیں جو انہوں نے تحریر فرمائے تو جو ثواب و اجر ان

پڑھنے والوں کو نصیب ہے۔ اسی طرح اعلیٰ حضرت کے درجات میں بھی بلندی ہو رہی ہے۔ اس بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ حضورؐ کی خدمت میں اپنے دور کے سب سے زیادہ سلام عرض کرنے والے اعلیٰ حضرت ہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے پیارے حبیب کی بارگاہ میں ادب و نیاز کے ساتھ درود و سلام عرض کرنے کی توفیق بخشے اور ان اہل محبت کا صدقہ ہمیں بھی قیامت کے روز یہ شرف نصیب ہو،

ساتھ ہم بھی ہوں زمزمہ خواں رضا
جبکہ خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

مراجع

انه لتنزيل رب العالمين	القرآن	۱
امام محمد بن اسماعيل بخارى ۲۵۶	البخارى	۲
امام ابوالحسين مسلم بن حجاج القشيري ۲۶۱	المسلم	۳
امام ابو عيسى محمد بن عيسى ترمذى ۲۷۹	الترمذى	۴
امام ابوداؤد سليمان بن اشعث سجستانى ۲۷۵	ابوداؤد	۵
امام عبد الرحمن احمد بن شعيب نسائى ۳۰۳	نسائى	۶
امام ابو عبد الله محمد بن يزيد	ابن ماجه	۷
شيخ عبد الله سراج الدين شامى	سيدنا محمد رسول الله شامله الحميده وخصاله المجيده	۸
امام جلال الدين سيوطى ۹۱۱	الرياض الاثيقه فى شرح اسماء النبى الخليفة	۹
امام عبد الرحمن ابن الجوزى ۵۹۷	الوفاء باحوال المصطفى	۱۰
قاضى ابوالفضل عياض بن موسى الماكنى ۵۴۴	الشفاء بتعرفى حقوق المصطفى	۱۱
ملا على بن سلطان محمد القارى	شرح الشفاء	۱۲
امام شهاب الدين سيد محمود آلوسى ۱۲۷۰	روح المعانى	۱۳
امام احمد بن محمد القسطلانى ۹۲۳	المواهب اللدنيه بالمنح المحمديه	۱۴
امام يوسف بن اسمعيل نيهانى ۱۳۵۰	حجة الله على العالمين	۱۵
امام ابونعيم احمد بن عبد الله الاصبهانى ۴۳۰	دلائل النبوة لابي نعيم	۱۶

- ۱۷- المرقاة
- ۱۸- سنن دارمی
- ۱۹- التذکرہ للقربی
- ۲۰- الایمان بعوالم الآخرة
- ۲۱- تجلی الیقین
- ۲۲- الجامع لاحکام القرآن
- ۲۳- المخصائص الکبری
- ۲۴- شمائل الرسول
- ۲۵- الجامع الاصول
- ۲۶- مسند احمد
- ۲۷- مجمع الزوائد
- ۲۸- تہذیب ابن عساکر
- ۲۹- ضیاء القلوب
- ۳۰- الامن والعلی
- ۳۱- مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات
- ۳۲- بیان المیلاد النبوی
- ۳۳- مرقاة المفاتیح
- ۳۴- اشعة اللمعات
- ۳۵- تفسیر ابن کثیر
- ۳۶- مدارج النبوة
- ۳۷- المفردات فی غرائب القرآن
- ملا علی بن سلطان محمد القاری
- امام محمد بن عبداللہ بن عبدالرحمن الدارمی ۲۵۵
- امام ابو عبداللہ محمد بن احمد القرطبی ۶۷۱
- شیخ عبداللہ سراج الدین شامی
- امام احمد رضا قادری
- امام ابو عبداللہ محمد بن احمد القرطبی ۶۷۱
- امام جلال الدین سیوطی ۹۱۱
- امام حافظ ابن کثیر ۷۷۴
- امام ابن اثیر
- امام احمد بن حنبل ۲۴۱
- امام نور الدین علی بن ابی بکر البہیمی
- امام ابوالقاسم علی بن حسین الشافعی ۵۷۱
- حاجی اداد اللہ مہاجر مکی
- امام احمد رضا قادری
- امام محمد المہدی الفاسی مالکی ۸۵۴
- امام عبدالرحمن ابن جوزی ۵۹۷
- ملا علی بن سلطان محمد القاری ۱۰۵۲
- شاہ عبدالحق محدث دہلوی
- حافظ ابن کثیر
- شاہ عبدالحق محدث دہلوی ۱۰۵۲
- امام راعب اصغہانی ۵۰۳

- ۳۸۔ قواعد التحدیث علامہ محمد جمال الدین قاسمی
- ۳۹۔ سیرت حلبیہ امام علی بن برہان الدین حلبی ۱۰۴۴
- ۴۰۔ تفریحات النضیہ شاہ ولی اللہ دہلوی
- ۴۱۔ اخبار الاخبار شاہ عبدالحق دہلوی ۱۰۵۲
- ۴۲۔ الصائم المسلول شیخ ابن تیمیہ
- ۴۳۔ زاد المعاد علی ہاشم الزرقانی شیخ ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر ابن قیم ۷۵۱
- ۴۴۔ صحیفہ ازل مولانا محمد اول قادری
- ۴۵۔ طبقات ابن سعد امام محمد بن سعد بن منیع البصری ۲۳۰
- ۴۶۔ جمع انوسائل علی الشائل ملا علی بن سلطان محمد القاری
- ۴۷۔ زرقانی علی المواہب اللدنیہ علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی مالکی ۱۱۲۲
- ۴۸۔ الانوار المحمدیہ من المواہب اللدنیہ امام یوسف بن اسماعیل نبھانی ۱۳۵۰
- ۴۹۔ النہایہ امام بدر الدین عینی
- ۵۰۔ در منشور امام جلال الدین سیوطی ۹۱۱
- ۵۱۔ البرہان فی خصائص حبیب الرحمن علامہ ابوطاہر محمد بشیر رسولپوری
- ۵۲۔ البدایہ والنہایہ حافظ ابن کثیر ۷۷۴
- ۵۳۔ فتح الباری شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی ۸۵۲
- ۵۴۔ تحقیق الفتوی علامہ فضل حق خیر آبادی
- ۵۵۔ اکنال فی اسماء الرجال امام ولی الدین محمد بن عبد اللہ ۷۴۰
- ۵۶۔ بمثل بشر مولانا محمد اعظم نوشاہی ۱۳۷۵
- ۵۷۔ شان حبیب الرحمن من آیات القرآن مفتی احمد یار خان نعیمی
- ۵۸۔ فی ظلال القرآن سید قطب مصری

- قاری محمد طیب دیوبندی
 شیخ محمد بن علوی مالکی
 علامہ یاقوت جموی
 ڈاکٹر محمد حمید اللہ
 امام علاؤ الدین علی المتقی بن حسام الدین ہندی
 علامہ محمد بن سحیبی حلبی
 ڈاکٹر مسعود حسین خاں
 مولانا تقی علی خاں
 نواب نیاز احمد خاں ہوش
 علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری
 حضرت علی ہجویری
 امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی ۹۴۳
 امام عبد العظیم بن عبد القوی المنذری
 امام احمد رضا خاں قادری
 امام احمد مجتہد الف ثانی
 شیخ محمد یوسف الصالحی
 مولانا محمد زکریا سہارنپوری
 امام فخر الدین ابو عبد اللہ محمد بن عمر رازی ۴۰۶
 علامہ محمد بن عبد الباقی مالکی ۱۱۲۲
 مولانا رشید احمد گنگوہی
 الامام ابو محمد جعفر بن حیان الصہبانی المعروف بابی الشیخ
- ۵۹۔ آفتاب نبوت
 ۶۰۔ الذخائر المحمدیہ
 ۶۱۔ معجم البلدان
 ۶۲۔ فاروق اعظم
 ۶۳۔ کنز العمال
 ۶۴۔ قلائد الجواہر
 ۶۵۔ مقدمہ تاریخ زبان اردو
 ۶۶۔ جواہر البیان
 ۶۷۔ تقریظ علی سرور القلوب
 ۶۸۔ البریلویہ کا تحقیقی جائزہ
 ۶۹۔ کشف المحجوب
 ۷۰۔ سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد
 ۷۱۔ الترغیب والترہیب
 ۷۲۔ منبہ المنیہ
 ۷۳۔ مکتوبات امام ربانی
 ۷۴۔ فضائل المدینۃ المنورہ
 ۷۵۔ فضائل حج
 ۷۶۔ تفسیر کبیر
 ۷۷۔ الزرقانی
 ۷۸۔ امداد السلوک
 ۷۹۔ اخلاق النسبی وادابہ

- ۸۰۔ شمائل ترمذی
 ۸۱۔ جواهر البحار
 ۸۲۔ موضوعات کبیر
 ۸۳۔ شام اداویہ
 ۸۴۔ دلائل النبوة للبیہقی
 ۸۵۔ مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحی لکھنوی
 ۸۶۔ انسان العیون
 ۸۷۔ اعلام النبوة للماوردی
 ۸۸۔ مولد خیر خلق اللہ
 ۸۹۔ لباب التاویل فی معانی التنزیل
 ۹۰۔ عمدۃ القاری
 ۹۱۔ مقام رسول
 ۹۲۔ المستدرک للحاکم
 ۹۳۔ محمد الانسان الكامل
 ۹۴۔ شہادۃ لآلہ اللہ
 ۹۵۔ غزوات النبی
 ۹۶۔ الطبرانی
 ۹۷۔ الکرمانی شرح بخاری
 ۹۸۔ علموا اولادکم محبتہ ال بیت النبی
 ۹۹۔ الشرف المؤید
 ۱۰۰۔ سنن الدارقطنی
- امام ابوعلیٰ محمد بن علیٰ ترمذی ۲۷۹
 امام یوسف بن اسماعیل نبھانی ۱۳۵۰
 طاعلی قاری
 حاجی امداد اللہ بہا جرکی ۱۳۱۷
 امام ابو بکر احمد بن حسین البیہقی ۴۵۸
 مولانا عبدالحی لکھنوی ۱۳۰۴
 امام علی بن برہان الدین حلّی ۱۰۴۴
 امام ابو الحسن علی بن محمد الماوردی ۴۵۰
 شیخ فسح اللہ بنانی مصری
 امام علاؤ الدین علی بن محمد الخازن
 امام بدر الدین عینی ابو محمد بن عینی ۸۵۵
 علامہ منظور احمد فیضی
 امام ابو عبد اللہ الحاکم نیشاپوری ۴۰۵
 شیخ محمد بن علوی مالکی
 شیخ عبد اللہ سراج الدین شامی
 مولانا نور بخش توکل
 امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی ۳۶۰
 امام محمد بن یوسف بن علی بن محمد سعید الکرمانی
 ڈاکٹر محمد عبدہ یمانی
 امام یوسف بن اسماعیل نبھانی
 امام علی بن عمر الدارقطنی

شیخ دولابی

امام ابو عبد اللہ شمس الدین ذہبی

علامہ محب الدین احمد بن عبد اللہ ۶۹۲

امام مالک

شاہ عبد الحق محدث دہلوی

بشیر ساجد

امام ابن حجر

امام سعید بن منصور

۱۰۹- القول البدری فی الصلوٰۃ علی الجیب الشفیع امام شمس الدین محمد بن عبد الرحمن السخاوی ۹۰۲

شیخ محمد بن علوی مالکی

امام عبد الوہاب شعرانی ۹۷۳

علامہ احمد سعید کاظمی

علامہ محمد انور شاہ کاشمیری ۱۳۵۲

امام ابوالقاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری ۴۶۵

امام شیخ زادہ

مولانا ابوالحسنات قادری

مولانا بدر عالم میرٹھی

امام محمد بن اسمعیل بخاری

امام محمد الغزالی

علامہ خرپوٹی

۱۰۱- الذریۃ الطاہرۃ

۱۰۲- سیر اعلام النبلاء

۱۰۳- ذخائر العقبی

۱۰۴- الموظا امام مالک

۱۰۵- تکمیل الایمان

۱۰۶- عشرۃ مبشرہ

۱۰۷- الصواعق المحرقہ

۱۰۸- سنن سعید بن منصور

۱۰۹- القول البدری فی الصلوٰۃ علی الجیب الشفیع امام شمس الدین محمد بن عبد الرحمن السخاوی ۹۰۲

۱۱۰- شرف الامۃ المحمدیہ

۱۱۱- البواقیت والجواهر

۱۱۲- تسکین الخواطر

۱۱۳- فیض الباری

۱۱۴- الرسالۃ القشیریہ

۱۱۵- شرح شیخ زادہ مع الخرپوٹی

۱۱۶- شرح قصیدہ بردہ

۱۱۷- ترجمان السنۃ

۱۱۸- الادب المفرد

۱۱۹- عرائس البیان

۱۲۰- مکاشفۃ القلوب

۱۲۱- عصیدۃ الشہدۃ

- ۱۲۲- تفسیر منظرہ
 ۱۲۳- مجمع بحار الانوار
 ۱۲۴- مشکوٰۃ المصابیح
 ۱۲۵- جمع الوسائل
- قاضی ثناء اللہ پانی پتی
 شیخ محمد طاہر ٹٹنی
 امام ولی الدین محمد بن عبداللہ الشیب ۷۴۰
 ملا علی قاری
- ۱۲۶- الدر العظیم فی مولد الکریم
 ۱۲۷- انس الواحش وری العاطش
 ۱۲۸- الاستیعاب
 ۱۲۹- ہکذا صام رسول اللہ
 ۱۳۰- تاریخ الخمیس
 ۱۳۱- شاہکار ربوبیت
 ۱۳۲- عظیم قدرہ و رفعت مکانہ
 عند ربہ تعالیٰ۔
- امام قسطلانی
 شیخ ابوالحسن احمد بن عبداللہ محمد البکری
 امام حافظ ابن عبدالبر ابو عمر یوسف بن عبداللہ
 ڈاکٹر محمد عبدہ یحانی
 شیخ ابوالحسن احمد بن عبداللہ محمد البکری
 مفتی محمد خان قادری
- ۱۳۳- الصلاة والبشر فی الصلاة علی
 خیر البشر۔
- شیخ ابراہیم ملا خاطر شامی۔
 امام مجد الدین محمد بن یعقوب
 فیروز آبادی



تاثرات

علامہ شمس الحسن شمس بریلوی کا مکتوب جو انہوں نے شرح سلام رضا کے ساتھ صفحات کے مطالعہ کے بعد شارح کے نام ارسال کیا۔

بامسبحانہ

۲۶ ستمبر ۱۹۹۳ء

گرامی مرتبت جناب مولانا مفتی محمد خاں قادری، دام لطفہ

"شرح سلام رضا" کا تحفہ موصول ہوا۔ شکر گزار ہوں۔ شرح کا مطالعہ شروع کیا اور بایں اضمحلال طبع اور ضعف بصارت ۶۰ صفحات ایک ہی نشست میں پڑھ ڈالے۔ روح کو بالیدگی اور قلب کو انشراح حاصل ہوا۔

نمودی شادمانم زندہ باشی

آپ نے حق ادا فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دارین کی سرملندیاں عطا فرمائے اور

بقول میرے سے

یہی شمس ہے مہری آرزو ہے کمال عزت و ابرو

کہ حضور کہہ دیں غلام سے ترمی نذر ہم کو قبول ہے

آپ کی یہ نذر بارگاہ سرور کو نہیں صلی اللہ علیہ وسلم میں شرف قبول حاصل کرے (آمین)

انشاء اللہ مستقبل قریب میں دو تبصرے ارسال کر دیں گے۔ ایک فارسی میں منظوم اور

دوسرا اردو میں منشور۔ اگر تبصرے بہت جلد مطلوب ہوں تو تحریر کریں۔ والسلام!

تبصرہ منظوم بزبان فارسی پر "شرح سلام رضا" تصنیف

حضرت مولانا مفتی محمد خان قادری مدنی فیوضیہ

نگارش

حضرت علامہ شمس الحسن شمس بریلوی متابرکاتہم العالیہ (ستارہ امتیاز) سابق آڈو و صدوز شعیب فارسی العلوم منتظر اسلام بریلی

سر بسبر یک نامہ مشکین ختام
یافت سرمایہ — نگاہ منتظر
موج الفاظش بلاغت التیام
ہمت عالی مگر درکار بود
آنکہ دارد سینہ صاف صدف
نکتہ دان نکتہ پرور فاضلے
لیک ہر شعر لیت نصحت با
بزبان ماست مثل یک دعا
جان رحمت، عین رحمت، اصل دین
حسن جال افسرد ز پہناں از نظر
بہرہ دراز دانش درائے سدید
شاہد یکتائے مہم سنی را کتوں

شمس دارد پیش خود "شرح سلام"
بوئے خوش ہر چار سوئے بد منتشر
بحر رائق ہست بے شک ای سلام
اندریں غوطہ زدن دشوار بود!
گوہر پوشیدہ آوردن بکف
لاجرم غواص باشد عاتقے
گو بظاہر ہست تحت مصطفیٰ
ای سلام مصطفیٰ، صبح و مسا
ای سلام ہست با صدق و یقین
کم خرد از نور باطن بے خبر
شکر حق آل فاضلے آمد پدید
دست او آورد از جہلہ برول

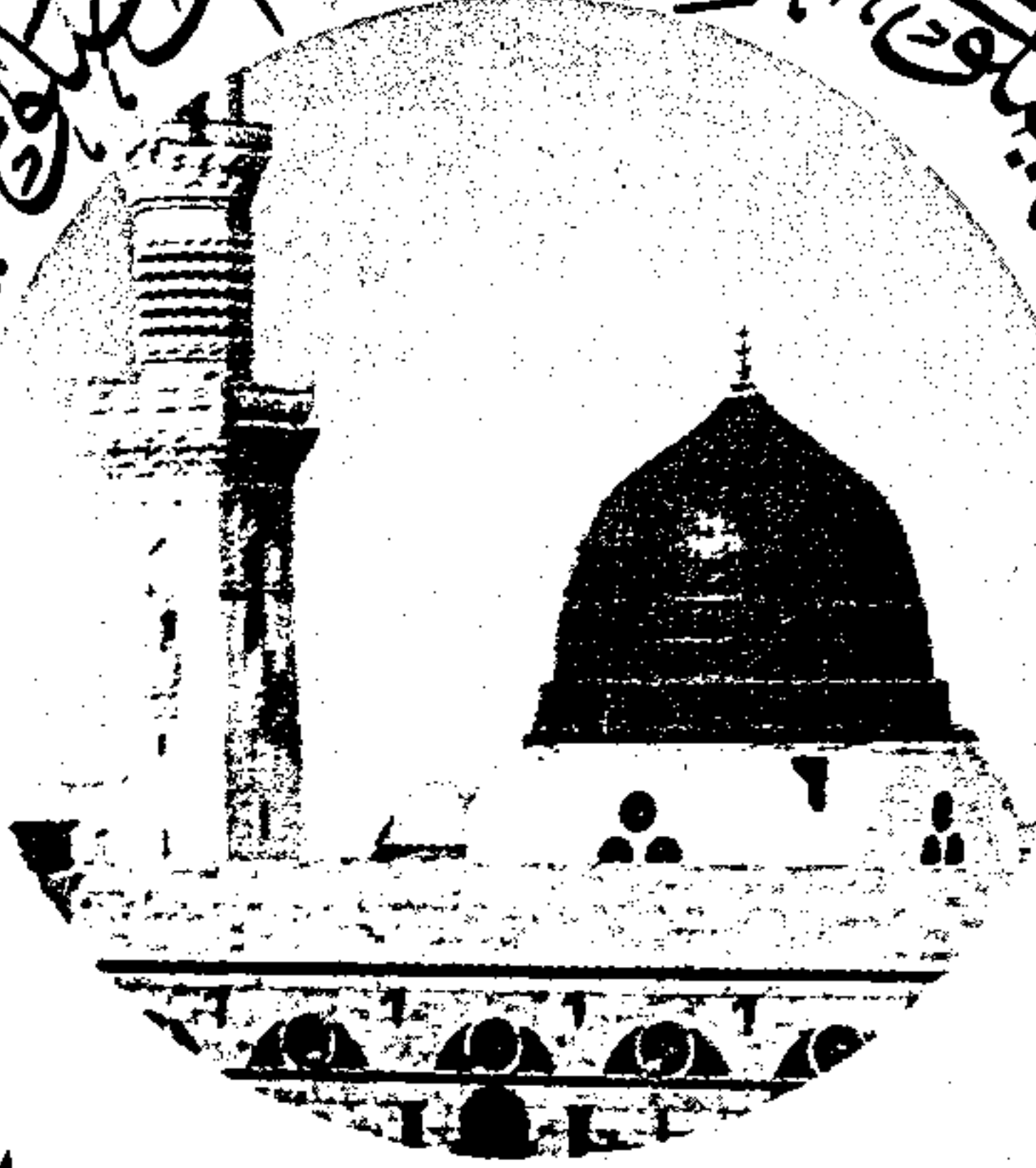
جملہ اوصاف سراپائے نبی ﷺ
 مستتر بودے بہر شعر سلام
 از مسانید و معاجیم و صحیح
 ساخت آثار و احادیث نہال
 یعنی ہر چیز از سنن مستور بود
 من چہ گویم رفعت و وصف سلام
 در غلطانست ہر شعر سلام
 آفرین بہ بہت شارح کنم

ثابت از نص ہا و آثار بہی
 قولے از آثار اصحاب کرام
 کہ دستخارج آل مرد نتجیح !!
 نامہ مفتی محمد خاں عیال
 ناخن تاویل آل را بر کشود
 دارد از عشق نبی ﷺ و سلم چون التیام
 شرح آل لادیب ، یک بجر کرام
 اندرین مدحت مگر تبانہ ام

فاضلاں اندر مدحش ترزباں
 شمس ہم مدارح شارح بیگماں

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
مَدِينَةُ الْمَدِينَةِ
مَدِينَةُ الْمَدِينَةِ
مَدِينَةُ الْمَدِينَةِ



شرح اسلامِ رضا



205 - شادمان لاہور ۰ فون: 7580004